دورِ قدیم و جدید کے مختلف عقائد و عبادات کے اختلاف کے حل
کے لئے احادیث کی روشنی میں 515 تطبیقات

التطبیقات

معروف بہ

اختلاف کیسے ختم ہو؟

مصنف
نازشِ ملت حضرت علامہ مولانا
محمد ظفر القادری الکندی مدظلہ

والضحیٰ پبلی کیشنز
بادیہ چلیہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان
Cell:0300-7259263,0315-4959263

التطبیقات

معروف بہ

اختلاف کیسے ختم ہو؟

سیل پوائنٹ

مکتبہ فیضانِ مدینہ

نزد فیضان مدینہ، مدینہ ٹاؤن فیصل آباد

0311-3161574

مصنف : محمد ظفر القادری الکندی مدظلہ

لیگل ایڈوائزر : محمد صدیق الحسنات ڈوگر، ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور

طبع اول : اکتوبر 2016ء محرم الحرام 1438ھ

قیمت : 600/=

والضحیٰ پبلی کیشنز

ہادیہ حلیمہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور. پاکستان

0300-7259263,0315-4959263

فهرست

نمبر شمار	صفحہ نمبر

﴿۲﴾ کتاب الطہارت

﴿۳﴾ کتاب الصلاۃ

﴿۴﴾ کتاب الزکاۃ

﴿۵﴾ کتاب الصوم

﴿۶﴾ کتاب القرآن

﴿۷﴾ باب المتفرقات

﴿8﴾ باب الاوراد والوظائف

﴾9﴿ کتاب الحج

﴿10﴾ کتاب البیوع

﴿11﴾ کتاب النکاح

عرض مصنف

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں متعدد مقامات پر ایسی آیات اور احادیث موجود ہیں جن میں بظاہر تصادم اور تعارض محسوس ہوتا ہے جس سے قرآن وحدیث پڑھنے والا تردد اور کنفیوژن کا شکار ہو کر اختلافات کا شکار ہو جاتا ہے لہذا اس تردد اور اختلاف کو ختم یا کم کرنے کے لئے میں نے مستند اور معتبر کتب سے تعارضات اور ان کے حل کے لئے تطبیقات کو دو جلدوں میں جمع کیا اور اس کتاب کا نام ،،

،،التطبیقات،،

المعروف (اختلاف کیسے ختم ہو؟)

علماء وطلباء اور عوام الناس کی آسانی کے لئے اس میں تینوں قسم کے موضوعات یعنی عقائد، عبادات ،معاملات کے مختلف ابواب قائم کر کے ان میں تطبیقات کو اکٹھا کیا۔ ہر کوئی اپنی اپنی بات اور اپنی دلیل پیش کرتا ہے لیکن اس کتاب میں فریقین کی طرف سے پیش کردہ دونوں مسلک کی احادیث اور پھر ان کی تطبیق کو پیش کیا گیا ہے تاکہ تصویر کے دونوں رخ پیش نظر ہوں اور پھر اس پر ایک قابل قبول نتیجہ مرتب کیا جائے۔ مجھے اللہ جل مجدہ کی ذات مقدسہ سے امید ہے کہ یہ کتاب مسلکی ، مذہبی اور فقہی اختلافات کو بھی ختم کرنے میں بہت معاون ثابت ہوگی۔

علماء سے اپیل ہے کہ جہاں بھی کوئی غلطی ملاحظہ فرمائیں تو میری اصلاح ضرور فرمائیں ان شاء اللہ شکریہ اور دعا کے ساتھ مجھے قبول کرنے والا پائیں گے۔

میں اپنی اس کتاب کو امیر اہل سنت امیر دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت فیوضہم اور تمام علماء اہلسنت کی بارگاہ میں منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

اللہ تعالی تمام علماء اہلسنت خصوصا حضرت صاحب کا سایہ تا دیر امت حبیب پر قائم ودائم فرمائے اور میری اس کتاب کو امت مصطفیٰ کے لئے نافع اور میرے لئے شافع بنائے!

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد ظفر القادری الکندی
عفی عنہ

تعارض اور تطبیق کے لئے چند ضروری اصول وقواعد:

اصول (۱):
جب نفی اور ثبوت کی احادیث میں تعارض پیدا ہو جائے تو تعارض کے وقت ترجیح ثبوت کو ہوتی ہے۔

اصول (۲):
جب حضور کے قول و فعل شریف میں تعارض معلوم ہو تو قول کو ترجیح ہوتی ہے کیونکہ فعل میں احتمال ہے کہ آپ کی خصوصیات میں سے ہو۔

اصول (۳):
جب جہر و اخفاء میں تعارض ہو تو اخفاء کی روایات کو ترجیح ہوتی ہے کیونکہ دن کی نمازوں میں اخفاء اصل ہے۔

اصول (٤):
شرعی ضابطہ ہے کہ جب کسی چیز کے بارے میں امر یعنی حکم بھی ہو اور نہی یعنی ممانعت بھی ثابت ہو تو نہی کو فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الایمان والعقائد

﴿1﴾ ایمان کے مدینہ میں سمٹ آنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِنَّ الدِّينَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْحِجَازِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا وَلَيَعْقِلَنَّ الدِّينُ مِنَ الْحِجَازِ مَعْقَلَ الْأُرْوِيَّةِ مِنْ رَأْسِ الْجَبَلِ إِنَّ الدِّينَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ. وَهُمُ الَّذِينَ يُصْلِحُونَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِي من سنتي .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

حضرت عمر بن عوف سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا آخر زمانہ میں دین حجاز کی طرف اس طرح لوٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں لوٹ جاتا ہے اور دین حجاز سے ایسا بندھ جائے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی سے بے شک اسلام غریبی سے شروع ہوا اور جیسا شروع ہوا ویسا ہی پھر ہو جائے گا غریبوں کو خوش خبری ہو غریب وہ ہیں جو میرے بعد اس سنت کو درست کریں گے جسے لوگوں نے بگاڑ دیا تھا۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا آخر زمانہ میں دین حجاز کی طرف اس طرح لوٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں لوٹ جاتا ہے اور دین حجاز سے ایسا بندھ جائے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی سے۔

جبکہ دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا آخر زمانہ میں ایمان مدینہ کی طرف اس طرح لوٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں لوٹ جاتا ہے۔ پہلی حدیث میں ایمان حجاز کی طرف لوٹ جائے گا اور دوسری حدیث میں ایمان مدینہ کی طرف لوٹ جائے گا جو کہ بظاہر تعارض ہے۔

ایمان کے مدینہ میں سمٹ آنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

فقہاء نے اس کی تطبیق اس طرح بیان فرمائی ہے کہ ابتداء میں مسلمان حجاز مقدس میں پناہ لیں گے اور جب وہاں بھی امن نہ پائیں گے تو مدینہ کی طرف سمٹ آئیں گے لہذا جس حدیث میں حجاز مقدس کی بات ہے اس سے مراد پہلی پناہ ہے اور جس حدیث میں مدینہ کا ذکر ہے اس سے مراد آخری پناہ ہے۔

﴿2﴾ دیدار الٰہی کے بارے میں آیت وحدیث میں تعارض:

وَعَن عبد الرَّحمَن بن عائش قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :رَأَيتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَ :فَبِمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى؟ قُلْتُ :أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ :فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفِيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَتَلَا :(وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ من الموقنين(رَوَاهُ الدَّارِمِيّ مُرْسلا وللترمذی نَحوه عَنهُ

روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن عائش سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا رب نے پوچھا کہ فرشتے مقرّب کس چیز میں جھگڑتے ہیں میں نے عرض کیا مولیٰ تو ہی جانے تب رب نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب میں نے جان لیا اور یہ آیت تلاوت کی ہم یونہی ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے ملک دکھاتے ہیں تاکہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائیں دارمی نے مرسلاً روایت کیا اور ترمذی کی روایت اسی کی مثل ہے انہی سے۔

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا۔

جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے،،

":لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" آنکھیں اللہ کا ادراک نہیں کرسکتیں، یہ آیت دیدار کی نفی کر رہی ہے۔ آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

دیدارِ الٰہی کے بارے میں آیت وحدیث میں تعارض کی تطبیق:

آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ آیت دیدار کی نفی نہیں کر رہی بلکہ ادراک اور احاطے کی نفی کر رہی ہے۔ کیونکہ اللہ کا دیدار ممکن ہے لیکن اللہ کا آنکھوں سے احاطہ کرنا یعنی اللہ کو آنکھوں سے گھیر لینا محال ہے۔ دیدار اور ہے احاطہ اور ادراک اور ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں رویت بصر یعنی آنکھ سے دیکھنا اور ادراک بصر یعنی آنکھ سے احاطہ کرنا اس میں فرق ہے آنکھ کا دیکھنا اور ہے آنکھ کا پانا یعنی اس کا احاطہ کرنا، گھیرنا کچھ اور ہم سمندر، زمین، آسمان کو دیکھتے تو ہیں مگر ان کا احاطہ نہیں کر سکتے یہ چیزیں اتنی لمبی چوڑی ہیں کہ ہماری آنکھ ان کو دیکھ تو لیتی ہے لیکن احاطہ نہیں کر سکتی یعنی گھیر نہیں سکتی حضور ﷺ کی آنکھوں نے رب کا دیدار کیا اس کا احاطہ نہیں کیا جنتی مومن رب کا دیدار کریں گے اس کا احاطہ نہیں کریں گے۔ لہٰذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿3﴾ ہجرت کی احادیث میں تعارض:

حدیث (۱) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں

لیکن جہاد اور نیت ہے۔ بخاری ۲۷۸۳۔ صحیح مسلم ۱۳۵۳

حدیث (۲) حضرت مجاشع بن مسعود سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس اپنے بیٹے معبد کو لے کر حاضر ہوا تا کہ ہجرت پر آپ سے بیعت کریں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا مہاجرین کے لئے ہجرت ختم ہو چکی۔

صحیح بخاری ۲۹۶۲ صحیح مسلم ۱۸۶۳

حدیث (۳) عبید بن عمر سے روایت ہت انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ ہجرت کا حکم کیا ہے تو انہوں نے فرمایا آج کے بعد ہجرت نہیں۔ صحیح بخاری ۳۹۰۰

جب کہ اس کے برعکس ارشاد ہوا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک توبہ منقطع نہیں ہوتی اور توبہ اس وقت منقطع ہوگی جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ سنن ابی داود ۲۴۷۹

احادیث میں ہجرت کے حوالے سے تعارض واضح ہے۔

ہجرت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں بظاہر تعارض معلوم ہو رہا ہے لیکن ان میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ جن احادیث میں ہجرت کی فرضیت بیان ہو رہی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہجرت فرض تھی اور فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت منسوخ ہوگئی لہذا اب ہجرت کرنا فرض نہ رہا بلکہ مستحب ہے جن احادیث میں ہجرت لازم تھی وہ حکم فتح مکہ سے پہلے کا تھا اور جن احادیث میں قیامت تک کے لئے ہجرت کا باقی رہنا بیان ہوا وہ مستحب ہجرت ہے یعنی جو ہجرت منقطع ہوگئی وہ فرض تھی اور جو منقطع نہیں وہ مستحب ہے۔

﴿4﴾ مختلف احادیث میں شعبوں کی تعداد میں تعارض:

شعبوں کے متعلق مختلف احادیث میں مختلف تعداد بیان کی گئی ہے جیسا کہ اس حدیث میں ستر شعبے ذکر کیے گئے

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الايمان بضع وسبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله وادناها اماطة الاذى عن الطريق والحياء شعبة من الايمان۔ متفق علیہ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان کی چند اور ستر شاخیں ہیں اور ان میں سے سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنی شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں ساٹھ شعبے مذکور ہیں

عن ابی هريره رضی الله عنه عن النبی ﷺ الايمان بضع وستون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله وادناها اماطة الاذى عن الطريق والحياء شعبة من الايمان۔ صحیح بخاری

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایمان کی چند اور ساٹھ شاخیں ہیں اور ان میں سے سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنی شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ ایک اور حدیث میں چوہتر شعبے بیان ہوئے جیسا کہ حدیث میں ہے

حضرت عمارہ بن غزیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان کے ۷۴ شعبے ہیں۔ سنن ترمذی ۲۶۱۴

ان تمام حدیثوں میں شعبوں کی تعداد مختلف ہے جس سے احادیث میں تعارض پیدا ہو رہا ہے۔

مختلف احادیث میں شعبوں کی تعداد میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں دو طرح تطبیق قائم کی جا سکتی ہے پہلی یہ کہ ابتدائے اسلام میں احکام کم نازل ہوئے تھے اس لئے ایمان کی شاخیں کم تھیں پھر جیسے جیسے احکام کے نزول میں اضافہ ہوتا گیا ایمان کی شاخیں بھی بڑھتی گئیں۔ دوسری یہ کہ یہاں شعبوں کی تعداد بول کر کثرت مراد لی گئی ہے تعداد میں حصر مراد نہیں ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے تیرے گھر کے سو چکر لگائے لیکن تو گھر میں موجود ہی نہیں ہوتا یہاں سو کا لفظ کثرت کے لئے ہے یعنی کئی مرتبہ آیا تعداد بیان کرنے کے لئے نہیں اسی لئے حدیث میں بھی کثرت کو بیان کرنے کے لئے کہیں ستر کا لفظ بیان ہوا کہیں ساٹھ کا اور کہیں اس سے مختلف لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿5﴾ مثلیت کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَن رَافع بن خديج قَالَ :قَدِمَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وهم يأبرون النَّخل فَقَالَ :مَا تَصْنَعُونَ قَالُوا كُنَّا نَصْنَعُهُ قَالَ لَعَلَّكُمْ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا كَانَ خَيْرًا (ص53:) فَتَرَكُوهُ فنفضت قَالَ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ :إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيِ فَإِنَّمَا أَنا بشر .رَوَاهُ مُسلم

حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے مدینہ والے کھجور کے درختوں کی پیوند کاری کرتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا یہ تم کیا کر رہے ہو بولے ہم پہلے سے ایسا کرتے آ رہے ہیں آپ نے فرمایا ممکن ہے تم ایسا نہ کرو تو اچھا ہو لوگوں نے پیوند کاری چھوڑ دی تو پھل کم ہو گئے انہوں نے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کو بتایا تو آپ نے فرمایا میں ایک بشر ہوں جب تم کو کسی دینی کام کا حکم دوں تو اسے بجالاؤ اور جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بشر ہی ہوں۔

اسی طرح آیت کریمہ میں ہے،، **قل انما انا بشر مثلکم** ،، فرمادو کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں۔

۔ جب کہ حدیث میں اس کے برخلاف ہے جیسا کہ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا تو مسلمانوں میں سے

،، ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا،، **ایکم مثلی** ،، تم میں سے میری مثل کون ہے بے شک میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ صحیح مسلم ج ا ص ۳۵۱۔

اس حدیث میں مثلیت کی نفی ہے، مثلیت کے اثبات اور انکار کی احادیث میں تعارض واضح ہے۔

مثلیت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض میں تطبیق اس طرح قائم ہوگی کہ جس حدیث میں آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل بشر ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ عدمی صفت میں، میں تمہاری مثل ہوں، یعنی حضور ﷺ خدا نہ ہونے میں ہماری مثل ہیں، جس طرح ہم خدا نہیں اسی طرح حضور ﷺ بھی خدا نہیں، جس طرح ہم معبود نہیں اسی طرح نبی کریم ﷺ بھی معبود نہیں، جس طرح ہم واجب الوجود نہیں اسی طرح آپ ﷺ بھی واجب الوجود نہیں، جس طرح ہماری ذات قدیم نہیں اسی طرح حضور کی ذات بھی قدیم نہیں، جس طرح ہم صفت الوہیت سے متصف نہیں اسی طرح حضور میں بھی صفت الوہیت نہیں، الغرض حضور ہر عدمی صفت میں ہماری مثل ہیں یعنی عدم الوہیت میں آپ ہماری مثل ہیں۔

اور جس حدیث میں آپ نے فرمایا کہ تم میری مثل نہیں ہو سکتے اس کا مطلب یہ ہے کہ وجودی صفت میں تم میری مثل نہیں ہو سکتے، یعنی آپ کی کوئی وجودی صفت ہماری کسی وجودی صفت کی مثل نہیں آپ کا دیکھنا ہمارے دیکھنے کی مثل نہیں جس طرح آپ آگے دیکھتے تھے ویسے ہی پیچھے سے بھی دیکھتے تھے فرشتوں جنوں کو دیکھتے تھے یہاں تک کہ خدا کا بھی دیدار کیا، آپ کا سننا ہمارے سننے کی مثل نہیں آپ سنتے ہیں تو جہنم میں گرنے والے پتھر کی آواز کو سن لیتے ہیں اور جنات فرشتوں اور اللہ کا کلام سنتے ہیں، الغرض آپ کا بولنا، چکھنا، سونگھنا، چھونا، سونا، جاگنا کوئی بھی وصف ہمارے کسی وصف کی مثل نہیں۔ سو نتیجہ یہ نکلا کہ حضور نبی کریم ﷺ عدمی صفات میں ہماری مثل ہیں اور وجودی صفات میں ہماری مثل نہیں لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿6﴾ اللہ و رسول کے لئے ایک ضمیر ذکر کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ :مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ (ص11:) وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يكره أَن يلقى فِي النَّار "

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا۔ ا۔ یہ کہ اس کے نزدیک اللہ اور رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔ ۲۔ اور یہ کہ وہ جس شخص سے بھی محبت کرے صرف اللہ کے لئے محبت کرے۔ ۳۔ اور یہ کہ اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا ایسا ناپسندیدہ ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا

ناپسندیدہ ہے۔ بخاری و مسلم

مماسواھما: اس حدیث پاک میں اللہ ورسول دونوں کے لئے ایک ہی ضمیر ذکر کی گئی جس سے معلوم ہوا کہ اللہ ورسول کے لئے ایک ہی ضمیر ذکر کرنا جائز ہے حالانکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اللہ ورسول دونوں کے لئے ایک ہی ضمیر ذکر کرنے سے منع فرمایا جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے

حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے اس طرح خطبہ پیش کیا جس نے اللہ و رسول کی کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم برے خطیب ہو بلکہ تم اس طرح کہو جس نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسول کی نافرمانی کی۔ صحیح مسلم

لہذا ان دونوں احادیث میں بظاہر تعارض نظر آ رہا ہے۔

اللہ ورسول کے لئے ایک ضمیر ذکر کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان متعارض احادیث کی تطبیق اس طرح قائم کی جا سکتی ہے کہ جس حدیث میں ایک ضمیر ذکر کرنے سے منع کیا گیا اس سے مراد برابری کا احتمال ہے یعنی اگر اللہ ورسول میں برابری والا احتمال موجود ہے تو وہاں اللہ ورسول کے لئے ایک ہی ضمیر ذکر نہ کی جائے اور اگر یہ احتمال نہ ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔

﴿7﴾ جنتی ہونے کی مختلف احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :صَلُّوا خَمْسَكُمْ وَصُومُوا (ص:181) شَهْرَكُمْ وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ وَأَطِيعُوا ذَا أَمْرِكُمْ تدخلوا جنَّة ربكم .رَوَاهُ أَحْمد وَالتِّرْمِذِي

روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی پانچ نمازیں پڑھو اور اپنے مہینہ کا روزہ رکھو اور اپنے مالوں کی زکوۃ دو اپنے حکم والے کی اطاعت کرو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ احمد و ترمذی

مذکورہ حدیث اور سابقہ احادیث میں چند مقامات پر تعارض کا شبہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ

ایک حدیث میں ارشاد ہوا،، من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ،، جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ داخل جنت ہوگا جبکہ اگلی حدیث میں بیان ہوا،،

روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی پانچ نمازیں پڑھو اور اپنے مہینہ کا روزہ رکھو اور اپنے مالوں کی زکوۃ دو اپنے حکم والے کی اطاعت کرو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ احمد و ترمذی

جنتی ہونے کی مختلف احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں تطبیق اس طرح دی جا سکتی ہے کہ مختلف احادیث مختلف اوقات کی ہیں جس زمانہ میں کوئی عبادت نہ آئی تھی

تب فرمایا گیا جس نے کلمہ پڑھ لیا جنتی ہو گیا جب نماز آ گئی تو نماز ہی پر جنت کا وعدہ فرمایا گیا اور جب زکوۃ روزے وغیرہ بھی آ گئے تب جنتی ہونے کے لئے ان اعمال کی بھی قید لگی ،لہذا احادیث میں تعارض نہیں ۔الغرض مومنین کی علامات مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہیں لہذا مومنین کے مختلف قلبی احوال کی وجہ سے ان کی طبیعت کے مطابق احکام بھی مختلف بیان فرمائے۔

﴿8﴾ بوقت اکراہ شرک کی اجازت پر آیت اور احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي أَنْ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُكْ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ .رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه

روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب نے وصیت کی کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ اگر چہ تم مار ڈالے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ اور فرض نماز جان کر نہ چھوڑو کہ جس نے اسے عمداً چھوڑا اس سے ذمہ بری ہو گیا اور شراب نہ پیو کہ یہ ہر شر کی چابی ہے۔ابن ماجہ

مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ اگر چہ تم مار ڈالے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ۔

جبکہ آیت کریمہ میں ہے "اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ" اگر کسی کو کفر پر مجبور کیا گیا لیکن اس کا دل ایمان پر جما رہے،،تو وہ کافر نہیں ،،۔اس آیت میں مجبوری کی بنا پر کفر بکنے کی رخصت ہے جبکہ حدیث میں فرمایا اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ اگر چہ تم مار ڈالے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ۔تعارض واضح ہے

بوقت اکراہ شرک کی اجازت پر آیت اور احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں شرک نہ کرنے سے مراد دلی شرک ہے ،یعنی عقیدہ شرک اختیار نہ کرو۔لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کیونکہ آیت میں سخت مجبور کو زبان سے کفر کہہ دینے کی اجازت دی گئی ہے اور یہاں حدیث میں عقیدہ کفر رکھنے سے ممانعت ہے۔دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیت میں رخصت کا ذکر ہوا اور یہاں عزیمت کا یعنی اگر چہ معذور کو کفر بولنے کی اجازت ہے مگر ثواب اسی میں ہے کہ قتل ہو جاؤ مگر زبان سے کفر نہ نکالو۔

﴿9﴾ ابوین مصطفیٰ کی احادیث میں تعارض:

قال رسول الله انا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصي ابن كلاب بن مرة بن كعب بن لوي بن غالب بن فهر بن مالك بن نضر بن كنانه بن خزيمه بن مدركه بن الياس بن نضر بن نزار ،وما افترق الناس فرقتين الا جعلني الله في خيرهما

فاخرجت من بين ابوين فلم يصبني شئي من عهر الجاهلية و خرجت من نكاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتى انتهيت الى ابي و امي و انا خيركم نفسا و خيركم ابا۔

دلائل النبوۃ ج ا ص ۱۷۴۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبدمناف بن قصی ابن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاسبن نضر بن نزار ہوں۔

اور کبھی بھی لوگ دوگروہ نہیں ہوئے مگر اللہ تعالی نے مجھے بہتر جماعت میں پیدا فرمایا اور میں اپنے والدین سے اس طرح پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہیں پہنچی اور میں آدم سے لیکر اپنے والدین تک خالص نکاح سے پیدا ہوا میں نفس کے اعتبار سے اور آباء کے اعتبار سے تم سب سے بہتر ہوں۔ایک اور حدیث میں ہے،

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے ماں باپ کبھی بدکاری پر جمع نہیں ہوئے اللہ تعالی ہمیشہ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل فرماتا رہا جو صاف اور مہذب تھیں۔

دلائل النبوت ج ا ص ۱۵

جبکہ ان کے برعکس دوسری حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا اور تمہارا دونوں کا باپ جہنمی ہے۔اس میں تو حضور صراحت کے ساتھ اپنے والد کے جہنمی ہونے کا اقرار کررہے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ آپ کے والدین مومن نہیں تھے۔

ابوین مصطفٰی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث پاک جس میں آپ نے فرمایا میرا اور تمہارا دونوں کا باپ جہنمی ہیں اس میں حضور ﷺ کے باپ سے مراد آپ کے چچا ابوطالب ہیں کیونکہ عرب کا عام رواج تھا کہ وہ چچا کو بھی باپ کہتے تھے اور قرآن میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ چچا کو باپ کہا جاتا تھا حضور ﷺ چونکہ ایک طویل عرصہ حضرت ابوطالب کے ہاں پرورش پاتے رہے اس لئے آپ ﷺ انہیں اب یعنی باپ کہا کرتے تھے۔لہذا معلوم ہوا کہ اس حدیث سے حضور ﷺ کے والدین کے ایمان کی نفی نہیں ہوسکتی۔لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿10﴾ ابوین مصطفٰی کے لئے دعائے مغفرت کی احادیث میں تعارض:

ایک اور حدیث میں امام قرطبی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ مقام حجون پر بہت افسردگی اور غم کی حالت میں اترے اور جب تک آپ کے رب نے چاہا آپ وہاں ٹھہرے پھر آپ وہاں سے بہت خوش خوش واپس لوٹے میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ مقام حجون میں افسردہ ہوکر اترے اور خوش خوش ہوکر لوٹے اس کی کیا وجہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے التجا کی تو اس نے میری ماں کو زندہ کردیا وہ مجھ پر ایمان لائیں پھر

اللہ تعالیٰ نے ان پر موت کو لوٹا دیا۔ الناسخ والمنسوخ ص ۲۸۴

جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والدین کے لئے مغفرت کرنے سے روک دیا گیا اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے والدین مومن نہیں تھے۔

ابوین مصطفیٰ کے لئے دعائے مغفرت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے نزدیک چونکہ آپ ﷺ کے والدین موحد، مومن اور جنتی تھے اور مغفرت یافتہ تھے اس لئے آپ ﷺ کو دعائے مغفرت سے منع کیا گیا۔ اور جس حدیث میں آپ نے اپنی والدہ کو زندہ کر کے کلمہ پڑھایا اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ کی ماں آپ کی امت میں داخل ہو جائے۔ اور حضور کا امتی ہونے کا شرف حاصل کر لیں۔

﴿11﴾ مردوں کو سلام کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ :السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے تو فرمایا اے مؤمن قوم کی جماعت تم پر سلام ہو ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں مجھے یہ تمنا ہے کہ اپنے بھائیوں کو دیکھتا صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں فرمایا تم میرے ساتھی دوست ہو، ہمارے بھائی وہ ہیں جو اب تک آئے نہیں لوگوں نے عرض کیا، کیا آپ کے جو امتی اب تک نہیں آئے انہیں حضور کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا بتاؤ تو اگر کسی شخص کے گھوڑے پنج کلیان یعنی سفید پیشانی اور سفید پاؤں والے گھوڑے ہوں اور وہ نہایت سیاہ گھوڑوں میں مخلوط ہو گئے ہوں کیا یہ اپنے گھوڑے نہ پہچان لے گا؟ بولے ہاں یارسول اللہ! فرمایا وہ آثار وضو سے پنج کلیان آئیں گے اور میں حوض پر ان کا پیش رو ہوں گا۔

مذکورہ حدیث میں آپ نے مردوں کو،، **السلام علیکم**،، کہا۔

جبکہ دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا،، **علیکم السلام**،، مردوں کا سلام ہے ان دونوں احادیث میں بظاہر تعارض ہے۔

مردوں کو سلام کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں آپ ﷺ نے مردوں کو،، السلام علیکم ،، کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جب زندہ مردے کو سلام کرے تو اسی طرح کہے لیکن جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ان کا سلام ،، **علیکم السلام** ،، ہوتا ہے اور وہ اسی طرح سلام کرتے ہیں لہٰذا احادیث میں کوئی اختلاف نہیں۔

﴿12﴾ نبی کریم ﷺ کے بول و براز کے پاک ہونے کی احادیث میں تعارض:

عن ام ایمن قالت قام النبی ﷺ من اللیل الی فخارۃ فی جانب البیت فبال فیھا فقمت من اللیل وانا عطشانۃ فشربت ما بینھا فلما اصبح اخبرتہ فضحك وقال انك لن تشتکی بطنك بعد یومك ھذا ابدا۔ خصائص کبریٰ ج اص ۷۷ا

ترجمہ: حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو اٹھ کر گھر کی ایک جانب رکھے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا پھر میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی میں نے اس پیشاب کو پی لیا صبح میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو بتایا تو آپ ہنسے اور فرمایا آج کے بعد تمہیں کبھی پیٹ کی بیماری نہیں ہوگی۔

ان عروہ جعل یرمق اصحاب النبی ﷺ بعینیه قال فواللہ ما تلخم رسول اللہ ﷺ نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منھم فذلك بھا وجھه وجلدہ واذا امرھم ابتدروا امرہ وان توضا کادوا ان یقتلون علی وضوئه۔ صحیح بخاری ج اص ۳۷۹

ترجمہ: عروہ بیان کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ جب بھی ناک صاف کرتے تو کوئی نہ کوئی صحابی ہاتھ آگے بڑھا کر اس رینٹ کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا حضور ﷺ جب کوئی حکم دیتے تو سب اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے اور جب آپ ﷺ وضوء کرتے تو آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو حاصل کرنے کے لئے صحابہ اس طرف جھپٹ پڑتے گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلاء گئے پھر میں بھی گئی تو میں نے وہاں کوئی چیز نہیں دیکھی اور مجھے وہاں مشک کی خوش بو آ رہی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے وہاں کوئی چیز نہیں دیکھی آپ نے فرمایا بے شک زمین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انبیاء سے جو کچھ نکلے اس کو ڈھانپ لے۔

المستدرک ج ۴ ص ۷۲

بریہ بن عمر بن سفینہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فصد لگائی تو آپ ﷺ نے ان کو فرمایا یہ خون لے جاؤ اور اس کو کہیں چھپا کر دفن کر دو میں نے چھپ کر اس خون کو پی لیا پھر میں نے اس کا حضور ﷺ کے سامنے ذکر کیا تو آپ ﷺ مسکرا دیئے۔ المعجم الکبیر ۶۴۳۴۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰

حضرت مالک بن سنان بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں نبی کریم ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا تو انہوں نے آپ ﷺ کا خون چوس کر پی لیا ان سے کہا گیا کیا تو نے خون نگل لیا انہوں نے کہا جی ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کا خون پی لیا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا میرا خون جس کے خون کے ساتھ مل گیا اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۱۴

حکیمہ بنت امیمہ بن رقیقہ اپنی ماں سے روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں آپ ﷺ پیشاب کرتے تھے اور اس کو اپنے تخت کے نیچے رکھتے تھے آپ ﷺ نے اس میں پیشاب کیا پھر آپ ﷺ آئے تو آپ نے دیکھا کہ اس پیالہ میں کوئی چیز نہیں تھی ایک خاتون جس کا نام برکہ تھا جو حضرت ام حبیبہ کی خدمت کیا کرتی تھیں اور ان کے ساتھ سرزمین حبشہ سے آئی تھیں آپ نے ان سے پوچھا وہ پیشاب کہاں ہے جو اس پیالہ میں تھا انہوں نے کہا میں نے اسے پی لیا آپ ﷺ نے فرمایا تم سے دوزخ کی آگ منع کر دی گئی۔ معجم کبیر ج ۲۴ ص ۱۸۹ سنن کبری ج ۷ ص ۶۷

حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد حضرت عبداللہ ابن زبیر حضور ﷺ کے پاس گئے اس وقت آپ ﷺ فصد لگوا رہے تھے فراغت کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ اس کو کسی ایسی جگہ جا کر ڈال دو جہاں کسی کی نظر نہ پڑے تو میں نے جا کر وہ خون پی لیا جب واپس آیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا شائد تم نے وہ خون پی لیا ہے میں نے عرض کی جی ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا تم کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

دار قطنی۔ المستدرک ۶۴۰۰ ج ۳ ص ۵۵۴ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۳۰

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فصد لگوائی حضور ﷺ نے فرمایا یہ خون لو اور اسے ایسی جگہ دفن کر دو جہاں حیوانات، پرندوں اور لوگوں کی نظر نہ پڑے فرماتے ہیں میں نے چھپ کر آپ ﷺ کا خون پی لیا پھر بعد میں میں نے آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ہنس پڑے۔ المعجم الکبیر ۶۴۳۴۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ جنگ احد میں جب نبی کریم ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا تو میرے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا زخم چوس لیا اور صاف کر کے سفید کر دیا حضور ﷺ نے فرمایا خون کو تھوک دو تو انہوں نے کہا خدا کی قسم نہیں تھوکوں گا اور خون پی گئے پھر جا کر لڑائی شروع کر دی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کوئی کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ اس کی طرف دیکھ لے۔ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۲۶۶

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بول و براز آپ کا خون، پیشاب اور آپ کے جسم سے مس ہونے والا پانی آپ کا پسینہ مبارک پاک، صاف، منزہ اور طیب و طاہر ہے اور آپ ﷺ کے فضلات بھی طیب و طاہر۔

جبکہ ان کے برعکس احادیث میں کچھ اس طرح مذکور ہے،،

تعارض(۱): روایت ہے کہ سالم بن ابی الحجاج نے رسول اللہ ﷺ کو فصد لگوائی پھر خون نگل لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہر خون حرام ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہے۔ بوادر النوادر

تعارض(۲): روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ استنجا کے بعد اپنے ہاتھوں کو دھوتے اور وضوء فرماتے۔
اگر حضور نبی کریم ﷺ کا پیشاب وغیرہ پاک ہے تو آپ رفع حاجت کے بعد ہاتھ کیوں دھوتے اور وضو کیوں کرتے تھے۔
حضور کے بول براز کے طاہر ہونے میں احادیث کا تعارض واضح ہے۔

نبی کریم ﷺ کے بول و براز کے پاک ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض(۱): روایت ہے کہ سالم بن ابی الحجاج نے رسول اللہ ﷺ کو فصد لگوائی پھر خون نگل لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہر خون حرام ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہے۔ بوادر النوادر

جواب: اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کا حرام ہونا اس کے نجس ہونے کو لازم نہیں ہے دیکھیں انسان کا گوشت کھانا بھی حرام ہے لیکن وہ نجاست کی بنا پر حرام نہیں کرامت کی بنا پر حرام ہے تو نبی کریم ﷺ کے خون کا پینا بہ طریق اولی کرامت کی وجہ سے حرام ہوگا نہ کہ نجاست کی بنا پر۔ مطلب یہ کہ حضور کا خون بطریق کرامت حرام ہے لیکن نجس نہیں ہے بلکہ پاک ہے۔

تعارض(۲): روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ استنجا کے بعد اپنے ہاتھوں کو دھوتے اور وضوء فرماتے۔
اگر حضور نبی کریم ﷺ کا پیشاب وغیرہ پاک ہے تو آپ رفع حاجت کے بعد ہاتھ کیوں دھوتے اور وضو کیوں کرتے تھے۔

جواب: یاد رہے کہ آپ ﷺ کے فضلات کریمہ کے طاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ امت کے لئے طاہر تھے لیکن آپ ﷺ کے حق میں فضلات کا خروج موجب حدث تھا اسی وجہ سے آپ ﷺ وضو و استنجا فرماتے تھے۔ لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿13﴾ ارکان اسلام کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :أَتَى أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ .قَالَ :تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ (ص12:) وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ .قَالَ :وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ .فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی یعنی دیہاتی شخص حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسے کام کی ہدایت فرمائیں کہ جب میں وہ کروں تو داخل جنت ہو جاؤں تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ فرض نماز ادا کرو اور فرض زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اس نے عرض کی اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس میں نہ زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ ان کے جانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔ بخاری و مسلم

اس حدیث پاک میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے صرف نماز روزہ اور روزے کا حکم دیا حالانکہ ان کے علاوہ بھی کئی چیزیں اسلام میں فرض کی گئی ہیں جیسے حج، جہاد، قربانی، عیدین وغیرہ۔ جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ :شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔ بخاری و مسلم

ارکان اسلام کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ جن چیزوں کا ذکر نہیں کیا وہ ابھی فرض نہیں ہوئی تھیں اور جن کی فرضیت متوجہ ہو چکی تھی وہ صرف یہی تین عبادات تھیں جن کا حدیث میں ذکر ہوا۔

﴿14﴾ جنت میں داخلے کے اسباب کی آیت اور حدیث میں تعارض:

جنت میں داخلے کے اسباب میں آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ میں مختلف سبب بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا **وتلك الجنة التي اورثتموها بما كنتم تعملون** ،، سورہ زخرف ۷۲

یہ وہ جنت ہے جس کا تم کو وارث بنایا گیا ہے ان اعمال کے سبب جو تم نے کئے تھے۔

اس آیت میں اعمال کو دخول جنت کا سبب بنایا گیا ہے۔ جبکہ حدیث پاک میں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ آپ کو بھی نہیں فرمایا مجھے بھی نہیں سوائے اس کے کہ جس پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہو۔ مسلم شریف ۲۸۱۶

اس حدیث میں اللہ کے فضل کو دخول جنت کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ تعارض واضح ہے۔

جنت میں داخلے کے اسباب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق اس طرح قائم کی جائے گی کہ

دخول جنت کے دو سبب ہیں۔ ا۔ حقیقی سبب ۲۔ ظاہری سبب۔

۱۔ **حقیقی سبب :** اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت جنت میں داخل ہونے کا حقیقی سبب ہیں۔

۲۔ **ظاھری سبب:** انسان کے اعمال جنت میں جانے کا ظاہری سبب ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ آیت کریمہ میں جس سبب کی بات کی گئی اس سے مراد ظاہری سبب ہے اور حدیث میں جس سبب کا ذکر ہوا اس سے مراد حقیقی سبب ہے لہذا آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

15 عمل کے بارے میں سوال کرنے کے بارے آیات میں تعارض:

عمل کے بارے میں سوال ہوگا یا نہیں اس بارے مختلف آیات میں مختلف حکم بیان کیا گیا ہے جس میں بظاہر تعارض محسوس ہوتا ہے جیسا کہ ایک آیت میں ارشاد ہوا

فوربك لنسئلنهم اجمعين عما كانوا يعملون ۔ سورہ حجر ۹۳

آپ کے رب کی قسم ہم ان سے ضرور ضرور سوال کریں گے۔ جبکہ دوسری آیت کریمہ میں ارشاد ہوا

فيومئذ لا يسئل عن ذنبه انس ولا جان۔ سورہ رحمٰن ۳۹

ترجمہ: پس اس دن کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

اس میں تعارض یہ ہے کہ ایک آیت میں سوال کیا جائے گا دوسری میں سوال نہیں کیا جائے۔

عمل کے بارے سوال کرنے کے بارے آیات میں تعارض کی تطبیق:

ان آیات میں تعارض ہے لیکن اس تعارض کی تطبیق دو طرح کی جائے گی

پہلا جواب تو یہ ہے کہ بروز حشر مختلف احوال ہوں گے بعض احوال میں سوال کیا جائے گا اور بعض احوال میں سوال نہیں ہوگا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا کہ کیا گناہ کیا بلکہ یہ سوال کیا جائے گا کہ گناہ کیوں کیا۔ اب نتیجہ یہ نکلا کہ جس آیت میں کہا گیا کہ سوال کیا جائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کیوں کیا،، اور جس آیت میں کہا گیا کہ سوال نہیں کیا جائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا کیا گناہ کیا تھا،، اس بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ اب تعارض رہے گا نہ کوئی سوال۔

16 افضل اعمال کی احادیث میں تعارض:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا افضل اسلام اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا افضل اسلام اللہ پر ایمان لانا اور والدین کے ساتھ احسان کرنا ہے۔

افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں اس طرح تطبیق قائم کی جائے گی کہ یہ احکام مختلف احوال اور مختلف اشخاص کے اعتبار سے ہیں جو شخص جہاد کا اہل ہو اور جہاد کے لئے کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو تو اس کے لئے جہاد کرنا افضل ہے۔

اور جس شخص کے والدین مفلس و نادار اور بے سہارا و بے آسرا ہوں جہاد پر جانے کی صورت میں اس کے والدین کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ ہو تو اس کے لئے والدین کی خدمت کرنا افضل ہے۔

﴿17﴾ ارکان کی تعداد کے بارے احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ": بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ :شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔ بخاری و مسلم

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ :إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ": مَنِ الْقَوْمُ؟ أَوْ :مَنِ الْوَفْدُ؟ "قَالُوا :رَبِيعَةُ .قَالَ ": مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ :بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى ."قَالُوا :يَا رَسُولَ الله إِنَّا لَا نستطيع أَن نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فصل نخبر بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا وَنَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَأَلُوهُ عَنِ الْأَشْرِبَةِ .فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ :(ص:13) أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحْدَهُ قَالَ :أَتَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ؟ قَالُوا :اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ .قَالَ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ :عَنِ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقَالَ: احْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ وَلَفظه لِلْبُخَارِيّ متفق علیہ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ قبیلہ عبد القیس کا وفد نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا تم کون قوم یا وفد ہو انہوں نے عرض کی ہم ربیعہ ہیں مرحبا اے قوم یا اے وفد نہ تم رسوا ہو نہ شرمندہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم اس حرمت والے مہینے میں آپ کے پاس حاضر ہو سکتے ہیں کیونکہ ہمارے اور آپ کے راستے میں کفار کا مضر قبیلہ ہے لہذا آپ ہمیں کوئی ایسا فیصلہ کن حکم ارشاد فرمائیں کہ ہم اپنے پچھلوں کو بھی بتا

سکیں اور جنت میں داخل ہو جائیں انہوں نے سب سے پہلے شرابوں کے بارے میں پوچھا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں چار چیزوں کو کرنے کا حکم دیا اور چار چیزوں پر عمل کرنے سے منع فرمایا سب سے پہلے اللہ پر ایمان لانے کا حکم پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے بولے اللہ اور رسول جانیں آپ ﷺ نے فرمایا گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ دینا۔

پہلی حدیث میں اسلام کے بنیادی ارکان پانچ بیان کئے گئے یعنی توحید، نماز، روزہ، زکاۃ اور حج۔ جبکہ دوسری حدیث میں مال غنیمت میں خمس کو بھی ذکر کیا گیا جس سے معلوم ہوا کے ارکان اسلام پانچ نہیں بلکہ چھ ہیں۔ حدیثیں متعارض ہیں۔

ارکان کی تعداد کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ خمس یعنی مال غنیمت کا پانچواں حصہ کوئی علیحدہ اور مستقل پانچواں حکم اور رکن نہیں ہے بلکہ چوتھا حکم یعنی زکوۃ ہی کا ایک حصہ ہے اس طرح ارکان اسلام پانچ ہی رہے لہذا تعارض نہ رہا۔

﴿18﴾ حدود کے کفارہ ہونے کے بارے میں احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ إِلَى اللّٰهِ :إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ "فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس صحابہ کی ایک جماعت حاضر تھی آپ ﷺ نے فرمایا مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے نہ چوری کرو گے نہ زناء کرو گے نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے نہ کسی پر بہتان تراشی کرو گے اور کسی بھی اچھی بات میں نافرمانی نہیں کرو گے تم میں سے جو عہد کی وفا کرے گا اس کا اجر اللہ تعالی کے ذمہ کرم پر ہے اور جو ان مذکورہ گناہوں میں سے کچھ کر بیٹھے اور دنیا میں ہی سزا پا لے تو وہ سزا اس کا کفارہ بن جائے گی اور جو ان گناہوں میں سے کچھ کر بیٹھے اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تو وہ اللہ کے سپرد ہے چاہے تو اسے بخش دے چاہے تو اسے سزا دے تو ہم سب نے اس پر آپ ﷺ کی بیعت کی۔

مذکورہ حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حدود کے جرائم میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور اس کو دنیا میں حد جاری کر دی گئی تو یہ حد اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔

جبکہ دوسری حدیث پاک میں آپ ﷺ نے کچھ اس طرح فرمایا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے علم نہیں کہ حدود سے متعلق جرائم کرنے والوں کے لئے ان کی سزا کفارہ ہے یا نہیں۔ سنن ابی داود ۴۶۷۴

حدود کے کفارہ ہونے کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں بظاہر تعارض نظر آرہا ہے ان میں تطبیق کی صورت اس طرح ممکن ہے کہ جب آپ ﷺ کو ابھی حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے کا حکم بیان نہیں کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے علم نہیں کہ حدود سے متعلق جرائم کرنے والوں کے لئے ان کی سزا کفارہ ہے یا نہیں اور جب اس کا حکم بیان کر دیا گیا اور آپ ﷺ کو اس کا علم دے دیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حدود کے جرائم میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور اس کو دنیا میں حد جاری کر دی گئی تو یہ حد اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔

﴿19﴾ نورانیت مصطفیٰ کی آیات اور احادیث میں تعارض:

عن جابر قال قلت یا رسول اللہ ﷺ بابی انت و امی اخبر نی عن اول شئی خلق اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ فجعل ذلك النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ تعالی ولم یکن فی ذلك الوقت لوح و لاقلم ولا جنۃ ولا نار ولا ملك ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جنی ولا انسی ۔ المواہب لدنیہ ج۱ص ۴۸

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن نبی کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالی نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا وہ نور قدرت خداوندی سے دورہ کرتا جہاں اللہ چاہتا اور اس نور کی تخلیق کے وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت نہ جہنم نہ فرشتے نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ جن اور نہ انسان اور کچھ بھی نہیں تھا۔

عن کعب احبار قال لما اراد اللہ تعالی ان یخلق محمدا ﷺ امر جبرئیل علیه السلام ان یاتیه فاتاہ بالقبضۃ البیضاء التی ھی موضع قبر رسول اللہ ﷺ فعجنت بماء التسنیم ثم غمست فی انھار الجنۃ و طیف بھا فی السموات والارض فعرفت الملائکۃ محمدا قبل ان تعرف آدم ثم کان نور محمد ﷺ یری فی غرۃ جبھۃ آدم و قیل له ھذا سید ولدك من الانبیاء والمرسلین ۔ الوفاء ج۱ص ۳۵

ترجمہ: حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالی نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیدا

کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالی نے جبرئیل علیہ السلام کو مٹی لانے کا حکم ارشاد کیا حضرت جبرئیل، رسول کریم ﷺ کی قبر انور سے سفید مٹی لے کر آئے اس مٹی کو تسنیم یعنی جنت کی نہر کے پانی سے گوندھا گیا پھر اس کو جنت کی نہروں سے غوطہ دیا گیا اور آسمانوں اور زمینوں میں اس مٹی کو گھمایا گیا پھر فرشتوں نے محمد ﷺ کو آدم کے پہچاننے سے پہلے جان لیا پھر محمد ﷺ کا نور آدم کی پیشانی میں دکھائی دیتا تھا اور آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ یہ تمہاری اولاد میں سے انبیاء و مرسلین کے سردار ہیں۔

عن جابر قال قلت یا رسول اللہ ﷺ بابی انت و امی اخبر نی عن اول شئی خلق اللہ تعالی قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ۔

ترجمه : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن نبی کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالی نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ سیرت حلبیہ ج ا ص ۴۷

عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ بتائے کہ اللہ تعالی نے تمام اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر تمام اشیاء سے پہلے اللہ تعالی نے اپنے نور سے تیرے نبی کو پیدا فرمایا پھر یہ نور اللہ کی قدرت سے جہاں چاہا سیر کرتا رہا۔ المواہب اللدنیہ ج ا ص ۹

عن علی بن حسین عن ابیه عن جدہ ان النبی ﷺ قال کنت نورا بین یدی ربی قبل خلق آدم علیه السلام باربعة عشر الف عام۔ سیرت حلبیہ ج ا ص ۴۷

ترجمه: امام زین العابدین اپنے والد گرامی امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے بھی اپنے رب کی بارگاہ میں ایک نور تھا۔

عن عبد اللہ ابن عباس قال لم یکن لرسول اللہ ﷺ ظل و لم یقم مع شمس قط الا غلب ضویه ضوالشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوء ہ علی ضوء السراج ۔الوفاء ج ۲ ص ۴۰۷

ترجمه: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا سایہ نہیں تھا اور نہ آفتاب کے سامنے کھڑے ہوئے نظر آتا اور آپ کا نور سورج پر غالب رہتا اور نہ چراغ کے سامنے کھڑے ہونے سے سایہ نظر آتا اور چراغ کی روشنی پر حضور ﷺ کی چمک غالب ہوتی۔

جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں فرمایا، قل انما انا بشر مثلکم،، فرمادو کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں۔

احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے اپنی نورانیت کو بیان فرمایا جبکہ آیت میں اپنی بشریت کا اعلان کیا، تعارض واضح ہے

نورانیت مصطفیٰ کی آیات اور احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی اور دنیا میں آپ بشری لبادہ اختیار کر کے آئے نوری مخلوق لباس بشری اختیار کر سکتی ہے اس میں کوئی تعارض نہیں جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نور ہیں لیکن بشری لباس میں صحابہ کو اسلام کی تعلیم دینے کے لئے آتے رہے، ہاروت و ماروت فرشتے تھے لیکن بشری لباس میں دنیا میں رہے، کھاتے، پیتے، سوتے، جاگتے تھے جماع بھی کر سکتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ نور کے لئے بشری لبادہ میں دنیا میں جلوہ افروز ہونا ممکن ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نوری بشر ہیں آپ کی حقیقت نور ہے لیکن دنیا میں بشری لباس میں تشریف لائے۔ لہذا آیت اور احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿20﴾ گناہ کے وقت ایمان خارج ہو جانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ :مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذٰلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ وَكَانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا قَالَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ ﷺ کے اوپر ایک سفید کپڑا تھا اور آپ سو رہے تھے کچھ دیر بعد حاضر ہوا تو آپ ﷺ جاگ چکے تھے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اسی حال میں مر جائے تو داخل جنت ہو گا میں نے عرض کی چاہے زنا کرے یا چوری کرے آپ نے فرمایا اگر چہ زنا کرے اور چوری کرے میں نے عرض کی چاہے زنا کرے یا چوری کرے آپ نے فرمایا اگر چہ زنا کرے اور چوری کرے میں نے عرض کی چاہے زنا کرے یا چوری کرے آپ نے فرمایا اگر چہ زنا کرے اور چوری کرے پھر آپ نے فرمایا چاہے ابوذر کی ناک رگڑ جائے، حضرت ابوذر جب بھی یہ حدیث بیان فرماتے تو کہتے چاہے ابوذر کی ناک رگڑ جائے۔

جبکہ دوسری حدیث میں فرمایا،

نبی کریم ﷺ نے فرمایا زانی زنا کے وقت، چور چوری کے وقت، شرابی شراب پیتے وقت، ڈاکو ڈاکے کے وقت، خائن خیانت

کے وقت، قاتل قتل کے وقت، مومن نہیں رہتا جب تک توبہ نہ کرے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

گناہ کے وقت ایمان خارج ہو جانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

گناہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا جس حدیث میں فرمایا کہ وہ مومن نہیں رہتا اس سے کمال ایمان یا نور ایمان مراد ہے نفس ایمان مراد نہیں اور جس حدیث میں فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اسی حال میں مر جائے تو داخل جنت ہوگا چاہے زنا کرے یا چوری کرے اس سے نفسِ ایمان مراد ہے کہ گناہ کرنے سے انسان کا نفس ایمان خارج نہیں ہوتا وہ مسلمان ہی ہے لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿21﴾ افضل اعمال کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افضل عمل اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت ہے۔ ابوداود

دوسری حدیث میں فرمایا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا افضل اسلام اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ تیسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا افضل اسلام اللہ پر ایمان لانا اور والدین کے ساتھ احسان کرنا ہے۔

افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں اس طرح تطبیق قائم کی جائے گی کہ یہ احکام مختلف احوال اور مختلف اشخاص کے اعتبار سے ہیں جو شخص جہاد کا اہل ہو اور جہاد کے لئے کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو تو اس کے لئے جہاد کرنا افضل ہے۔

اور جس شخص کے والدین مفلس و نادار اور بے سہارا و بے آسرا ہوں جہاد پر جانے کی صورت میں اس کے والدین کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ ہو تو اس کے لئے والدین کی خدمت کرنا افضل ہے۔ اور جس شخص میں دیکھا کہ یہ دنیاوی اور ذاتی اغراض کی وجہ سے لوگوں سے محبت اور میل جول رکھتا ہے اور اپنی ذات کے لئے دشمنیاں پالتا ہے تو اس کے سامنے ارشاد فرمایا افضل عمل اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت ہے۔

﴿22﴾ نیکیوں کے اجر کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ

إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِعشر أَمْثَالِهَا إِلَى سبع مائة ضعف وكل سَيِّئَة يعملها تكتب لَهُ بِمِثْلِهَا "

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنا اسلام درست کر لے تو جو نیکی بھی کرے گا وہ دس گنا لکھی جائے گی سات سو گنا تک اور جو برائی کرے گا وہ ایک ہی برائی لکھی جائے گی یہاں تک کہ اللہ سے ملے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا جو مکہ میں ایک نیکی کرے گا اس کے لئے ایک لاکھ نیکیوں کا ثواب اور جو مدینہ میں ایک نیکی کرے گا اسے پچاس ہزار نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ ان احادیث میں نیکیوں کی تعداد میں بظاہر تعارض ہے اس کی تطبیق اس طرح ہوگی۔

نیکیوں کے اجر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حدیث مذکور میں جن دس سے سات سو نیکیوں کا ذکر ہے اس سے مراد عام نیکیاں ہیں اور جس حدیث میں ایک لاکھ اور پچاس ہزار نیکیوں کا ذکر ہے وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ساتھ خاص ہیں لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿23﴾ غیر اللہ کے نام والی چیز کے حرام ہونے پر آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ.إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ :الْمَاءُ . فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ :هٰذِهِ لأم سَعد .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيّ

روایت ہے حضرت سعد ابن عبادہ سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سعد وفات پا گئیں تو اب کون سا صدقہ بہتر ہے فرمایا پانی لہذا سعد نے کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں ام سعد کا ہے۔

مذکورہ روایت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سعد وفات پا گئیں تو اب کون سا صدقہ بہتر ہے فرمایا پانی لہذا سعد نے کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں ام سعد کا ہے۔ حدیث میں کنویں پر ام سعد کا نام آیا جبکہ اس کے برعکس آیت میں ہے ،،"وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ" جس پر غیر اللہ کا نام آجائے وہ حرام ہے۔ تعارض واضح ہے۔

غیر اللہ کے نام والی چیز کے حرام ہونے پر آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

یاد رہے کہ کسی چیز پر میت کا نام آجانے سے وہ شئے حرام نہ ہوگی، دیکھو حضرت سعد نے اس کنوئیں کو اپنی مرحومہ ماں کے نام پر منسوب کیا، وہ کنواں اب تک آباد ہے اور اس کا نام بیر ام سعد ہی ہے۔ اور آیت میں جو کہا گیا کہ "وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ" یہ اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ آیت میں وہ جانور مراد ہیں جو غیر خدا کے نام پر ذبح کئے جائیں۔ اور ذبح کے وقت تکبیر کے بجائے بتوں یا غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔ جیسے کفار بتوں کے نام سے جانوروں کو ذبح کرتے تھے

۔لہذا آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿24﴾ ذکر بالجہر کی احادیث میں تعارض:

ان ابن عباس رضی اللہ عنھما اخبرہ ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد النبی ﷺ وقال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذلک اذا سمعتہ ۔
صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۴ صحیح مسلم ۵۸۳

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرض نماز کے بعد لوگوں کا معمول تھا کہ وہ بلند آواز سے ذکر کرتے جب لوگ نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آوا کے ساتھ ذکر کرنا ان کا معمول ہوتا تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ نماز ہوگئی ہے۔

زمانہ نبوی میں ذکر رائج تھا:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد النبی ﷺ۔
صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک فرض نماز سے فارغ ہو کر بلند آواز سے ذکر اللہ کرنا حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں رائج تھا۔

ان احادیث میں ذکر بالجہر کا ثبوت ہے جبکہ اس کے برعکس دوسری احادیث میں ہے۔

حدیث (۱): نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے۔

حدیث (۲): نبی کریم ﷺ نے فرمایا بہترین ذکر وہ ہے جو مخفی اور پوشیدہ ہو کیونکہ وہ ریا کاری سے دور ہے۔

حدیث (۳): نبی کریم ﷺ نے جہر کے ساتھ ذکر کرنے والوں سے فرمایا اپنی جانوں کے ساتھ نرمی کرو۔

آیت (٤): قرآن میں ہے کہ،،اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو عاجزی اور خوف سے اور زبان سے بغیر جہر کے آہستہ آہستہ۔

آیت (٥): قرآن میں ہے کہ اے رسول جب تم سے میرے بندے سوال کریں کہ تو میں قریب ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب وہ مجھے پکارے۔

ذکر بالجہر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض (۱): قرآن میں ہے کہ،،اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو عاجزی اور خوف سے اور زبان سے بغیر جہر کے آہستہ آہستہ۔

جواب: پہلا جواب یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے جب مسلمان نماز میں بلند آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے تو مشرکین قرآن کو سن لیتے پھر وہ قرآن کو برا بھلا کہتے تھے اس لئے مسلمانوں کو بلند آواز کے ساتھ ذکر یعنی تلاوت کرنے سے منع کر دیا گیا تا کہ مشرکین کو مذمت کا موقع نہ ملے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو خطاب ہے عام مسلمانوں کو نہیں عام مسلمانوں کو بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا چاہئے تا کہ ان کے دل سے وسوسے دور ہو جائیں۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں جہر سے مراد چلا چلا کر ذکر کرنا مراد ہے اور اس سے ہم بھی منع کرتے ہیں۔

تعارض (۲): نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے۔

جواب: اس ذکر سے مراد وہ ذکر ہے جس میں بہت زیادہ افراط ہو یعنی چلا چلا کر ذکر کیا جائے۔ اس سے ہم بھی منع کرتے ہیں۔

تعارض (۳): نبی کریم ﷺ نے فرمایا بہترین ذکر وہ ہے جو مخفی اور پوشیدہ ہو کیونکہ وہ ریا کاری سے دور ہے۔

جواب: یہاں ریا کی نیت سے ذکر بالجہر کی ممانعت ہے اگر ریا کا شائبہ نہ ہو تو پھر اس میں حرج نہیں۔

تعارض (٤): نبی کریم ﷺ نے جہر کے ساتھ ذکر کرنے والوں سے فرمایا اپنی جانوں کے ساتھ نرمی کرو۔

جواب: اس جگہ ذکر بالجہر کرنا موقع اور مصلحت کے خلاف تھا کیونکہ حدیث میں ہے کہ وہ وقت ایک غزوہ کا تھا اور بلند آواز سے ذکر کرنا مصیبت کو دعوت دینے والا تھا کیونکہ میدان جنگ میں اپنے مورچوں کو مخفی رکھا جاتا ہے تا کہ دشمن کو پتا نہ چل سکے۔ جیسا کہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی حدیث کو جو کتاب الجہاد میں ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے کی کراہت صرف میدان جنگ کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے تا کہ دشمن کو مسلمانوں کی جگہ کا پتا نہ چلے۔

تعارض (٥): قرآن میں ہے کہ اے رسول جب تم سے میرے بندے سوال کریں کہ تو میں قریب ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب وہ مجھے پکارے۔

جواب: اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جو یہ سمجھ کر ذکر بالجہر کریں کہ خدا بندوں سے دور ہے اور بغیر آواز بلند کئے کسی کی نہیں سنتا یہ خیال باطل اور کفر ہے ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں نہ اس نیت سے ذکر بالجہر کرتے ہیں۔

﴿25﴾ منافق کی علامات کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ. زَادَ مُسْلِمٌ: وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ. ثُمَّ اتَّفَقَا: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتمن خَان

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں مسلم نے یہ الفاظ بھی زیادہ کیے ہیں اگرچہ وہ روزہ رکھے یا نماز پڑھے، پھر اگلے الفاظ میں بخاری اور مسلم ایک ہو گئے ہیں کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے وعدہ کرے تو خلاف کرے امانت دی جائے تو خیانت کرے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذا خاصم فجر

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس میں یہ چار باتیں ہوں وہ پکا منافق ہے اور جس میں ایک بات ہو تو اس میں منافقت کی ایک علامت ہے جب تک کہ اسے چھوڑ نہ دے جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے جب جھگڑا کرے تو گالیاں بکے۔

سابقہ حدیث میں منافق کی تین علامات بیان ہوئیں جب کہ بعد والی حدیث میں منافق کی چار علامات بیان ہوئی ہیں۔

منافق کی علامات کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

یادر ہے کہ کسی بھی چیز کی بہت سی علامات ہو سکتی ہیں کبھی متکلم تمام علامات بیان کر دیتا ہے اور کبھی بعض بیان کرتا ہے لہذا اس کی دو مختلف بیان کی ہوئی علامات میں کمی بیشی میں کوئی تعارض نہیں ہوتا لہذا حدیث پاک میں تین بھی نفاق کی علامات ہیں اور اس حدیث میں چار بھی نفاق کی علامات ہیں۔

﴿26﴾ گناہ سے کسی کے کافر ہو جانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم :ثَلَاث من أَصْلِ الْإِيمَانِ الْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا الله وَلَا نكفره بذنب وَلَا نخرجهُ من الْإِسْلَامِ بِعَمَل (ص25:) وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِي اللَّهُ إِلَى أَنْ يُقَاتِلَ آخر أمتِي الدَّجَّالَ لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادل وَالْإِيمَان بالأقدار .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ایمان کی اصل یعنی بنیاد ہیں جو لا الہ الا اللہ کہے اس سے زبان کو روک لینا یعنی صرف گناہ کی وجہ سے اسے کافر نہ کہنا اور محض کسی عمل سے اسے اسلام سے خارج نہ کرنا اور جب سے اللہ نے مجھے بھیجا جہاد جاری رہے گا یہاں تک کہ میری امت سے آخری جماعت دجال سے جہاد کرے

گی۔ جہاد کو ظالم کا ظلم اور عادل کا انصاف باطل نہیں کر سکتا اور تقدیروں پر ایمان۔

جبکہ اسی سے اگلی حدیث میں فرمایا

عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا زنی العبد خرج منہ الایمان فکان فوق راسہ کالظلۃ فاذا خرج من ذلك العمل رجع الیہ الایمان۔

رواہ ترمذی و ابو دواد

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے اس کا ایمان نکل جاتا ہے اس کے سر پر شامیانہ کی طرح ہو جاتا ہے پھر جب بندہ اس عمل بد سے فارغ ہوتا ہے تو ایمان دوبارہ اس کی طرف واپس لوٹ آتا ہے۔

پہلی حدیث میں فرمایا کہ گناہ سے کسی کو کافر نہ کہو جبکہ دوسری میں فرمایا جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے اس کا ایمان نکل جاتا ہے، احادیث میں تعارض ہے۔

گناہ سے کسی کے کافر ہو جانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

گناہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا جس حدیث میں فرمایا کہ وہ مومن نہیں رہتا اس سے کمال ایمان یا نور ایمان مراد ہے نفس ایمان مراد نہیں اور دوسری حدیث میں آپ نے خود فرمایا دیا کہ کسی کو گناہ کی وجہ سے کافر نہ کہو اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں آپ نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اسی حال میں مر جائے تو داخل جنت ہوگا چاہے زنا کرے یا چوری کرے اس سے نفس ایمان مراد ہے کہ گناہ کرنے سے انسان کا نفس ایمان خارج نہیں ہوتا وہ مسلمان ہی ہے لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿27﴾ کلمہ کفر کی رخصت کے بارے میں آیت و حدیث میں تعارض:

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ: أَوْصَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ بِالمعصية حل سخط الله عز وجل وَإِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَإِنْ هَلَكَ النَّاسُ وَإِذا أَصَاب النَّاس موتان وَأَنْت فيهم فَاثْبُتْ وَأَنفق عَلَى عِيَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا وَأَخِفْهُمْ فِي اللَّهِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دس چیزوں کی وصیت فرمائی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا اگر تمہیں قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو چاہے وہ تمہیں اپنے گھر اور مال سے نکل جانے کا حکم دیں جان بوجھ کر فرض نماز ترک نہ کر دینا ورنہ اس سے اللہ کا ذمہ جاتا رہے گا شراب مت پینا کیونکہ یہ ہر برائی کا سر ہے گناہ سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالی کی ناراضگی نازل ہوتی ہے جہاد سے بھاگ جانے سے بچو چاہے لوگ ہلاک ہو جائیں اور جب کوئی وبائی امراض تمہیں پہنچے تو تم ثابت قدم رہو اپنے بال بچوں پر اپنی کمائی سے خرچ کرو اپنی تربیت کا عصا ان سے مت ہٹاؤ انہیں اللہ سے ڈرتے رہو۔

اس حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے صراحت کے ساتھ فرمایا کہ کلمہ کفر پر جبر کیا جائے تو جان دے دو لیکن کفر مت بکنا جبکہ آیت کریمہ میں جبر کے دوران کلمہ کفر بکنے کی رخصت دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان ۔سوائے اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو ،،یعنی وہ کلمہ کفر بک سکتا ہے۔

کلمہ کفر کی رخصت کے بارے میں آیت وحدیث میں تعارض کی تطبیق:

آیت وحدیث میں کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں آیت میں جس کفر کی اجازت دی گئی اس سے مراد زبان کا کفر ہے یعنی جب تمہیں کفر بولنے پر مجبور کیا جائے تو تم زبان سے کلمہ کفر بک سکتے ہو لیکن دل میں کفر نہ آئے بلکہ دل میں ایمان پر جمے رہنا اور حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جان دے دینا کفر نہ بکنا اس سے مراد دل کا کفر ہے یعنی زبان کے کفر کی تو آیت میں اجازت ہے لیکن دل میں ایمان پر جمے رہنا، جان دے دینا، جل جانا لیکن دل سے کفر کو تسلیم مت کرنا لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿28﴾ قبر پر اذان دینے کی روایات میں تعارض:

فقہ حنفی کی مشہور کتاب بحر الرائق باب الاذان میں ہے کہ قبر پر دعا و فاتحہ کے سوا کچھ نہ کرے لہذا معلوم ہوا کہ قبر پر فاتحہ کرنا چاہئے اذان جائز نہیں۔ جبکہ اس کے برعکس فتاوی شامی میں ہے۔

قد یسن الاذان لغیر الصلاۃ کما فی اذن المولود والمھموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقہ من انسان و بھیمۃ و عند مزدھم الجیش و عند الطریق قبل انزال المیت القبر۔ فتاوی شامی ص ۲۸۳

ترجمہ: امام ابن عابدین شامی فرماتے ہیں فرض نماز کے علاوہ اور مقامات پر بھی اذان دینا سنت ہے مثلا مولود کے کان میں غمزدہ کے لئے، مرگی والے کے کان میں، غصے والے کے پاس اور جس انسان یا حیوان کی عادت بری ہو، جنگ کے

دوران، آگ لگنے کے وقت اور میت کو قبر میں اتارتے وقت۔

ایک اور روایت میں ہے۔

ان کثیرا من الاعمال قد ثبت فی القبور کالاذان والاقامة عند الدارمی۔

فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۳

ترجمہ: بہت سے اعمال کا کرنا قبروں پر ثابت ہے جیسے اذان کہنا اور اقامت کہنا سنن دارمی کے نزدیک۔

قبر پر اذان دینے کی روایات میں تعارض کی تطبیق:

تعارض کا جواب یہ ہے کہ صاحب بحر الرائق کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب قبر کی زیارت کے لئے جائے تو دعا اور فاتحہ کے سوا کچھ نہ کرے اور یہ فرمان زیارت قبور کے وقت کا ہے میت کو دفن کرنے کے وقت کا نہیں ہمارا مدعا یہ ہے کہ دفن کے بعد اذان کہنا مستحب ہے زیارت کے وقت نہیں۔

دیوبندی پیشوا انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں۔

ان کثیرا من الاعمال قد ثبت فی القبور کالاذان والاقامة عند الدارمی۔

فیض الباری ج ۱ ص ۱۸۳

ترجمہ: بہت سے اعمال کا کرنا قبروں پر ثابت ہے جیسے اذان کہنا اور اقامت کہنا سنن دارمی کے نزدیک۔

﴿29﴾ قیام تعظیمی کی احادیث میں تعارض:

حضرت عائشہ حضور ﷺ کے لئے کھڑی ہو جاتیں:

عن عائشة رضی الله عنها قالت و کانت اذا دخلت علی النبی ﷺ قام الیها فقبلها واجلسها فی مجلسه و کان النبی ﷺ اذا دخل علیها قامت من مجلسها فقبلته واجلسته فی مجلسها۔

ابوداود ج ۲ ص ۳۵۲۔ جامع ترمذی ص ۵۵۰

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں جب حضرت فاطمہ نبی کریم ﷺ کے پاس جاتیں تو آپ ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ان کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے اور جب نبی کریم ﷺ حضرت فاطمہ کے پاس جاتے تو وہ اپنی نشست سے کھڑی ہو جاتیں آپ کو بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔

سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ:

عن سعید بن خدری قال نزل بنو قریظه علی حکم سعد بن معاذ فارسل رسول الله ﷺ

الی سعد فاتاہ علی حمار فلما دنا قریبا من المسجد قال رسول اللہ ﷺ قوموا الی سیدکم او خیرکم ۔

صحیح بخاری ۶۲۶۲۔صحیح مسلم ۱۷۶۸ کتاب الجہاد

ترجمہ: حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنوقریظہ، حضرت سعد بن معاذ کے فیصلے پر قلعہ سے نکل آئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کو بلوایا وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آپ ﷺ کے پاس آئے جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو رسول کریم ﷺ نے انصار سے فرمایا اپنے سردار یا اپنے صاحب فضیلت کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

صحابہ حضور کے لئے کھڑے ہو جاتے:

عن محمد بن ھلال عن ابیہ ان النبی ﷺ کان اذا خرج قمنا لہ حتی یدخل بیتہ ۔

فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۲

ترجمہ: حضرت محمد بن ہلال اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب جب گھر جانے کے لئے تشریف لے جاتے تو ہم آپ ﷺ کے گھر داخل ہونے تک آپ کی تعظیم میں آپ کے لئے کھڑے رہتے۔

جبکہ ان کے برعکس احادیث میں کچھ اس طرح ہے۔

حدیث (۱) حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ عصا پر ٹیک لگائے صحابہ کے پاس تشریف لائے ہم آپ کے لئے کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا عجمیوں کی طرح مت کھڑے ہو جایا کرو۔ اس حدیث میں تو نبی کریم ﷺ نے قیام تعظیمی سے منع کیا ہے آپ کیسے اس کو جائز قرار دے سکتے ہیں۔

حدیث (۲) حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا اس کے باوجود وہ حضور کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قیام تعظیمی منع ہے۔

حدیث (۳) روایت میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ آئے تو عبداللہ بن زبیر اور ابن صفوان ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے تو حضرت معاویہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جو اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔

قیام تعظیمی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض (۱): رسول کریم ﷺ عصا پر ٹیک لگائے صحابہ کے پاس تشریف لائے ہم آپ کے لئے کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا عجمیوں کی طرح مت کھڑے ہو جایا کرو۔

جواب: اس حدیث کے تین جواب ہیں۔ جواب ۱۔ امام طبرانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب ۲۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی کے مخالف و معارض ہے جن میں آپ نے قیام کی اجازت دی

ہیے اور خود بھی قیام کیا۔

جواب ۳۔ جس قیام سے حضور ﷺ نے منع کیا ہے اس سے وہ قیام مراد ہے جس میں عجمی بادشاہ بیٹھے رہتے اور قوم ان کی تعظیم کے لئے کھڑی رہتی اور اس قیام کو ہم بھی ناجائز کہتے ہیں۔

تعارض (۲): حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا اس کے باوجود وہ حضور کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قیام تعظیمی منع ہے۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔

جواب ا۔ رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کا قیام اس لئے ناپسند تھا کہ آپ کو خدشہ تھا کہ وہ تعظیم میں زیادہ افراط نہ کرنے لگ جائیں اور حد سے تجاوز نہ کرلیں اس لئے آپ اس کو ناپسند کرتے تھے اور آپ اس کا اظہار فرماتے بھی تھے کہ لا تطرونی، میری تعظیم میں زیادہ مبالغہ نہ کرو۔ ورنہ ان احادیث کا کیا جواب دیں گے جن میں آپ نے خود تعظیم کے لئے قیام بھی کیا اور قیام کا حکم بھی دیا۔

جواب ۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام کے درمیان اس قدر انس اور محبت تھی جس میں قیام کی گنجائش نہیں تھی اور جب لوگ کمال محبت کے ساتھ آپس میں گھل مل کر رہنے لگیں تو پھر قیام کے تکلف کی ضرورت نہیں رہتی۔

تعارض (۳): حضرت امیر معاویہ آئے تو عبداللہ بن زبیر اور ابن صفوان ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے تو حضرت معاویہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جو اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

جواب: یاد رہے کہ قیام کی محبت اور قیام کو پسند کرنا اور ہے اور قیام کرنا کچھ اور جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کے لئے کھڑے ہو جائیں تو یہ قابل مذمت ہے اور حضرت امیر معاویہ کی اس حدیث میں اسی قیام کی ممانعت ہے جس میں کوئی شخص اپنے لئے قیام کو پسند کرے ہمارے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے۔ لہذا تمام احادیث میں اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿30﴾ تقدیر کی تاریخ کے بارے میں احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَام عِنْدَ رَبِّهِمَا فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى قَالَ مُوسَى أَنْتَ آدَمُ الَّذِي خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَأَسْكَنَكَ فِي جَنَّتِهِ ثُمَّ أَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِيئَتِكَ إِلَى الْأَرْضِ فَقَالَ آدَمُ أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ وَأَعْطَاكَ الْأَلْوَاحَ فِيهَا تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَقَرَّبَكَ نَجِيًّا فَبِكَمْ

وَجَدْتَ اللّٰهِ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ قَالَ مُوسَى بِأَرْبَعِينَ عَامًا قَالَ آدَمُ فَهَلْ وَجَدْتَ فِيهَا (وَعَصَى آدَمُ ربه فغوى(قَالَ نَعَمْ قَالَ أَفَتَلُومُنِي عَلَى أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ أَنْ أَعْمَلَهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى .رَوَاهُ مُسلم

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حضرت آدم اور حضرت موسی نے اپنے رب کے پاس مناظرہ کیا تو حضرت آدم حضرت موسی پر غالب رہے حضرت موسی نے فرمایا کہ آپ وہ آدم ہیں جنہیں اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا آپ کو جنت میں رکھا پھر آپ نے اپنی لغزش کی وجہ سے لوگوں کو نیچے اتار دیا حضرت آدم نے فرمایا کہ آپ ہی وہ موسی ہیں جنہیں اللہ نے اپنی رسالت اور ہم کلامی کے لئے چن لیا اور آپ کو تختیاں عطا فرمائیں جس میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے اور آپ کو ہم کلامی سے خصوصی قرب بخشا آپ بتایئے کہ آپ نے میری پیدائش سے کتنا عرصہ پہلے توریت کو پایا کہ رب نے لکھ دیا تھا حضرت موسی نے فرمایا چالیس سال پہلے تو حضرت آدم نے فرمایا تو کیا آپ نے توریت میں یہ بھی دیکھا کہ آدم نے اپنی فرمانبرداری سے لغزش کی تو کامیاب نہ ہوئے فرمایا ہاں آپ نے فرمایا تو کیا آپ اس لغزش پر میری ملامت کرتے ہیں جس کا کر لینا میرے مقدر میں میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھا جا چکا تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو حضرت آدم حضرت موسی پر غالب رہے۔

اس حدیث میں ہے کہ حضرت آدم نے فرمایا آپ نے میری پیدائش سے کتنا عرصہ پہلے توریت کو پایا کہ رب نے لکھ دیا تھا حضرت موسی نے فرمایا چالیس سال پہلے۔ جب کہ دوسری حدیث میں ہے

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ كتب الله مقادير الخلائق قبل ان يخلق السموات والارض بخمسين الف سنة كان عرشه على الماء۔ رواہ مسلم

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے مخلوق کی تقدیریں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیں جب اس کا عرش پانی پر تھا۔

ان دونوں احادیث میں تعارض ہے کہ حدیث آدم میں تقدیر چالیس سال پہلے لکھ دی گئی جبکہ اگلی حدیث میں ہے کہ تقدیریں پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی گئیں۔

تقدیر کی تاریخ کے بارے میں احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں تطبیق اس طرح قائم ہوگی کہ سال دو قسم کے ہوتے ہیں ایک دنیا کا سال اور ایک اللہ تعالی کا سال جیسے کہا گیا ہے کہ قیامت کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہوگا یاد رہے کہ اللہ تعالی کا ایک سال ہماری دنیا کے ایک ہزار سال سے بھی بڑا

ہے لہٰذا مذکورہ حدیث میں جس میں آدم کی تقدیر کا ذکر ہے وہ چالیس سال کا ذکر ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے سال ہیں اور سابقہ حدیث میں جو کہا گیا کہ مخلوق کی تقدیریں پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی گئیں اس سے مراد دنیا کے سال ہیں لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿31﴾ عصمت انبیاء کے بارے آیات میں تعارض:

قرآن پاک سے عصمت انبیاء کا ثبوت

نبی کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے:

لیس بی ضلالة ولکنی رسول من رب العالمین۔ پارہ ۸ سورہ ۷

ترجمہ کنز الایمان : اے میری قوم مجھ میں بالکل گمراہی نہیں لیکن میں رب العالمین کا رسول ہوں۔

فاسق سے عہد نبوت ہوتا ہی نہیں:

لا ینال عھدی الظالمین۔ سورہ بقرہ آیت ۱۲۴

ترجمہ کنز الایمان : ہمارا عہد نبوت ظالمین یعنی فاسقین کو نہ ملے گا۔

نبی پر شیطان کا زور چل ہی نہیں سکتا:

ان عبادی لیس لك علیھم سلطان۔ پارہ ۱۴ سورہ ۱۵

ترجمہ کنز الایمان : اے ابلیس میرے خاص بندوں پر تیری دسترس نہیں۔

شیطان بھی نبی سے مایوس:

لاغوینھم اجمعین الا عبادك منھم المخلصین۔ پارہ ۱۴ سورہ ۱۵

ترجمہ کنز الایمان : اے مولیٰ میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا سوا تیرے خاص بندوں کے۔

نبی فسق کا تصور بھی نہیں کر سکتے:

وما ارید ان اخالفکم الی ما انھکم عنه۔ پارہ ۱۲ سورہ ۱۱

ترجمہ کنز الایمان : میں اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا کہ جس چیز سے تمہیں منع کر دوں خود کرنے لگوں۔

تشریح: ان آیات سے ثابت ہوا کہ انبیاء گناہوں اور ہر قسم کی نافرمانیوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کسی فاسق و ظالم کو تاج نبوت عطا فرماتا ہے اور خود شیطان نے بھی انبیاء سے گناہ کروانے سے مایوسی کا اظہار کیا ہے لہٰذا قرآن پاک سے معلوم ہوا کہ انبیاء خصوصاً امام الانبیاء گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں۔

بزرگانِ دین کا عقائد سے بھی ثابت ہوا کہ انبیاء ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہیں اور نبی کی عصمت کا معنیٰ ہی یہی ہے کہ اس

کے اندر گناہ کی قدرت ہی ختم کردی جائے اور بعض علماء نے فرمایا کہ انبیاء سے جان بوجھ کراور بھول کر بھی کبیرہ کا تو تصور بھی نہیں ہوسکتا اور جان بوجھ کر صغیرہ بھی نہیں کرتے۔

جب کہ ان تمام احادیث کے برعکس کچھ دیگر آیات اور احادیث میں اس طرح ہے۔

آیت(۱): آیت میں ہے کہ،،آدم نے اپنے رب کی معصیت کی تو وہ سکونت جنت کی راہ سے بے راہ ہو گئے،،۔سورہ طٰہٰ ۱۲۱

اس آیت میں آدم کی معصیت کا ثبوت ہے آپ کیسے کہتے ہیں کہ انبیاء معصوم ہیں۔

آیت(۲): حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تھا ،،اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے۔سورہ ھود ۴۵

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا،،اے نوح وہ آپ کے اہل میں نہیں بے شک اس کے برے کام ہیں،،۔

اس آیت سے تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کی تکذیب کردی تو آپ کیسے کہتے ہیں کہ انبیاء معصوم ہیں۔

آیت(۳): حضرت ابراہیم نے بتوں کو توڑنے کے بعد کہا،،بل فعلہ کبیرھم،،یہ سب ان کے بڑے نے کیا یہ جھوٹ تھا اور جھوٹ معصیت ہے۔

آیت(٤): حضرت ابراہیم نے کہا،،انی سقیم،،میں بیمار ہوں حالانکہ ابراہیم بیمار نہیں تھے صریح جھوٹ ہے تو انبیاء معصوم کیسے ہوئے۔

آیت(۵): حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو گھونسہ مارا اور اسے قتل کردیا ایک بہت بڑا جرم ہے پھر انبیاء معصوم کیسے ہوئے۔

آیت(٦): قرآن میں ہے،،**واستغفر لذنبك وسبح بحمد ربك بالعشي والابكار**،،۔سورہ مومن ۵۵۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو اپنی خطاؤں کی بخشش طلب کرنے کا حکم دے رہا ہے پھر انبیاء معصوم کیسے ہیں۔

آیت(۷): قرآن میں ہے،،ووجدک ضالا فھدیٰ،،اس آیت میں حضور ﷺ کو ضال کہا گیا ہے اور اس کا معنیٰ گمراہ ہے تو پھر عصمت انبیاء کا معنیٰ کیا ہوگا۔

عصمت انبیاء کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض(۱): آیت میں ہے کہ،،آدم نے اپنے رب کی معصیت کی تو وہ سکونت جنت کی راہ سے بے راہ ہو گئے۔سورہ طٰہٰ ۱۲۱

جواب: حضرت آدم نے بھول کر شجرہ ممنوعہ سے کھایا تھا اور گناہ تب ہوتا ہے جب قصد اور ارادہ سے عمداً معصیت کی جائے جیسے کوئی شخص حالت روزہ میں بھول کر کھا پی لے تو وہ گناہگار نہیں ہوتا اور نہ اس کا روزہ ٹوٹتا ہے اور اس پر دلیل یہ آیت کریمہ ہے،،اور بے شک اس سے پہلے ہم نے آدم سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائیں تو وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں کوئی قصد و ارادہ نہیں پایا،،۔

تعارض(۲): حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تھا ،،اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے۔سورہ ھود ۴۵

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا،، اے نوح وہ آپ کے اہل میں نہیں بے شک اس کے برے کام ہیں،،۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت نوح کی تکذیب نہیں تھی بلکہ آپ کو اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جوان کے اہل کے متعلق وعدہ کیا تھا وہ وعدہ آپ کے نیک اور صالحین اہل کے متعلق تھا آپ کے برے اہل وعیال کے لئے نہیں تھا۔ جبکہ آپ کا بیٹا آپ کے اہل میں سے تو ہے لیکن برے اہل میں سے ہے۔

تعارض(۳): حضرت ابراہیم نے بتوں کو توڑنے کے بعد کہا،، بل فعل کبیرھم،، یہ سب ان کے بڑے نے کیا یہ جھوٹ تھا اور جھوٹ معصیت ہے۔

جواب: حضرت ابراہیم کا یہ کلام بطور تعریض اور استہزاء تھا تا کہ کفار خود اعتراف کریں کہ یہ بڑا بت تو اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا یہ ان بتوں کو کیسے توڑ سکتا ہے اور تعریض گناہ نہیں ہے۔

تعارض(٤): حضرت ابراہیم نے کہا،، انی سقیم،، میں بیمار ہوں حالانکہ ابراہیم بیمار نہیں تھے صریح جھوٹ ہے تو انبیاء معصوم کیسے ہوئے۔

جواب: حضرت ابراہیم کا یہ کلام بھی بطور توریہ تھا اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ میں قوم کی بت پرستی کی وجہ سے غم وغصہ کا مریض ہوں جسمانی مریض نہیں اور یہ چیز گناہ نہیں ہے۔

تعارض(٥): حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو گھونسہ مارا اور اسے قتل کر دیا۔

جواب: حضرت موسیٰ نے قبطی کو قتل کرنے کی نیت سے گھونسہ نہیں مارا بلکہ تادیبا ایک گھونسہ مار دیا تھا اور وہ قضائے الٰہی سے ہلاک ہو گیا آپ کا یہ فعل گناہ نہیں تھا اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اس پر سرزنش نہیں کی گئی اگر یہ گناہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے اس قتل پر گرفت کیوں نہیں کی۔

تعارض(٦): قرآن میں ہے

،، واستغفر لذنبك وسبح بحمد ربك بالعشي والابكار،،۔ سورہ مومن ۵۵۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کو اپنی خطاؤں کی بخشش طلب کرنے کا حکم دے رہا ہے پھر انبیاء معصوم کیسے ہیں۔

جواب: بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں ذنب سے مراد خلاف اولی یا ترک افضل ہے گناہ مراد نہیں ہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلی نے فرمایا ہے کہ یہاں ذنب سے مراد آپ علیہ السلام کی امت کے ذنب مراد ہیں لہذا اعتراض درست نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو توبہ اور استغفار کا حکم اپنی عبدیت کے اظہار کے لئے دیا ہے کہ محبوب اگرچہ آپ نے گناہ نہیں کئے لیکن آپ اپنی عبدیت کے اظہار کے لئے توبہ کریں تا کہ امت کو یہ تلقین حاصل ہو کہ جو گناہ نہ کر کے بھی توبہ کرتا ہے تو ہم گناہ گار ہو کر توبہ کیوں نہ کریں۔

تعارض(۷): قرآن میں ہے،،ووجدک ضالا فھدی،،اس آیت میں حضورﷺ کو ضال کہا گیا ہے اور اس کا معنی گمراہ ہے تو پھر عصمت انبیاء کا معنی کیا ہوگا۔

جواب: اللہ تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا،،ماضل صاحبکم وماغوی،،تمہارے آقاﷺ نہ کبھی گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے۔اس آیت میں اللہ تعالی نے حضورﷺ کی گمراہی کی نفی فرمادی معلوم ہوا کہ اعتراض میں ضالا کا جو معنی آپ نے کیا ہے وہ درست نہیں علامہ زبیدی اعلی حضرت اور دیگر محققین نے فرمایا ہے کہ ضال کا ایک معنی محبت میں گم یا وارفتہ بھی ہے اب مطلب یہ ہوجائے گا کہ اور آپ کو جب اپنی محبت میں وارفتہ یا گم پایا تو اپنی طرف راہ دی،لہذا اب تعارض نہ رہا۔

تعارضات کا اجمالی جواب: الغرض ان تمام تعارضات کا اجمالی جواب یہ ہے کہ یہ تمام امور انبیاء سے بطور اجتھاد صادر ہوئے یا انہوں نے بھول کر ایسے کام کیے یا بطور عجز وانکسار کہا اور انہوں نے اللہ تعالی کی نافرمانی کا قصد نہیں کیا اور یہ امور حقیقت میں گناہ یا نافرمانی نہیں تھے۔اسی طرح حضرت آدم کا توبہ واستغفار کرنا ان کی عاجزی وانکساری ہے اور ان کو جنت سے زمین کی طرف لے آنا سزا نہیں بلکہ یہ ان کے مقصد تخلیق کی تکمیل تھی کیونکہ ان کو زمین پر خلافت الہی کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔اگر آدم نے درخت سے کھایا نہ ہوتا تو ہم نے مصطفی کو پایا نہ ہوتا۔

﴿32﴾موت کے علم کے بارے میں آیت اور حدیث میں تعارض:

عَن عبد الله بن مَسْعُود قَالَ :حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِق المصدوق :إِن أحدكُم يجمع خلقه فِي بطن أمه أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثمَّ يكون فِي ذَلِك علقَة مثل ذَلِك ثمَّ يكون فِي ذَلِك مُضْغَة مثل ذَلِك ثمَّ يُرسل الْملك فينفخ فِيهِ الرّوح وَيُؤمر بِأَرْبَع كَلِمَات بكتب رزقه وأجله وَعَمله وشقي أَو سعيد فوالذى لَا إِلَه غَيره إِن أحدكُم لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے خبر دی کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ پیدائش ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ رہتا ہے پھر چالیس دن خون کی پھٹک پھر چالیس دن گوشت کا لوتھڑا پھر اللہ تعالی ایک فرشتہ چار باتیں بتا کر بھیجتا ہے وہ فرشتہ اس کے عمل اس کی موت اس کا رزق اور اس کا بد بخت اور خوش بخت ہونا لکھ دیتا ہے پھر اس جسم میں روح پھونک دی جاتی ہے۔اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے بعض جنتیوں والے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اچانک تقدیر کا لکھا اس کے سامنے آجاتا ہے

اور وہ جہنمیوں والے کام کرنے لگ جاتا ہے اور پھر جہنم میں داخل ہوتا ہے اور تم میں سے بعض جہنمیوں والے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اور جہنم میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اچانک تقدیر کا لکھا اس کے سامنے آجاتا ہے اور وہ جنتیوں والے کام کرنے لگ جاتا ہے اور پھر جنت میں داخل ہوتا ہے۔

جبکہ اس کے برعکس آیت میں ہے،

وما تدری نفس بای ارض تموت،،کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔

آیت سے تو معلوم ہورہا کہ کسی کو نہیں معلوم کہ کون کہاں مرے گا، جبکہ حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتے کو علم ہوتا ہے کہ بندے کی موت کب اور کہاں ہوگی آیت اور حدیث میں تعارض کیوں؟

موت کے علم کے بارے میں آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

آیت کریمہ کا مطلب ہے کہ کسی مخلوق کو ازخود یہ علم نہیں کہ وہ کہاں مرے گا اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فرشتوں کو اللہ رب العزت کے بتانے سے علم ہوجاتا ہے کہ کون کہاں اور کب مرے گا لہذا تعارض بھی نہ رہا۔

﴿33﴾ فطرت کی حدیث اور آیت میں تعارض:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ كَانَ يحدث قَالَ :قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ البَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِي الله عَنهُ (فِطْرَةَ الله الَّتِي فطر النَّاسَ عَلَيْهَا(الآيَة

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ دین فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں جیسے جانور بے عیب بچہ جنتا ہے کیا تم اس میں کوئی ناک کان کٹا پاتے ہو پھر فرماتے اللہ کی فطرت وہ ہے جس پر لوگوں کو پیدا فرمایا اللہ تعالی کی خلق میں تبدیلی نہیں یہ ہی سیدھا دین ہے۔

جب کہ آیت کریمہ میں حضرت خضر علیہ السلام نے بچے کو یہ کہہ کر قتل کردیا کہ ،،**انه طبع کافرا**،،بے شک یہ بچہ طبعا کافر ہے یعنی یہ فطرتی طور پر کافر ہے۔

فطرت کی حدیث اور آیت میں تعارض کی تطبیق:

ان میں تطبیق یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بچہ اپنی ہوش سنبھالتے ہی کفر اختیار کرے گا اور اس کا کافر ہونا اس کے مقدر میں آچکا یہ مطلب نہیں کہ یہ فطرت کفر پر پیدا ہوا لہذا اب کوئی تعارض نہیں۔

﴿34﴾ شفاعت کی آیات اور احادیث میں تعارض:

ولا تنفع الشفاعة عنده الا لمن اذن له۔ سورہ سبا ۲۳

ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ کے نزدیک کوئی شفاعت نفع نہیں دے گی مگر اس کو کہ جس کے لئے اللہ کی طرف سے اذن ہو۔

ولا تنفع الشفاعة عنده الا من اذن له الرحمن ورضی له قولا۔ سورہ طہ ۱۰۹

ترجمہ کنز الایمان: قیامت کے دن اللہ تعالی کے ہاں صرف اس شخص کی شفاعت نفع دے گی جس کے لئے اس نے اذن دیا ہوگا اور جس کا قول اس کو پسند ہوگا۔

عن ابی هریره رضیالله عنه قال قال رسول الله ﷺ انا سید ولد آدم یوم القیامة واول من ینشق عنه القبر واول شافع واول مشفع۔ صحیح مسلم ص ۲۲۴ کتاب الفضائل

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بروز قیامت میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر کو کھولا جائے گا اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔

عن انس رضی الله قال قال رسول الله شفاعتی لاهل الکبائر من امتی۔

جامع ترمذی ص ۳۵۱

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ کرنے والوں کو نصیب ہوگی۔

ان آیات واحادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ اپنے گناہ گار امتیوں کی شفاعت فرمائیں گے۔

جبکہ دوسری آیات میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

تعارض (۱): قرآن پاک میں ہے،، لا یقبل منها شفاعة۔ سورہ بقرہ ۴۸

ترجمہ: کسی کی طرف سے کوئی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ گناہ گاروں کی شفاعت مقبول نہیں ہوگی۔

تعارض (۲): آیت میں ہے کہ فاغفر للذین تابوا۔ ان کے لئے بخشش کی دعا کیجئے جنہوں نے توبہ کی ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ شفاعت صرف ان کے لئے ہے جو گناہ کبیرہ سے توبہ کر لیں۔

شفاعت کی آیات اور احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض (۱): قرآن پاک میں ہے،، لا یقبل منها شفاعة۔ سورہ بقرہ ۴۸

ترجمہ: کسی کی طرف سے کوئی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ گناہ گاروں کی شفاعت مقبول نہیں ہوگی۔

جواب: مذکورہ آیت کے بارے میں تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے کافروں کے ساتھ خاص ہے۔یعنی کفار کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔اور جن آیات واحادیث میں شفاعت کا ثبوت ہے وہ مومنین کے لئے ہیں لہٰذا آیات واحادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

تعارض (۲): آیت میں ہے کہ **فاغفر للذین تابوا**۔ان کے لئے بخشش کی دعا کیجئے جنہوں نے توبہ کی ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ شفاعت صرف ان کے لئے ہے جو گناہ کبیرہ سے توبہ کر لیں۔

جواب: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے کفر وشرک سے توبہ کر لی ہے ان کے لئے شفاعت کریں اس آیت میں گناہ کبیرہ سے توبہ کرنے والوں کی شفاعت مراد نہیں ہے۔کیونکہ گناہ کبیرہ والوں کے لئے دوسری آیت میں شفاعت ثابت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس شخص کے کبیرہ گناہ نہ ہوں اس کا شفاعت سے کیا تعلق ہے۔سنن ابن ماجہ ۴۳۱۔اسی طرح نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا،،

عن انس رضی اللہ قال قال رسول اللہ شفاعتی لاھل الکبائر من امتی ۔جامع ترمذی ص ۳۵۱

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ کرنے والوں کونصیب ہوگی۔لہٰذا آیات اوراحادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿35﴾ اولیت کی احادیث میں تعارض:

وَعَن عبَادَة بن الصَّامِت قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم يَقُول إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمُ فَقَالَ اكْتُبْ فَقَالَ مَا أَكْتُبُ قَالَ اكْتُبِ الْقَدَرَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الْأَبَدِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ إِسْنَادًا

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ قلم تھا پھر فرمایا اس کولکھ بولا کیا لکھوں فرمایا تقدیر لکھ تب اس نے جو کچھ ہو چکا اور جو ہمیشہ تک ہوگا لکھ دیا۔

جبکہ دوسری حدیث پاک میں آپ ﷺ نے فرمایا

عن جابر قال قلت یا رسول اللہ ﷺ بابی انت و امی اخبر نی عن اول شئی خلق اللہ تعالی قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ

المواہب لدنیہ ج ا ص ۴۸

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن نبی کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ

تعالی نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالی نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا،

ان احادیث میں پیدائش مخلوق کی اولیت میں تعارض ہے ایک حدیث میں فرمایا سب سے پہلے قلم پیدا ہوا دوسری حدیث میں سب سے پہلے نبی کے نور کو پیدا کیا۔

اولیت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

مذکورہ تعارض میں تطبیق اس طرح قائم ہوگی کہ اولیت کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔ اولیت اضافی ۲۔ اولیت حقیقی۔

علماء فرماتے ہیں کہ عرش، پانی، ہوا اور لوح محفوظ کی پیدائش کے بعد سب سے پہلے جو چیز پیدا کی گئی وہ قلم ہے اور اس اولیت کو اولیت اضافی کہتے ہیں اور جس حدیث میں اولیت محمدی کا ذکر ہے اس سے اولیت حقیقی مراد ہے یعنی ہر چیز سے پہلے آپ کو پیدا فرمایا لہذا حضور کی اولیت، حقیقی ہے اور قلم کی اولیت، اضافی ہے اب احادیث میں کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿36﴾ تعویزات کی احادیث میں تعارض:

ابن عمر بچوں کے گلے میں تعویز لٹکاتے:

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله ﷺ قال اذا فرغ احدکم فی النوم فلیقل اعوذ بکلمات الله التامات من غضبه و عقابه ومن همزات الشیطان وان یحضرون فانها لن تضره قال و کان عبد الله بن عمر یعلمها من بلغ من ولده ومن لم یبلغ منهم کتبها فی صك ثم علقها فی عنقه ۔ جامع ترمذی ج۵ ص ۵۴۱۔ سنن ابی داود ۳۸۹۳

ترجمہ : حضرت عمر بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی خواب سے گھبرا جائے تو کہہ لے میں اللہ تعالی کے پورے کلمات کی پناہ لیتا ہوں اس کی ناراضگی، اس کے عذاب، اس کے بندوں کے شر، شیطان کی حاضری اور اس کے وسوسوں سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں تو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی بالغ اولاد کو یہ کلمات سکھا دیتے تھے اور اپنے نابالغ بچوں کے گلے میں کاغذ پر لکھ کر یعنی تعویز بنا کر ڈال دیتے تھے۔

ابن عباس نے گھول کر تعویز دیا:

قال ابن عباس اذا عسر علی المراۃ ولدها تکتب هاتین الآیتین والکلمتین فی صحیفة ثم تغسل و تسقی منها ۔ مصنف ابن ابی شیبہ

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عورت پر بچے کی ولادت مشکل ہو جائے تو ایک کاغذ

پر یہ دوآیات اور کلمات لکھے جائیں پھر اسے پانی میں گھول کر اس عورت کو پلا دیا جائے۔

جبکہ اس کے برعکس دیگر احادیث میں کچھ اس طرح ہے۔

حدیث (۱): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو تمیمہ لٹکائے اللہ تعالیٰ اس کا کام مکمل نہ کرے اور جو ودعہ لٹکائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے سپرد کر دے۔

حدیث (۲): عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی باندی کے گلے میں تعویز دیکھا تو اسے کھینچ کر توڑ دیا اور فرمایا آل مسعود شرک سے بیزار ہے۔

تعویزات کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض (۱): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو تمیمہ لٹکائے اللہ تعالیٰ اس کا کام مکمل نہ کرے اور جو ودعہ لٹکائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے سپرد کر دے۔

جواب: اس جگہ ممانعت کی وجہ وہ لوگ تھے جن کا یہ عقیدہ ہے کہ دم اور تعویز موثر حقیقی ہے حالانکہ موثر حقیقی صرف اللہ کی ذات ہے دم اور تعویز صرف اسباب ہیں۔ اور تمیمہ وہ تعویزات ہیں جو زمانہ جاہلیت میں جادو کے لئے استعمال ہوتے تھے یا ایسے الفاظ پر مشتمل ہوتے جن کا کوئی معنیٰ و مفہوم موجود نہیں تھا۔

تعارض (۲): عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی باندی کے گلے میں تعویز دیکھا تو اسے کھینچ کر توڑ دیا اور فرمایا آل مسعود شرک سے بیزار ہے۔

جواب: اس حدیث میں ممانعت کی وجہ وہ تعویز یا دم ہے جس میں شرکیہ کلمات ہوں کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ جھاڑ پھونک میں حرج نہیں اگر اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں ورنہ ان احادیث پاک کا کیا جواب ہوگا جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے خود دم کی اجازت اور حکم ارشاد فرمایا نیز آپ نے اس تعویز اور دم سے منع فرمایا جس کا معنیٰ اور مفہوم معلوم نہ ہو کیونکہ ہوسکتا ہے ان کلمات میں کوئی کفریہ یا شرکیہ کلمات ہوں۔ الغرض بعض جگہ اس لئے منع فرمایا کہ وہ تعویزات اور دم جادو ٹونے پر مشتمل تھے اور یہ ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں۔ اور بعض جگہ ان تعویزات اور دم سے منع فرمایا جو برے کاموں کے لئے استعمال کئے جائیں مثلاً میاں بیوی کے درمیان پھوٹ ڈلوانا یا آپس میں دشمنیاں اور نفرتیں پیدا کرنا۔ اور بعض جگہ ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ پہلے دم اور تعویز ممنوع تھے لیکن بعد میں ان کی اجازت عطا فرمادی۔

﴿37﴾ دم کرنے کی احادیث میں تعارض:

نبی کریم ﷺ کو ایک مرتبہ بخار ہوا تو جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ کو ان الفاظ کے ساتھ دم کیا جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی راویت میں ہے

باسم الله ارقيله من كل شئي يوذيك من شر كل نفس او عين حاسد الله يشفيك باسم الله ارقيك۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۷۱۸

ترجمہ: اللہ تعالی کے نام سے آپ ﷺ پر دم کرتا ہوں ہر اس شئے سے جو آپ ﷺ کو اذیت دیتی ہے اور ہر اس شر کرنے والے سے اور حسد کرنے والے کی نظر سے اللہ تعالی آپ ﷺ کو شفا عطا فرمائے میں آپ پر اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں۔

عن عائشة قالت كان اذا اشتكى رسول الله ﷺ رقايه جبرئيل قال باسم الله يبريك و من كل داء يشفيك ومن شر حاسد اذا حسد و شر كل ذى عين۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۷۱۸

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کو اس طرح دم کرتے **باسم الله يبريك و من كل داء يشفيك ومن شر حاسد اذا حسد و شر كل ذى عين** ،،اللہ کے نام سے جو آپ سے بیماری کو دور فرمائے آپ کو ہر بیماری سے شفا عطا فرمائے اور حاسد کے حسد سے اور ہر آنکھ والے کی نظر بد سے محفوظ فرمائے۔

عن اسماء بنت عميس قالت ان ولد جعفر تسرع اليهم العين افاسترقى لهم ؟ قال نعم فانه لو كان شئى سابق القدر لسبقته العين۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۳۹۵

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بے شک جعفر کی اولاد کو نظر لگ جاتی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کو دم کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر سے بڑھ جاتی تو اس پر نظر بڑھ جاتی۔

قال جابر لدغت رجلا منا عقربه و نحن جلوس مع رسول الله ﷺ فقال رجل يا رسول الله ﷺ ارقى ؟ قال من استطاع منكم ان ينفع اخاه فليفعل۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۷۲۶

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کو بچھو نے ڈنک مار دیا اس وقت ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اس کو دم کر دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو اپنے بھائی کو فائدہ دے سکتا ہو تو وہ اسے فائدہ پہنچائے۔

عن جابر رضى الله عنه قال رخص النبى ﷺ فى رقية الحية لبنى عمرو۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۷۲۶

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بنی عمرو کو سانپ کا دم کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

عن ام سلمه قالت ان النبى ﷺ راى فى بيتها جارية فى وجهها سفعة يعنى صفرة فقال

استرقوا لها فان بها النظرۃ۔ صحیح بخاری ج ۷ص ۱۳۲

ترجمه: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر زرد چھائیاں یعنی زردی تھی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کو نظر بد ہے اسے دم کردو۔

جبکہ کہ اس کے برکس حدیث میں یکھ اس طرح ہے۔

حدیث (۱): مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منتر دم وغیرہ سے منع فرمایا اور اس کی نسبت شیطان کی طرف کی معلوم ہوا دم تعویز جائز نہیں ہیں۔

حدیث (۲): روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے ہمیں دم کرنے سے منع فرمایا ہے۔

دم کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض (۱): مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منتر دم وغیرہ سے منع فرمایا اور اس کی نسبت شیطان کی طرف کی معلوم ہوا دم تعویز جائز نہیں ہیں۔

جواب: جس منتر سے آپ ﷺ نے منع فرمایا اسے عربی میں نشرہ کہتے ہیں اور یہ عمل عورت اور اس کے شوہر کے درمیان جدائی ڈلوانے کے لئے کیا جاتا ہے اور یہ قرآن وحدیث کے الفاظ سے ہٹ کر برے کلمات پر مشتمل ہوتا ہے یہ ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے۔

تعارض (۲): روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے ہمیں دم کرنے سے منع فرمایا ہے۔

جواب: اس حدیث میں ممانعت کی وجہ وہ تعویز یا دم ہے جس میں شرکیہ کلمات ہوں کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ جھاڑ پھونک میں حرج نہیں اگر اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں ورنہ ان احادیث پاک کا کیا جواب ہوگا جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے خود دم کی اجازت اور حکم ارشاد فرمایا۔

﴿38﴾ غصہ کی احادیث میں تعارض:

وَعَن أبي هُرَيْرَة قَالَ :خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحنُ نَتَنَازَعُ فِي الْقَدَرِ فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّ وَجهُهُ حَتَّى كَأَنَّمَا فُقِيءَ فِي وجنتيه الرُّمَّانِ فَقَالَ أَبِهَذَا :أُمِرْتُمْ أَمْ بِهَذَا أُرْسِلْتُ إِلَيْكُمْ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حِينَ تنازعوا فِي هَذَا الْأَمر عزمت عَلَيْكُم أَلا تتنازعوا فِيهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ من حَدِيث صَالح المري وَله غرائب يتفرد بهَا لَا يُتَابع عَلَيْهَا قلت :لَكِن يشْهد لَهُ الَّذِي بعده

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ تقدیر کے مسئلہ میں بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو

شدت غضب سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا کہ گویا انار کے دانے آپ کے چہرہ انور پر نچوڑ دیے گئے ہوں آپ نے فرمایا کیا تم کو اسی کا حکم دیا گیا ہے کیا میں تمہاری طرف اسی چیز کے ساتھ بھیجا گیا ہوں تم سے پہلی قومیں اسی تقدیر کے مسئلہ میں بحث و تکرار کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں میں تمہیں قسم دیتا ہوں اور مکرر قسم دیتا ہوں آئندہ اس مسئلے میں کبھی بحث نہ کرنا۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ ما تجرع عبد افضل عند الله من جرعه غيظ يكظمها ابتغاء وجه الله تعالى۔ امام احمد ص ۱۲۷

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ جب غصے کا گھونٹ اللہ کی رضا کے لئے پی لیتا ہے تو اللہ کے نزدیک اس سے پیارا اور افضل گھونٹ کوئی نہیں ہوتا۔

ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص کشتی سے پہلوان نہیں بنتا پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت خود پر قابو رکھے۔

ان احادیث میں غصہ کی ممانعت ہے جو کہ بظاہر تعارض ہے۔

غصہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کو سمجھنے کے لئے غصہ کی اقسام کا سمجھنا ضروری ہے۔ غصہ کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ رحمانی غصہ ۲۔ شیطانی غصہ۔

رحمانی غصہ: غصہ اچھا بھی ہے اور برا بھی اللہ کی نافرمانی پر غصہ کرنا اچھا ہے مثلاً کسی عالم کو فاسق و فاجر پر یا ماں باپ کو نافرمان اولاد پر غصہ کرنا اچھا ہے۔

شیطانی غصہ: یہ برا ہے جیسے اپنی ذات کی خاطر کسی دوسرے پر غصہ کرنا برا ہے۔

بزرگ فرماتے ہیں غصہ ایک چھپی ہوئی آگ ہے جو دل میں ہوتی ہے جس طرح راکھ کے نیچے چھپی ہوئی چنگاری ہوتی ہے اور یہ چھپے ہوئے تکبر کو باہر نکالتی ہے شاید غصہ اسی آگ سے ہو جس سے شیطان کو پیدا کیا گیا ہے۔

اس وضاحت کے بعد معلوم ہوا کہ جس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے بذات خود غصہ کیا اس سے رحمانی غصہ مراد ہے اور جس میں غصہ کی ممانعت فرمائی اس سے مراد شیطانی غصہ ہے لہذا تعارض نہ رہا۔

﴿39﴾ فطرت پر پیدا کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " :إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ فَأَلْقَى عَلَيْهِمْ مِنْ نُورِهِ فَمَنْ أَصَابَهُ مِنْ ذَلِكَ النُّورِ اهْتَدَى وَمَنْ أَخْطَأَهُ ضَلَّ فَلِذَلِكَ أَقُولُ :جف القلب على علم الله ."رَوَاهُ أَحْمد وَالتِّرْمِذِيّ

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اللہ نے اپنی مخلوق اندھیرے میں پیدا کی

پھر ان پر اپنی شعاع نور ڈالی جسے اس نور سے کچھ پہنچا وہ ہدایت پا گیا جو اس سے رہ گیا وہ بے ہدایت رہ گیا۔
جبکہ سابقہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ دین فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیدائش کے وقت ہر بچہ چاہے کافر کا ہو یا مسلمان کا وہ ایمان پر پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ مذکورہ حدیث میں ہے کہ
یہاں تعارض یہ ہے کہ جب پیدائش کے وقت ہی گمراہ اور کافر روحیں موجود تھیں تو پھر ہر بچہ دین فطرت یعنی اسلام پر کیسے پیدا ہوتا ہے کافروں کے بچے تو پہلے سے ہی کافر اور گمراہ تھے۔

فطرت پر پیدا کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں تطبیق اس طرح قائم ہوگی کہ جب مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا گیا تو یہ پیدائش، میثاق والے اقرار سے پہلے ہوئی تھی اور اس اقرار کے وقت ہی مخلوق مختلف نظریات میں تقسیم ہو چکی تھی وہ اس طرح کہ معاہدے کے وقت ایمان والوں نے خوشی سے رب کی ربوبیت کا اقرار کیا اور جواب میں بلیٰ کہا جب کہ کافروں نے ناخوش ہو کر اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا لہذا کفار کے بچے اسی ناخوشی والے اقرار پر ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے لیکن پیدائش فطرت پر ہی ہوئی لہذا احادیث میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔

﴿40﴾ امت مصطفیٰ میں عذاب کی حدیث اور آیت میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :يَكُونُ فِي أُمَّتِي خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَذَلِكَ فِي الْمُكَذِّبِينَ بِالْقَدَرِ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وروى التِّرْمِذِيّ نَحوه

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ میری امت میں دھنسنا اور صورتیں بگڑنا ہوگا اور یہ تقدیر کے منکروں پر ہوگا۔
جبکہ قرآن پاک میں ہے کہ **ما کان اللہ لیعذبھم**۔ اللہ رب العزت کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے۔ اس آیت میں حضور نبی کریم ﷺ کی امت پر عذاب کی نفی کی گئی ہے جب کہ مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا
،، میری امت میں دھنسنا اور صورتیں بگڑنا ہوگا اور یہ تقدیر کے منکروں پر ہوگا،،

امت مصطفیٰ میں عذاب کی حدیث اور آیت میں تعارض کی تطبیق:

آیت پاک اور حدیث مبارکہ میں تطبیق اس طرح قائم ہوگی کہ عذاب کی دو قسمیں ہیں عام عذاب اور خصوصی عذاب سابقہ امتوں میں گناہوں کی بنا پر عام عذاب نازل ہوتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کی برکت سے آپ ﷺ کی امت پر عام عذاب قیامت تک بند ہو گئے ہیں لیکن خصوصی عذاب کا سلسلہ بند نہیں اور مذکورہ حدیث میں حضور ﷺ نے جس خاص عذاب کی

وعید بنا فرمائی یہ قرب قیامت ہوگا۔لہذا آیت کریمہ میں عمومی عذاب کی نفی ہے اور حدیث پاک میں خصوصی عذاب کا ثبوت ہے اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿41﴾ لعنت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا قَالَتْ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ يُجَابُ :الزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَالْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللَّهِ (ص 39:) وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوتِ لِيُعِزَّ مَنْ أَذَلَّهُ اللَّهُ وَيُذِلَّ مَنْ أَعَزَّهُ اللَّهُ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللَّهِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِي مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِي ."رَوَاهُ الْبَيْهَقِيّ فِي المدخل ورزين فِي كِتَابه

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے اور اللہ رب العزت نے لعنت کی ہے اور ہر نبی مقبول الدعاء ہے اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا، اللہ کی تقدیر کا انکاری، جبراً قبضہ جمانے والا تاکہ انہیں ذلیل کرے جنہیں اللہ تعالی نے عزت دی اور انہیں عزت دے جنہیں اللہ نے ذلیل کیا اور اللہ کے حرام کو حلال سمجھنے والا اور میری آل کے بارے میں وہ باتیں حلال سمجھنے والا جنہیں اللہ نے حرام کیا اور میری سنت کو چھوڑنے والا۔

اس حدیث پاک میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے اور اللہ رب العزت نے لعنت کی ہے۔جبکہ دوسری حدیث میں ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ جب لعنت کرتا ہے وہ آسمان کی طرف جاتی ہے تو وہاں کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں پھر یہ زمین کی طرف لوٹتی ہے تو زمین کے دروازے بھی بند کر دیے جاتے ہیں اور یہ دائیں بائیں کہیں سے نکلنے کی کوشش کرتی ہے جب کوئی راستہ نہیں پاتی تو جس پر بھیجی گئی وہ اہل ہو تو اس کی طرف لوٹتی ہے ورنہ لعنت بھیجنے والے پر واپس آجاتی ہے۔ مشکوۃ شریف ص ۳۸۴

پہلی حدیث میں آپ نے خود لعنت فرمائی جبکہ دوسری حدیث میں لعنت کرنے سے منع فرمایا

لعنت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کے جواب کے لئے لعنت کی تقسیم کو سمجھنا ضروری ہے۔

لعنت کی دو قسمیں ہیں۔ذات کے اعتبار سے لعنت اور وصف کے اعتبار سے لعنت۔

ذات کے اعتبار سے لعنت: ذات کے اعتبار سے لعنت کا مطلب یہ ہے کسی معین شخص پر اس کا نام لے کر یا اس کی طرف اشارہ کر کے لعنت کرنا۔

حکم: جن لوگوں کی موت حتمی طور پر کفر پر ہوئی اور ان کے کافر ہونے پر ذرہ برابر شک نہ ہو جیسے، ابوجہل، ابولہب، فرعون،

ہامان، نمرود وغیرہ ان لوگوں کا نام لے کر لعنت کرنا جائز ہے لیکن وہ لوگ کہ جن کا یقینی طور پر کفر پر مرنا معلوم نہ ہو تو اس پر ہرگز لعنت نہیں کر سکتے بلکہ لعنت کرنے والا گناہ گار ہے۔ جبکہ کسی مسلمان کو چاہے زندہ ہو یا فوت ہو گیا ہو ہرگز ہرگز لعنت کرنا سخت حرام ہے۔

صفات کے اعتبار سے لعنت: صفات کے اعتبار سے لعنت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے برے عیوب کی وجہ سے اس کے عیب کا نام لے کر لعنت کرنا۔ جیسے کہنا جھوٹے پر، زانی پر، شرابی پر اللہ کی لعنت۔

حکم: کسی کا نام لئے بغیر وصف کے اعتبار سے لعنت کرنا جائز ہے۔

اس تقریر کے بعد تعارض کا جواب یہ ہوگا کہ نبی کریم ﷺ نے جس لعنت سے منع فرمایا اس سے مراد ذات کے اعتبار سے لعنت کرنا ہے اور جس حدیث میں آپ نے خود لعنت فرمائی وہ صفات کے اعتبار سے لعنت ہے لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿42﴾ کفار کے بچوں کے بارے احادیث میں تعارض:

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ایک انصاری کے بچہ کی جنازہ کی دعوت دی گئی تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اسے خوش خبری ہو کہ وہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے جس نے نہ تو کوئی گناہ کیا نہ گناہ کا وقت پایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ اس کے سوا بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالی نے کچھ جنت والے پیدا کیا ہیں جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جنت کے لئے بنایا کچھ آگ والے پیدا کیۓ جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جہنم کے لئے بنایا۔

اور مذکورہ حدیث میں فرمایا

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :الوائدة والموؤدة فِي النَّار ."رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا زندہ دفن کرنے والی ماں اور زندہ دفن ہونے والی بچی دونوں جہنم میں ہیں۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ کافروں کے بچے داخل جہنم ہوں گے۔

اور اس کے برعکس آیت کریمہ **لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا** ہم کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے دوسری آیت میں ہے **وما کنا معذبین** بلا جرم کسی کو عذاب نہیں ہوگا۔

اور حدیث میں آپ ﷺ نے توقف فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کفار کے بچوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ جانے وہ کیا اعمال کرتے یعنی کفریہ اعمال کرتے یا اسلامی تاکہ ان کے جنتی ہونے یا جہنمی ہونے کا حکم مرتب کیا جا سکے۔

آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کے بچے جہنم کے حقدار نہیں جبکہ اوپر مذکورہ دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ کافروں کے بچے داخل جہنم ہوں گے۔ لہٰذا التعارض واضح ہے۔

کفار کے بچوں کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

علمائے کرام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ حدیث جس میں کفار کے بچوں کو جہنمی قرار دیا گیا اس آیت کریمہ **لا یکلف الله نفسا الا وسعها** اور دوسری آیت میں ہے **وما كنا معذبين** بلا جرم کسی کو عذاب نہیں ہوگا اور دیگر احادیث سے منسوخ ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک کفار کے نابالغ بچے جنتی ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ جنت میں جنتیوں کے خادم ہوں گے۔ الغرض اثبات عذاب کی روایات منسوخ ہیں اور عذاب کی نفی والی آیت اور حدیث ناسخ ہیں اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿43﴾ اللہ تعالیٰ کے ظالم نہ ہونے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ :أَتَيْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ لَهُ :قَدْ وَقَعَ فِي (ص41:) نَفْسِي شَيْءٌ من القدر فَحدثني بِشَيْءٍ لَعَلَّ الله أَن يذهبه من قلبِي قَالَ لَو أَن الله عَذَّبَ أَهْلَ سَمَاوَاتِهِ وأَهْلَ أَرْضِهِ عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ وَلَوْ أَنْفَقْتَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا قَبِلَهُ اللَّهُ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ وَتَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَأَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ وَلَوْ مُتَّ عَلَى غَيْرِ هَذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ فَقَالَ مثل ذَلِك قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذَلِكَ .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ

حضرت دیلمی سے روایت ہے کہ میں ابی بن کعب کے پاس موجود تھا اور عرض کیا کہ میرے دل میں کچھ شکوک وشبہات ہیں مجھے کوئی حدیث سنایئے شائد اللہ میرے دل سے وہ دور فرمادے انہوں نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ اپنے آسمانی اور زمینی بندوں کو عذاب دے تو وہ ان پر ظالم نہیں اور اگر ان پر رحم فرمادے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے اور اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دو تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک قبول نہ فرمائے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ اور یہ نہ جان لو کہ جو تمہیں پہنچا وہ تم سے بچ نہ سکتا تھا اور جو تم سے بچ گیا وہ تمہیں پہنچ نہیں سکتا تھا اور اگر تم اس کے سوا کوئی اور عقیدے پر مر گئے تو جہنم میں جاؤ گے پھر فرماتے ہیں میں عبداللہ ابن مسعود کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا پھر میں حضرت زید بن ثابت کے پاس گیا تو انہوں نے بھی نبی کریم ﷺ کی یہی حدیث بیان کی۔

مذکورہ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالی اپنے آسمانی اور زمینی بندوں کو عذاب دے تو وہ ان پر ظالم نہیں اور اگر ان پر رحم فرما دے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے۔ اس حدیث میں اللہ تعالی کے ظلم کی نفی ہے۔ جبکہ آیت کریمہ میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے۔

افرایت من اتخذ الهه هواه و اضله الله علی علم ،،کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنے معبود بنالیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہ کر دیا،، کسی کو علم کے باوجود گمراہ کر دینا یہ بظاہر حدیث مذکورہ کے خلاف ہے اور آیت وحدیث میں تعارض واضح ہے۔

اللہ تعالی کے ظالم نہ ہونے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

یاد رہے کہ آیت کریمہ کا مطلب ہے جس شخص نے اللہ تعالی کے احکام کے مقابلہ میں اپنے نفس کی اطاعت کی اور اپنی خواہشات کے آگے جھک گیا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اللہ تعالی ان کاموں سے راضی نہیں اور اللہ تعالی نے ان کاموں سے منع بھی کیا ہوا ہے اس کے باوجود اس نے اپنے علم کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ دیا اور علم رکھنے کے باوجود گمراہی کو خود اپنی مرضی سے اختیار کر لیا تو اللہ نے بھی اس کے اندر گمراہی کو پیدا کر دیا آیت کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ نے اسے گمراہ کر دیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اس کے اندر گمراہی کو پیدا فرما دیا اور اس نے اپنے علم کے باوجود گمراہی کو خود اختیار کر لیا۔

﴿44﴾ بدعت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حمد صلاۃ کے بعد بے شک بہترین چیز کتاب اللہ اور بہترین طریقہ محمد عربی ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین چیز دین کی بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور جگہ فرمایا تم میری اور خلفائے راشدین کی سنت مضبوطی سے پکڑے رکھنا اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو نئی باتوں سے دور رہو کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے

من سر فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شئی و من سن فی السلام سنة سئیة کان علیه وزرها و وزر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اوزاهم شئی ،صحیح مسلم

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اسلام میں بدعت حسنہ یعنی کسی اچھے طریقے کو ایجاد کرے گا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اور جو

شخص اسلام میں بدعت سئیہ یعنی کسی برے طریقے کو ایجاد کرے گا تو اس کو اس کا گناہ ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی گناہ ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والے کے گناہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ایک اور حدیث میں،،

فاروق اعظم نے فرمایا نعمت البدعة منه تراویح کی جماعت کیا ہی اچھی بدعت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ہر بدعت کو گمراہی فرمایا اور دوسری جگہ ہٹ نئے اور اچھے کام کی تعریف فرمائی اسی طرح امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے تراویح کی جماعت کو اچھی بدعت قرار دیا، حدیثیں آپس میں متعارض ہیں۔

بدعت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کے حل کے لئے ضروری ہے کہ پہلے بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام کو سمجھا جائے۔

بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام: وہ نیا کام جو زمانہ نبوی کے بعد ایجاد ہوا یہ عام ہے کہ اس نئے کام کا تعلق اعتقاد سے ہو یا اعمال سے دینی ہو یا دنیاوی بدعت کہلاتا ہے۔

بدعت کی اقسام: بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)۔**بدعت حسنہ:** وہ نیا کام جو حضور نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد ایجاد ہوا اور وہ خلاف سنت نہ ہو اور نہ ہی کسی سنت کو مٹانے والا ہو بدعت حسنہ کہلاتا ہے مثلا میلاد النبی منانا وغیرہ

صحابہ و تابعین سے بدعت کی چند مثالیں: تراویح کی جماعت قائم کرنا فاروق اعظم کی بدعت ہے مساجد کو مزین کرنا حضرت عثمان کی بدعت ہے مساجد کے محراب بنانا عمر بن عبد العزیز کی بدعت ہے قرآن پر اعراب لگانا حجاج بن یوسف کی بدعت ہے اس کے علاوہ بھی بدعت حسنہ کی کافی مثالیں موجود ہیں۔

(۲)**بدعت سئیہ:** وہ نیا کام جو خلاف سنت ہو اور کسی سنت کو مٹانے والا ہو جیسے بزرگان دین کے عرس کے موقعہ پر ڈھول پیٹنا مزاروں پر عورتوں مردوں کا اختلاط میلا دیا شادی بیاہ کے موقعہ پر موسیقی بجانا وغیرہ وغیرہ۔

اس تفصیل کے بعد مذکورہ بالا تعارض کا جواب یہ ہوگا کہ جس بدعت کی نبی کریم ﷺ نے مزمت کی اس سے مراد بدعت سئیہ ہے اور اور جس بدعت کی حدیث میں تحسین کی گئی اس سے مراد بدعت حسنہ ہے۔

﴿45﴾ کفار کے بچوں کے بارے احادیث میں تعارض:

عَنْ عَلِيّ رَضِي الله عَنهُ قَالَ سَأَلت خَدِيجَة النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَلَدَيْنِ مَاتَا لَهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ": هُمَا فِي النَّارِ قَالَ فَلَمَّا رَأى الْكَرَاهِيَة فِي وَجْهِهَا قَالَ لَوْ رَأَيْت مَكَانَهُمَا لَأَبْغَضْتِهِمَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَوَلَدِي مِنْكَ قَالَ فِي الْجَنَّة قَالَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ وَأَوْلَادهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمُشْرِكِينَ

وَأَوْلَادَهُمْ فِي النَّارِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذریاتهم

حضرت علی سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ نے نبی کریم ﷺ سے اپنے ان بچوں کے بارے میں سوال کیا جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دونوں جہنم میں ہیں جب نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ کے چہرے پر غم کے آثار دیکھے تو فرمایا کہ اگر تم ان کا ٹھکانہ دیکھتیں تو تم ان سے نفرت کرتیں انہوں نے پھر عرض کی اچھا جو میرے بچے آپ سے پیدا ہو کر فوت ہوئے وہ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان اور ان کے بچے جنت میں ہیں اور کفار اور ان کی اولاد جہنم میں اور مذکورہ حدیث میں فرمایا

عن ابن مسعود قال قال رسول الله الوالدة والمولودة فى النار رواه ابو داود

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا زندہ دفن کرنے والی ماں اور زندہ دفن ہونے والی بچی دونوں جہنم میں ہیں۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ کافروں کے بچے داخل جہنم ہوں گے۔

اور اس کے برعکس آیت کریمہ لا يكلف الله نفسا الا وسعها کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے دوسری آیت میں ہے وما كنا معذبين بلا جرم کسی کو عذاب نہیں ہوگا۔

اور حدیث میں آپ ﷺ نے توقف فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کفار کے بچوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ جانے وہ کیا اعمال کرتے یعنی کفریہ اعمال کرتے یا اسلامی تاکہ ان کے جنتی ہونے یا جہنمی ہونے کا حکم مرتب کیا جا سکے۔

آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کے بچے جہنم کے حقدار نہیں لہذا تعارض واضح ہے۔

کفار کے بچوں کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

علمائے کرام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ حدیث جس میں کفار کے بچوں کو جہنمی قرار دیا گیا آیت کریمہ لا يكلف الله نفسا الا وسعها دوسری آیت میں ہے وما كنا معذبين بلا جرم کسی کو عذاب نہیں ہوگا اور دیگر احادیث سے منسوخ ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک کفار کے نابالغ بچے جنتی ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ جنت میں جنتیوں کے خادم ہوں گے۔ الغرض اثبات عذاب کی روایات منسوخ ہیں اور عذاب کی نفی والی آیت اور حدیث ناسخ ہیں اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿46﴾ موت کے وقت کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ آدم مسح ظَهره فَسقط مِنْ ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنَيْ كُلِّ إِنْسَانٍ

مِنهُم وَبِيصًا مِنْ نُورٍ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى آدَمَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ هٰؤُلَاءِ ذُرِّيَّتُكَ فَرَأَى رَجُلًا مِنْهُمْ فَأَعْجَبَهُ وَبِيصُ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَقَالَ أَيْ رب من هٰذَا فَقَالَ هٰذَا رجل من آخر الأُمَم من ذريتك يُقَالُ لَهُ دَاوٗدُ فَقَالَ رَبِّ كَمْ جَعَلْتَ عُمْرَهُ قَالَ سِتِّينَ سنة قَالَ أَيْ رب زده من عمري أَرْبَعِينَ سنة فَلَمَّا قضى عمر آدم جاءَهُ ملك الْمَوْت فَقَالَ أَوَلَمْ يَبْقَ مِنْ عُمْرِي أَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ أولم تعطها ابنك داؤد قَالَ فجحد آدم فجحدت ذُريَّته وَنسي آدم فنسيت ذُرِّيَّته وخطىء آدم فخطئت ذُرِّيَّته .رَوَاهُ التِّرمِذِيّ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے جب آدم کو پیدا فرمایا تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کی ارواح نکالیں جن کو اللہ نے پیدا فرمانا ہے اور ان میں سے ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی چمک دی پھر انہیں آدم پر پیش فرمایا وہ بولے اے رب عزوجل یہ کون ہیں فرمایا تمہاری اولاد ان میں سے ایک شخص کو دیکھا ان کی آنکھوں کے بیچ کی چمک انہیں بہت پسند آئی عرض کی الٰہی یہ کون ہیں فرمایا یہ داود ہیں عرض کی الٰہی ان کو عمر کتنی عطا فرمائی ارشاد ہوا ساٹھ سال عرض کی الٰہی میری عمر میں سے چالیس سال انہیں مزید عطا فرما دے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب حضرت آدم کی عمر، ان چالیس سال کے علاوہ پوری ہوگئی تو ان کے پاس موت کا فرشتہ حاضر ہوا حضرت آدم نے فرمایا ابھی تو میری عمر کے چالیس سال مزید پڑے ہوئے ہیں اللہ رب العزت نے فرمایا کیا وہ اپنے بیٹے حضرت داود کو نہیں دے چکے تو حضرت آدم نے انکار کر دیا اس لئے ان کی اولاد انکار کرنے لگی حضرت آدم بھول کر درخت سے کھا گئے اس لئے ان کی اولاد بھی بھولنے لگی حضرت آدم نے خطا کی تو ان کی اولاد بھی خطائیں کرنے لگی۔

حدیث مذکورہ میں حضرت آدم نے حضرت داود کے متعلق عرض کی الٰہی یہ کون ہیں فرمایا یہ داود ہیں عرض کی الٰہی ان کو عمر کتنی عطا فرمائی ارشاد ہوا ساٹھ سال عرض کی الٰہی میری عمر میں سے چالیس سال انہیں مزید عطا فرما دے اور پھر آدم کی عمر چالیس سال کم کر کے حضرت داود کی عمر چالیس سال بڑھا دی گئی۔ جبکہ اس کے برخلاف آیت کریمہ میں ارشاد خداوندی ہے

فاذا جاء اجلهم فلا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون۔ جب ان کی موت کا وعدہ آئے گا تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے۔

حدیث میں مقررہ عمر میں کمی بیشی ثابت ہو رہی ہے ایک کی عمر چالیس سال بڑھا دی گئی اور دوسرے کی چالیس سال گھٹا دی گئی جبکہ آیت میں ارشاد ہوا کہ عمر میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی آیت اور حدیث میں موت کے وقت کے بارے تعارض پایا جا رہا ہے۔

موت کے وقت کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

حکیم الامت اس تعارض کی تطبیق اس طرح فرماتے ہیں کہ آیت میں تقدیر مبرم یعنی علم الٰہی کا ذکر ہے اور حدیث میں تقدیر

معلق کی تحریر کا ذکر ہے۔ یا آیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اختیار سے اپنی عمر کم وبیش نہیں کرسکتا اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کی دعا سے رب تعالی عمریں گھٹا بڑھا دیتا ہے آخر حضرت عیسی مردوں کو زندہ فرماتے تھے انہیں آپ کی دعا سے نئی عمریں مل جاتی تھیں سچ ہے دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے۔ مراۃ المناجیح ج ا ص ۱۲۱

﴾47﴿ آدم کی پشت سے پیدا ہونے والی اولاد کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ حِينَ خَلَقَهُ فَضَرَبَ كَتِفَهُ الْيُمْنَى فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّةً بَيْضَاءَ كَأَنَّهُمُ الذَّرُّ وَضَرَبَ كَتِفَهُ الْيُسْرَى فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّةً سَوْدَاءَ كَأَنَّهُمُ الْحُمَمُ فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَمِينِهِ إِلَى الْجَنَّةِ وَلَا أُبَالِي وَقَالَ لِلَّذِي (ص43:) فِي كَفِهِ الْيُسْرَى إِلَى النَّارِ وَلَا أُبَالِي. رَوَاهُ أَحْمَدُ

ترجمہ: حضرت ابودرداء نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جب اللہ تعالی نے آدم کو پیدا فرمایا تو ان کے داہنے کندھے پر دست قدرت لگایا جس سے سفید رنگ کی اولاد چیونٹیوں کی طرح نکالی اوران کے بائیں کندھے پر مارا تو کالی اولاد کو کوئلے کی طرح نکالی پھر داہنے والوں کے متعلق فرمایا کہ یہ جنت کی طرف ہیں مجھے پرواہ نہیں بائیں کندھے والوں کے بارے میں فرمایا یہ جہنم کی طرف ہیں مجھے پرواہ نہیں۔

جبکہ اس کے برعکس ایک اور حدیث میں ہے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ آدم مسح ظهره فسقط من ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنَيْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ وَبِيصًا مِنْ نُورٍ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى آدَمَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ مَنْ هَؤُلَاءِ قَالَ هَؤُلَاءِ ذُرِّيَّتُكَ فَرَأَى رَجُلًا مِنْهُمْ فَأَعْجَبَهُ وَبِيصُ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَقَالَ أَي رب من هَذَا فَقَالَ هَذَا رجل من آخر الْأُمَم من ذريتك يُقَال لَهُ دَاوُد رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے جب آدم کو پیدا فرمایا تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کی ارواح نکالیں جن کو اللہ نے پیدا فرمانا ہے اوران میں سے ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی چمک دی پھر انہیں آدم پر پیش فرمایا وہ بولے اے رب عزوجل یہ کون ہیں فرمایا تمہاری اولاد ان میں سے ایک شخص کو دیکھا ان کی آنکھوں کے بیچ کی چمک انہیں بہت پسند آئی عرض کی الٰہی یہ کون ہیں فرمایا یہ داود ہیں۔

پہلی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالی نے آدم کو پیدا فرمایا تو ان کے داہنے کندھے پر دست قدرت لگایا

جس سے سفید رنگ کی اولاد چیونٹیوں کی طرح نکالی اوران کے بائیں کندھے پر مارا تو کالی اولاد کو کوئلے کی طرح نکالی۔

جبکہ دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے جب آدم کو پیدا فرمایا توان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا توان کی پشت سے قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کی اروح نکالیں جن کو اللہ نے پیدا فرمانا ہے اوران میں سے ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی چمک دی۔ دونوں احادیث میں اولاد آدم کی رنگت میں تعارض ہے ایک میں فرمایا سب کی آنکھوں کے درمیان میں چمک تھی دوسری حدیث میں فرمایا دائیں طرف والے سفید یعنی جنتی اور بائیں طرف والے کالے یعنی جہنمی تھے۔

آدم کی پشت سے پیدا ہونے والی اولاد کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان میں تطبیق اس طرح ممکن ہوگی کہ یہ دونوں واقعات مختلف اوقات کے ہیں ایک بار جب ساری ذریت کو آدم کی پشت سے نکالا تو اس وقت سب کی پیشانی میں فطری چمک تھی اور جب دوسری بار آدم کی پشت سے اولاد نکالی تو اس وقت جہنمی کالے اور جنتی سفید رنگ کے تھے لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿48﴾ سماع موتی کی احادیث میں تعارض:

عن عمر قال ان رسول الله ﷺ كان يرينا مصارع اهل بدر بالامس يقول هذا مصرع فلان غدا انشاء الله قال فقال عمر فوالذى بعثه بالحق ما اخطئوا الحدود التى حد رسول الله قال فجعلوا فى بئر بعضهم على بعض فانطلق رسول الله حتى انتهى اليهم فقال يا فلان بن فلان ويا فلان بن فلان هل وجدتم ماوعدكم الله و رسوله حقا قال عمر يا رسول الله ﷺ كيف تكلم اجسادا لا ارواح فيها قال ما انتم باسمع لما اقول منهم غير انهم لايستطيعون ان يردوا على شيئا ۔ صحیح مسلم ص ۷۷ کتاب الجنۃ

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے جنگ بدر سے ایک دن پہلے ہمیں کفار کے گرنے کی جگہیں دکھا رہے تھے آپ فرما رہے تھے ان شاء اللہ کل فلاں یہاں گرے گا حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کے گرنے کی جو جگہ بتائی تھی وہ اس حد سے بالکل متجاوز نہیں ہوئے حضرت عمر نے کہا پھر ان کی لاشوں کو اوپر تلے کنویں میں ڈال دیا گیا پھر رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں تم نے اللہ اور اس کے رسول کے وعدے کو حق پالیا کیونکہ میں نے تو اللہ کے وعدے کو حق پالیا ہے حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ان جسموں سے بات کیسے کر رہے ہیں جن میں روح ہی نہیں آپ نے فرمایا میں جو باتیں ان سے کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے البتہ وہ میری بات کا جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے

میت جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے:

عن انس رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال العبد اذا وضع فی قبره و ذهب اصحابه حتی انه یسمع قرع نعالهم۔ صحیح بخاری ج ا ص ۱۷۸

ترجمه: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندے کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس کو چھوڑ کر واپس چلے جاتے ہیں تو میت ان کے جوتوں کی آواز تک کو سنتا ہے۔

میت سنتا بھی ہے اور پہچانتا بھی ہے:

عن ابن عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ما من احد یمر بقبر اخیه المومن کا یعرفه فسلم علیه الا عرفه و رد علیه السلام۔ وفاء الوفاء باب زیارت قبور

ترجمه: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بھی اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جس کو وہ پہچانتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے تو میت اس کو پہچانتا بھی ہے اور اس کو سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔

تشریح: ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اہل قبور زندوں کی آواز سنتے بھی ہیں اور ان کی بات کا جواب بھی دیتے ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس آیت اور حدیث میں کچھ اس طرح ہے۔

قرآن میں ہے کہ،، بے شک آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے ،، اس آیت میں مردوں کی سماعت کی نفع ہو رہی ہے۔

ایک حدیث پاک میں حضرت عائشہ سماع موتی کا انکار کرتی ہیں لہذا آیت اور احادیث میں تعارض واضح ہے۔

سماع موتی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض (۱): قرآن میں ہے کہ،، بے شک آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے ،، اس آیت میں مردوں کی سماعت کی نفع ہو رہی ہے۔

جواب: اس آیت میں اسماع یعنی سنانے کی نفی ہے سماع یعنی سننے کی نفی نہیں لہذا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ان کو سنا نہیں سکتے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سن بھی نہیں سکتے یہ بالکل ایسا ہے جیسے قرآن میں ہے کہ،، **انك لا تهدی من احببت** ،، آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ہدایت پا بھی نہیں سکتے۔

تعارض (۲): ایک حدیث پاک میں حضرت عائشہ سماع موتی کا انکار کرتی ہیں۔

جواب: جمہور صحابہ اور فقہا و علماء مشائخ سماع موتی کے قائل ہیں حضرت عائشہ کے اپنے عمل سے ثابت ہے کہ وہ سماع موتی کی قائل ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر جاتی تو بغیر پردہ کر کے جاتی لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو

میں حضرت عمر سے حیاء کی وجہ سے پردہ کر کے مزار کی حاضری دیتی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ اہل قبور کی بصارت اور سماعت کی قائل تھیں۔

تعارض (۳): جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم سے جدا ہو جاتی ہے جس سے حیات زائل ہو جاتی ہے جب حیات ہی نہیں تو سماعت کہاں سے آگئی؟

جواب: اس کے دو جواب ہیں علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ سماع موتی اس وقت متحقق ہوتی ہے جب میت کے جسم یا اس کے کسی جز میں روح لوٹا دی جائے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی اس پر قادر ہے کہ بغیر روح کے جسم میں حیات پیدا کر دے اور اس کی کئی مثالیں موجود ہیں دیکھیں کھجور کے تنے میں حیات نہیں پھر بھی نبی کریم ﷺ کے فراق میں چیخیں مار مار کر روتا رہا ابوجہل کی مٹھی میں نبی کریم ﷺ کے حکم سے کنکریوں نے کلمہ پڑھا ان میں حیات آگئی حضور نبی کریم ﷺ کے راستے میں جو پتھر اور درخت آتا آپ پر سلام پڑھتا ایک درخت کو اپنے پاس بلایا اس میں حیات آگئی وہ جڑوں سے زمین چیرتا ہوا آپ کے پاس حاضر ہوا۔ اس کے علاوہ بکثرت احادیث وواقعات موجود ہیں کہ بغیر روح کے حیات پیدا ہوگئی اور اللہ تعالی اس پر قادر ہے۔

﴿49﴾ عذاب قبر کی احادیث میں تعارض:

ومن اهل المدينه مردوا على النفاق لاتعلمهم و نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذاب عظيم ۔ سورہ توبہ۔۱۰۱

ترجمہ کنز الایمان: اور بعض اہل مدینہ نفاق پر ڈٹ جائیں گے آپ انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں عنقریب ہم ان کو دو عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں منافقوں پر اخروی عذاب سے پہلے دو عذابوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک عذاب دنیا میں رسوائی کا عذاب اور دوسرا عذاب قبر کا عذاب ہے اور بڑا عذاب قیامت کا عذاب ہوگا اور عذاب کے تحقق کے لئے ضروری ہے کہ میت اس کو دیکھے اور اسے سنے معلوم ہوا میت قبر میں سماعت کرتی ہے۔

النار يعرضون عليها غدوا و عشيا و يوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب ۔

سورہ مومن۔۴۶

ترجمہ کنز الایمان: انہیں یعنی قوم فرعون کو جہنم کی آگ پر صبح وشام پیش کیا جاتا ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو ،،فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ،، آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کرو۔

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے قوم فرعون کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور یہی

عذاب قبر ہے۔ ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اہل قبور کفار و فاسقین کو عذاب قبر ہوتا ہے۔
جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے۔
ارشاد خداوندی ہے کہ **وما انت بمسمع من فی القبور۔** فاطر ۲۲
ترجمہ: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔
اس آیت سے معلوم ہوا کہ قبر والوں میں حیات نہیں ہوتی جب حیات نہیں تو عذاب قبر کیسا؟

عذاب قبر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ھے کہ آیت کریمہ میں جو ارشاد ہے کہ **وما انت بمسمع من فی القبور۔** آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قبر والے کان سے نہیں سنتے کیونکہ جسم تو کچھ عرصہ بعد گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے اس لئے یہاں حواس سے سننے کی نفع ہے اور اہل قبور حواس سے نہیں بلکہ روح کی قوت سے سنتے ہیں۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ اس آیت میں آپ کے سنانے کی نفی ہے قبر والوں کے سننے کی نفی نہیں اب آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح قبر والوں کے لئے ان کی موت کی وجہ سے آپ کی نصیحت فائدہ مند نہیں ہے اسی طرح کفار مکہ پر بھی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے آپ کی نصیحت سود مند نہیں ہے۔

چند دیگر اعتراضات اور ان کے جوابات:

اعتراض: ایک سوال یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی قبر نہیں بنتی پھر ان کے حق میں عذاب قبر کیسے ہوگا؟

جواب: یہ ہے کہ قبر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں میت کے اجزاء اصلیہ ہوں خواہ وہ زمین کا گڑھا ہو یا سمندر کی تہ ہو یا جانور کا پیٹ اسی جگہ اسے عذاب ہوگا۔

اعتراض: دوسرا سوال یہ ہے کہ کچھ عرصہ بعد بدن گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے پھر بدن پر عذاب کیسے ہوگا؟

جواب: یہ ہے کہ بدن کے اجزاء اصلیہ کو اللہ تعالی بہر حال باقی رکھتا ہے جن کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے اور ان پر عذاب کی کیفیات وارد ہوتی ہیں۔

اعتراض: بسا اوقات جنگلی جانور انسان کو کھا جاتے ہیں اور اگر ان پر آگ کا عذاب ہوتا ہے تو اس سے جانوروں کو تکلیف کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: یہ ہے کہ جانور عالم دنیا میں ہے اور اسی کے اندر میت کے اجزاء پر عالم برزخ میں عذاب کی کیفیات گزر رہی ہیں اور ایک عالم کے احوال دوسرے عالم پر منکشف نہیں ہوتے، مثلا ہمارے پیٹ میں جب کیڑے ہوتے ہیں ان پر زندگی

اور موت اور درد و راحت کے تمام احوال گزرتے ہیں اور ہم کو پتا تک نہیں چلتا زندگی اور موت ہمارے پیٹ میں رونما ہو رہے ہیں اور ہمیں احساس تک نہیں۔

اعتراض: چوتھا سوال یہ ہے کہ کہا جاتا ہے میت کو گرز سے مارا جاتا ہے وہ چیختا چلاتا ہے اس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں جسم جل جاتا ہے لیکن جب قبر کھود کر میت کو دیکھا جائے تو جسم اسی طرح پڑا ہوتا ہے کسی چوٹ کا نشان نہیں، جلنے کی کوئی علامت نہیں اور ٹوٹ پھوٹ کا کوئی اثر نہیں، مار کی وجہ سے جسم میں حرکت واضطراب نہیں تو عذاب کہاں گیا؟

جواب: اس کا جواب بھی وہی ہی ہے کہ یہ الگ الگ عالموں کے احوال ہیں حضور ﷺ جنات اور فرشتوں سے باتیں کرتے تھے اس مجلس میں صحابہ ہوتے تھے انہیں پتا تک نہ چلتا خواب میں کسی آدمی کو مار پڑتی ہے اور اسی عالم میں وہ درد اور اذیت محسوس کرتا ہے لیکن اس کے پاس بیٹھے بیدار شخص کو پتا نہیں چلتا اسی طرح برزخ کے احوال دنیا والوں پر منکشف نہیں ہوتے۔

اعتراض: ایک اعتراض یہ ہے کہ قبر میں انسان زندہ رہ سکتا ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ کسی زندہ آدمی کو قبر میں دفن کر دیں اور وہ زندہ رہے؟

جواب: یہ ہے کہ دونوں زندگیوں کی نوعیت میں فرق ہے اونٹنی اور گائے کے پیٹ میں بچہ زندہ ہوتا ہے لیکن اگر کسی انسان یا جانور کو اونٹنی اور گائے کے پیٹ کا آپریشن کر کے اس میں ڈال دیا جائے تو وہ زندہ نہ رہ سکے گا۔

اعتراض: آیت کریمہ میں ہے کہ ان کو صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ قبر میں عذاب دائمی نہیں ہوتا۔

جواب: دن کی دو طرفیں ہوتی ہیں صبح اور شام آیت میں دونوں طرفوں کا ذکر کیا اور مراد قیامت تک کا دائمی عذاب ہے یعنی قیامت تک دن رات مطلب ہر وقت عذاب ہوتا رہے گا۔

﴿50﴾ وسعت قبر کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ أَتَاهُ مَلَكَانِ (ص47:) أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْآخَرُ النَّكِيرُ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرجل فَيَقُول مَا كَانَ يَقُول هُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ هَذَا ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِينَ ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيهِ ثُمَّ يُقَالُ لَهُ نَمْ فَيَقُولُ أَرْجِعُ إِلَى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ فَيَقُولَانِ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ الَّذِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ حَتَّى يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ سَمِعْتُ النَّاس يَقُولُونَ فَقُلْتُ مِثْلَهُ لَا أَدْرِي فَيَقُولَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ ذَلِكَ فَيُقَالُ لِلْأَرْضِ

اَلْتَئِمِی عَلَیہِ فتلتئم عَلَیہِ فتختلف فِیھَا أَضلَاعُہُ فَلَا یَزَالُ فِیھَا مُعَذَّبًا حَتّٰی یَبْعَثَہُ اللہ من مضجعہ ذٰلِكَ .رَوَاہُ التِّرمِذِیّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کی قبر میں دو سیاہ رو نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں وہ پوچھتے ہیں تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے پس وہ شخص وہی کہے گا جو زندگی میں کہتا تھا وہ کہے گا یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ فرشتے کہیں گے ہم کو معلوم تھا تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر کو ستر ہاتھ وسیع کر دیا جاتا ہے اور نور سے منور کر دیا جاتا ہے اور اگر قبر والا منافق ہو تو وہ کہے گا میں نے لوگوں کو ایک ہی بات کہتے ہوئے سنا ہے تو سو اسی طرح کہہ دیا مجھے کچھ علم نہیں پھر زمین کو کہا جائے گا اس کو دباؤ زمین اس کو اس طرح دبائے گی کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف گھس جائیں گی پھر اس کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا حتی کہ اللہ تعالی اس کو قبر سے اٹھائے گا۔ جامع ترمذی

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کی قبر میں دو سیاہ رو نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں وہ پوچھتے ہیں تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے پس وہ شخص وہی کہے گا جو زندگی میں کہتا تھا وہ کہے گا یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ فرشتے کہیں گے ہم کو معلوم تھا تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر کو تا حد نظر وسیع کر دیا جاتا ہے۔

پہلی حدیث میں وسعت قبر ستر ہاتھ ہے جبکہ دوسری حدیث میں تا حد نظر کا ذکر ہے جو کہ بظاہر تعارض ہے۔

وسعت قبر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حکیم الامت فرماتے ہیں ستر گز سے مراد چار ہزار نو سو گز ہیں جو ستر کو ستر سے ضرب دینے سے حاصل ہوتا ہے لہذا ستر گز کا بیان وسعت قبر کو بیان کرنے کے لئے ہے نہ کہ حصر کے لئے جو دوسری روایت میں تا حد نظر کا ذکر ہے وہ حدیث اس ستر گز والی حدیث کی تفسیر ہے لہذا ان میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿51﴾ قبر کے سوالات کے بارے احادیث میں تعارض:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللَّهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دِينُكَ فَيَقُولُ دِينِي الْإِسْلَام فَيَقُولَانِ لَهُ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ قَالَ فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولَانِ وَمَا يُدْرِيكَ فَيَقُولُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ فَذٰلِكَ قَولُ الله عز وجل (يثبت الله الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الآيَة ثُمَّ اتفقا قَالَ فينادي مُنَادٍ من السَّمَاءِ أَن قد

صدق عَبدِی فأفرشوه مِنَ الجَنَّةِ وَافتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الجَنَّةِ وأَلبسوه من الجنّة قَالَ فيأتيه من روحها وطيبها قَالَ وَيفتح لَهُ فِيهَا مد بَصَره قَالَ وَإِن الْكَافِر فَذكر مَوته قَالَ وتعاد رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ هَاهْ هَاهْ لَا أَدرِي (ص48:) فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دِينُكَ فَيَقُولُ هَاهْ هَاهْ لَا أَدرِي فَيَقُولَانِ مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ فَيَقُولُ هَاهْ هَاهْ لَا أَدرِي فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنَّ كَذَبَ فَأَفرِشُوهُ مِنَ النَّارِ وَأَلبِسُوهُ مِنَ النَّارِ وَافتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ قَالَ فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا قَالَ وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَختَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ ثُمَّ يقيض لَهُ أعمى أبكم مَعَهُ مِرزَبَّةٌ مِن حَدِيدٍ لَو ضُرِبَ بِهَا جبل لصار تُرَابا قَالَ فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ المَشرِقِ وَالمغرب إِلَّا الثقلَيْن فَيصير تُرَابا قَالَ ثُمَّ تُعَاد فِيهِ الرّوح .رَوَاهُ أَحْمد وَأَبُو دَاوُد

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردے کے پاس اس کی قبر میں دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں وہ پوچھتے ہیں تمہارا رب کون ہے وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر کہتے ہیں تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے پس وہ شخص وہی کہے گا یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ فرشتے کہیں گے تم کو کیسے معلوم تھا وہ کہے گا میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اسے سچا جانا آپ ﷺ فرماتے ہیں پھر آسمان سے منادی ندا کرے گا کہ میرا بندہ سچا ہے لہذا اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو اسے جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو پھر اس کی قبر میں جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے پھر اس تک جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور تا حد نظر اس کی قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اگر قبر والا کافر ہو تو اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں وہ پوچھتے ہیں تمہارا رب کون ہے وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے کچھ علم نہیں پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے کچھ علم نہیں پھر کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے کچھ علم نہیں پھر آسمان سے منادی ندا کرے گا کہ میرا بندہ جھوٹا ہے لہذا اس کے لئے آگ کا بچھونا بچھاؤ اسے آگ کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جہنم کی کھڑکی کھول دو پھر اس کی قبر میں جہنم کی گرمی اور گرم لو آتی ہے پھر زمین اس کو اس طرح دبائے گی کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف گھس جائیں گی پھر اس پر اندھے بہرے فرشتے مسلط کر دیئے جاتے ہیں جن کے پاس لوہے کے ہتھوڑے ہوتے ہیں اگر ان کے ساتھ پہاڑ کو مارا جائے تو وہ بھی مٹی ہو جائے اس کو مسلسل مار ہوتی رہے گی ایسی مار کہ جس سے جن اور انسان کے سوا مشرق مغرب کی مخلوق سنتی ہے جس سے وہ مٹی ہو جاتا ہے پھر اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردے کے پاس اس کی قبر میں دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں وہ پوچھتے ہیں تمہارا رب کون ہے وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر کہتے ہیں تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے پس وہ شخص وہی کہے گا یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اس حدیث میں مردے سے تین سوالات کئے گئے جب کہ دوسری حدیث میں ہے،،

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندے کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تو اس شخص محمد ﷺ کے متعلق کیا کہا کرتے تھے وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔

اس حدیث میں مردے سے صرف ایک سوال کیا گیا ان دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے۔

قبر کے سوالات کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

فقہاء نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ ایک سوال والی حدیث جس میں صرف نبی کریم ﷺ کے بارے میں سوال کیا گیا یہی ایک سوال سب سے اہم ہے یہاں تک کہ پہلے دونوں سوالوں کے جوابات کی قبولیت بھی اسی جواب کے صحیح ہونے پر ہے آخری جواب درست ہوا تو پہلے درست قرار پائیں گے اگر آخری کا جواب ہی نہ بن پڑا تو پہلے بھی رد ہو جائیں گے کیونکہ جس نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں صحیح جواب دے دیا تو اس کا مطلب ہے وہ پہلے دونوں کے حق ہونے کا بھی معتقد ہے جس نے حضور کو مان لیا گویا اس نے رب کو اور اسلام کو مان لیا اس لئے اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿52﴾ سانپوں کی تعداد کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم :يُسلط عَلَى الْكَافِرِ فِي قَبْرِهِ تِسعَةٌ وَتِسعُونَ تِنِّينًا تنهشه وتلدغه حَتَّى تقوم السَّاعَة وَلَو أَنَّ تِنِّينًا مِنهَا نَفَخ (ص49:) فِي الْأَرْضِ مَا أَنبَتَت خَضِرًا .رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَرَوَى التِّرمِذِيُّ نَحوَهُ وَقَالَ :سَبعُونَ بدل تِسعَة وَتسعُونَ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط کئے جاتے ہیں جو اس کو کاٹتے اور بھنبھوڑتے رہیں گے حتیٰ کہ قیامت قائم ہوگی۔ اگر ان میں سے ایک سانپ زمین پر اپنی پھونک مار دے تو زمین پر کبھی سبزہ پیدا نہ ہو۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ننانوے سانپوں کا ذکر فرمایا جبکہ دوسری حدیث جو ترمذی سے روایت ہے اس میں آپ

نے فرمایا حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کافر پراس کی قبر میں ستر سانپ مسلط کئے جاتے ہیں جو اس کو کاٹتے اور بھنبھوڑتے رہیں گے حتی کہ قیامت قائم ہوگی اس میں ستر سانپوں کا ذکر ہے۔

سانپوں کی تعداد کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

دونوں حدیث میں سانپوں کی تعداد میں حصر مراد نہیں ہے بلکہ ستر یا نوے کا ذکر کرنے کا مطلب کثرت کو بیان کرنا ہے یعنی کافر کی قبر میں بے شمار یعنی کثیر سانپ داخل کئے جاتے ہیں لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿53﴾ متبرک چیزوں کو چومنے کی احادیث میں تعارض:

عند داود بن ابی صالح قال ثم اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجهه علی القبر فقال اندری ما تصنع فاقبل علیه فاذا هو ابو ایوب فقال نعم جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ یقول لا تبکوا علی الدین اذا ولیه اهله ولکن ابکوا علیه اذا اهله۔ مسند امام احمد ج۵ ص۴۲۲۔ المستدرک ج۴ ص۵۶۰۔ طبرانی ج۴ ص۱۵۸

ترجمه: حضرت داود بن صالح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مروان آیا تو اس نے ایک آدمی کو نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر اپنا سر رکھے ہوئے پایا تو اس نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں! تو جب مروان نے توجہ کی تو وہ آدمی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دین پر مت رویا کرو جب اس کا ولی اہل دین ہو لیکن اس وقت رویا کرو جب اس کا ولی نااہل ہو۔

ان بلالا رای النبی ﷺ فی منامه وهو یقول ما هذه الجفوه یا بلال اما آن لك ان تزورنی فانتبه حزینا ورکب راحلته وقصد المدینة فاتی قبر النبی ﷺ فجعل یبکی عنده ویمرغ وجهه علیه فاقبل الحسن والحسین فجعل یضمهما ویقبلهما۔

شفاء السقام ص۳۹۔ نیل الاوطار ج۵ ص۱۸۰

ترجمه: حضرت بلال نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال یہ کیا جفا ہے کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو ہماری زیارت کے لئے آئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ غم زدہ ڈرتے اور روتے مدینہ کی طرف چل پڑے نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر آئے قبر پر اپنا چہرہ رکھ دیا اور رونے لگے اتنے میں امام حسن اور امام حسین آ گئے آپ نے ان دونوں کو سینے سے لگایا اور بوسے دئے۔ جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے۔

حدیث میں ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے کہا اے حجر اسود تو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان

اگر میں نے حضورﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مزارات کو بوسہ نہ دیا جائے جبکہ سابقہ احادیث میں چومنے کا ثبوت ہے۔

متبرک چیزوں کو چومنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ پوری روایت اس طرح ہے کہ،، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے کہا اے حجر اسود تو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان اگر میں نے حضورﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جواب دیا اے امیر المومنین حجر اسود نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی کیونکہ جب میثاق کے دن اللہ تعالی نے عہد لیا تو وہ عہد نامہ ایک ورق پر لکھ کر اس حجر اسود میں رکھا اور یہ حجر اسود قیامت کے دن آئے گا اس کی آنکھیں بھی ہوں گی اس کی زبان بھی ہوگی اور اس کے لب بھی ہوں گے اور مومنین کی گواہی دے گا لہذا یہ اللہ اور مسلمانوں کا گواہ ہوگا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی جہاں تم نہ ہو اللہ مجھے وہاں نہ رکھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حجر اسود بروز حشر اپنے بوسہ دینے والوں کی سفاعت کرے گا۔ اور آحادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ اولیاء اللہ بھی اللہ تعالی کے اذن سے شفاعت کریں گے لہذا ان کے مزار کو بوسہ دینا بدرجہ اولی جائز ہوگا۔

اعتراض: قبروں کو چومنا حرام ہے کیونکہ اس میں سجدے کی صورت بن جاتی ہے اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔

جواب: زمین پر سات اعضاء دونوں پنجے، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور ناک و پیشانی کا لگنا سجدہ کہلاتا ہے اور سجدہ کو سجدہ تب کہتے ہیں جب اس میں سجدہ کی نیت بھی ہو۔ اور جب کوئی شخص کسی ولی کے مزار کو بوسہ دیتا ہے تو نہ تو اس وقت اس کی سجدہ کرنے کی نیت ہوتی ہے اور نہ وہ غیر اللہ کو سجدہ کرنے کا تصور کر سکتا ہے اس کا بوسے کے لئے جھکنا حصول تبرک کے لئے ہوتا ہے سجدے کے لئے نہیں اور حصول تبرک کے لئے بوسہ دینا اس کا جواز ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں۔

﴿54﴾ افضل خصلت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ هَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَلِمُسْلِمٍ قَالَ " :إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ؟ قَالَ :مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ من لِسَانه وَيَده "

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دے یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور مسلم میں الفاظ اس طرح ہیں کسی شخص نے نبی کریمﷺ سے پوچھا کہ کون سا مسلمان بہتر ہے تو آپﷺ نے فرمایا جس

کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

اس حدیث پاک میں ہے **ای المسلمین خیر قال من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔**

نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کون سا مسلمان بہتر ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے،،

ای الاسلام خیر ؟ قال تطعم الطعام و تقرء السلام علی من عرفت و من لم تعرف۔

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو جس کو تم پہچانتے ہو یا جس کو تم نہیں پہچانتے۔

پہلی حدیث میں مسلمانوں کو ہاتھ اور پاؤں سے کسی کو تکالیف سے محفوظ رکھنے کو افضل خصلت بیان فرمایا جبکہ دوسری حدیث میں کھانا کھلانے کو افضل خصلت بیان فرمایا ان دونوں احادیث میں بظاہر تعارض ہے لیکن ان میں اس طرح تطبیق قائم کی جا سکتی ہے۔

افضل خصلت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں مختلف قسم کے اور مختلف طبیعتوں کے لوگ حاضر ہوتے لہذا آپ ہر سائل کو اس کی طبیعت اور عادت کے مطابق جواب ارشاد فرماتے مثلاً اگر کوئی غصیلہ آدمی آپ سے کوئی سوال کرتا تو آپ اس کو فرماتے ،،افضل مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں،، اور اگر کوئی کنجوس حاضر ہو کر سوال کرتا تو آپ اس کو فرماتے ،،افضل اسلام یہ ہے کہ تم کھانا کھلاؤ،، اور اگر کوئی لا پرواہ حاضر ہو کر سوال کرتا تو آپ فرماتے ،،سلام کرو جس کو تم پہچانتے ہو یا جس کو تم نہیں پہچانتے،،۔ لہذا ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿55﴾ حیات انبیاء کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَإِنَّ أحدا لن يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ :قُلْتُ :وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ :إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ .رَوَاهُ ابْنُ مَاجه

روایت ہے حضرت ابودرداء سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر جمعہ کے دن درود زیادہ پڑھو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر کوئی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے حتی کہ اس سے فارغ ہو جائے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کیا موت کے بعد بھی فرمایا کہ اللہ نے زمین پر نبیوں کے

جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے لہذا اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔(ابن ماجہ 1637)

مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے لہذا اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" بے شک آپ میت ہیں اور وہ بھی۔

حیات انبیاء کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

مذکورہ آیت کریمہ "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ آیت میں موت سے مراد حسی موت ہے جس پر بعض احکام موت کے جاری ہو جاتے ہیں جیسے غسل، کفن، دفن، وغیرہ اور یہاں حدیث میں زندگی سے حقیقی زندگی مراد ہے، نیز وہاں آیات میں موت سے مراد ہے روح کا جسم سے علیحدہ ہو جانا اور یہاں زندگی سے مراد ہے روح کا جسم وغیرہ میں تصرف کرنا، جیسے ہماری سیلانی روح نیند میں جسم سے نکل کر جسم کو زندہ رکھتی ہے یوں ہی ان کی مقامی روح بوقت وفات جسم سے نکل کر بھی زندگی باقی رکھتی ہے۔ لہذا نہ تو آیات متعارض ہیں اور نہ حدیث وقرآن میں کچھ تعارض اس لیئے اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے میت الگ بولا گیا اور دوسرے کے لیئے میتون علیحدہ، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی دوسروں کی طرح ہوتی تو یوں فرمایا جاتا "اِنَّكَ وَاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ"۔

﴿56﴾ کثرت سوال سے منع کرنے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم :أَن أَعظم الْمُسلمين فِي لامسلمين جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ علي النَّاس فَحرم من أجل مَسْأَلته

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں بڑا مجرم وہ ہے جو کسی غیر حرام چیز کے بارے میں سوال کرے اور اس کے کثرت سوال کرنے کی وجہ سے وہ چیز حرام ہو جائے۔

اس میں سوال کی مذمت بیان کی گئی جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون۔ اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ آیت میں سوال کرنے کا حکم ہے۔

کثرت سوال سے منع کرنے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

حدیث پاک میں بلا ضرورت سوال کرنے کی ممانعت ہے بعض لوگوں کو بلا ضرورت ہر بات کریدنے کی عادت ہوتی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حج فرض ہے تو ایک شخص نے کہا کیا ہر سال فرض ہے تو آپ نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا جیسا کہ بنی اسرائیل گائے کے بارے میں بلا ضرورت سوال کرنے کی وجہ سے پھنس گئے اور جو ان کے لئے حلال تھا بلا ضرورت سوالات کی وجہ سے وہ ان پر حرام ہو گئی۔ "لیکن علم دین سیکھنے ضروری مسائل پوچھنے کے لئے سوال کرنا

اچھا ہی نہیں بلکہ باعث اجر وثواب ہے۔ لہذا آیت میں علم دین کے لئے سوال کرنے کی تلقین کی گئی اور حدیث پاک میں بلا ضرورت سوال کرنے کی مذمت بیان کی گئی لہذا تعارض بھی نہ رہا۔

﴿57﴾ ایصال ثواب کی حدیث اورآیت میں تعارض:

وَعَن أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم قَالَ :مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئا .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایت کی طرف بلائے اس کو تمام عالمین کی طرح ثواب ملے گا، اور اس سے ان کے اپنے ثوابوں سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو گمراہی کی طرف بلائے تو اس پر تمام پیروی کرنے والے گمراہوں کے برابر گناہ ہوگا اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرے گا۔ مسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ میری ماں فوت ہوگئی ہے اور انہوں نے کسی قسم کی وصیت نہیں کی اور میرا گمان ہے کہ اگر انہیں کلام کرنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ دیتی پس کیا اگر میں اس کی جانب سے صدقہ کروں تو اسے ثواب حاصل ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ صحیح بخاری

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میت قبر میں ڈوبنے والے کی مثل ہوتی ہے جو فریاد کرتا ہے اس وقت میت اپنے ماں، باپ، بہن، بھائی اور دوست، احباب کی دعا وثواب کی منتظر ہوتی ہے اور جب اس کو دعا وثواب پہنچتا ہے تو اس وقت میت کو یہ دعا وثواب دنیا جہاں کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوتا ہے بے شک مردوں کے لئے زندوں کی طرف سے بہترین تحفہ دعا وثواب ہے۔ مشکوۃ شریف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی کسی شخص کے درجہ کو جنت میں بلند کرتا ہے تو وہ بندہ عرض کرتا ہے یا رب عزوجل مجھے یہ مقام کیسے ملا تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے نے تیرے لئے مغفرت کی دعا کی تھی۔ ان تمام احادیث کے برعکس آیت میں کچھ اس طرح ہے۔

لیس للانسان الا ما سعی ۔انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔ حدیث میں دوسرے کے عمل سے فوت شدہ کو نفع حاصل ہوتا ہے جبکہ آیت میں اس کی نفی ہے۔

ایصال ثواب کی حدیث اورآیت میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کے تین جواب ہیں۔

ا۔اس آیت کا حکم قوم موسی اور قوم ابراہیم کے ساتھ خاص ہے کہ انہیں صرف اپنے اعمال کا فائدہ ہوگا۔

۲۔اس آیت کا مطلب ہے کہ انسان کو نقصان صرف اپنے برے اعمال کا ہوگا کسی دوسرے کی بداعمالیوں کا نقصان اسے نہیں ہوگا اس صورت میں انسان پر ل، علی کے معنی میں ہوگا۔

۳۔یہ آیت دوسری آیت سے منسوخ ہے دوسری آیت یہ ہے

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی اور ان کے عمل میں کوئی کمی نہ دی۔

۴۔یہ آیت کفار کے بارے نازل ہوئی لہذا انسان سے مراد کافر ہیں اور ان کو ثواب کا نفع نہیں پہنچے گا۔

اس کی مزید تفصیل ہماری کتاب حق پر کون میں دیکھیں۔

﴿58﴾ خلافت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ :قَالَ :صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا قَالَ :أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عبدا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ من يَعِشْ مِنْكُم يرى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ إِلَّا أَنَّهُمَا لَمْ يَذْكُرَا الصَّلَاةَ

انہی سے روایت ہے کہ ایک دن ہمیں نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور نہایت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس سے اشک رواں ہوگئے دل ڈر گئے ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ شائد یہ الوداعی خطبہ ہے۔لہذا کچھ وصیت فرمادیں آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالی سے ڈرنے سلطان کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ حبشی غلام ہی ہو کیونکہ میرے بعد تم میں سے جو جئے گا وہ بہت بڑا اختلاف دیکھے گا لہذا تم میری اور خلفائے راشدین کی سنت مضبوطی سے پکڑے رکھنا اسے دانتوں سے مضبوط پکڑلو نئی باتوں سے دور رہو کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالی سے ڈرنے سلطان کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ حبشی غلام ہی ہو۔جب کہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح فرمایا،،

الخلافة للقریش خلافت قریش کے لئے ہے

خلافت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان دونوں احادیث میں حقیقت میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ خلافت اور چیز ہے امارت یعنی سلطانی اور چیز خلافت صرف قریش کے لئے ہے جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا اور امارت ہر مسلمان کے لئے ہوسکتی ہے جس طرح مذکورہ حدیث میں بیان ہوا۔

﴿59﴾ طلب حکومت کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُوتِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُوتِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ . وَفِي رِوَايَةٍ :فَأْتِ الَّذِي هُوَ خير وَكفر عَن يَمِينك

روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے عبدالرحمٰن ابن سمرہ امیر ہونا نہ مانگو کیونکہ اگر تمہیں حکومت مانگ کر دی گئی تو تم اس کی طرف سپرد کردیئے جاؤ گے اور اگر بغیر مانگے دی گئی تو اس پر تمہاری مدد کی جائے گی اور جب تم کسی چیز پر قسم کھالو پھر اس کے سوا کو اس سے بہتر دیکھو تو اپنی قسم کا کفارہ دے لو اور جو بہتر ہے وہ کرلو اور ایک روایت میں ہے کہ جو اچھا ہے وہ کرلو اور اپنی قسم کا کفارہ دے لو۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں فرمایا،، اے عبدالرحمٰن ابن سمرہ امیر ہونا یعنی حکومت نہ مانگو کیونکہ اگر تمہیں حکومت مانگ کر دی گئی تو تم اس کی طرف سپرد کردیئے جاؤ گے،،

جبکہ آیت کریمہ میں ہے قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم ،،حضرت یوسف نے کہا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کردے بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں۔ جبکہ دوسری آیت میں حضرت سلیمان نے دعا کی رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی ،،اے میرے رب میری مغفرت فرمادے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے پاس نہ ہو۔ ان آیات میں حکومت کو طلب کیا گیا ہے لہذا تعارض واضح ہے۔

طلب حکومت کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

آیت میں حکومت طلب کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر نظام حکومت نااہلوں کے پاس جاکر ملک کے فساد کا اندیشہ ہو تو اللہ کے دین اور مخلوق کی خدمت کے لئے حکومت حاصل کرنا یا کوشش کرنا عبادت ہے جبکہ اپنی نفسانی خواہش کو اس میں دخل نہ ہو جیسا کہ آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے فرمایا مجھے زمین کے خزانوں پر کردے یعنی مجھے خزانوں کا حاکم بنادے اگر آپ اس وقت عہدہ نہ سنبھالتے تو اس قحط سالی میں لوگ بھوکے مرجاتے۔ اور حدیث طلب حکومت کی ممانعت کا حکم اس صورت میں ہے کہ انسان نفسانی خواہش، عیش، دولت، عزت، شہرت حاصل کرنے کے لئے حکومت چاہے، لہذا اب کوئی تعارض نہیں۔

﴿60﴾ علم کی بات حاصل کرنے کے متعلق احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَتَاهُ عُمَرُ فَقَالَ إِنَّا نَسْمَعُ أَحَادِيثَ مِنْ يَهُودَ تُعْجِبُنَا أَفْتَرَى أَنْ نَكْتُبَ بَعْضَهَا؟ فَقَالَ :أَمُتَهَوِّكُونَ أَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى؟ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً وَلَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعِي .رَوَاهُ أَحْمد وَالْبَيْهَقِيّ فِي كتاب شعب الايمان

حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت عمر آئے اور عرض کی ہم یہود کی کچھ باتیں سنتے ہیں ہمیں بھلی لگتی ہیں کیا حضور اجازت دیتے ہیں کہ کچھ لکھ بھی لیا کریں آپ نے فرمایا کیا تم یہود و نصاری کی طرح حیران ہو میں تمہارے پاس روشن اور صاف شریعت لایا ہوں اور اگر حضرت موسی بھی آج موجود ہوتے تو میری اطاعت کے بغیر ان کا پاس کوئی چارہ نہ ہوتا۔

اس کے برعکس ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا حکمت کی بات مومن کی گم شدہ میراث ہے لہذا جہاں سے ملے لے لو۔اس میں علم کے حصول کی مطلقا اجازت ہے کہ جہاں سے مرضی لے لو جبکہ مذکورہ حدیث میں ہے۔

مشکوۃ المصابیح کتاب العلم

اس حدیث میں یہود نصاری سے علم کے حصول سے منع فرمادیا دونوں حدیثوں میں تعارض پایا جاتا ہے۔

علم کی بات حاصل کرنے کے متعلق احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں یہود و نصاری سے علم حاصل کرنے سے منع کیا گیا اس سے مراد دین وہدایت اور عقائد کا علم ہے لہذا جو شخص دین اسلام کو نا کافی سمجھ کر کفار سے علم دین حاصل کرے گا ایمان سے فارغ ہے کیونکہ اسلام دین کامل ہے۔

اور جس حدیث میں مطلقا علم حاصل کرنے کی اجازت عطا فرمائی اس سے علم دنیا یا حکمت کی باتیں ہیں یعنی دنیاوی چیزوں کے متعلق جہاں سے علم ملے حاصل کر سکتے ہو۔

﴿61﴾ نسخ کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :كَلَامِي لَا يَنْسَخُ كَلَامَ اللَّهِ وَكَلَامُ اللَّهِ يَنْسَخُ كَلَامِي وَكَلَامُ اللَّهِ يَنْسَخُ بعضه بَعْضًا

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ

کرتا ہے اور اللہ کا کلام بعض بعض کو منسوخ کرتا ہے۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا۔

جبکہ متعدد احادیث سے کلام اللہ کے احکام منسوخ ہوئے ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے،،**لا وصية للوارث**،، وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں جبکہ آیت میں وصیت کا جواز موجود ہے دوسری حدیث میں ہے انبیاء کی وراثت نہیں بٹتی جب کہ آیت میں وراثت کے احکام مطلق ہیں یہ حدیث حضور کے حق میں واراثت کی آیت کو منسوخ کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے سجدہ تعظیمی کو حرام کر دیا لیکن قرآن میں سجدہ تعظیمی کے جواز کی متعدد آیات ہیں یہ حدیث ان آیات کو منسوخ کرتی ہے لہذا یہاں تعارض بالکل واضح ہے۔

نسخ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا مختصر سا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میری احادیث قرآن کی آیات کی تلاوت کو منسوخ نہیں کرتیں لیکن حکما بہت سی آیات احادیث سے منسوخ ہیں یعنی آیت کا حکم تو احادیث سے منسوخ ہو سکتا ہے لیکن آیت کی تلاوت منسوخ نہیں ہو سکتی، لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿62﴾ اسرائیلی روایات کے بارے احادیث میں تعارض:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری طرف سے دوسروں کو پہنچا دو اگر چہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو اور بنی اسرائیل سے حکایات لو اس میں کوئی حرج نہیں جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل سے حکایات لو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جب کہ سابقہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر کو تورات وانجیل پڑھنے سے منع فرمایا دیا جیسا کہ روایت میں ہے کہ حضرت عمر تورات وانجیل کی تلاوت کرنے لگے تو نبی کریم ﷺ کا چہرہ انور غصے سے بدلنے لگا یعنی اس بار آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا، ان دونوں احادیث میں بظاہر تعارض ہے۔

اسرائیلی روایات کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں آپ ﷺ نے اسرائیلی روایات لینے کی تلقین فرمائی اس سے مراد خبریں مثالیں اور

سبق آموز واقعات ہیں بشرطیکہ وہ اسلام کے اور کسی شرعی حکم کے خلاف نہ ہوں اور جس حدیث میں آپ نے اسب سے منع فرمایا اس سے مراد اسرائیلی احکام ہیں یعنی اسرائیلی واقعات لینے کی رخصت ہے تورات انجیل اور اسرائیلی احکام لینے کی اجازت نہیں اس کی ممانعت ہے لہذا تعارض نہ رہا۔

﴿63﴾ انقطاع عمل کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " :إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْیَاءَ :صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ أَوعلم یُنْتَفَعُ بِهِ أَوولد صَالح یَدْعُو لَهُ(رَوَاهُ مُسلم

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے سوا تین اعمال کے ایک صدقہ جاریہ دوسرا قوہ علم دین جسے سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے یا نیک اولاد یا والدین کے لئے دعا کرتی رہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد انسان کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوا تین عمل کے جب کہ دوسری متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ انسان اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں تلاوت قرآن بھی کرتے ہیں اور ذکر و تسبیح بھی کرتے ہیں جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں موسی کی قبر پر سے گزرا تو وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا عمل مرنے کے بعد بھی منقطع نہیں ہوتا، لہذا احادیث آپس میں متعارض ہیں۔

انقطاع عمل کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حدیث میں عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب ہے حقیقت میں عمل مراد نہیں اور جو اللہ کے مقربین قبروں میں عبادات اور اعمال کرتے ہیں ان پر ثواب نہیں قبر میں ان کی عبادت روحانی لذت کے لئے ہوتی ہے اور ثواب ملنے کا دارومدار ظاہری اور دنیاوی زندگی پر ہے برزخی اور اخروی زندگی پر نہیں۔

﴿64﴾ صدقہ جاریہ کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " :إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْیَاءَ :صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ أَوعلم ینتفع بِهِ أَوولد صَالح یَدْعُو لَهُ(رَوَاهُ مُسلم

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے سوا تین اعمال کے ایک صدقہ جاریہ دوسرا قوہ علم دین جسے سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے یا نیک اولاد یا والدین کے لئے دعا کرتی رہے۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے سوا تین اعمال

کے۔جبکہ دوسری حدیث میں فرمایا

من سر فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شئی ۔ صحيح مسلم

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اسلام میں بدعت حسنہ یعنی کسی اچھے طریقے کو ایجاد کرے گا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

وَعَن أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم قَالَ :مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایت کی طرف بلائے اس کو تمام عاملین کی طرح ثواب ملے گا، اور اس سے ان کے اپنے ثوابوں سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو گمراہی کی طرف بلائے تو اس پر تمام پیروی کرنے والے گمراہوں کے برابر گناہ ہوگا اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرے گا۔ مسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ میری ماں فوت ہوگئی ہے اور انہوں نے کسی قسم کی وصیت نہیں کی اور میرا گمان ہے کہ اگر انہیں کلام کرنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ دیتی پس کیا اگر میں اس کی جانب سے صدقہ کروں تو اسے ثواب حاصل ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ صحیح بخاری

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میت قبر میں ڈوبنے والے کی مثل ہوتی ہے جو فریاد کرتا ہے اس وقت میت اپنے ماں، باپ، بہن، بھائی اور دوست، احباب کی دعا و ثواب کی منتظر ہوتی ہے اور جب اس کو دعا و ثواب پہنچتا ہے تو اس وقت میت کو یہ دعا و ثواب دنیا جہاں کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوتا ہے بے شک مردوں کے لئے زندوں کی طرف سے بہترین تحفہ دعا و ثواب ہے۔

مشکوۃ شریف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی کسی شخص کے درجہ کو جنت میں بلند کرتا ہے تو وہ بندہ عرض کرتا ہے یارب عزوجل مجھے یہ مقام کیسے ملا تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے نے تیرے لئے مغفرت کی دعا کی تھی۔

پہلی حدیث میں انسان کے مرنے کے بعد صرف تین اعمال کا ثواب ملتا ہے یعنی اس میں تین اعمال کا حصر ہے جبکہ دوسری احادیث میں ہر نیک ایجاد کئے ہوئے نیک عمل کا ثواب ملتا رہتا ہے جو کہ بظاہر تعارض ہے۔

صدقہ جاریہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان میں کوئی تعارض نہیں پہلی حدیث میں تین اعمال کا حصر مقصود نہیں بلکہ تین وہ بہترین اعمال مراد ہیں جن کا تعلق صدقہ جاریہ سے ہے مطلب یہ کہ ہر صدقہ جاریہ کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے جیسے مسجد بنانا، علم دین پھیلانا، سبیل لگا دینا، مدرسہ بنانا، نیک اولاد چھوڑ کر جانا، کوئی بھی نیکی کا کام ایجاد کرنا کہ جس سے دین کو اور مومنین کو فائدہ ملے۔ اور ان میں یہ تین اعمال سب سے بہترین اعمال ہیں اور دوسری حدیث میں بھی صدقہ جاریہ کو بیان کیا گیا ہے کہ نیکی کی بات ایجاد کرنا جس پر بعد والے عمل کرتے رہیں وہ بھی ایک صدقہ جاریہ ہے لہذا اس کا ثواب بھی مرنے کے ملتا رہتا ہے خلاصہ کلام یہ کہ ہر صدقہ جاریہ کہ جس سے لوگ فائدہ حاصل کرتے رہیں چاہے وہ کوئی بھی نیک عمل ہو اس کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے اور دونوں حدیثوں میں صدقہ جاریہ ہی کا ذکر ہے لہذا تعارض نہیں۔

﴿65﴾ نسبی فضیلت کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نسبه .رَوَاهُ مُسلم

ترجمه: جو کسی مومن کو دنیا کی تکلیف سے رہائی دے گا اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت کی مصیبتوں سے رہائی عطا فرمائے گا۔ اور جو کسی تنگ دست پر آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں اس پر آسانی کرے گا۔ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ جو علم کی تلاش میں کوئی راستہ طے کرے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھے اور آپس میں قرآن سیکھے اور سکھائے تو ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے اور جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا۔

حدیث مذکور میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا یعنی نسب سے کسی کے نہ تو عمل میں اضافہ ہوگا اور نہ ہی نسب کوئی فائدہ دے گا جبکہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

انی فضلتکم علی العالمین ،، بے شک ہم نے تم کو سارے زمانے پر فضیلت دی،،

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تمام عالم میں افضل قرار دیا جس سے معلوم ہوا کہ نسب اعمال میں نفع دیتا ہے اور یہ

فضیلت کا بھی باعث ہے۔

نسبی فضیلت کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ خاندانی نسب اور چیز ہے اور نسب الرسول اور چیز جس حدیث میں کہا گیا کہ جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا اس سے مراد خاندانی اور قومی نسب ہے اور آیت میں جس نسب کی فضیلت بیان ہوئی اس سے مراد نسب الرسول ہے یعنی انبیاء کی اولاد ہونا جیسے حضرت فاطمہ کی فضیلت کہ آپ دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں اور جنت کی عورتوں کی سردار ہیں حضور کی اولاد ہونے کی وجہ سے اسی طرح بنی اسرائیل کو اس وجہ سے عالمین پر فضیلت ہے کہ وہ انبیاء کی اولاد ہیں اس وجہ سے نہیں کہ وہ بڑے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿66﴾ سب سے پہلے حساب کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم :إن أول النَّاس يقْضى عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُشْهِدْتُ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ جَرِيءٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أمر بِهِ فسحب على وَجهه حَتَّى أُلقِي فِي النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعلم ليقال عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِءٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ (ص72:) نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے جس کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا وہ ایک شہید ہوگا اس کو لایا جائے گا اللہ تعالی اس کو دی ہوئی نعمتیں یاد دلائے گا جن کا وہ اعتراف کرے گا پھر اللہ تعالی فرمائے گا تم نے ان نعمتوں کے مقابلے میں کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتی کہ میں شہید ہو گیا اللہ تعالی فرمائے گا تم جھوٹ کہتے ہو تم نے اس لئے جہاد کیا تھا تا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں سو تو بہادر کہلوا دیا گیا پھر اللہ تعالی کے حکم سے اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا پھر ایک عالم کو لایا جائے گا جس نے علم سیکھا اور دوسروں

کو سکھایا اللہ تعالی اس کو اپنی دی ہوئی نعمتیں یاد دلائے گا جس کا وہ اعتراف کرے گا اللہ تعالی فرمائے گا تم نے ان نعمتوں کے مقابلے میں کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا اور علم پڑھایا اللہ تعالی فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا تم نے اس لئے علم حاصل کیا تھا تا کہ لوگ تم کو عالم کہیں سو دنیا میں تو عالم کہلوا دیا گیا پھر اللہ کے حکم سے اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور ایک سخی کو پیش کیا جائے گا جس کو اللہ نے مال میں وسعت دی تھی اور اس کو ہر قسم کا مال عطا فرمایا تھا اللہ تعالی اس کو اپنی دی ہوئی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ اس کا اعتراف کرے گا اللہ تعالی فرمائے گا تم نے ان نعمتوں کے مقابلے کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے اپنے مال کو نیکی کے ہر اس راستے پر خرچ کیا جو تجھ کو پسند ہے اللہ تعالی فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا تم نے تو یہ اس لئے کیا تھا تا کہ لوگ تجھے سخی کہیں سو دنیا میں تجھے سخی کہہ دیا گیا پھر اللہ تعالی کے حکم سے اس کو بھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

مذکورہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے جس کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا وہ ایک شہید ہوگا۔

جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال ہوگا ان دونوں حدیثوں میں اول حساب کے بارے میں تعارض ہے۔

سب سے پہلے حساب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اولیت کی دو قسمیں ہیں ا۔ اولیت اضافی ۲۔ اولیت حقیقی جس حدیث میں کہا گیا کہ سب سے پہلے شہید کے بارے میں سوال ہوگا اس سے مراد اولیت اضافی ہے یعنی جب ریا کاروں کا حساب ہوگا تو ان میں سب سے پہلے شہید ریا کار کا حساب ہوگا اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر چیز سے پہلے ریا کار کا حساب ہوگا اور جس حدیث میں کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے نماز کے بارے میں حساب ہوگا اس سے مراد اولیت حقیقی ہے یعنی ہر چیز سے پہلے اگر حساب ہوگا تو وہ نماز کے بارے میں ہوگا لہذا اب کوئی تعارض نہیں۔

﴿67﴾ سلام کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تُفْهَمَ عَنْهُ

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بھی کوئی لفظ بولتے تو اسے تین بار دہراتے تا کہ سمجھ لیا جائے اور جب کسی قوم پر تشریف لاتے اور انہیں سلام کرتے تو سلام تین بار کرتے۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی قوم پر تشریف لاتے اور انہیں سلام کرتے تو سلام تین بار کرتے۔

جبکہ دوسری حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بوقت ملاقات ایک سلام کرتے تھے۔

دونوں احادیث میں تعارض کیوں؟

سلام کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

سلام ایک بار کرنا ہی سنت ہے جیسا کہ ایک سلام والی حدیث میں مذکور ہے اور جس حدیث میں آپ نے تین بار سلام کیا اس میں ایک سلام اجازت حاصل کرنے کا، دوسرا ملاقات کا، تیسرا رخصت کا سلام ہے، لہذا یہ حدیث دوسری حدیث کے خلاف نہیں لہذا تعارض بھی نہ رہا۔

﴿68﴾ حضور ﷺ کے کبھی،، نا،، نہ کہنے کی احادیث میں تعارض:

عَن أبي مَسْعُود الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أُبْدِعَ بِي فَاحْمِلْنِي فَقَالَ مَا عِنْدِي فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا أَدُلُّهُ عَلَى مَنْ يَحْمِلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مثل أجر فَاعله .رَوَاهُ مُسلم

حضرت ابو مسعود انصاری سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا عرض کی کہ میرا اونٹ تھک گیا ہے مجھے سواری دیجئے فرمایا میرے پاس نہیں ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اسے وہ آدمی بتاتا ہوں جو اسے سواری دے دے تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو بھلائی کی طرف راہنمائی کرے اسے بھلائی کرنے والے کی طرح اجر ملتا ہے۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا عرض کی کہ میرا اونٹ تھک گیا ہے مجھے سواری دیجئے فرمایا میرے پاس نہیں۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جب بھی کوئی سائل آیا تو آپ نے کبھی،، نا ،، نہ کی ان دونوں حدیثوں میں تعارض کیوں؟

حضور ﷺ کے کبھی،، نا،، نہ کہنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی،، نا،، نہ کی اس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے سے موجود کسی چیز کے بارے میں،، نا،، نہ کی بلکہ وہ چیز موجود تھی تو فوراً عطا فرمادی اور جس حدیث میں آپ نے نا کی اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت وہ چیز میرے پاس موجود نہیں اس لئے،، نا،، کردی اگر ہوتی تو،، نا،، نہ کرتا لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿69﴾ مسجد کے اندر مانگنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن جرير قَالَ :(كُنَّا فِي صدر النهارعند رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ أَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ (ص:73) فَتَمَعَّرَ وَجهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ :(يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ(إِلَى آخِرِ الْآيَةِ (إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رقيبا(وَالْآيَةُ الَّتِي فِي الْحَشْرِ (اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ

لِغَدٍ(تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِينَارِهِ مِنْ دِرْهَمِهِ مِنْ ثَوْبِهِ مِنْ صَاعِ بُرِّهِ مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ حَتَّى قَالَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجَزُ عَنْهَا بل قد عجزت قَالَ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ حَتَّى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت جریر سے فرماتے ہیں کہ ہم صبح سویرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک قوم آئی جوننگی اور کمبل پوش تھی تلواریں گلے میں ڈالے تھے ان میں عام بلکہ سارے ہی قبیلہ مضر سے تھے ان کا فاقہ دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا لہذا اندر تشریف لے گئے پھر باہر تشریف لائے حضرت بلال کو حکم دیا انہوں نے اذان و تکبیر کہی پھر نماز پڑھی پھر خطبہ فرمایا ارشاد فرمایا اے لوگو !اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا آخر آیت رقیبًا تک اور وہ آیت تلاوت فرمائی جو سورہ حشر میں ہے اللہ سے ڈرو ہر شخص غور کرے کہ اس نے کل کے لیے کیا بھیجا انسان اپنے دینار درہم اپنے کپڑے گندم وجو کے صاع میں سے خیرات کرے حتی کہ فرمایا کھجور کی کھانپ ہی سہی فرماتے ہیں کہ ایک انصاری تھیلی لائے جس کے وزن سے ان کا ہاتھ تھکا جاتا تھا بلکہ تھک ہی گیا پھر لوگوں کا تانتا بندھ گیا حتی کہ میں نے کھانے کپڑے کے ڈھیر دیکھے تا آنکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھا کہ چمک رہا ہے گویا سونے کی ڈلی ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے اپنے عمل اور ان کے عملوں کا ثواب ہے جو اس پر کاربند ہوں ان کا ثواب کم ہوئے بغیر اور جو اسلام میں برا طریقہ ایجاد کرے اس پر اپنی بدعملی کا گناہ ہے اور ان کی بدعملیوں کا جو اس کے بعد ان پر کاربند ہوں اس کے بغیر ان کے گناہوں سے کچھ کم ہو۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ایک قوم ننگی اور کمبل پوش کے لئے صدقہ وخیرات اکٹھا کیا۔

جب کہ دوسری حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے مسجد کے اندر سوال کرنے اور بھیک مانگنے سے منع فرمایا۔

مسجد کے اندر مانگنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جس حدیث میں آپ ﷺ نے مسجد کے اندر مانگنے سے منع فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ذات کے لئے مسجد کے اندر سوال یعنی بھیک نہیں مانگ سکتا اور جس حدیث میں آپ ﷺ نے فقراء کے لئے سوال کیا اور ان کے لئے مسجد کے اندر صدقہ وخیرات مانگا اور اکٹھا کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے لئے سوال کرنا اور

ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مسجد میں مانگنا جائز ہے الغرض اپنے لئے مسجد میں مانگنا جائز نہیں اور کسی حاجت مند کے لئے مانگنا جائز ہے۔

﴿70﴾ درود کی حدیث اور آیت میں تعارض:

وَعَن أبی أُمَامَة البَاهِلِیَ قَالَ " :ذُکِرَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ أَحدُهمَا عَابِدٌ وَالآخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَضلُ العَالِمِ عَلَى العَابِدِ كَفَضلِي عَلَى أَدنَاكُم ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهلَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرضِ حَتَّى النَّملَةَ فِي جُحرِهَا وَحَتَّى الحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى معلم النَّاس الخَير .رَوَاهُ التِّرمِذِيَ وَقَالَ حسن غَرِيب وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَن مَكحُولٍ مُرسَلًا وَلَم يَذكُر :رَجُلَانِ وَقَالَ :فَضلُ العَالِمِ عَلَى العَابِدِ كَفَضلِي عَلَى أَدنَاكُم ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الآيَةَ :(إِنَّمَا يخشى الله من عباده العلماء وسرد الحَدِيث إِلَى آخِره

حضرت ابوامامہ باہلی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جن میں سے ایک عالم اور دوسرا عابد تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنی پر پھر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اور آسمان اور زمین کی تمام مخلوق حتی کہ چینٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں صلوۃ بھیجتی ہیں لوگوں کو علم دین سکھانے والے پر۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا **ان الله و ملائکته لیصلون علی معلم الناس** ،، بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں لوگوں کو علم سکھانے والے پر۔

جبکہ آیت میں ارشاد باری ہے **ان الله و ملائکته یصلون علی النبی** ،، بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔

درود پاک غیر نبی کے لئے تبعا جائز نہیں بلکہ یہ نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے لہذا ان دونوں حدیثوں میں تعارض کیوں؟

درود کی حدیث اور آیت میں تعارض کی تطبیق:

درود پاک رحمت کو کہتے ہیں اور رحمت کی دو قسمیں ہیں رحمت خاصہ اور رحمت عامہ جس حدیث میں اللہ اور فرشتوں نے علماء پر درود بھیجا اس سے عام رحمت مراد ہے اور جس آیت میں اللہ اور فرشتوں نے حضور ﷺ پر درود بھیجا اس سے خاص رحمت مراد ہے لہذا نہ تو آیت اور حدیث میں کوئی تعارض ہے اور نہ درود میں علماء کرام حضور ﷺ کے ساتھ برابر ہیں۔

﴿71﴾ علم کی بات لینے کے بارے احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْحَكِيمِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَه وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ الْفَضْلِ الرَّاوِي يضعف فِي الْحَدِيث

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم کی بات عالم کی گم شدہ چیز ہے جہاں سے پائے وہ ہی اس کا حقدار ہے۔ اس کی شرح ہو چکی

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم کی بات عالم کی گم شدہ چیز ہے جہاں سے پائے وہ ہی اس کا حقدار ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر کو تورات وانجیل پڑھنے سے منع فرمادیا۔

علم کی بات لینے کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس میں تطبیق یہ ہوگی کہ سمجھدار آدمی جس سے اچھی اور دینی بات سنے اس سے ہی لے لے، یہ نہ دیکھے کہ کون کہہ رہا ہے بلکہ دیکھے کیا کہہ رہا جیسے کہ اپنی گمی چیز جس کے پاس سے ملے لے لی جاتی ہے، یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ کون ہے اور کیسا ہے، اور یہاں کلمہ حکمت سے مراد اسلامی اور فقہی مسئلہ ہے۔ یعنی اگر دین کی بات فاسق آدمی کہہ رہا ہے قبول کرلو اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق کو توریت پڑھنے سے منع فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ توریت کے منسوخ احکام اب کلمہ حکمت تھے ہی نہیں۔ اسی طرح اب مسلمانوں کو کفار کی دینی تصنیفات دیکھنے کی اجازت نہیں ان کے پاس کلمہ حکمت ہی نہیں۔

﴿72﴾ مناظرہ کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يصرف بِهِ وُجُوه النَّاس إِلَيْهِ أَدخل الله النَّار. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اس لئے علم طلب کرے تا کہ علماء سے مناظرہ کرے یا جاہلوں سے جھگڑا کرے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالی اسے داخل جہنم کرے گا۔

جب کہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے،،

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حضرت آدم اور حضرت موسی نے اپنے رب کے پاس مناظرہ کیا تو حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب رہے۔ دونوں احادیث میں مناظرے کے بارے میں تعارض پایا جارہا ہے۔

مناظرہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ علما کا مناظرہ اور ہے مقابلہ کچھ اور مناظرہ میں حق کی حقانیت مقصود ہوتی ہے اور مقابلہ میں اپنی

بڑائی کا اظہار مقصود ہوتا ہے بوقت ضرورت مناظرہ اچھا ہے اور مقابلہ برا یہاں حدیث میں مقابلہ کی برائی بیان کی گئی ہے مناظرہ کی نہیں۔

﴿73﴾ پہیلیوں کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ :إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْأُغْلُوطَاتِ . رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہیلیوں ڈالنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث میں پہیلی سے منع فرمایا جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس فرمایا،،

حضرت عبداللہ ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ درخت مسلمان کی طرح ہے مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے لوگوں کا دھیان جنگل کے درخت کی طرف گیا ابن عمر نے کہا میرے دل میں خیال آیا وہ کھجور کا درخت ہے لیکن جید صحابہ کی وجہ سے میں نہ بتا سکا صحابہ نے حضور سے کہا یا رسول اللہ بتادیں وہ کون سا درخت ہے تو آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

پہیلیوں کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں تعارض کی تطبیق اس طرح ہوگی کہ پہیلی کی ممانعت اس صورت پر محمول ہے کہ جب کوئی شخص دوسرے سے اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے یا اس کو شرمندہ یا عاجز کرنے کے لئے اس سے کوئی لاینحل سوال کرے،اور جس حدیث میں پہیلی کا جواز ثابت ہو رہا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ اگر اپنے شاگردوں کے علم اور ان کی عقل کی آزمائش کے لئے ان سے کوئی پہیلی پوچھے تو یہ جائز ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے درخت کے بارے میں پہیلی پوچھی۔

﴿74﴾ مکہ اور مدینہ کے فضائل پر احادیث میں تعارض:

عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ اللهم اجعل بالمدينة ضعفي ما بمكة من البركة

صحیح مسلم ج۱ص ۴۴۵

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ تو نے جتنی برکتیں مکہ میں نازل فرمائی ہیں مدینہ میں اس سے دگنی برکتیں نازل فرما۔

عن عائشة قالت قال رسول رسول الله ﷺ اللهم حبب الينا المدينة كما حببت مكة او اشد۔

صحیح مسلم ج۱ص ۴۴۷

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ مدینہ کو ہمارے نزدیک مکہ سے زیادہ محبوب بنادے۔

ان احادیث کی رو سے مدینہ مکہ سے افضل ہے جبکہ اس کے برعکس احادیث میں کچھ اس طرح ہے،،

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک مکہ تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے۔ اس حدیث کی رو سے مکہ افضل ہے نہ کہ مدینہ۔

مکہ اور مدینہ کے فضائل پر احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک مکہ تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ہجرت سے پہلے کے زمانے پر محمول ہے کیونکہ آپ کی ہجرت سے پہلے مکہ سب سے زیادہ محبوب تھا اور آپ کی ہجرت کے بعد مدینہ سب سے زیادہ محبوب ہو گیا۔

اعتراض: مکہ میں عبادات کا ثواب مدینہ سے دگنا ہوتا ہے لہذا مکہ مدینہ سے افضل ہے۔

جواب: اجر میں زیادتی مفضولیت کے منافی نہیں ہے کیونکہ جو شخص میدان عرفات جا رہا ہے اس کے لئے منی میں پانچ نمازیں پڑھنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اگرچہ اجر مسجد حرام میں زیادہ ہے۔ دوسرا یہ کہ حضور نے دعا کی اے اللہ مدینہ کی برکتیں مکہ سے دگنی کر دے تو اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مکہ میں ایک لاکھ نماز کا ثواب تو مدینہ میں دو لاکھ نمازوں کا ہونا چاہئے۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ مکہ میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب اور مدینہ میں پچاس ہزار کا ثواب ہے تو یاد رکھیں مدینہ میں پڑھی ہوئی نمازوں کا اجر بلحاظ عدد کم ہے لیکن قدر و قیمت کے لحاظ سے یہ پچاس ہزار نمازیں مکہ کی ایک لاکھ نمازوں سے بہت زیادہ ہیں جیسے سو روپے کا ایک نوٹ ایک ایک کے دس نوٹوں سے فضیلت اور قیمت میں کہیں زیادہ ہے۔

﴿75﴾ دعا کے بارے آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِي مَسْجِدِهِ فَقَالَ: كِلَاهُمَا عَلَى خَيْرٍ وَأَحَدُهُمَا أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهِ أَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَدْعُونَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُونَ إِلَيْهِ فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهُمْ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ. وَأَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُونَ الْفِقْهَ أَوِ الْعِلْمَ وَيُعَلِّمُونَ الْجَاهِلَ فَهُمْ (ص86:) أَفْضَلُ وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جلس فيهم. رَوَاهُ الدَّارِمِيّ

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد میں دو مجلسوں پر سے گزرے تو فرمایا کہ یہ دونوں بھلائی پر ہیں مگر ایک مجلس دوسری سے بہتر ہے لیکن یہ لوگ اللہ سے دعا کر رہے ہیں اس کی طرف راغب ہیں اگر چاہے تو وہ انہیں دے چاہے تو انہیں نہ دے لیکن وہ لوگ فقہ اور علم خود سیکھ رہے ہیں ناواقفوں کو سکھا رہے ہیں وہ افضل ہیں میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر آپ انہی یعنی علم والی مجلس میں تشریف فرما ہو گئے۔

اس حدیث میں فرمایا کہ اللہ اگر چاہے تو وہ انہیں دے چاہے تو انہیں نہ دے۔ جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے

ادعونی استجب تم مجھے پکارو میں تمہیں دوں گا۔

اس آیت میں قبولیت دعا کا وعدہ ہے جبکہ حدیث میں ہے کہ کوئی دعا کرے تو اللہ کی مرضی چاہے اسے دے چاہے تو اسے نہ دے، آیت اور حدیث میں تعارض ہے۔

دعا کے بارے آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

آیت کریمہ کا مطلب ہے کہ تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا یہ نہیں کہا کہ تم دعا کرو میں قبول کروں گا لہذا آیت میں دعا کی قبولیت کا کوئی وعدہ نہیں لہذا آیت اور حدیث میں تعارض بھی نہیں۔

(۲) کتاب الطہارت

﴿76﴾ وضو سے گناہ دھلنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خرجت من يَدَيْهِ كل خَطِيئَة بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ۔ رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان بندہ یا مؤمن وضو کرنے لگتا ہے اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے ہر وہ خطا نکل جاتی ہے جدھر آنکھوں سے دیکھا ہو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ پھر جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں سے وہ ہر خطا نکل جاتی ہے جسے اس کے ہاتھ نے پکڑا تھا پانی یا پانی کی آخری بوند کے ساتھ پھر جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو ہر وہ خطا نکل جاتی ہے جدھر اس کے پاؤں چلے پانی یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ حتی کہ گناہوں سے پاک وصاف نکل جاتا ہے۔

جب کہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں کچھ اس طرح ہے،،

روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وضو کرے تو اچھا وضو کرے اس کی خطائیں اس کے جسم سے نکل جاتی ہیں، تا آنکہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں۔ مسلم، بخاری

اس حدیث میں وضو سے پورے جسم کے گناہوں کی معافی کا ذکر ہے جب کہ مذکورہ سابقہ حدیث میں صرف اعضائے وضو کے گناہوں کی معافی کا ذکر ہے۔

وضو سے گناہ دھلنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہو گی کہ یہاں دوسری حدیث میں صرف ان اعضاء کے گناہوں کی ہی معافی مراد نہیں بلکہ سارے گناہ مراد ہیں حتی کہ دل و دماغ کے بھی گناہ بھی مراد ہیں، ان اعضاء کا ذکر اس لیئے ہے کہ زیادہ گناہ انہیں سے صادر ہوتے ہیں، لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں اور دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلی حدیث میں وضو کامل کا ذکر تھا جس سے سارے سنن و مستحبات ادا کیئے جائیں وہ تمام گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے اور یہاں وہ وضو مراد ہے جو اتنا کامل نہ ہو اس سے صرف ان اعضاء کے گناہ ہی معاف ہوں گے، لہذا دونوں حدیثیں درست ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿77﴾ سر کے مسح کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا ثُمَّ الْيُسْرَى ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ" :رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ قَالَ :مَنْ تَوَضَّأَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نفسه فيهما بِشَيْءٍ إِلَّا غفر لَهُ مَا تقدم من ذَنبه .وَلَفظه لِلْبُخَارِيِّ

روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کیا تو ہاتھوں پر تین بار پانی بہایا پھر کلی کی ناک میں پانی لیا پھر تین بار چہرہ دھویا پھر کہنی تک داہنا ہاتھ تین بار پھر بایاں ہاتھ تین بار دھویا کہنی تک پھر سر کا مسح کیا پھر داہنا پھر بایاں پاؤں تین تین بار دھوئے پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے میرے وضو کی طرح وضو کیا پھر فرمایا جو میری طرح وضو کرے پھر دو نفل پڑھ لے جن میں اپنے دل سے کچھ باتیں نہ کرے تو اس کے پچھلے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے (مسلم، بخاری) اور لفظ بخاری کے ہیں۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کیا تو ہاتھوں پر تین بار پانی بہایا پھر کلی کی ناک میں پانی لیا پھر تین بار چہرہ دھویا پھر کہنی تک داہنا ہاتھ تین بار پھر بایاں ہاتھ تین بار دھویا کہنی تک پھر سر کا مسح کیا یعنی ہر عضو تین بار دھویا اور مسح ایک بار کیا ایک اور حدیث میں ہے۔

عن ابی حیه رایت علیا توضا فغسل کفیه حتی انقاهما ثم مضمض ثلاثا واستنشق ثلاثا وذراعیه ثلاثا ومسح براسه مرة ثم غسل قدمیه الی الکعبین۔

حضرت ابو حیہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا انہوں نے وضو کیا تو پہلے دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور اپنے منہ کو تین بار دھویا اور اپنی کلائیوں کو تین بار دھویا اور اپنے سر کا ایک بار مسح کیا پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔

ان دونوں حدیثوں میں ایک ایک بار مسح کرنے کا ذکر ہے جبکہ اس کے برعکس ایک حدیث میں اس طرح ہے

عن ابن ربیع قال توضا النبی ﷺ و مسح علی راسه مرتین ۔ابن ماجه

نبی کریم ﷺ نے وضو فرمایا اور سر پر دو بار مسح فرمایا ایک دوسری حدیث میں تین بار مسح فرمایا۔

ان احادیث میں مسح کی مقدار میں تعارض ہے کہیں ایک بار کا ذکر ہے اور کہیں دو بار اور کہیں تین بار مسح کرنے کا ذکر ہے۔

سر کے مسح کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

سنت یہی ہے کہ سر کا ایک ہی بار مسح کیا جائے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہوا اور جن احادیث میں دو یا تین بار مسح کرنے کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ہی تری سے دو یا تین بار مسح کیا الگ پانی نہیں لیا اور ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایک ہی پانی یا تری سے تین بار مسح کر لے تو یہ بھی جائز ہے اور یہ ایک ہی بار مسح تصور ہوگا کیونکہ یہ مسح ایک ہی پانی سے ہوا۔

﴿78﴾ کلی اور ناک کے پانی کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا ثُمَّ الْيُسْرَى ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ " :رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ قَالَ :مَنْ تَوَضَّأَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسه فيهمَا بِشَيْء إِلَّا غفر لَهُ مَا تقدم من ذَنبه .وَلَفظه للْبُخَارِيّ

روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کیا تو ہاتھوں پر تین بار پانی بہایا پھر کلی کی ناک میں پانی لیا پھر تین بار چہرہ دھویا پھر کہنی تک داہنا ہاتھ تین بار پھر بایاں ہاتھ تین بار دھویا کہنی تک پھر سر کا مسح کیا پھر داہنا پھر بایاں پاؤں تین تین بار دھوئے پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے میرے وضو کی طرح وضو کیا پھر فرمایا جو میری طرح وضوء کرے پھر دو نفل پڑھ لے جن میں اپنے دل سے کچھ باتیں نہ کرے تو اس کے پچھلے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے (مسلم، بخاری) اور لفظ بخاری کے ہیں۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کیا تو ہاتھوں پر تین بار پانی بہایا پھر کلی کی ناک میں پانی لیا۔ اور اسی طرح کی ایک حدیث میں ہے فتمضمض واستنشق من کف واحد آپ نے ایک ہی ہاتھ سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ایک ہی چلو سے کلی بھی کرتے اور ناک میں پانی ڈالتے۔

جب کہ ان کے برعکس حدیث میں ہے

ان رسول الله ﷺ توضا فمضمض ثلاثا واستنشق ثلاثا واخذ لعقل واحد ماثا جديدا۔

رسول اللہ ﷺ نے وضوفرمایااورتین بارکلی کی اورتین بارناک میں پانی ڈالااورناک اورکلی میں ہرایک کے لئے نیاپانی لیا۔
پہلی دونوں احادیث میں ناک اورکلی کے لئے ایک پانی لیااوردوسری حدیث میں الگ الگ پانی لیاتعارض واضح ہے۔

کلی اورناک کے پانی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

یادرہے کہ ہمارے نزدیک الگ چلو سے کلی کرنااورالگ چلو سے ناک میں پانی ڈالناسنت ہے لیکن ہاتھ ایک ہی یعنی دایاں ہاتھ استعمال ہوگا۔اب اس تعارض کے دوجواب ہیں پہلا جواب یہ کہ ایک ہی ہاتھ سے کلی بھی کی اورایک ہی ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالالیکن چلوالگ الگ لئے یعنی حدیث میں ایک کالفظ ہاتھ کے لئے بولا گیا چلو کے لئے نہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک ہی ہاتھ سے اورایک ہی چلو سے کلی بھی کی اورناک میں پانی بھی چڑھایا صرف بیانِ جواز کے لئے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ الگ الگ چلولینافرض یاواجب ہے لہذا تعارض نہ رہا۔

﴿79﴾ جنت کے آٹھوں دروازے کھلنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ :أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَفِي رِوَايَةٍ :أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ

روایت ہے حضرت عمرابن خطاب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں ایسا کوئی نہیں جو وضوکرے تو مبالغہ کرے یاپوراوضوکرے پھرکہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سواکوئی معبودنہیں اوریقیناً محمد اس کے بندے اوررسول ہیں اورایک روایت میں یوں ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سواکوئی معبودنہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اورمحمد اس کے بندے اوررسول ہیں مگراس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھولے جائیں گے کہ جس سے چاہے گھسے۔

مذکورہ حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جووضوکرے توپوراوضوکرے پھرکہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودنہیں اوریقیناً محمد اس کے بندے اوررسول ہیں مگراس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھولے جائیں گے کہ جس سے چاہے گھسے۔

جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ جنت کے آٹھوں دروازے صرف ابوبکرصدیق کے لئے کھلیں گےیعنی آٹھوں دروازے کھلنایہ صدیق اکبر کا خاصہ ہے۔دونوں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

جنت کے آٹھوں دروازے کھلنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی نے اس کا جواب یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مذکورہ اس عمل کی برکت سے اللہ تعالٰی اس وضوء کرنے والے کا حشر ابوبکر صدیق کے غلاموں میں فرمائے گا کہ وہ ان سرکار کے ساتھ جنت میں جائے گا اور جیسے انہیں یعنی ابوبکر صدیق کو ہر دروازہ سے پکارا جائے گا کہ ادھر سے آ وایسے ہی ان کے صدقے میں اسے بھی پکارا جائے گا کیونکہ مذکورہ شخص کا یہ داخلہ آپ کے صدقے سے ہے۔ مراۃ المناجیح کتاب الطہارت

﴿80﴾ جنت کی چابی ں احادیث میں تعارض:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطَّهُور .رَوَاهُ أَحْمد

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی پاکی۔

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی چابی نماز ہے،

جبکہ دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی چابی کلمہ طیبہ ہے، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

جنت کی چابی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنت کے درجات کی چابی نماز ہے، اور دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نفس جنت کی چابی کلمہ طیبہ ہے، جنت کے درجات کی چابی الگ ہے نفس جنت کی چابی الگ۔

﴿81﴾ اجر کی احادیث میں تعارض:

حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندہ ایک نیکی کرتا ہے تو میں اس کے لئے دس سے سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہوں۔ جبکہ آیت کریمہ میں ہے

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جاء بالسئية فلا يجزى الا مثلها۔ جب بندہ ایک نیکی کرتا ہے تو اس کے لئے دس نیکیاں ہیں اور جو ایک گناہ کرے تو اس کے لئے ایک ہی ہے۔

ان دونوں یعنی آیت اور حدیث میں اجر کی مقدار میں تعارض ہے حدیث میں سات سو گنا اور آیت میں دس گنا اجر کا ذکر ہے۔

اجر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ بدنی عبادت میں دس گنا اجر ہے مالی عبادت میں سات سو گنا اور مصیبت و معصیت پر صبر کرنے کا اجر لامحدود ہے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اجر کی مختلف مقدار نیکیاں کرنے والے کی نیت اور اس کے خلوص کے اعتبار سے ہے جس آدمی کی نیکی میں جتنا خلوص ہوگا اس کو اجر بھی اتنا ہی ملے گا لہذا اب آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿82﴾ مذی کے بارے احادیث میں تعارض:

وَعَن عَلِيٍّ قَالَ :سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مَنْ الْمَذْيِ فَقَالَ :مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوءُ وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغسل .رَوَاهُ التِّرْمِذِي

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ مذی سے وضو ہے اور منی سے غسل۔ ترمذی

جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے،،

وعن علي قال :كنت رجلا مذاء فكنت أستحيي أن أسأل النبي صلى الله عليه وسلم لمكان ابنته فأمرت المقداد فسأله فقال :يغسل ذكره ويتوضأ

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ میں بہت مذی والا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہوئے بھی شرماتا تھا آپ کی صاحبزادی کی وجہ سے تو میں نے مقداد سے کہا انہوں نے حضور سے پوچھا تو فرمایا کہ شرمگاہ دھولیں اور وضو کرلیں۔ مسلم، بخاری۔

دوسری حدیث میں حضرت علی فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہوئے شرماتا تھا آپ کی صاحبزادی کی وجہ سے تو میں نے مقداد سے کہا اور پہلی حدیث میں ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے مذی کے متعلق دریافت کیا دونوں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

مذی کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں حضرت علی مرتضی کا یہ سوال،، کہ میں نبی کریم سے مذی کے بارے میں پوچھا،، براہ راست حضور سے نہیں تھا بلکہ حضرت مقداد کے ذریعہ تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا، لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿83﴾ سلام کے فرض ہونے یا نہ ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسلم :مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ وَتحرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيّ والدارمي

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کی کنجی طہارت ہے اور اس کا احرام تکبیر اور اس سے کھلنا سلام ہے اسے ابوداؤد، ترمذی اور دارمی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے بھی انہی سے اور ابوسعید سے۔

مذکورہ حدیث میں ہے، فرمایا کہ نماز کی کنجی طہارت ہے اور اس کا احرام تکبیر اور اس سے کھلنا سلام ہے۔

اس حدیث میں سلام کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے،، ایک اعرابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی تعلیم دی لیکن اس میں سلام کا ذکر نہیں، احادیث میں تعارض واضح ہے

سلام کے فرض ہونے یا نہ ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا حل یہ ہے کہ جس حدیث میں سلام کا ذکر نہیں اگر فرض ہوتا تو ضرور ذکر فرمایا جاتا، اس حدیث کی بنا پر ہم سلام کی فرضیت کا انکار کرتے ہیں، اور جس حدیث میں سلام کی تاکید ہے اس حدیث کی بنا پر سلام کو واجب قرار دیں گے اس طرح ہمارا عمل دونوں حدیثوں پر ہو جائے گا اور تعارض بھی ختم ہو جائے گا۔

﴿84﴾ نبی کی نیند وضو نہیں توڑتی کی احادیث میں تعارض:

وَعَن مُعَاوِيَة بن أَبِي سُفيَان أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :قَالَ :إِنَّمَا الْعَيْنَانِ وِكَاءُ السَّهِ فَإِذَا نَامَتِ الْعَيْنُ اسْتَطْلَقَ الوِكَاء .رَوَاهُ الدَّارِمِي

روایت ہے حضرت معاویہ ابن ابی سفیان سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آنکھیں سرین کا بندھن ہیں تو جب آنکھ سوگئی تو بندھن کھل گیا (یعنی وضوٹوٹ گیا)۔ دارمی

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نیند سے بیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔

ان دونوں حدیثوں کے برعکس اس حدیث میں کچھ اس طرح ہے،،

ثم صلى ما شاء الله ثم اضطجع فنام حتى نفخ ثم اتاه المنادى فاذنه بالصلاة فقام معه الى الصلاة فصلى ولم يتوضأ ۔ صحیح بخاری کتاب الوضو

حضرت سفیان کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی پھر کروٹ کے بل لیٹے اور سو گئے یہاں تک کہ ناک سے آواز نکلنے لگی پھر موذن آیا اس نے نماز کی اطلاع دی تو حضور ﷺ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور نماز پڑھی لیکن وضو نہیں کیا۔

جبکہ پہلی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نیند سے بیدار ہوئے اور آپ نے وضو فرمایا۔

دونوں حدیثوں میں تعارض یہ ہے کہ جب ایک حدیث میں نبی کی نیند ناقض وضو نہیں ہے تو دوسری حدیث میں آپ نے وضو کیوں کیا؟

نبی کی نیند وضو نہیں توڑتی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کے دو جواب ہیں پہلا یہ کہ ہے نبی کی نیند وضو نہیں توڑتی جس حدیث میں نیند کے بعد آپ ﷺ نے وضو کیا یہ آپ کا وضو کرنا استحبابی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے سونے سے پہلے آپ کا وضو ٹوٹ چکا ہو اور سونے کے بعد آپ نے اسی

ناقض کی وجہ سے وضو کیا ہو نہ کہ نیند کی وجہ سے کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ نیند سے نبی کا وضو نہیں جاتا۔

﴿85﴾ عضو مخصوص کو چھونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن طلق بن عَلِیّ قَالَ :سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَسِّ الرَّجُلِ ذَكَرَهُ بَعْدَمَا يَتَوَضَّأُ .قَالَ :وَهَلْ هُوَ إِلَّا بَضْعَةٌ مِنْهُ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَهْ نحوه ۔

روایت ہے حضرت طلق ابن علی سے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں پوچھا گیا کہ جو وضو کے بعد عضو خاص کو چھوئے فرمایا وہ بھی تو جسم انسانی کا ہی حصہ ہے ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کیا اس حدیث کے برعکس دوسری حدیث کچھ اس طرح ہے،،

روایت ہے حضرت بسرہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے عضو خاص کو چھوئے تو وضو کرے اسے مالک، احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔

دونوں احادیث میں تعارض واضح ہے

عضو مخصوص کو چھونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کے دو جواب ہیں پہلا یہ کہ جس حدیث میں وضو ٹوٹنے کا حکم لگایا اس سے مراد یہ ہے کہ چھونے کی وجہ سے اگر کچھ تری یعنی مذی وغیرہ نکل آئے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور جس حدیث میں وضو نہ ٹوٹنے کا حکم ارشاد فرمایا یہ اس صورت میں ہے جب تری وغیرہ موجود نہ ہو تو چھونے سے وضو نہیں جائے گا۔ کیونکہ جیسے ناک، انگلی وغیرہ جسم کے اعضاء ہیں کہ ان کے چھونے سے وضو نہیں جاتا ایسے ہی یہ بھی ایک عضو ہے کہ اس کا چھونا وضو نہیں توڑے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وضو ٹوٹنے والی حدیث منسوخ ہوگی اور وضوء نہ ٹوٹنے والی حدیث اس کا ناسخ بن جائے گی یعنی وضو ٹوٹنے والا حکم منسوخ ہو چکا۔

﴿86﴾ آگ کی پکی چیزوں کے بعد وضو کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ :كُنْتُ أَنَا وَأُبَيٌّ وَأَبُو طَلْحَةَ جُلُوسًا فَأَكَلْنَا لَحْمًا وَخُبْزًا ثُمَّ دَعَوْتُ بِوَضُوءٍ فَقَالَا لِمَ تَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ لِهَذَا الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْنَا فَقَالَا أَتَتَوَضَّأُ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَمْ يَتَوَضَّأُ مِنْهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ .رَوَاهُ أَحْمد

روایت ہے حضرت انس بن مالک سے فرماتے ہیں کہ میں اور ابی اور ابو طلحہ بیٹھے ہوئے تھے ہم نے گوشت و روٹی کھائی پھر میں نے وضو کا پانی منگایا تو ان دونوں نے فرمایا کہ کیوں وضو کرتے ہو، میں نے کہا اس کھانے کی وجہ سے جو ہم نے کھایا وہ

بولے کیا تم حلال چیزوں سے وضو کرتے ہو؟ اس سے تو انہوں نے بھی وضو نہ کیا جو تم سے بہتر ہیں۔ احمد

وَعَن أم سَلمَة أَنَّهَا قَالَت: قَرَّبْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنبًا مَشْوِيًّا فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. رَوَاهُ أَحْمَدُ

روایت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھنی ہوئی پسلیاں پیش کیں حضور نے اس میں سے کھایا، پھر نماز کی طرف کھڑے ہو گئے اور وضو نہ کیا۔ احمد

جب کہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے

حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس چیز کو آگ نے متغیر کر دیا اس کو کھانے کے بعد اس سے وضو کرو۔ صحیح مسلم ۳۵۲۔

ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابو طلحہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پنیر کا ایک ٹکڑا کھایا پھر اس سے وضو کیا۔ پہلی حدیث میں بیان ہوا کہ آپ نے آگ کی پکی ہوئی چیز کے بعد وضو نہیں کیا اور دوسری حدیث میں آپ نے وضو بھی کیا اور اس کا حکم دیا احادیث میں تعارض واضح ہے۔

آگ کی پکی چیزوں کے بعد وضو کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں تعارض کا جواب یہ ہے کہ وہ احادیث جن میں آگ کی پکی ہوئی چیزوں سے وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ان احادیث سے منسوخ ہیں جن میں آگ کی پکی ہوئی چیزوں کو کھانے کے بعد وضو نہ کرنا ثابت ہے۔ یعنی وضو کرنے کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

﴿87﴾ مس عورت سے وضو ٹوٹنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن ابْن عمر كَانَ يَقُولُ: قُبْلَةُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَجَسُّهَا بِيَدِهِ مِنَ الْمُلَامَسَةِ. وَمَنْ قَبَّلَ امْرَأَتَهُ أَوْ جَسَّهَا بِيَدِهِ فَعَلَيْهِ الْوضُوء. رَوَاهُ مَالك وَالشَّافِعِيّ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے تھے کہ مرد کو اپنی بیوی کا بوسہ لینا اور اسے اپنے ہاتھ سے چھونا ملامست ہے، جو اپنی بیوی کو چومے یا اپنے ہاتھ سے چھوئے تو اس پر وضو ہے۔ مالک و شافعی

وَعَن ابْن مَسْعُود كَانَ يَقُولُ: مِنْ قُبْلَةِ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ الْوُضُوءُ. رَوَاهُ مَالك

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ فرماتے تھے کہ مرد کو اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے وضو ہے۔ مالک

وَعَن ابْن عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَ الْقبلَة من اللَّمس فتوضؤوا مِنْهَا

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بوسہ لمس سے ہے لہذا اس سے وضو کرو۔

ان احادیث سے مس عورات سے وضو ہے جبکہ دوسری احادیث میں اس طرح ہے:
دار قطنی میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جب حضرت ابن عمر کا یہ قول پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ بوسے سے وضو کیسے ہو سکتا ہے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے اور بغیر وضو کیے نماز پڑھ لیتے تھے نیز ابن ماجہ، ترمذی، ابوداود، ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن عساکر، موطا امام محمد وغیرہ میں ایک حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ سے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ روایات ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیتے تھے اور پھر بغیر وضو کیے نماز پڑھ لیتے تھے، نیز مسند ابو عبد اللہ میں حضرت حفصہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرکے بعض ازواج کا بوسہ لیتے اور پھر دوبارہ وضو نہ فرماتے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

مس عورت سے وضو ٹوٹنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ ان تینوں صحابہ کرام کا یہ قول کہ عورت کو چھونے اور بوسہ سے وضو ہے استحباب پر محمول ہوگا کیونکہ مرفوع احادیث میں واضح طور پر مذکور ہے کہ مس عورت سے وضو نہیں جاتا۔ لہذا ان موقوف احادیث کا یہ مطلب ہے کہ عورت کو چھو کر یا بوسہ لے کر وضو کرنا مستحب ہے فرض یا واجب نہیں اب تعارض بھی نہیں رہے گا۔

﴿88﴾ قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے کی احادیث میں تعارض:

عن عبد الله بن عمر قال ارتقيت فوق بيت حفصة لبعض حاجتي فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقضي حاجته مستدبر القبلة مستقبل الشام.

حضرت عبد اللہ ابن عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ کے گھر کی چھت پر کسی کام کے لیے چڑھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ قبلہ کو پیٹھ شام کی طرف منہ کرکے قضائے حاجت فرما رہے ہیں۔ مسلم، بخاری
جبکہ اس کے برعکس اگلی حدیث میں یہ ہے:

عن أبي أيوب الأنصاري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ولكن شرقوا أو غربوا قال الشيخ الإمام محيي السنة هذا الحديث في الصحراء وأما في البنيان فلا بأس لما روى

روایت ہے ابو ایوب انصاری سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم پاخانہ جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ لیکن یا تو پورب کی طرف ہو جاؤ یا پچھم کی طرف۔ مسلم، بخاری
ان احادیث میں تعارض ہے

قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق

اس تعارض کے تین جواب ہیں پہلا یہ کہ جب فعل وقول میں، نیز ممانعت اور اباحت میں تعارض معلوم ہو تو حدیث قولی کو فعلی پر اور ممانعت کو اباحت پر ترجیح ہوتی ہے، قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کی ممانعت والی حدیث قولی ہے اور پیٹھ کرنے والی حدیث فعلی ہے لہذا ممانعت والی کو ترجیح ہوگی جس میں پیٹ کرنے سے منع کیا گیا اس میں ممانعت ہے اور جس میں پیٹھ کرنے کا ثبوت ہے اس میں اباحت یعنی جواز ہے جب ایسا ہو تو ممانعت والی حدیث کو ترجیح ہوتی ہے لہذا پیٹھ کرنا منع ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض افعال کریمہ آپ کی خصوصیت سے ہوتے ہیں لہذا پیٹ کرنے کا جواز آپ کا خاصہ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور کا پیٹھ کرنے والا فعل شریف ممانعت سے پہلے کا ہوگا، لہذا یہ منسوخ ہے اور ممانعت کی حدیث ناسخ لہذا قبلہ کو پیٹھ کرنا منع۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر کو دیکھنے میں غلطی لگی حضور تھوڑا سا قبلہ سے ہٹے ہوں گے جسے جلدی میں ابن عمر نہ دیکھ سکے، کیونکہ ایسے موقعہ پر انسان جلد ہی آنکھیں بند کر کے لوٹ جاتا ہے تحقیق اور غور سے دیکھتا نہیں۔

﴿89﴾ سایہ دار جگہ پر پیشاب کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ. قَالُوا :وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ .قَالَ :الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْفِي ظلهم .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو لعنتی کاموں سے بچو صحابہ رضی اللہ عنھم نے عرض کیا یا رسول اللہ لعنتی کام کون سے ہیں، فرمایا وہ جو لوگوں کی راہ یا سایہ کی جگہ پر پاخانہ کرے۔ مسلم جب کہ دوسری حدیث میں ہے،، روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نخلستان یعنی سایہ دار جگہ میں حاجت قضا فرمائی۔ ان دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

سایہ دار جگہ پر پیشاب کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں سایہ دار جگہ استنجاء کرنے سے منع فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس سایہ میں لوگ دھوپ کیوقت عموماً بیٹھتے لیٹتے ہوں وہاں استنجاء نہ کرو کہ اس سے رب تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے، لوگ بھی برا کہتے ہیں۔

اور جس حدیث میں سایہ دار جگہ استنجاء کرنے کا ثبوت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کیونکہ وہ جگہ لوگوں کے آرام کی نہ تھی اور نہ کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ تھا اور وہ جگہ آبادی نہیں بلکہ ویران جگہ تھی اس لئے آپ نے وہاں استنجاء فرمایا لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿90﴾ جنوں کی خوراک کی احادیث میں تعارض:

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جنوں کا داعی آیا میں اس کے ساتھ گیا میں نے ان پر قرآن پڑھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی ساتھ لے گئے ان کے قدم اور آگ کے نشان دکھائے انہوں نے حضور نبی کریم

علیہ وسلم سے سفر کی خوراک مانگی تو آپ نے فرمایا ہر وہ ہڈی جو اللہ کے نام سے ذبح کی گئی ہو جب تمہارے ہاتھ میں آئے گی اس پر پہلے والا پورا گوشت ہوگا اور ہر مینگنی تمہارے چوپاؤں کا چارہ ہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں سے استنجاء نہ کرو اس لئے کہ یہ تمہارے بھائی جنوں کی خوراک ہے۔ صحیح مسلم الصلوۃ للجھر فی الفجر

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ جنوں نے عرض کی کہ یہ چیزیں ہمارا رزق ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو ان سے استنجاء کرنے سے منع فرمادیں۔ ابوداود باب الوضوء

پہلی حدیث میں ہے کہ حضور سے انہوں نے زاد راہ کے طور پر خوراک کی درخواست کی تو آپ نے ہڈی اور گوبر عطا فرمایا جبکہ دوسری حدیث میں شکایت کے طور پر انہوں نے ہڈی اور گوبر کا سوال کیا دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

جنوں کی خوراک کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض میں تطبیق اس طرح قائم ہوگی کہ ابتداء میں یہی ہوا کہ جنوں نے زادراہ کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ہڈی و گوبر انہیں زادراہ کے طور پر عطا فرمایا اور یہ ابتدائے اسلام کا واقعہ ہے۔ اور جب اسلام ہر سو پھیل گیا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے لیکن تمام لوگوں کو اس مسئلے کا علم نہیں تھا اس لئے لوگ ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرتے تھے تو بعد میں جنوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آکر اس کی شکایت کی کہ یہ ہماری خوراک ہے آپ لوگوں کو اس سے منع کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو منع فرمادیا مطلب یہ کہ یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں لہذا ان میں کوئی تعارض نہیں

﴿91﴾ حضور کے شیطان کے بارے احادیث میں تعارض:

عن عبدِ العزیز بن صهیب قال سمعت انسا یقول کان رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِذَا دخلُ الْخَلَاءَ قال اللهم انی أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبثِ والخبائث ."

روایت ہے حضرت عبدالعزیز بن صھیب سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب استنجاء خانے جاتے تو کہتے اے اللہ میں جن اور جنانی سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ صحیح بخاری کتاب الوضو۔

جب کہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے

وعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِينُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ .قَالُوا :وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ :وَإِيَّايَ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ ."رَوَاهُ مُسلم

ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کے ساتھ ایک ساتھی جن اور ایک ساتھی فرشتہ مقرر نہ ہو عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کے ساتھ بھی ہے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی پر اللہ تعالی نے مجھے

اس پر مدد دی ہے جس سے وہ مسلمان ہو گیا ہے اب وہ مجھے صرف بھلائی ہی کا مشورہ دیتا ہے
پہلی حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ استنجاء خانے جاتے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میرا شیطان ایمان لا چکا ہے اور وہ مجھے نیکی کا مشورہ دیتا ہے دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

حضور کے شیطان کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کا شیطان سے پناہ طلب کرنا اظہار عبودیت اور تعلیم امت کے لیے ہے کیونکہ آپ ﷺ تمام جنات اور انسانوں کے شر سے محفوظ و مامون ہیں جیسا کہ حدیث میں آپ نے خود فرمایا کہ میرا شیطان ایمان لا چکا ہے۔

﴿92﴾ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا (مسلم، بخاری)

حضرت حذیفہ سے بروایت صحیح مروی ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لائے تو کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

اور دوسری حدیث میں اس کے خلاف اس طرح ہے
روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں کھڑے ہوئے پیشاب کر رہا تھا تو فرمایا اے عمر کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو پھر میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)
دونوں احادیث متعارض ہیں۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت ہے وہ تو بالکل واضح ہے اور یہی حکم ہے اور جس میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا ثبوت ہے اس کی ایک وجہ عذر ہو سکتا ہے یا پھر وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی کیونکہ کوڑی پر ہر جگہ نجاست ہی ہوتی ہے یا پاؤں شریف میں زخم یا پیٹھ میں درد تھا جس کے لیے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مفید تھا لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿93﴾ پہلی وحی کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ جِبْرِيْلَ أَتَاهُ فِيْ أَوَّلِ (ص 18) مَا أُوحِيَ إِلَيْهِ فَعَلَّمَهُ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الْوُضُوءِ أَخَذَ غُرْفَةً مِنَ الْمَاءِ فَنَضَحَ بِهَا فَرْجَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارَقُطْنِيُّ

روایت ہے حضرت زید ابن حارثہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضرت جبریل پہلی وحی میں آپ کے پاس آئے تو آپ کو وضو ونماز سکھائی پھر جب وضو سے فارغ ہوئے تو پانی کا چلو لیا اور شرمگاہ پر چھڑ کا۔ احمد و دار قطنی

اس حدیث میں حضرت جبریل پہلی وحی جو آپ کے پاس لے کر آئے وہ وضو اور نماز سکھائی پھر جب وضو سے فارغ ہوئے تو پانی کا چلو لیا اور شرمگاہ پر چھڑ کا۔

جبکہ باب الوحی کی حدیث میں ہے کہ پہلی وحی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ" ہے۔ پہلی وحی کے بارے میں دونوں حدیثیں ایک دوسرے سے متعارض ہیں۔

پہلی وحی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق

احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ پہلی وحی سے مراد احکام قرآن کی پہلی وحی فرضیت نماز یعنی شب معراج کے بعد کی پہلی وحی ہے جو نبوت کے تیرھویں سال ہوئی، کیونکہ اس سے پہلے نہ نماز آئی تھی نہ وضو۔ اور دوسری حدیث میں نزول قرآن کی پہلی وحی "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ" ہے۔

﴿94﴾ تین بار وضو کی احادیث میں تعارض

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً لَمْ يَزِدْ عَلٰى هٰذَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اس پر زیادتی نہ فرمائی۔

دوسری روایت میں ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار وضو کیا۔ بخاری

جبکہ ایک اور تیسری حدیث میں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے ارادہ میں وضو کیا تو فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو نہ دکھاؤں آپ نے تین تین بار وضو کیا۔ مسلم

تین بار وضو کی احادیث میں تعارض کی تطبیق

جس حدیث میں ایک ایک بار وضو کا ذکر ہوا یعنی ہر عضو ایک بار دھویا اور اس وضو میں ایک بار پر زیادتی نہ کی اس میں ایک بار یا دو بار دھونا بیان جواز کے لیے ہے تاکہ کوئی شخص تین بار دھونے کو فرض نہ سمجھ لے۔ اور تین بار دھونا بیان استحباب کے لیے ہے یا دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ پانی کم ہونے پر ایک دو بار اعضاء دھوئے اور پانی کافی ہونے پر تین بار۔

﴿95﴾ وضو میں بسم اللہ کی احادیث میں تعارض

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

روایت ہے حضرت سعید ابن زید سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا وضو نہیں جس نے اس پر بسم اللہ نہ کہا اسے ترمذی وابن ماجہ نے روایت کیا۔

جب کہ دوسری حدیث میں ہے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَنْ تَوَضَّأَ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ فَإِنَّهُ يُطَهِّرُ جَسَدَهُ كُلَّهُ وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَذْكُرِ اسْمَ الله لم يطهر إِلَّا مَوضِعِ الْوُضُوءِ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ وابن مسعود وابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کرے اور اللہ کا نام لے تو وضو اس کے سارے جسم کو پاک کر دیتا ہے اور جو وضو کرے اور اللہ کا نام نہ لے تو صرف وضو کی جگہ ہی کو پاک کرتا ہے۔

پہلی حدیث میں فرمایا اس کا وضو نہیں جس نے بسم اللہ نہ پڑھی جب کہ دوسری حدیث میں بسم اللہ کے بغیر وضو کے جواز کا ذکر ہے احادیث میں تعارض واضح ہے۔

وضو میں بسم اللہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا عام علماء کے نزدیک سنت مستحبہ ہے اور جس حدیث میں بسم اللہ کے بغیر وضو کی نفی ہے وہ یہاں کمال کی نفی ہے یعنی جو کوئی وضو کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو ہو تو جائے گا لیکن کامل نہیں، جیسے حدیث شریف میں ہے کہ مسجد سے قریب رہنے والے کی بغیر مسجد نماز نہیں ہوتی، یعنی نماز کامل نہیں ہوتی۔ لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿96﴾ اعضائے وضو پونچھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا قَالَت :كَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِرْقَةٌ يُنَشِّفُ بِهَا أَعْضَاءَهُ بَعْدَ الْوُضُوءِ. رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ وَقَالَ :هٰذَا حَدِيثٌ لَيسَ بِالْقَائِمِ وَأَبُو مُعَاذٍ الرَّاوِي ضَعِيفٌ عِنْدَ أهل الحَدِيث

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے وضو کے بعد اپنے اعضاء شریف پونچھا کرتے تھے روایت کیا ترمذی نے اور فرمایا کہ یہ حدیث قوی الاسناد نہیں اور ابو معاذ راوی محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

جبکہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دامن سے منہ شریف پونچھا، اور مذکورہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے وضو کے بعد اپنے اعضاء شریف پونچھا کرتے تھے۔

جبکہ دیگر احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے وضو کے بعد اعضاء بالکل نہ پونچھے اور فرمایا وضوء کا پانی قیامت میں نور ہوگا۔

اعضائے وضو پونچھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

نبی کریم ﷺ کے یہ افعال کبھی کبھی ہوتے تھے آپ نے ان پر ہمیشگی اختیار نہ فرمائی یعنی کبھی پونچھ لیتے اور کبھی چھوڑ دیتے، اور یہ دونوں طریقے جائز ہیں لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿97﴾ دخول سے غسل فرض ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحْيِي السنة هذَا مَنْسُوخ

روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی پانی سے ہی ہے۔ (مسلم) شیخ امام محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ پانی پانی سے ہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غسل انزال سے ہوتا ہے دخول سے نہیں۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی عورت کے چاروں شانے کے درمیان بیٹھے پھر کوشش کرے تو غسل واجب ہوگیا اگرچہ انزال نہ ہوا۔ مسلم، بخاری

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انزال ہو یا نہ ہو دخول سے غسل فرض ہوتا ہے دونوں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

دخول سے غسل فرض ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ وہ حدیث جس میں فقط انزال سے غسل کا ذکر ہے محدثین کے نزدیک وہ منسوخ ہے اسکی ناسخ ابوہریرہ کی گزشتہ حدیث ہے جس میں فرمایا کہ دخول سے غسل فرض ہوجاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو۔ جیسا کہ اس حدیث کے آخر میں امام محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

﴿98﴾ غسل کے مسح کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُونَةُ :وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَسَتَرْتُهُ بِثَوْبٍ وَصَبَّ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَأَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهُ ثَوْبًا فَلَمْ يَأْخُذْهُ فَانْطَلَق وَهُوَ ينفض يَدَيْهِ .وَلَفظه لِلْبُخَارِيِّ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ حضرت میمونہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا پانی رکھا پھر میں نے آپ کو کپڑے سے آڑ کردی اور آپ نے اپنے ہاتھوں پر پانی بہایا پھر انہیں دھویا پھر ہاتھوں

پر بہایا پھر انہیں دھویا پھر دائیں ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالا اور استنجا کیا پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا انہیں صاف کیا پھر ان سے دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی لیا اور اپنا منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھوئے پھر اپنے سر پر پانی بہایا اور اپنے تمام جسم پر بہایا پھر وہاں سے ہٹ گئے اور اپنے قدم شریف دھوئے میں نے کپڑا پیش کیا قبول نہ فرمایا اور ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے (مسلم، بخاری) اور ان کے لفظ بخاری کے ہیں

مذکورہ حدیث میں غسل کے دوران سر کے مسح کا ذکر نہیں ہے،، جب کہ دوسری حدیث میں مسح کا تذکرہ بھی ملتا ہے جیسا کہ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل کرتے تو یوں شروع کرتے کہ پہلے دونوں ہاتھ دھوتے پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈالتے تو ان سے بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے پھر اپنے سر پر دونوں ہاتھوں سے تین چلو ڈالتے پھر اپنی تمام کھال پر پانی بہاتے

غسل کے مسح کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق اس طرح ہوگی کہ جس حدیث میں مسح کا ذکر نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ کیونکہ سر کے دھلنے میں مسح بھی ہو جاتا ہے اس لئے مسح سر کا ذکر نہیں کیا یا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح تو کیا تھا مگر حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہوا۔

﴿99﴾ حالت جنابت میں مسجد سے گزرنے کی آیت اور حدیث میں تعارض

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَجِّهُوا هٰذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَإِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان گھروں کو مسجد سے پھیر دو کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد کو حلال نہیں کرتا۔ ابوداود

مذکورہ حدیث میں ہے،، میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد کو حلال نہیں کرتا، جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا "وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ" نہ جنبی مسجد میں داخل ہوں سوائے عابری السبیل کے،، اس میں عابری سبیل کے لئے حالت جنابت میں داخل مسجد ہونے کی اجازت معلوم ہوتی ہے جبکہ حدیث میں مطلقاً جنبی کے لئے داخل مسجد ہونے کی ممانعت ہے۔

حالت جنابت میں مسجد سے گزرنے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

قرآن کریم میں جو ارشاد ہوا، وہاں "عابری سبیل" سے مراد مسافر ہے یعنی جنابت کی حالت میں بغیر غسل نماز کے قریب نہ جاؤ ہاں اگر مسافر ہو اور پانی نہ پاؤ تو تیمم کرکے نماز پڑھ لو وہاں مسجد سے گزرنا مراد نہیں لہٰذا حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

﴿100﴾ استنجاء میں سلام و وظائف کی احادیث میں تعارض

وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِي حَاجَةٍ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَضَى ابْنُ عُمَرَ حَاجَتَهُ وَكَانَ مِنْ حَدِيثِهِ يَوْمَئِذٍ أَنْ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ فِي سِكَّةٍ مِنَ السِّكَكِ فَلَقِيَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ غَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتَّى (ص 145) كَادَ الرَّجُلُ أَنْ يَتَوَارَى فِي السِّكَّةِ ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْحَائِطِ وَمَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ ثُمَّ ضَرَبَ ضَرْبَةً أُخْرَى فَمَسَحَ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ وَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ السَّلَامَ إِلَّا أَنِّي لَمْ أَكُنْ عَلَى طُهْرٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ کسی کام میں گیا حضرت ابن عمر نے اپنی حاجت پوری کر لی اور آپ کی اس دن کی حدیث یہ تھی کہ فرمایا ایک آدمی گلیوں میں سے کسی گلی میں گزرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ملاقات ہوگئی حالانکہ آپ استنجاء سے آئے تھے اس نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا حتی کہ وہ شخص جب گلی میں چھپ جانے کے قریب ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے جن سے اپنے چہرے کا مسح کیا پھر دوبارہ ہاتھ مارے اور اپنے ہاتھوں پر پھیرے پھر اس شخص کا جواب دیا اور فرمایا کہ مجھے تمہارے جواب دینے میں رکاوٹ صرف یہ تھی کہ میں پاک نہ تھا (ابوداؤد)

مذکورہ حدیث میں ہے کہ ایک آدمی گلیوں میں سے کسی گلی میں گزرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ملاقات ہوگئی حالانکہ آپ استنجاء سے آئے تھے اس نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا جبکہ سابقہ حدیث میں بیان ہوا کہ

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم استنجاء خانہ سے آتے تو ہمیں قرآن پڑھاتے اور ہمارے ساتھ گوشت کھاتے تھے جنابت کے سوا حضور کو قرآن سے کوئی چیز نہ روکتی تھی۔ (ابوداؤد، نسائی)

ان احادیث میں تعارض یہ ہے کہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم استنجاء خانے سے آکر قرآن پڑھاتے تھے، دعائیں پڑھتے تھے، وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھتے تھے جبکہ دوسری حدیث میں بغیر وضو سلام کا لفظ بھی نہیں بولتے

استنجاء میں سلام و وظائف کی احادیث میں تعارض کی تطبیق

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ اس شخص کے سلام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے جن سے اپنے چہرے کا مسح کیا پھر دوبارہ ہاتھ مارے اور اپنے ہاتھوں پر پھیرے پھر اس شخص کا جواب دیا اور فرمایا کہ مجھے تمہارے جواب دینے میں رکاوٹ صرف یہ تھی کہ میں پاک نہ تھا یعنی میں اس وقت بے وضو تھا اور جواب میں کہنا ہوتا ہے "وعلیکم السلام" "سلام" اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے اگرچہ یہاں وہ معنی مراد نہیں پھر بھی اس لفظ کا احترام کرتے ہوئے میں نے بغیر وضو یہ لفظ بولنا مناسب نہ سمجھا محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص انوار الٰہیہ کی

تجلی ہورہی تھی جس کا اثر یہ تھا کہ آپ نے بغیر طہارت سلام کا لفظ بھی منہ سے نہ نکالا، یہ خصوصی حکم ہے۔
جس حدیث میں آپ نے استنجاء کے بعد تلاوت قرآن کی بسم اللہ پڑھی وہ عام حکم شرعی تھا اور یہ حکم خصوصی۔ شریعت وطریقت اور فتویٰ وتقویٰ میں فرق ہے۔

﴿101﴾ سلام کے جواب کے لئے وضواور تیمّم کی احادیث میں تعارض:

وَعَن الْمُهَاجر بن قنفذ :أَنَّهُ أَتى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُولُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتَّى تَوَضَّأَ ثُمَّ اعتذر إِلَيْهِ فَقَالَ :إِنِّي كرهت أَن أذكر الله عز وَجل إِلَّا على طهر أَو قَالَ على طَهَارَة .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ إِلَى قَوْلِهِ :حَتَّى تَوَضَّأَ وَقَالَ :فَلَمَّا تَوَضَّأَ رَدَّ عَلَيْه

روایت ہے حضرت مہاجر ابن قنفذ سے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ استنجاء کر رہے تھے انہوں نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا حتی کہ وضو کر لیا۔ پھر ان سے معذرت کی اور فرمایا کہ میں نے یہ پسند نہ کیا کہ بغیر پاکی کے اللہ کا ذکر کروں (ابوداؤد) اور نسائی نے "حَتّٰی تَوَضَّا" تک روایت کی اور فرمایا کہ جب وضو کر لیا تو اس کا جواب دیا۔
مذکورہ حدیث میں ہے کہ،،
حضرت مہاجر ابن قنفذ سے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ استنجاء کر رہے تھے انہوں نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا حتی کہ وضو کر لیا۔ پھر ان سے معذرت کی اور فرمایا کہ میں نے یہ پسند نہ کیا کہ بغیر پاکی کے اللہ کا ذکر کروں۔ جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے،،
ایک آدمی گلیوں میں سے کسی گلی میں گزرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ملاقات ہوگئی حالانکہ آپ استنجاء سے آئے تھے اس نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا۔ حتی کہ وہ شخص جب گلی میں چھپ جانے کے قریب ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے جن سے اپنے چہرے کا مسح کیا پھر دوبارہ ہاتھ مارے اور اپنے ہاتھوں پر پھیرے پھر اس شخص کا جواب دیا اور فرمایا کہ مجھے تمہارے جواب دینے میں رکاوٹ صرف یہ تھی کہ میں پاک نہ تھا۔ ابوداؤد
پہلی حدیث میں وضو کر کے پھر سلام کا جواب دیا جب کہ دوسری میں آپ نے تیمّم کر کے جواب دیا۔ تعارض واضح ہے۔

سلام کے جواب کے لئے وضواور تیمّم کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے جواب دیا کیونکہ یہاں سلام کرنے والے کہیں جا نہ رہے تھے، بلکہ حضور کے پاس ہی تھے۔ اس لئے جواب کی جلدی نہ تھی، وضو کیا، پھر جواب دیا جبکہ وہاں سلام والا جارہا تھا اس لئے آپ نے تیمّم کیا لہذا فرق ہو گیا اور تعارض بھی نہ رہا۔

﴿102﴾ بحالت جنابت فرشتوں کے داخلے کی احادیث اور حضور کے قول وفعل میں

بظاہر تعارض:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ :كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجْنِبُ ثُمَّ يَنَامُ ثُمَّ يَنْتَبِهُ ثُمَّ يَنَامُ .رَوَاهُ أَحْمد

روایت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہوتے پھر سو جاتے پھر جاگتے پھر سو جاتے۔احمد

جبکہ دوسری حدیث میں ہے،،روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس گھر میں فرشتے نہیں آتے جس میں تصویر ہو اور نہ اس مین جس میں کتا اور جنبی ہو۔ابوداود،نسائی

پہلی حدیث مین آپ ساری رات حالت جنابت میں گزاردیتے جبکہ دوسری حدیث میں آپ نے اس کی مذمت بیان فرمائی۔

بحالت جنابت فرشتوں کے داخلے کی احادیث اور حضور کے قول وفعل میں بظاہر تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ یعنی بحالت جنابت اولاً وضو کر کے سو جاتے،پھر جاگتے،پھر دوبارہ سونے کے لئے وضو نہ کرتے پہلا وضو کافی ہوتا،کیونکہ حضور کی نیند وضو نہیں توڑتی اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ جنابت میں بغیر وضو سو جاتے حدیث میں وعیدان لوگوں کے لئے ہے جو بغیر وضو حالت جنابت مین ساری رات گزار دیں۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ ہم کو بھی یہ درست ہے کہ اولاً وضو کر کے سو جائیں پھر اگر جاگ جائیں تو سونے کے لئے دوبارہ وضو کی ضرورت نہیں پہلا وضو ہی کافی ہے۔

﴿103﴾ نجاست دھونے کی مقدار کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ شُعْبَةَ قَالَ :إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يفرغ بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى سَبْعَ مِرَارٍ ثُمَّ يَغْسِلُ فَرْجَهُ فَنَسِيَ مَرَّةً كَمْ أَفْرَغَ فَسَأَلَنِي كم أفرغت فَقُلْتُ لَا أَدْرِي فَقَالَ لا أُمَّ لَكَ وَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَدرِيَ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يُفِيضُ عَلَى جِلْدِهِ الْمَاءَ ثُمَّ يَقُولُ هٰكَذَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يتطهّر .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت شعبہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جب ناپاکی سے غسل کرلیتے تو داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر سات بار پانی ڈالتے پھر استنجاء کرتے ایک دفعہ بھول گئے کہ کتنی بار پانی ڈالا ہے، مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم فرمایا تمہاری ماں نہ رہے تمہیں کس چیز نے جاننے سے روکا پھر نماز کا سا وضو کرتے پھر اپنے جسم پر پانی بہاتے پھر فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہی طہارت فرماتے تھے۔ابوداود

اس حدیث میں سات بار ہاتھ پر پانی ڈالنے کا بیان ہے،،

جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ تین بار ہاتھ دھوتے اس حدیث میں تین بار ہاتھ دھونے کا ذکر ہے، دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

نجاست دھونے کی مقدار کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جب ناپاکی سے غسل کرتے تو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر سات بار پانی ڈالتے کیونکہ ہاتھ میں نجاست لگی ہوئی تھی اور شروع اسلام میں نجاست سات بار دھوئی جاتی تھی پھر سات کا حکم منسوخ ہو گیا، استحباب اب بھی باقی ہے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں تین بار ہاتھ دھونے کا ذکر ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ یہ عمل کبھی کرتے ہوں نہ کہ ہمیشہ۔

﴿104﴾ عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طَهُورِ الْمَرْأَةِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ وَالتِّرْمِذِيُّ وَزَادَ: أَوْ قَالَ: بِسُؤْرِهَا. وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

روایت ہے حضرت حکم ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ مرد عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے (ابوداؤد، ابن ماجہ) اور ترمذی نے ان دونوں سے زیادہ کیا فرمایا عورت کے جوٹھے سے اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مرد عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے (ابوداؤد، ابن ماجہ) جبکہ سابقہ حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے:
روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی نے لگن میں غسل کیا حضور نے اس سے وضو کرنا چاہا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میں ناپاک تھی، فرمایا پانی تو ناپاک نہیں ہوتا۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)
دونوں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کو منع کیا یہ ممانعت تنزیہی ہے یعنی عورت کے غسل یا وضو سے بچے ہوئے پانی سے مرد کا غسل یا وضو کرنا بہتر نہیں، اور جس حدیث میں آپ نے اپنی بیوی کے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا وہ حدیث بیان جواز کے لئے ہے، خلاصہ یہ کہ عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو نہ کرنا مستحب ہے، لہٰذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

105 نجس برتن دھونے کی احادیث میں تعارض

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا شَرِبَ الْکَلْبُ فِی إِنَاءِ أَحَدِکُم فلیغسله سبع مَرَّات وَفِی رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ: طَهُورُ إِنَاءِ أَحَدِکُمْ إِذَا وَلَغَ فِیهِ الْکَلْبُ أَنْ یَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ.

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پی جائے تو اسے سات بار دھوؤ (مسلم، بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا تم میں سے کسی کے برتن کی پاکی جب اس میں کتا چاٹ جائے تو اسے سات بار دھوئے پہلی بار مٹی سے،

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پی جائے تو اسے سات بار دھوؤ جبکہ دوسری احادیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے

دار قطنی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب کتا برتن چاٹ جائے تو اسے تین بار، پانچ بار، یا سات بار دھوؤ۔ نیز ابن عدی نے مرفوعاً روایت کی کہ جب کتا برتن چاٹ جائے تو پانی پھینک دو اور برتن تین بار دھولو۔ نیز دار قطنی نے بسند صحیح حضرت عطاء سے روایت کی کہ خود حضرت ابوہریرہ کا یہ عمل تھا جب ان کا برتن کتا چاٹ جاتا تو پانی گرا دیتے اور برتن تین بار دھو ڈالتے۔ لہذا تین بار اور سات بار دھونے کی احادیث میں تعارض واضح ہے

نجس برتن دھونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں سات بار دھونے کا ثبوت ہے وہ حدیث منسوخ ہے اور جن احادیث میں تین بار دھونے کا حکم ہے وہ مذکورہ احادیث ناسخ ہیں۔ لہذا تعارض بھی نہ رہا۔

106 منی کے پاک و ناپاک ہونے کی احادیث میں تعارض

وَعَنِ الْأَسْوَدِ وَهَمَّامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: کُنْتُ أَفْرُکُ الْمَنِیَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَبِرِوَایَةِ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ وَفِیهِ: ثُمَّ یُصَلِّی فِیهِ

روایت ہے حضرت اسود اور ہمام سے وہ حضرت عائشہ سے راوی فرماتی ہیں کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی مل دیتی تھی (مسلم) اور علقمہ و اسود کی ایک روایت میں حضرت عائشہ سے اسی طرح ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھ لیتے

ایک اور حدیث میں ہے،، ابنِ عباس سے مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منی تھوک و رینٹ کی طرح ہے جس کا کپڑا یا گھاس سے پونچھ دینا کافی ہے۔ جبکہ ان تمام حدیثوں کے برعکس دوسری حدیث میں ہے،،
دار قطنی نے حضرت عمار ابن یاسر سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا اے عمار پانچ چیزوں سے کپڑا دھوؤ:
(۱)، پیشاب، (۲) پاخانہ، (۳) قے، (۴) خون، (۵) اور منی۔
احادیث میں منی کے پاک ہونے اور نہ ہونے کی احادیث میں تعارض واضح ہے۔

منی کے پاک و ناپاک ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

وہ حدیث جس میں منی کے پاک ہونے کا ثبوت ہے اولاً تو وہ حدیث صحیح نہیں اگر صحیح مان لی جائے تو ان احادیث سے مرجوح یا منسوخ ہے جن میں منی کے ناپاک ہونے کی صراحت ہے۔ کیونکہ اگر اباحت و حرمت میں تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

﴿107﴾ جانوروں کے پیشاب کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ::لَا بَأْسَ بِبَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ وَفِي رِوَايَةِ جَابِرٍ قَالَ :مَا أُكِلَ لَحْمُهُ فَلَا بَأْس ببوله .رَوَاهُ أَحْمد وَالدَّارَقُطْنِيّ

روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے پیشاب میں کچھ حرج نہیں جس کا گوشت کھایا جائے۔ اور جابر کی روایت میں ہے کہ جس کا گوشت کھایا جائے اس کے پیشاب سے کوئی حرج نہیں۔
مذکورہ حدیث میں ہے کہ،،
اس کے پیشاب میں کچھ حرج نہیں جس کا گوشت کھایا جائے۔
جبکہ دوسری احادیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیشاب کی چھینٹوں سے بچو کہ عموماً عذابِ قبر اس سے ہوتا ہے۔ اور جسکی قبر پر کھجور کی تر شاخ گاڑھی تھی اس کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ اونٹوں کا چرواہا تھا۔
پہلی حدیث میں جانوروں کے پیشاب کی پاکی کا ثبوت ہے اور دوسری احادیث میں ان کے پیشاب کی ناپاکی کا بیان ہے تعارض واضح ہے۔

جانوروں کے پیشاب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اصل میں ان احادیث میں حرام و حلال جانوروں کے پیشاب کا فرق بیان کیا گیا ہے یعنی جیسے حرام جانوروں کا پیشاب نجاست غلیظہ ہوتا ہے کہ ایک درہم کی بقدر لگنے سے کپڑا نجس ہو جاتا ہے، ایسا حلال جانوروں کا پیشاب نہیں بلکہ وہ نجاست خفیفہ ہے کہ چہارم کپڑا آلود ہو تو ناپاک ہوگا یعنی اس کا حکم سخت نہیں اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حلال جانوروں کا

پیشاب مطلقا پاک ہوتا ہے۔

﴿108﴾ عمامہ پر مسح کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عُرْوَةَ بن الْمُغِيرَة بن شُعْبَة عَنْ أَبِيه قَالَ :أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ .قَالَ الْمُغِيرَةُ :فَتَبَرَّزَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ الْغَائِط فَحملت مَعَه إدواة قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَمَّا رَجَعَ أَخَذْتُ أُهْرِيقُ عَلَى يَدَيْهِ من الإدواة فَغسل كفيه وَوَجهَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ (ص:161) صُوفٍ ذَهَبَ يَحْسِرُ عَن ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ كم الْجُبَّة فَأخْرج يَده مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَأَلْقَى الْجُبَّةَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ وَغسل ذِرَاعَيْهِ وَمسح بناصيته وَعَلى الْعِمَامَة وعَلى خفيه ثُمَّ رَكِبَ وَرَكِبْتُ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَوْمِ وَقَدْ قَامُوا فِي الصَّلَاة يُصَلِّي بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَمَّا أَحَسَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم ذهب يتَأَخَّر فَأَوْمأ إِلَيْهِ فصلى بهم فَلَمَّا سلم قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ فَرَكَعْنَا الرَّكْعَة الَّتِي سبقتنا .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں شرکت کی مغیرہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن فجر سے پہلے استنجاء خانے گئے میں آپ کے ساتھ ایک برتن لے گیا جب واپس آئے تو آپ کے ہاتھ شریف پر برتن سے پانی ڈالنے لگا آپ نے اپنا ہاتھ اور منہ دھویا آپ پر اونی جبہ تھا آپ کہنیوں سے چڑھانے لگے لیکن جبے کی آستین تنگ تھی تو آپ نے اپنے ہاتھ شریف جبے کہ نیچے سے نکالے اور جبہ اپنے کندھوں پر ڈال لیا کہنیوں تک ہاتھ دھوئے، پھر پیشانی اور عمامہ پر مسح کیا پھر میں نے آپ کے موزے اتارنے کا ارادہ کیا فرمایا انہیں رہنے دو کیونکہ میں نے انہیں پاکی پر پہنا ہے پھر ان پر مسح فرمالیا، پھر آپ سوار ہوئے اور میں بھی، ہم قوم تک پہنچے جو نماز کے لیئے کھڑے ہو چکے تھے انہیں عبدالرحمان ابن عوف نماز پڑھا رہے تھے ایک رکعت پڑھا چکے تھے جب انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس کیا تو پیچھے ہٹنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ایک رکعت پائی جب انہوں نے سلام پھیرا تو حضور انور کھڑے ہو گئے میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا جو رکعت رہ گئی تھی ہم نے پڑھ لی۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں ہے،، آپ کے جبے کی آستین تنگ تھی تو آپ نے اپنے ہاتھ شریف جبے کہ نیچے سے نکالے اور جبہ اپنے کندھوں پر ڈال لیا کہنیوں تک ہاتھ دھوئے، پھر پیشانی اور عمامہ پر مسح کیا۔ جب کہ دوسری حدیث میں عمامہ پر مسح کرنے کی ممانعت ہے،، جیسا کہ روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا عمامہ پر مسح جائز نہیں۔

عمامہ پر مسح کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حکیم الامت فرماتے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ پر مسح نہیں کیا تھا، بلکہ اسے پکڑا تھا تا کہ گر نہ جائے، حضرت مغیرہ اسے مسح سمجھے۔

لہذا یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ آپ نے فرمایا عمامہ پر مسح جائز نہیں جب تک کہ سر پر ہاتھ نہ پھیرا جائے اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿109﴾ ایک تیمم سے دوسرے اوقات کی نمازیں پڑھنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِينَ فَإِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْيَمَسَّهُ بَشَرَهُ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهُ إِلَى قَوْلِهِ عَشْرَ سِنِينَ

روایت ہے ابوذر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاک مٹی مسلمان کا آب وضو ہے اگرچہ دس سال پانی نہ پائے پھر جب پانی پائے تو اس سے اپنا بدن دھولے کہ یہ یقیناً بہتر ہے (احمد، ترمذی، ابوداؤد) نسائی نے اس کی مثل روایت کی دس سال کے قول تک۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ تیمم وضو کی طرح طہارت مطلقہ اور کاملہ ہے، لہذا ایک تیمم سے ایک وقت میں بھی چند نمازیں پڑھ سکتے ہیں اور ایک وقت کے تیمم سے کئی وقت تک نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ، سیدنا ابن عمر سے مروی ہے کہ آپ ہر نماز کے لیے الگ تیمم کرتے تھے۔ ان احادیث میں بظاہر تعارض ہے۔

ایک تیمم سے دوسرے اوقات کی نمازیں پڑھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق

اسمیں تطبیق اس طرح ہوگی کہ وہ روایت جس میں سیدنا ابن عمر سے مروی ہے کہ آپ ہر نماز کے لیے الگ تیمم کرتے تھے یہ استحبابا تھا نہ کہ وجوبا جیسے وضو پر وضو کر لینا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔

﴿110﴾ حالت حیض میں بیوی کے قریب آنے کی احادیث میں تعارض

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ إِذَا حِضْتُ نَزَلْتُ عَنِ الْمِثَالِ عَلَى الْحَصِيرِ فَلَمْ نَقْرَبْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ نَدْنُ مِنْهُ حَتَّى نَطْهُرَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب میں حائضہ ہوتی تو بستر سے چٹائی پر اتر آتی پھر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب نہ ہوتے یہاں تک کہ ہم پاک ہو جاتے۔ (ابوداؤد)

مذکورہ حدیث میں ہے،، جب میں حائضہ ہوتی تو بستر سے چٹائی پر اتر آتی پھر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب نہ ہوتے یہاں تک کہ ہم پاک ہوجاتے،،۔

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے حالانکہ ہم دونوں جنبی ہوتے آپ مجھے حکم دیتے، میں تہبند باندھ لیتی تو مجھ سے جسم مس کرتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔

پہلی حدیث میں ہے کہ ازواج پاک حالت حیض میں حضور کے قریب تک نہیں آتی جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ حالت حیض میں ازواج کو اپنے ساتھ مس فرماتے تعارض واضح ہے۔

حالت حیض میں بیوی کے قریب آنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یعنی ہم تمام ازواج پاک بحالت حیض حضور انور کے پاس نہ لیٹتے تھے بلکہ علیحدہ چٹائی پر آپ کے بستر سے دور رہتے، یہ تو ہمارا اپنا عمل تھا کہ اس حالت میں آپ کے پاس لیٹنے، بیٹھنے کی جرات وہمت نہ کرتے تھے، ہاں اگر حضور انور خود ہی ہم کو بلا لیتے تو تعمیل حکم کرتے تھے، مطلب یہ کہ یہ مس عورت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا ہے اور یہاں ازواج پاک کی اپنی ہمت وجرات کا ذکر ہے کہ وہ اس حالت میں دور رہتی تھیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض علماء نے فرمایا کہ مس نہ ہونے والی حدیث منسوخ ہے اور مس ہونے والی گزشتہ احادیث ناسخ ہیں۔ یعنی حیض میں مس نہ ہونے والا حکم پہلے تھا پھر ختم ہوگیا۔

(۳) کتاب الصلاۃ

﴿111﴾ احادیث میں تارک نماز کو قتل کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وحسابهم على الله .إِلَّا أَنَّ مُسْلِمًا لَمْ يَذْكُرْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ "

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ جنگ کروں تا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں جب یہ کرلیں گے تو مجھ سے اپنے خون اور مال بچالیں گے سوائے اسلامی حق کے اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا **امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ**

وان محمدا رسول الله ويقيموا الصلاة مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ قتال کروں تا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں۔

اس حدیث میں تارک نماز کے قتل کا حکم بیان ہو رہا ہے جبکہ دوسری حدیث میں ہے۔

حضرت امامہ بن سہل سے روایت ہے کہ ہم امیر المومنین حضرت عثمان کے ساتھ تھے جب وہ اپنے گھر میں محصور تھے انہوں نے کہا یہ محاصرہ کرنے والے مجھے قتل کی دھمکیاں دے رہے ہیں حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلم کا خون تین وجوہات کے سوا بہانہ حلال نہیں ہے پہلا وہ جو اسلام کے بعد کفر اختیار کر لے، دوسرا شادی شدہ زانی، تیسرا وہ شخص جو ناحق کسی کو قتل کر دے۔ سنن ابی داود ۴۵۰۲ سنن ترمذی ۲۱۵۸

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تارک نماز واجب القتل نہیں ہے لہذا احادیث میں تعارض واضح ہے۔

احادیث میں تارک نماز کو قتل کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حدیث مذکورہ میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جس حدیث میں تارک نماز اور زکوۃ سے قتال کا حکم دیا گیا اس میں لفظ قتال ذکر ہوا اور قتال کا مطلب ہے ایک دوسرے کو قتل کرنا ایک دوسرے سے جنگ کرنا یعنی قتل اور جنگ کا فعل دونوں طرف سے پایا جائے اب حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ تارک نماز اور تارک زکوۃ سے جبراً عمل کروایا جائے اور اگر وہ قتال کرے اور جنگ کرے تو اس سے تب جنگ کی جائے گی اور اس وقت قتال کرنا درست ہوگا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ وہ نماز نہ پڑھے اور زکوۃ نہ دے تو اس کو قتل کر دو جیسا کہ شوافع اور مالکیوں کا مذہب ہے اسی سے حنفیوں کا مذہب بھی واضح ہو گیا جن کے نزدیک بے نمازی واجب القتل نہیں اور ان کی طرف سے یہ تطبیق جواب بھی ہوگئی۔

﴿112﴾ظہر کے وقت کی احادیث میں تعارض:

عَن عبد اللَّهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :وَقْتُ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُولِهِ مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ الْأَوْسَطِ وَوَقْتُ صَلَاةِ الصُّبحِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَأَمْسِكْ عَنِ الصَّلَاة فَإِنَّهَا تطلع بَين قَرْنَي شَيْطَان .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کا وقت جب ہے کہ سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو جائے جب تک کہ عصر نہ آئے اور عصر کا وقت جب تک ہے کہ سورج زرد نہ پڑ جائے اور نماز مغرب کا وقت جب تک ہے کہ شفق غائب نہ ہو جائے اور عشاء کی نماز کا وقت رات کے درمیانی آدھے

تک ہے اور نماز صبح کا وقت صبح چمکنے سے اس وقت تک ہے کہ سورج نہ چمکے۔ جب سورج چمک جائے تو نماز سے باز رہو کیونکہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان نکلتا ہے۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کا وقت جب ہے کہ سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کے قد کی برابر ہو جائے۔

جبکہ دوسری جگہ فرمایا، ظہر کا وقت جب ہے کہ سایہ کی مقدار تسمہ کے برابر ہو جائے۔ تعارض واضح ہے۔

ظہر کے وقت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں فرمایا کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو جائے یہ زوال کے وقت سایہ برابر ہونا بعض ملکوں اور بعض زمانوں میں ہوگا۔ سردی میں چونکہ سورج جنوب کی طرف ہوتا ہوا جاتا ہے لہذا اس وقت بعض جگہ یہ سایہ چیز کے برابر ہو جاتا ہے، لیکن کبھی بعض ملکوں میں اس وقت سایہ بالکل نہیں ہوتا یا ہوتا ہے مگر بہت تھوڑا۔ جس زمانہ میں حضور نے یہ فرمایا ہوگا وہ موسم سردی کا ہوگا، اور جن حدیثوں میں اس سایہ کی مقدار تسمہ کی برابر بیان فرمائی گئی وہاں موسم گرمی کا ہوگا۔

﴿113﴾ ظہر کے اول وقت پڑھنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ :دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصلي الْعَصْر ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى رَحْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمغرب وَكَانَ يستَحبّ أَن يُؤَخر الْعشَاء الَّتِي تَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا والْحَدِيث بعْدهَا وَكَانَ يَنْفَتِل مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ وَيَقْرَأُ بِالستِّينَ إِلَى الْمِائَةِ .وَفِي رِوَايَةٍ :وَلَا يُبَالِي بِتَأْخِيرِ الْعِشَاء إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُحبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا

روایت ہے حضرت سیار ابن سلامہ سے فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد حضرت ابی برزہ اسلمی کے پاس گئے ان سے میرے باپ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرائض کیسے پڑھتے تھے وہ بولے کہ دوپہری کی نماز جسے تم پہلی کہتے ہو تب پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا اور عصر پڑھتے پھر ہم میں سے ایک کنارہ مدینہ میں اپنے گھر پہنچ جاتا حالانکہ سورج صاف ہوتا اور جو کچھ مغرب کے بارے میں فرمایا وہ میں بھول گیا اور آپ عشاء جسے تم عتمہ کہتے ہو اسے دیر سے پڑھنے کو پسند فرماتے تھے اور اس سے پہلے سونا اور اس کے بعد بات چیت ناپسند فرماتے تھے اور نماز فجر سے جب فارغ ہوتے

جب کہ آدمی اپنے پاس والے کو پہچان لیتا حالانکہ آپ ساٹھ سے سوآیتوں تک پڑھتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ عشاء کو تہائی رات تک تاخیر کرنے میں پرواہ نہ کرتے تھے اس سے پہلے سونا اور اس کے بعد بات چیت کرنا ناپسند فرماتے تھے۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں راوی کہتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرائض کیسے پڑھتے تھے وہ بولے کہ دوپہری کی نماز جسے تم پہلی کہتے ہوتب پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا۔یعنی آپ نے ظہر جلدی پڑھی۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا ظہر ٹھنڈی کرو کیونکہ دوپہری کی گرمی دوزخ کی بھڑک سے ہے۔

ایک حدیث میں ظہر جلدی پڑھنے اور دوسری میں ٹھنڈی پڑھنے کا بیان ہے۔تعارض واضح ہے۔

ظہر کے اول وقت پڑھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

مذکورہ حدیث میں ظہر جلدی پڑھنے سے یہاں سردی کے زمانہ کی ظہر مراد ہے گرمی کی ظہر مراد نہیں، ورنہ اگلی حدیث میں آرہا ہے کہ حضور نے فرمایا ظہر ٹھنڈی کرو کیونکہ دوپہری کی گرمی دوزخ کی بھڑک سے ہے، لہذا یہ حدیث نہ اگلی حدیث سے متعارض ہے نہ حنفیوں کے خلاف۔

﴿114﴾ طلوع وغروب کے وقت نماز کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا أَدْرَكَ أَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سورج ڈوبنے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے وہ اپنی نماز پوری کرلے اور جب سورج چمکنے سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالے تو اپنی نماز پوری کرلے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سورج ڈوبنے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے وہ اپنی نماز پوری کرلے اور جب سورج چمکنے سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالے تو اپنی نماز پوری کرلے۔

خیال رہے کہ اس بارے میں احادیث متعارض ہیں۔اس حدیث سے تو معلوم ہوا کہ طلوع وغروب کے وقت نماز صحیح ہے مگر دوسری روایت میں آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وقتوں میں نماز پڑھنے سے سخت منع فرمایا۔

طلوع وغروب کے وقت نماز کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان متعارض حدیثوں کی وجہ سے یہاں پر قیاس شرعی کی ضرورت پڑی جو ان میں سے ایک حدیث کو ترجیح دے۔قیاس نے حکم دیا کہ اس صورت میں عصر درست ہوگی اور فجر فاسد ہوجائے گی کیونکہ عصر میں آفتاب ڈوبنے سے پہلے وقت مکروہ بھی

آتا ہے یعنی سورج کا پیلا پڑنا، لہذا یہ شروع بھی ناقص ہوئی اور ختم بھی ناقص، لیکن فجر میں آخر تک وقت کامل ہے اس صورت میں نماز شروع تو کامل ہوئی اور ختم ناقص، لہذا عصر میں اس حدیث پر عمل ہے اور فجر میں ممانعت کی حدیث پر۔ غرضکہ سورج نکلتے وقت کوئی نماز درست نہیں، اور سورج ڈوبتے وقت اس دن کی عصر جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے۔

﴿115﴾ فضیلت کی احادیث میں تعارض:

وَعَن أم فَرْوَة قَالَت :سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ :الصَّلَاةُ لِأَوَّلِ وَقْتِهَا .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ :لَا يُرْوَى الْحَدِيثُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيِّ وَهُوَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ عِنْد أهل الحَدِيث

روایت ہے حضرت ام فروہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا عمل بہتر ہے فرمایا اول وقت نماز پڑھنا (احمد و ترمذی، ابوداؤد) ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث صرف عبداللہ ابن عمر عمری سے مروی ہے اور وہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے فرمایا اول وقت نماز پڑھنا۔

جبکہ دوسری بعض احادیث میں ہے کہ افضل عمل جہاد ہے، بعض میں ہے کہ افضل عمل ماں باپ کی خدمت ہے لہذا بیان فضیلت میں حدیثیں مختلف ہیں اور تعارض واضح ہے۔

فضیلت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ مطلقاً فضیلت اول وقت نماز پڑھنے میں ہے، لیکن بعض ہنگامی حالات میں جہاد یا خدمت والدین افضل ہوجاتی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مختلف جوابات پوچھنے والوں کے لحاظ سے ہوں، کسی سے فرمایا کہ تیرے لئے جہاد افضل، کسی سے فرمایا تیرے لئے ماں باپ کی خدمت افضل، طبیب کا نسخہ مریض کی حالت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔

﴿116﴾ نماز عشاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا خاصہ ہے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَعْتِمُوا بِهَذِهِ الصَّلَاةِ فَإِنَّكُمْ قَدْ فُضِّلْتُمْ بِهَا عَلَى سَائِرِ الْأُمَمِ وَلَمْ تُصَلِّهَا أُمَّةٌ قَبْلَكُمْ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نماز (عشاء) کو دیر سے پڑھا کرو کیونکہ تم کو اس کی وجہ سے ساری امتوں پر بزرگی دی گئی کہ تم سے پہلے یہ نماز کسی امت نے نہ پڑھی۔ ابوداؤد

حضور نے فرمایا تم سے پہلے یہ نماز (عشاء) کسی امت نے نہ پڑھی۔ ابوداؤد

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے وادی سینا سے آ کر اپنی بیوی "صفوراء" کو بخیریت پا کر نماز عشاء پڑھی۔
دونوں احادیث متعارض ہیں۔

نماز عشاء حضورﷺ کی امت کا خاصہ ہے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ جس حدیث میں نبی کریمﷺ نے فرمایا عشاء کی نماز ہم سے پہلے کسی امت نے نہ پڑھی اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز عشاء ہم سے پہلے کسی امت پر فرض نہ تھی، ہاں بعض نبی بطور نفل اسے پڑھتے رہے ہیں جیسا کہ، موسیٰ علیہ السلام نے وادی سینا سے آ کر اپنی بیوی "صفوراء" کو بخیریت پا کر نماز عشاء پڑھی۔

﴿117﴾ قضا نمازوں کی تعداد میں تعارض:

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ " :حَبَسُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى :صَلَاةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا۔ مُتَّفَقٌ عليه

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا انہوں نے ہمیں بیچ کی نماز یعنی نماز عصر سے روک دیا خدا ان کے گھر اور قبریں آگ سے بھر دے۔ مسلم، بخاری

اس حدیث میں صرف نماز عصر کی قضا کا ذکر ہے، جبکہ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ خندق مین مسلمانون کی چار نمازیں قضا ہوگئیں تھیں۔ حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

قضا نمازوں کی تعداد میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ اس غزوہ میں ایک بار صرف عصر کی نماز قضاء ہوئی تھی اور ایک بار چار نمازیں، لہذا بخاری و ترمذی کی روایتوں میں جو قضا نمازوں کی تعداد مین اختلاف ہے ان میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿118﴾ کفار کے بچوں کے بارے احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ :سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ قَالَ :اللّٰهُ أعلم بِمَا كَانُوا عاملين

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ سے کفار کے بچوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ جانے وہ کیا اعمال کرتے۔ یعنی کفریہ اعمال کرتے یا اسلامی تا کہ ان کے جنتی ہونے یا جہنمی ہونے کا حکم مرتب کیا جاسکے۔

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس یوں فرمایا،،

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ کو ایک انصاری کے بچہ کی جنازہ کی دعوت دی گئی تو میں نے عرض کی یارسول اللہﷺ اسے خوش خبری ہو کہ وہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے جس نے نہ تو کوئی گناہ کیا نہ گناہ کا وقت پایا تو آپ

ﷺ نے فرمایا اے عائشہ اس کے سوا بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے کچھ جنت والے پیدا کیا ہیں جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جنت کے لیئے بنایا کچھ آگ والے پیدا کیئے جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جہنم کے لیئے بنایا۔

مذکورہ حدیث میں بیان ہوا کہ کچھ بچے آگ والے پیدا کیئے جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جہنم کے لیئے بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کہ کافروں کے بچے داخل جہنم ہوں گے۔ جبکہ سابقہ حدیث میں آپ ﷺ نے توقف فرمایا کہ اللہ جانے وہ کیا اعمال کرتے یعنی کفریہ اعمال کرتے یا اسلامی تاکہ ان کے جنتی ہونے یا جہنمی ہونے کا حکم مرتب کیا جا سکے۔

کفار کے بچوں کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

علمائے کرام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ حدیث جس میں کفار کے بچوں کو جہنمی قرار دیا گیا آیت کریمہ **لا یکلف الله نفسا الا وسعها** اور دیگر احادیث سے منسوخ ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک کفار کے نابالغ بچے جنتی ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ جنت میں جنتیوں کے خادم ہوں گے۔

﴿119﴾ باجماعت نماز کے ثواب کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مد صَوْتِهِ وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ وَشَاهِدُ الصَّلَاة يكْتب لَهُ خمس وَعِشْرُونَ حَسَنَة وَيُكَفَّرُ عَنْهُ مَا بَيْنَهُمَا .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ وَرَوَى النَّسَائِيُّ إِلَى قَوْلِهِ :كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ .وَقَالَ :وَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ من صلى۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤذن کی اس آواز کی انتہا کے مطابق بخشش کی جاتی ہے اور اس کے لیئے ہر تر و خشک چیز گواہی دے گی اور نماز میں حاضر ہونے والے کے لئے پچیس نمازیں لکھی جاتی ہیں اور دو نمازوں کے درمیانی گناہ مٹائے جاتے ہیں (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ) نسائی نے ہر خشک و تر تک روایت کی اور فرمایا کہ مؤذن کو سب نمازیوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔

اس حدیث میں مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب اکیلے اور گھر میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا ہے۔ جب کہ دوسری حدیث میں ۷۰ گنا فرمایا گیا، ایک اور روایت میں ۱۰۰ گنا ہے، ان احادیث میں تعارض ہے۔

باجماعت نماز کے ثواب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کی تطبیق اس طرح ہوگی کہ جیسی مسجد، جیسی جماعت اور جیسا امام ویسا ثواب۔ جن خوش نصیبوں نے مسجد نبوی میں جماعت صحابہ کے ساتھ حضور کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان کا ایک سجدہ دوسروں کی کروڑوں نمازوں سے افضل ہے۔

﴿120﴾ اذان دینے کی مدت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَنْ أَذَّنَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَكُتِبَ لَهُ بِتَأْذِينِهِ فِي كُلِّ يَوْمٍ سِتُّونَ حَسَنَةً وَلِكُلِّ إِقَامَةٍ ثَلَاثُونَ حَسَنَةً .رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه

روایت ہی حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بارہ سال اذان دے اس کے لئے جنت واجب ہوگی اور ہر دن اس کی اذان کے عوض ساٹھ نیکیاں اور تکبیر کے عوض تیس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ابن ماجہ

مذکورہ حدیث میں ہے جو بارہ سال اذان دے اس کے لئے جنت واجب ہوگی۔جبکہ دوسری حدیث میں فرمایا

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سات برس صرف ثواب کے لئے اذان دے تو اس کے لئے آگ سے خلاصی لکھی جاتی ہے ترمذی،ابوداؤد،ابن ماجہ

دونوں حدیثوں میں اذان کی مدت میں تعارض واضح ہے۔

اذان دینے کی مدت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کے دو جواب ہیں پہلا یہ کہ پہلے سات سال اذان دینے پر آگ سے نجات کا وعدہ فرمایا گیا تھا،یہاں بارہ سال پر جنت کا وعدہ ہے کیونکہ جیسا اذان میں اخلاص ویسا ہی اس پر اجر،حضرت بلال کو ایک اذان پر وہ ثواب ملے گا جو دنیا بھر کے مؤذنوں کو عمر بھر کی اذانوں پر نہ ملے۔اوردوسرا جواب یہ کہ ہوسکتا ہے کہ پہلے بارہ سال کی اذان پر وعدہ جنت فرمایا گیا ہو،پھر رحمت کو وسیع فرماتے ہوئے سات سال کی اذان پر وعدہ ہوگیا۔اس صورت میں یہ حدیث پہلی سے منسوخ ہے۔ لہذا اب تعارض بھی نہ رہا۔

﴿121﴾ نماز کے لئے دوڑنے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ وَأْتُوهَا تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ :فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ يَعْمِدُ إِلَى الصَّلَاةِ فَهُوَ فِي صَلَاةٍ وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِ۔

روایت ہے ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو دوڑتے نہ آؤ بلکہ چلتے ہوئے اطمینان کے ساتھ آؤ جو پالو وہ پڑھ لو جو رہ جائے پوری کرلو(مسلم،بخاری)مسلم کی روایت میں ہے کیونکہ جب کوئی نماز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ نماز میں ہوتا ہے۔

حدیث میں فرمایا کہ جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو دوڑتے نہ آؤ بلکہ چلتے ہوئے اطمینان کے ساتھ آؤ جو پالو وہ پڑھ لو جو رہ جائے پوری کرلو، جبکہ آیت کریمہ میں ہے "فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللهِ" اللہ کے ذکر یعنی نماز کے لئے سعی کرو اور سعی کا معنی دوڑنا ہے۔ آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

نماز کے لئے دوڑنے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ رب نے جو فرمایا "فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللهِ" اللہ کے ذکر یعنی نماز کے لئے سعی کرو وہاں سعی سے مراد دوڑنا نہیں بلکہ نماز جمعہ کی تیاری کرنا ہے، لہذا آیت وحدیث میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔

﴿122﴾ کعبے میں نماز پڑھنے کی احادیث میں تعارض:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ حَتَّى خَرَجَ مِنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي قُبُلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ :هٰذِهِ الْقِبْلَةُ .رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْهُ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

روایت ہے ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبے شریف میں داخل ہوئے تو اس کے گوشوں میں دعا مانگی اور نماز نہ پڑھی حتی کہ وہاں سے تشریف لے آئے جب نکلے تو دو رکعتیں کعبے کے سامنے پڑھیں اور فرمایا یہ ہے قبلہ (بخاری) اور مسلم نے انہی سے روایت اسامہ بن زید سے روایت کی۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے شریف کے گوشوں میں دعا مانگی اور نماز نہ پڑھی۔

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے اس میں کچھ ٹھہرے جب تشریف لائے تو میں نے بلال سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا تو فرمایا ایک ستون اپنے بائیں اور دو ستون اپنے دائیں اور تین ستون اپنے پیچھے رکھے کعبہ اس دن چھ ستونوں پر تھا پھر آپ نے کعبہ میں نماز پڑھی۔ بخاری ومسلم

کعبے میں نماز پڑھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضور انور علیہ السلام نے اس دن وہاں نماز پڑھی ہے۔ حضرت ابن عباس کو اس کی خبر نہیں ہوئی کیونکہ اس وقت آپ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ نہ تھے۔ حضرت بلال کی روایت کے مطابق آپ نے وہاں نماز پڑھی اور وہ اس وقت تک حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام کے ہمراہ تھے حضرت بلال کی خبر دیکھ کر ہے اور ابن عباس کی سنی ہوئی، نیز اس روایت میں نماز کی نفی ہے اور وہاں ثبوت اور تعارض کے وقت ترجیح ثبوت کو ہوتی ہے۔

﴿123﴾ ریاض الجنۃ کی حد بندی کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ ومنبری علٰی حَوْضِي

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ریاض الجنۃ یعنی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔
جبکہ دوسری حدیث میں ہے،، میری قبر اور میرے منبر کے درمیان ریاض الجنۃ یعنی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے
جبکہ تیسری حدیث میں ہے میرے حجرے اور مصلے کے درمیان ریاض الجنۃ یعنی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

ریاض الجنۃ کی حد بندی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں سب احادیث کے معنی ایک ہی ہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر، آپ کا حجرہ شریف اور آپ کی قبر انور ایک ہی جگہ ہے اور مصلےٰ یعنی محراب النبی اور منبر شریف بالکل متصل ہیں۔ جیسا کہ زیارت کرنے والوں کو معلوم ہے۔

﴿124﴾ مسجد سے دوری کی بناء پر اجر کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِر قَالَ :خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَأَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ :بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ . قَالُوا :نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ أَرَدْنَا ذَلِكَ .فَقَالَ :يَا بَنِي سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُم .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں مسجد کے اردگرد کچھ مکانات خالی ہوئے تو بنو سلمہ نے چاہا کہ مسجد کے قریب آن بسیں یہ خبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان سے فرمایا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب آن بسنا چاہتے ہو وہ بولے ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے یہ ارادہ تو کیا ہے فرمایا اے بنو سلمہ اپنے گھروں ہی میں رہو تمہارے نقش قدم لکھے جارہے ہیں اپنے گھروں میں ہی رہو تمہارے نقش قدم لکھے جارہے ہیں۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں ہے کہ مسجد سے دوری کی وجہ سے بنو سلمہ نے مسجد کے قریب گھر لینے کا ارادہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا اے بنو سلمہ اپنے گھروں ہی میں رہو تمہارے نقش قدم لکھے جارہے ہیں۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے،، کہ منحوس وہ گھر ہے جس میں اذان کی آواز نہ آئے۔ جس سے بظاہر یہ معلوم ہورہا ہے کہ مسجد سے دوری قابل مذمت ہے

جب کہ پہلی حدیث میں مسجد سے دوری زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔لہذا دونوں احادیث متعارض ہیں۔

مسجد سے دوری کی بناء پر اجر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ گھر کا مسجد سے دور ہونا متقی کے لئے باعث ثواب ہے کہ وہ دور سے جماعت کے لئے آئے گا مگر غافلوں کے لئے ثواب سے محرومی کہ وہ دوری کی وجہ سے گھر میں ہی پڑھ لیا کریں گے اور جماعت میں آنے سے غفلت کریں گے یعنی غافلوں کے لیے مسجد سے گھر کی دوری نحوست ہے اور متقی کے لئے باعث ثواب ہے۔

﴿125﴾ مسجد میں بھیک مانگنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ :لَا رَدَّهَا اللَّهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لم تبن لهَذَا ."رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو مسجد میں گمی چیز ڈھونڈتے سنے تو کہہ دے خدا تجھے وہ چیز واپس نہ دے کہ مسجدیں اس لیئے نہیں بنی ہیں۔مسلم

اس حدیث میں مسجد کے اندر بھیک مانگنے کی ممانعت معلوم ہورہی ہے۔جبکہ دوسری حدیث میں ہے،،

کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک سائل کو مسجد میں انگوٹھی عطا فرمائی۔دونوں حدیثیں متعارض کیوں؟

مسجد میں بھیک مانگنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کے دو جواب ہیں پہلا یہ کہ حضرت علی مرتضی نے جو نماز کی حالت میں سائل کو انگوٹھی خیرات کی وہ سائل غالبًا مسجد سے باہر ہوگا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ مسجد میں نہیں بلکہ مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ نماز پڑھ رہے ہوں گے۔

﴿126﴾ کسی کے ایمان کی گواہی دینے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِد فَاشْهَدُوا لَهُ بِالْإِيمَان فَإِن الله تَعَالَى يَقُولُ (إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّه وَالْيَوْم الآخر وَأقَام الصَّلَاة وَآتى الزَّكَاة-رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَابْن مَاجَه والدارمي

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی شخص کو مسجد کی خبر گیری کرتے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دے دو کیونکہ رب تعالی فرماتا ہے کہ مسجدیں وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ترمذی،ابن ماجہ،دارمی

مذکورہ حدیث میں ہے کہ جب تم کسی شخص کو مسجد کی خبر گیری کرتے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دے دو۔
جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس بیان ہوا، حضرت عائشہ صدیقہ نے ایک انصاری بچے کو جو فوت ہو گیا تھا، جنت کی چڑیا کہا، حضور علیہ السلام نے اس سے منع کیا، فرمایا تمہیں کیا خبر یہ کہاں جائے گا۔ احادیث میں تعارض ہے۔

کسی کے ایمان کی گواہی دینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں گواہی سے مراد ایسی گواہی ہے جیسے کسی کا لباس اور شکل دیکھ کر ہم اسے مؤمن سمجھتے اور کہتے ہیں، کسی کو شریعت کا عامل دیکھ کر اسے متقی پرہیز گار سمجھتے اور کہتے ہیں اس گواہی سے مراد قطعی فیصلہ نہیں ہوتا۔ اور دوسری حدیث جس میں گواہی سے منع کیا گیا اس سے مراد قطعی گواہی یعنی قطعی فیصلہ ہے جو کسی امتی کو معلوم نہیں کہ کس کے ساتھ کیا ہوگا لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿127﴾ دیدار الٰہی کے بارے میں آیت وحدیث میں تعارض:

وَعَن عبد الرَّحمَن بن عائش قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ " :رَأَيتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي أَحسَنِ صُورَةٍ قَالَ :فِيمَ يَختَصِمُ المَلَأُ الأَعلَى؟ قُلتُ :أَنت أَعلَمُ قَالَ :فَوَضَعَ كَفَّهُ بَينَ كَتِفِيَّ فَوَجَدتُ بَردَهَا بَينَ ثَديَيَّ فَعَلِمتُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالأَرضِ وَتَلَا :(وَكَذَلِكَ نُرِي إِبرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرضِ وَلِيَكُونَ من الموقنين(رَوَاهُ الدَّارِمِيّ مُرسلا وللترمذي نَحوه عَنهُ -

روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن عائش سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا رب نے پوچھا کہ فرشتے مقرب کس چیز میں جھگڑتے ہیں میں نے عرض کیا مولیٰ تو ہی جانے تب رب نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب میں نے جان لیا اور یہ آیت تلاوت کی ہم یونہی ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے ملک دکھاتے ہیں تاکہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائیں دارمی نے مرسلاً روایت کیا اور ترمذی کی روایت اسی کی مثل ہے انہی سے۔
مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا۔
جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے،،
":لَا تُدرِکُهُ الاَبصَارُ" آنکھیں اللہ کا ادراک نہیں کر سکتیں، یہ آیت دیدار کی نفی کر رہی ہے۔ آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

دیدار الٰہی کے بارے میں آیت وحدیث میں تعارض کی تطبیق:

آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ آیت دیدار کی نفی نہیں کر رہی بلکہ ادراک اور احاطے کی نفی کر رہی ہے۔ کیونکہ اللہ کا دیدار ممکن ہے لیکن اللہ کا آنکھوں سے احاطہ کرنا یعنی اللہ کو آنکھوں سے گھیر لینا محال ہے۔ دیدار اور ہے احاطہ اور ادراک اور ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں رویت بصر یعنی آنکھ سے دیکھنا اور ادراک بصر یعنی آنکھ سے احاطہ کرنا اس میں فرق ہے آنکھ کا دیکھنا اور ہے آنکھ کا پانا یعنی اس کا احاطہ کرنا، گھیرنا کچھ اور ہم سمندر، زمین، آسمان کو دیکھتے تو ہیں مگر ان کا احاطہ نہیں کر سکتے یہ چیزیں اتنی لمبی چوڑی ہیں کہ ہماری آنکھ ان کو دیکھ تو لیتی ہے لیکن احاطہ نہیں کر سکتی یعنی گھیر نہیں سکتی حضور ﷺ کی آنکھوں نے رب کا دیدار کیا اس کا احاطہ نہیں کیا جنتی مومن رب کا دیدار کریں گے اس کا احاطہ نہیں کریں گے۔ لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿128﴾ مسجد میں اشعار پڑھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَنَاشُدِ الْأَشْعَارِ فِي الْمَسْجِدِ وَعَنِ الْبَيْعِ وَالِاشْتِرَاءِ فِيهِ وَأَنْ يَتَحَلَّقَ النَّاسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيّ

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اشعار پڑھنے اور وہاں خرید و فروخت سے منع فرمایا اور اس سے منع کیا کہ لوگ جمعہ کے دن مسجد میں نماز سے پہلے حلقے بنا کر بیٹھیں۔ ابوداؤد، ترمذی

مذکورہ روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے منع فرمایا۔ جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ،، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں حضرت حسان کے لئے منبر بچھواتے جس پر آپ کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور کافروں کی ہجو کے اشعار پڑھتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں دیتے۔ نیز حضرت حسان اور کعب ابن زبیر مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نعت خوانی کیا کرتے تھے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

مسجد میں اشعار پڑھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ پہلی حدیث میں اشعار سے مراد برے یا عشقیہ اشعار ہیں، حمد الٰہی، نعت مصطفوی، مناقب اولیاء، پند و نصیحت، کفار کی برائیوں کے اشعار پڑھنا جائز بلکہ سنت صحابہ ہے، جیسا کہ دوسری حدیث سے ثابت ہوا۔

﴿129﴾ فاسق کے پیچھے نماز پڑھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ -وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- إِنَّ رَجُلًا أَمَّ

قَوْمًا فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ فَرَغَ :لَا يُصَلِّي لَكُمْ .فَأَرَادَ بَعْدَ ذَلِكَ أَن يُصَلِّي لَهُم فمنعوه وَأَخْبَرُوهُ بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :نَعَمْ وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ :إِنَّكَ آذيت الله وَرَسُوله .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت سائب ابن خلاد سے وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک ہیں فرمایا ایک شخص نے قوم کی امامت کی، قبلے کی طرف تھوک دیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پر اس کی قوم سے فرمایا کہ آئندہ یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے اس کے بعد اس نے نماز پڑھانی چاہی لوگوں نے روک دیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے آگاہ کیا، اس نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا فرمایا ہاں۔ مجھے خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے اللہ رسول کو ستایا۔ ابوداؤد

ایک شخص نے قوم کی امامت کی، قبلے کی طرف تھوک دیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پر اس کی قوم سے فرمایا کہ آئندہ یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے۔

جب کہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نیک و فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لو،،

بے ادب فاسق ہے اس لئے اسے آپ نے امات سے معزول کر دیا جبکہ دوسری حدیث میں آپ نے فاسق کے پیچھے نماز پڑھے کا حکم دیا تعارض واضح ہے۔

فاسق کے پیچھے نماز پڑھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ہر نیک و فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لو اس موقعہ کے لئے ہے جب وہ امام بن گیا ہو اور ہم اسے معزول کرنے پر قادر نہ ہوں تب اس کے پیچھے نماز پڑھ لو اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿130﴾ نماز کے لئے بھاگنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ :احْتَبَسَ عَنَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص233:) ذَاتَ غَدَاةٍ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى كدنا نتراء ى عين الشَّمْس فَخرج سَرِيعا فثوب بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَجَوَّزَ فِي صَلَاتِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ دَعَا بِصَوْتِهِ فَقَالَ لَنَا عَلَى مَصَافِّكُمْ كَمَا أَنْتُمْ ثُمَّ انْفَتَلَ إِلَيْنَا ثُمَّ قَالَ أَمَا إِنِّي سَأُحَدِّثُكُمْ مَا حَبَسَنِي عَنْكُمُ الْغَدَاةَ إِنِّي قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَوَضَّأْتُ وَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَ لِي فَنَعَسْتُ فِي صَلَاتِي حَتَّى اسْتَثْقَلْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ قَالَ فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى قلت لَا أَدْرِي

رب قالَهَا ثَلاثًا قَالَ فَرَأَيْتُهُ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَامِلِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ قَالَ فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلأُ الأَعْلَى قلت فِي الْكَفَّارَاتِ قَالَ مَا هُنَّ قُلْتُ مَشْيُ الأَقْدَامِ إِلَى الْجَمَاعَاتِ وَالْجُلُوسُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ وَإِسْبَاغُ الْوُضُوءِ حِينَ الْكَرِيهَاتِ قَالَ ثُمَّ فِيمَ؟ قُلْتُ: فِي الدَّرَجَاتِ. قَالَ: وَمَا هن؟ إِطْعَام الطَّعَام ولين الْكَلَام وَالصَّلَاة وَالنَّاس نيام. ثمَّ قَالَ: سل قل اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً قوم فتوفني غير مفتون أَسألك حَبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِي إِلَى حبك." فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا حَقٌّ فَادْرُسُوهَا ثُمَّ تَعَلَّمُوهَا. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيث فَقَالَ: هٰذَا حَدِيث صَحِيح

روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں تشریف لانے میں تاخیر کی قریب تھا کہ ہم سورج دیکھ لیں آپ تیزی سے تشریف لائے نماز کی تکبیر کہی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور نماز میں اختصار کیا جب سلام پھیرا تو آواز سے فرمایا اپنی جگہ بیٹھے رہو جیسے ہو، پھر ہماری طرف توجہ فرمائی پھر فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں کہ آج صبح مجھے تم سے کس چیز نے روکا میں رات میں اٹھا وضو کیا جس قدر مقدر میں تھا نماز پڑھی نماز ہی میں مجھے اونگھ آ گئی حتی کہ نیند غالب ہو گئی اچانک میں اپنے رب تعالیٰ کے پاس اچھی صورت میں تھا فرمایا اے محمد میں نے عرض کیا مولا میں حاضر ہوں فرمایا مقرب فرشتے کس میں جھگڑتے ہیں میں نے کہا مجھے نہیں خبر یہ تین بار فرمایا فرماتے ہیں میں نے رب کو دیکھا کہ اس نے اپنا دست رحمت میرے کندھوں کے بیچ رکھا حتّٰی کہ میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی تو مجھے ہر چیز ظاہر ہو گئی اور میں نے پہچان لی پھر فرمایا اے محمد میں نے فرمایا یا رب حاضر ہوں فرمایا مقرب فرشتے کس میں جھگڑتے ہیں میں نے کہا کفاروں میں فرمایا وہ کفارے کیا ہیں میں نے عرض کیا جماعتوں کی طرف پیدل جانا، نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا، ناگوار حالتوں میں پورا وضو کرنا فرمایا پھر کا ہے میں جھگڑتے ہیں میں نے عرض کیا درجوں میں فرمایا وہ کیا چیز ہیں میں نے کہا کھانا کھلانا، نرمی سے گفتگو کرنا اور جب لوگ سوتے ہوں تو نماز پڑھنا فرمایا کچھ مانگ لو فرماتے ہیں میں نے عرض کیا الٰہی میں تجھ سے نیکیاں کرنا برائیاں چھوڑنا اور مسکینوں سے محبت مانگتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور جب تو کسی قوم میں فتنہ بھیجنا چاہے تو مجھے بغیر فتنے میں مبتلا کئے وفات دیدے اور میں تجھ سے تیری محبت اور جو تجھ سے محبت کریں ان کی محبت اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت سے قریب کر دے مانگتا ہوں

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب برحق ہے یہ دعائیں یاد کرلو پھر سکھاؤ (احمد و ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے محمد ابن اسماعیل سے پوچھا فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں تشریف لانے میں تاخیر کی قریب تھا کہ ہم سورج دیکھ لیں آپ تیزی سے تشریف لائے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے لئے تیزی سے یعنی بھاگ کر آنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔

نماز کے لئے بھاگنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

مذکورہ حدیث میں آپ ﷺ کا تیزی سے آنا وقت کی تنگی کی وجہ سے تھا یعنی نماز کا وقت نکل رہا تھا جس سے معلوم ہوا کہ ایسے موقعہ پر یعنی تنگئی وقت میں نماز کے لئے بھاگ کر آنا جائز ہے۔ اور جس حدیث میں بھاگ کر آنے سے منع کیا وہ رکوع پانے کے لئے بھاگنے سے منع فرمایا کیونکہ نماز کا وقت تنگ نہیں تھا لہذا یہ حدیث دوسری ممانعت والی حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿131﴾ احکام کی مختلف احادیث میں تعارض:

وَعَن أنس أَنَّهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِى لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِي ذِمَّته .

رواہ البخاری

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا ہمارا ذبیحہ کھایا تو یہ شخص وہ مسلمان ہے کہ جس پر اللہ و رسول کی ذمہ داری ہے لہذا تم اللہ کا ذمہ مت توڑو۔

مذکورہ حدیث اور سابقہ احادیث میں چند مقامات پر تعارض کا شبہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ

ایک حدیث میں ارشاد ہوا، ،من قال لا اله الا الله دخل الجنة، ،جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ داخل جنت ہوگا

دوسری حدیث میں فرمایا، ،من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا واكل ذبيحتنا فذلك المسلم، ، جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا ہمارا ذبیحہ کھایا تو یہ شخص وہ مسلمان ہے تیسری جگہ ارشاد فرمایا

، ،لا يومن احدكم حتى اكون احب اليه، ، تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تم میں اس کو سب سے محبوب نہ ہو جاؤں۔ ان احادیث میں بظاہر تعارض محسوس ہوتا ہے۔

احکام کی مختلف احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں تطبیق اس طرح دی جا سکتی ہے کہ مومنین کی علامات مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہیں لہذا مومنین کے

مختلف قلبی احوال کی وجہ سے ان کی طبیعت کے مطابق احکام بھی مختلف بیان فرمائے جہاں عقیدہ توحید میں کوئی خامی ملاحظہ فرمائی یا اس زمانے میں صرف کلمہ پڑھنا اسلام کی علامت سمجھا جاتا تھا تو فرمادیا **من قال لا اله الا الله دخل الجنة** جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ داخل جنت ہوگا۔اور جب دوسرے احکام کی فرضیت متوجہ ہوئی یا عمل مین کوئی خامی ملاحظہ کی تو ان کی اہمیت اور فرضیت کو اجاگر کرنے کے لئے فرمایا دیا **من صلی صلاتنا واستقبل قبلتناواکل ذبیحتنا فذلك المسلم** جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا ہمارا ذبیحہ کھایا تو یہ شخص مسلمان ہے۔پھران احکام پر جب عمل مین پختگی پیدا ہوگئی تو اس وقت کچھ نماز پڑھنے والے اور قبلہ کی طرف منہ کرنے والے لیکن رسول کریم ﷺ کی محبت سے عاری اور عشق مصطفی ﷺ سے خالی دل رکھنے والے منافقین کی صورت میں پیدا ہو گئے تب رسول ﷺ کی محبت اور عشق کو ایمان اور اسلام کی علامت بنا دیا گیا تو فرمایا **لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه** تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تم میں اس کو سب سے محبوب نہ ہو جاؤں۔

﴿132﴾ سرخ لباس پہننے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْأَبْطَحِ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يبتدرون ذَاكَ الْوَضُوءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمن لم يصب مِنْهُ شَيْئا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا وَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمِّرًا صَلَّى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ وَرَأَيْت النَّاس وَالدَّوَاب يمرونَ من بَين يَدي العنزة

روایت ہے ابن ابی جحیفہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے کے ابطح مقام میں چمڑے کے سرخ خیمے میں دیکھا اور حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے حضور کے وضوء کا پانی لیا اور لوگوں کو دیکھا اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں جس نے اس میں سے کچھ پالیا تو اسے مَل لیا اور جس نے نہ پایا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی پھر میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے ایک نیزہ لیا اور اسے گاڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سرخ جوڑے میں دامن سمیٹے تشریف لائے نیزے کی طرف کھڑے ہوکر لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں اور میں نے لوگوں اور جانوروں کو نیزے کے آگے گزرتے دیکھا مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سرخ جوڑے میں دامن سمیٹے تشریف لائے۔

جبکہ دوسری حدیث نبی کریم ﷺ نے سرخ لباس پہننے سے منع فرمایا۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

سرخ لباس پہننے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سرخ جوڑے میں دامن سمیٹے تشریف لائے،، فقہاء فرماتے ہیں یہاں سرخ جوڑے سے مراد خالص سرخ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں ہے کیونکہ یہ تو مرد کیلیے منع ہے بلکہ سرخ خطوط سے مخطط کپڑا مراد ہے یا سرخ سُوت سے بنا ہوا کپڑا۔ لہذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿133﴾ آگے گزر جانے سے نماز ٹوٹنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ وادرؤوا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی اور جہاں تک ہو سکے دفع کرو اس لیے کہ وہ گزرنے والا شیطان ہے۔ ابوداؤد جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس فرمایا جیسا کہ،،

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز کو عورت اور گدھا اور کتا توڑ دیتے ہیں اور کجاوے کی پشتی کی مثل اسے بچالیتی ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

آگے گزر جانے سے نماز ٹوٹنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق اس طرح ہوگی کہ جس حدیث میں نماز توڑنے کی بات ہوئی وہاں حضورِ قلبی کا توڑنا مراد ہے نہ کہ اصل نماز کا اور جس حدیث میں نماز نہ ٹوٹنے کی بات ہوئی وہاں اصل نماز توڑنے کی نفی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نماز ٹوٹنے کی احادیث منسوخ ہیں اور نماز نہ ٹوٹنے والی احادیث ناسخ لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿134﴾ گھروں میں چراغ نہ جلنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ :كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِي قِبْلَتِهِ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلِيَ وَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ :وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوئی ہوتی تھی اور میرے پاؤں آپ کے قبلے کی جانب ہوتے جب آپ سجدہ فرماتے تو مجھے دبادیتے میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جب کھڑے ہوتے تو میں پاؤں پھیلادیتی اور اس زمانے میں گھروں میں چراغ نہ تھے۔ مسلم، بخاری

جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے،،

کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک چوہا چراغ کی جلتی بتی کھینچ کر لے گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چراغ گل کر کے سویا کرو کیونکہ چوہا اس کے ذریعے گھر میں آگ لگا دیتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ گھروں میں چراغ نہیں تھے جبکہ دوسری میں چراغ کا ثبوت ہے۔تعارض واضح ہے۔

گھروں میں چراغ نہ جلنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ اور اس زمانے میں گھروں میں چراغ نہ تھے، فقہاء فرماتے ہیں یہ بالکل ابتدائی حالت کا ذکر ہے جب کہ ضرورت کے وقت لکڑیاں جلا کر روشنی کی جاتی تھی بعد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چراغ رائج ہو گئے تھے جیسا کہ چوہے والی حدیث شریف میں ذکر ہوا۔لہذا یہ حدیث چراغ والی احادیث کے خلاف نہیں۔

﴿135﴾ نماز میں بسم اللہ پڑھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَ ةِ بِ (الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ (ص247:) رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ جَالِسًا وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهَى أَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ .رَوَاهُ مُسْلِم

روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز تکبیر سے اور قرأت الحمدللہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے اور جب رکوع کرتے تو اپنا سر نہ اونچا رکھتے نہ نیچا لیکن اس کے درمیان اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ نہ کرتے حتی کہ سیدھے بیٹھ جاتے اور ہر دو رکعتوں میں التحیات پڑھتے تھے اور اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرتے تھے اور شیطان کی بیٹھک سے منع کرتے تھے اور اس سے منع کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنی کہنیاں درندے کی طرف بچھادے اور اپنی نماز سلام سے ختم فرماتے تھے۔

اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نماز الحمد سے شروع کرتے اور بسم اللہ نہ پڑھتے، جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے کہ، روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز تکبیر سے اور قرأت بسم اللہ اور الحمدللہ رب العالمین سے شروع کرتے۔

نماز میں بسم اللہ پڑھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں بسم اللہ کا ذکر نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بِسْمِ اللّٰہِ پڑھتے ہی نہ تھے مگر آہستہ، یہاں بلند آواز سے پڑھنے کی نفی ہے یعنی آپ بحالتِ امامت تلاوت قرآن بلند آواز سے اَلْحَمْدُ سے شروع کرتے تھے یعنی بِسْمِ اللّٰہِ آواز سے نہ پڑھتے تھے۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے کا ذکر ہے کیونکہ وہ آہستہ پڑھنا مراد ہے۔ یعنی جن حدیثوں میں ہے کہ پڑھتے تھے وہاں آہستہ پڑھتے تھے۔ لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿136﴾ قعدہ میں پاؤں بچھانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ :كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ بِ (الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ (ص247:) رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ جَالِسًا وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهَى أَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يختم الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز تکبیر سے اور قرأت الحمدللہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے اور جب رکوع کرتے تو اپنا سر نہ اونچا رکھتے نہ نیچا لیکن اس کے درمیان اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہوجاتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ نہ کرتے حتی کہ سیدھے بیٹھ جاتے اور ہر دو رکعتوں میں التحیات پڑھتے تھے اور اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرتے تھے اور شیطان کی بیٹھک سے منع کرتے تھے اور اس سے منع کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنی کہنیاں درندے کی طرف بچھادے اور اپنی نماز سلام سے ختم فرماتے تھے۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ دو رکعتوں میں التحیات پڑھتے تھے اور اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرتے تھے۔ جب کہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے،،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری التحیات میں بایاں پاؤں شریف داہنی جانب نکال دیتے اور زمین پر بیٹھتے۔

پہلی میں ہے کہ اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرتے تھے، دوسری میں ہے کہ بایاں پاؤں شریف داہنی جانب نکال دیتے اور زمین پر بیٹھتے۔ تعارض واضح ہے۔

قعدہ میں پاؤں بچھانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ اصل یہی ہے کہ آپ اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرتے تھے جن احادیث میں آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری التحیات میں بایاں پاؤں شریف داہنی جانب نکال دیتے اور زمین پر بیٹھتے وہ بڑھاپے

یا بیماری کا حال ہے جب زیادہ دیر تک بائیں پاؤں پر نہ بیٹھ سکتے تھے۔

﴿137﴾ رفع یدین کی احادیث میں تعارض:

عن جابر بن سمره قال خرج علینا رسول الله ﷺ فقال ما لی اراکم رافعی ایدیکم کانها ازناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاة۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اس دوران ہم رفع یدین کر رہے تھے ارشاد فرمایا کیا بات ہے میں تمہیں سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں نماز سکون کے ساتھ ادا کرو۔

عن مجاهد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولی من الصلاة۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر کے پیچھے نماز ادا کی تو انہوں نے صرف نماز کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا۔

عن علقمه قال قال ابن مسعود الا اصلی بکم صلاة رسول الله ﷺ فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة ۔ ابوداود ج ۱ ص ۱۰۹ ترمذی شریف ص ۶۴ ۔ ۶۵ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۴ المصنف ج ۱ ص ۲۳۶

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ سکھاؤں پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور صرف ایک بار رفع یدین کیا۔

عن براء ان رسول الله ﷺ کان اذا افتتح الصلاة رفع یدیه الی قریب من اذنیه ثم لا یدیه الی قریب من اذنیه ثم لا یعود ۔ سنن ابی داود ج ۱ ص ۱۰۹ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۴ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۲۔

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز شروع کرتے تو پہلی مرتبہ کانوں تک رفع یدین کرتے پھر ہاتھ نہ اٹھاتے۔

عن اسود قال رایت عمر بن خطاب رفع یدیه فی اول مرة ثم لا یعود ورایت ابراهیم والشعبی بفعلان ذلك۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۲

حضرت اسود سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب کو دیکھا کہ نماز میں صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے اور میں نے حضرت ابراہیم اور حضرت شعبی کو بھی اسی طرح ایک مرتبہ رفع یدین کرتے دیکھا۔

عن عبد الله قال صلیت مع النبی ﷺ ومع ابی بکر ومع عمر بن خطاب فلم یرفعوا ایدهم

الا عند التکبیرة الاولیٰ فی افتتاح الصلاة ۔ دار قطنی ج ا ص ۲۹۵

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ ابوبکر اور عمر فاروق کے ساتھ نماز ادا کی تو ان سب نے سوائے پہلی تکبیر کے کہیں رفع یدین نہیں کیا۔

عن براء بن عازب قال کان النبی ﷺ اذا کبر لافتتاح الصلاة رفع یدیه حتی یکون ابهاماه قریبا شحمتی اذنیه ثم لا یعود۔ طحاوی شریف ج ا ص ۱۴۵

ترجمہ: حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تو آپ کے انگوٹھے آپ کے کانوں کی لو کے قریب ہوجاتے پھر رفع یدین کا اعادہ نہ کرتے۔

عن عبد الله ابن زبیر انه رای رجلا یرفع یدیه فی الصلاة عند الرکوع و عند رفع راسه من الرکوع فقال له لا تفعل فانه شئی فعله رسول الله ﷺ ثم ترکه ۔ عینی شرح ہدایہ باب رفع یدین

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن زبیر نے دیکھا کہ ایک شخص رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کر رہا تھا تو آپ نے اسے فرمایا رفع یدین مت کرو کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے پہلے کیا تھا پھر اسے چھوڑ دیا تھا۔

عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال لا ترفع الا یری الا فی سبع مواقع حین یفتتح الصلاة و حین یدخل المسجد الحرام و ینظر الی البیت و حین یقول علی الصفا و حین یقوم علی المروة و حین یقف مع الناس عشیة عرفة و یجمع والمقامین حتی حین یرمی الجمار۔

مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳۸ مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۳۶

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا رفع یدین صرف سات مقامات پر ہے۔

ا۔ نماز کی ابتداء میں ۲۔ مسجد حرام میں جب بیت اللہ پر نظر پڑے ۳۔ صفا پر کھڑے ہونے کے وقت ۴۔ مروہ پر کھڑے ہونے کے وقت ۵۔ میدان عرفات میں ۶۔ مزدلفہ میں ۷۔ رمی جمار کے وقت۔

عن عاصم بن کلیب عن ابیه ان علیا کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلاة ثم لا یعود۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۳۶

ترجمہ: حضرت عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے پھر رفع یدین کا اعادہ نہ کرتے۔

عن عبد الله ابن وعمر قال رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلاة رفع یدیه حذو منکبیه واذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع راسه من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین ۔ مسند ج ۲ ص ۱۷۷

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے شروع میں اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کرتے یا رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے اور نہ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے۔

عن ابراهیم انه کان یقول اذا کبرت فی فاتحة الصلاة فارفع یدیك ثم لا ترفعهما فی ما بقی

المصنف ج ۱ ص ۲۳۶

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی فرماتے تھے کہ جب تم نماز کے شروع میں تکبیر کہو تو رفع یدین کرو پھر بقیہ نماز میں کہیں رفع یدین مت کرو۔

عن الشعبی انه کان یرفع یدیه فی اول التکبیر ثم لا یرفعهما۔ المصنف ج ۱ ص ۲۳۶

ترجمہ: امام شعبی صرف تکبیر اولی میں رفع یدین کرتے تھے پھر رفع یدین نہ کرتے تھے۔

جبکہ اس کے برعکس دوسری احادیث میں کچھ اس طرح ہے،،

تعارض (۱): ان رسول الله ﷺ کا ن رفع یدیه حذ و منکبیه اذا افتتح الصلاة واذا کبر بالرکوع و اذا رفع راسه من الرکوع رفعهما کذالك وقال سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد و کان لا یفعل ذلك فی السجود۔

بے شک رسول اللہ ﷺ رفع یدین کرتے تھے جب نماز شروع فرماتے جب رکوع کے لئے تکبیر فرماتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے تھے سمع الله لمن حمد ربنا لك الحمد اور سجدہ میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔

ان حدیث میں رفع یدین رکوع کے وقت بھی ثابت ہے اور بعد رکوع بھی۔

تعارض (۲): عن ابن عمر کان اذا دخل فی الصلاة کبر رفع یدیه واذا قال سمع الله لمن حمد رفع یدیه واذا قام من الرکعتین رفع یدیه و ررفع ذلك ابن عمر الی النبی ﷺ۔

حضرت عبداللہ ابن عمر جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے اور جب سمع الله لمن حمد کہتے تب بھی رفع یدین کرتے جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تب بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے اور اس فعل کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرتے۔

دیکھو ابن عمر بوقت رکوع بھی رفع یدین کرتے تھے جبکہ سابقہ احادیث میں رفع یدین کی نفی ہے، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

رفع یدین کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض (۱): ان رسول الله ﷺ کا ن رفع یدیه حذ و منکبیه اذا افتتح الصلاة واذا کبر

بالركوع و اذا رفع راسه من الركوع رفعهما كذالك وقال سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد و كان لا يفعل ذلك في السجود ۔

بے شک رسول اللہ ﷺ رفع یدین کرتے تھے جب نماز شروع فرماتے جب رکوع کے لئے تکبیر فرماتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے تھے سمع الله لمن حمد ربنا لك الحمد اور سجدہ میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔

یہ حدیث بخاری اور مسلم کی ہے نہایت صحیح الاسناد ہے جس سے رفع یدین رکوع کے وقت بھی ثابت ہے اور بعد رکوع بھی۔

جواب: اس حدیث میں صرف یہ ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ رفع یدین کرتے تھے لیکن یہ ذکر نہیں کہ آخر وقت تک آپ کا یہ فعل شریف رہا فقہاء فرماتے ہیں کہ رفع یدین ابتدائے اسلام میں تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

دوسرا یہ کہ اس حدیث کے راوی سیدنا عبد اللہ ابن عمر ہیں اور ان کا خود اپنا عمل اس کے خلاف ہے کہ آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے جیسا کہ پیچھے حدیث میں گزر چکا جب راوی کا اپنا عمل اپنی ہی روایت کے خلاف ہو تو معلوم ہوگا کہ یہ حدیث خود راوی کے خلاف ہے۔ لہٰذا قابل عمل نہیں۔

تعارض (۲): عن ابن عمر كان اذا دخل في الصلاة كبر رفع يديه واذا قال سمع الله لمن حمد رفع يديه واذا قام من الركعتين رفع يديه و ررفع ذلك ابن عمر الى النبي ﷺ۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے اور جب سمع الله لمن حمد کہتے تب بھی رفع یدین کرتے جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تب بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے اور اس فعل کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرتے۔

دیکھو ابن عمر بوقت رکوع بھی رفع یدین کرتے تھے لہٰذا ثابت ہوا کہ رفع یدین سنت صحابہ بھی ہے۔

جواب: ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی وہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اب حضرت عمر کے دو فعل نقل ہوئے بوقت رکوع ہاتھ اٹھانا اور ہاتھ نہ اٹھانا اب ان دونوں حدیثوں کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ منسوخ شدہ حدیث سے پہلے آپ ہاتھ اٹھاتے تھے اور نسخ کی حدیث کے بعد نہیں اٹھاتے تھے کیونکہ اس حدیث جو اعتراض میں مذکور ہوئی وقت کا ذکر نہیں کہ کب اور کس زمانہ میں ہاتھ اٹھاتے تھے لہٰذا دونوں حدیثیں جمع ہو گئیں چنانچہ تعارض بھی نہ رہا۔

﴿138﴾ "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي حميد السَّاعِدِيّ قَالَ فِي عشرة مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا

أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا فَاعْرِضْ .قَالَ :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاة يرفع يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يُكَبِّرُ ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يَرْكَعُ وَيَضَعُ رَاحَتَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَعْتَدِلُ فَلَا يُصَبِّي رَأْسَهُ وَلَا يُقْنِعُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيَقُولُ :سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَقُولُ :اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ يَهْوِي إِلَى الْأَرْضِ سَاجِدًا فَيُجَافِي يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَيفتح أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيُثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى (ص ا25:) فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَعْتَدِلُ حَتَّى يَرْجِعَ كل عظم إِلَى مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَسْجُدُ ثُمَّ يَقُولُ :اللَّهُ أَكْبَرُ وَيَرْفَعُ وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَعْتَدِلُ حَتَّى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ إِلَى مَوْضِعِهِ ثُمَّ يَنْهَضُ ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي بَقِيَّةِ صَلَاتِهِ حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ أَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ ثُمَّ سَلَّمَ .قَالُوا :صَدَقْتَ هَكَذَا كَانَ يُصَلِّي .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد والدارمي وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ مَعْنَاهُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي حُمَيْدٍ :ثُمَّ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَأَنَّهُ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا وَوَتَّرَ يَدَيْهِ فَنَحَّاهُمَا عَنْ جَنْبَيْهِ وَقَالَ :ثُمَّ سَجَدَ فَأَمْكَنَ أَنْفَهُ وَجَبْهَتَهُ الْأَرْضَ وَنَحَّى يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ غَيْرَ حَامِلٍ بَطْنَهُ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَخِذَيْهِ حَتَّى فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَأَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنَى عَلَى قِبْلَتِهِ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى وَكَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ يَعْنِي السَّبَّابَةَ .وَفِي أُخْرَى لَهُ :وَإِذَا قَعَدَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلَى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى وَإِذَا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ أَفْضَى بِوَرِكِهِ الْيُسْرَى إِلَى الْأَرْضِ وَأَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ وَاحِدَةٍ

روایت ہے حضرت ابوحمید ساعدی سے آپ نے حضور کے دس صحابہ کی جماعت میں فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو تم سے زیادہ جانتا ہوں وہ بولے پیش کرو فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں کندھوں کے مقابل کردیتے پھر تکبیر کہتے پھر قرأت کرتے پھر تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں کندھوں کے مقابل کردیتے پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ دیتے پھر کمر سیدھی کرتے تو نہ سر اٹھاتے نہ

جھکاتے پھر اپنا سر اٹھاتے تو کہتے "سمع اللہ لمن حمدہ" پھر اپنے ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں اپنے کندھوں کے مقابل کر دیتے سیدھے ہوتے ہوئے پھر کہتے اللہ اکبر پھر سجدہ کرتے ہوئے زمین کی طرف جھکتے تو اپنے ہاتھ پہلوؤں سے دور رکھتے اور پاؤں کی انگلیاں موڑ دیتے پھر سر اٹھاتے اور اپنا الٹا پاؤں بچھاتے پھر اس پر بیٹھ جاتے پھر سیدھے ہوتے حتی کہ ہر ہڈی سیدھے ہونے کی حالت میں اپنی جگہ لوٹ جاتی پھر سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور اٹھتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑتے اس پر بیٹھ جاتے پھر سیدھے ہوتے حتی کہ ہڈی اپنی جگہ لوٹ جاتی پھر کھڑے ہوتے تو دوسری رکعت میں یونہی کرتے پھر جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو تکبیر کہتے اور ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں کندھوں کے مقابل کر دیتے جیسے کہ نماز شروع کرتے وقت تکبیر کہی تھی پھر اپنی باقی نماز میں یونہی کرتے حتی کہ جب وہ سجدہ ہوتا جس میں سلام ہے تو اپنا بایاں پاؤں باہر نکال دیتے اور بائیں کولہے پر بیٹھتے پھر سلام پھیر دیتے وہ بولے تم نے سچ کہا ایسے ہی نماز پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد، دارمی) اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کی معنی کی روایت کی ترمذی کہتے ہیں یہ حسن صحیح ہے اور ابوداؤد کی ابوحمید والی حدیث کی دوسری روایت میں ہے کہ پھر رکوع کرتے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے گویا آپ انہیں پکڑے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو کمان کے چلّے کی طرح ٹیڑھا کرتے اور انہیں پہلوؤں سے دور رکھتے • فرمایا کہ سجدہ کرتے تو اپنی ناک اور پیشانی زمین پر رکھتے اور اپنے ہاتھ پہلوؤں سے دور رکھتے اور اپنی ہتھیلیاں کندھوں کے مقابل رکھتے اپنی رانوں کے درمیان کشادگی کرتے کہ اپنا پیٹ رانوں سے کسی حصے سے نہ لگاتے حتی کہ فارغ ہو جاتے پھر بیٹھتے تو اپنا بایاں بچھاتے اور اپنے دایاں پاؤں کا سینہ قبلہ کی طرف کر دیتے اور اپنا دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کرتے اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے کہ جب دو رکعتوں پر بیٹھتے تو بائیں پاؤں کے پیٹ پر بیٹھتے اور دائیں کو کھڑا کر دیتے اور جب چوتھی میں ہوتے تو اپنے سرین زمین سے لگاتے اور اپنے دونوں پاؤں ایک طرف نکال دیتے۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ آپ رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ دیتے پھر کمر سیدھی کرتے تو نہ سر اٹھاتے نہ جھکاتے پھر اپنا سر اٹھاتے تو کہتے "سمع اللہ لمن حمدہ" پھر اپنے ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں اپنے کندھوں کے مقابل کر دیتے سیدھے ہوتے ہوئے پھر کہتے اللہ اکبر پھر سجدہ کرتے۔ اس حدیث میں صرف ،،سمع اللہ لمن حمدہ ،، ہے،، ربنا لک الحمد،، نہیں جبکہ دوسری حدیث میں ہے،،

کہ نبی کریم ﷺ رکوع کے وقت تکبیر کہتے پھر جب رکوع سے پیٹھ اٹھاتے تو کہتے "سمع اللہ لمن حمدہ" پھر کھڑے کھڑے کہتے "ربنا لک الحمد" دونوں حدیثیں متعارض ہیں۔

"رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد" کہنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں ہے کہ آپ "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد" نہ کہتے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ امام ہوتے تھے اور امام "رَبَّنَا

لَكَ الحَمدُ" نہیں کہتا۔ یہاں امامت ہی کی حالت بیان ہورہی ہے۔ اور جس حدیث میں ہے کہ آپ "رَبَّنَا لَكَ الحَمدُ" کہتے وہاں تنہا نماز کا ذکر ہے کہ تنہا نماز پڑھنے والا دونوں کہتا ہے لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿139﴾ دوران سجدہ ہتھیلیاں رکھنے کی احادیث میں تعارض:

عَن أَبِي حميد السَّاعِدِيّ قَالَ فِي عشرَة مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا فَاعْرِضْ .قَالَ :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاة يرفع يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يُكَبِّرُ ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يَرْكَعُ وَيَضَعُ رَاحَتَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَعْتَدِلُ فَلَا يُصَبِّي رَأْسَهُ وَلَا يُقْنِعُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيَقُولُ :سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَقُولُ :اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ يَهْوِي إِلَى الْأَرْضِ سَاجِدًا فَيُجَافِي يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَيفتح أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى (ص125:) فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَعْتَدِلُ حَتَّى يَرْجِعَ كل عظم إِلَى مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَسْجُدُ ثُمَّ يَقُولُ :اللَّهُ أَكْبَرُ وَيَرْفَعُ وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَعْتَدِلُ حَتَّى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ إِلَى مَوْضِعِهِ ثُمَّ يَنْهَضُ ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي بَقِيَّةِ صَلَاتِهِ حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ أَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ ثُمَّ سَلَّمَ .قَالُوا :صَدَقْتَ هَكَذَا كَانَ يُصَلِّي .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد والدارمي وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَه مَعْنَاهُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي حُمَيْدٍ :ثُمَّ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَأَنَّهُ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا وَوَتَّرَ يَدَيْهِ فَنَحَّاهُمَا عَنْ جَنْبَيْهِ وَقَالَ :ثُمَّ سَجَدَ فَأَمْكَنَ أَنْفَهُ وَجَبْهَتَهُ الْأَرْضَ وَنَحَّى يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ غَيْرَ حَامِلٍ بَطْنَهُ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَخِذَيْهِ حَتَّى فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَأَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنَى عَلَى قِبْلَتِهِ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى وَكَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ يَعْنِي السَّبَّابَةَ .وَفِي أُخْرَى لَهُ :وَإِذَا قَعَدَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلَى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى وَإِذَا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ أَفْضَى بِوَرِكِهِ الْيُسْرَى إِلَى الْأَرْضِ وَأَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ وَاحِدَة

روایت ہے حضرت ابوحمید ساعدی سے آپ نے حضور کے دس صحابہ کی جماعت میں فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو تم سے زیادہ جانتا ہوں وہ بولے پیش کرو فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں کندھوں کے مقابل کر دیتے پھر تکبیر کہتے پھر قرأت کرتے پھر تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں کندھوں کے مقابل کر دیتے پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ دیتے پھر کمر سیدھی کرتے تو نہ سر اٹھاتے نہ جھکاتے پھر اپنا سر اٹھاتے تو کہتے "سمع اللہ لمن حمدہ" پھر اپنے ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں اپنے کندھوں کے مقابل کر دیتے سیدھے ہوتے ہوئے پھر کہتے اللہ اکبر پھر سجدہ کرتے ہوئے زمین کی طرف جھکتے تو اپنے ہاتھ پہلوؤں سے دور رکھتے اور پاؤں کی انگلیاں موڑ دیتے پھر سر اٹھاتے اور اپنا الٹا پاؤں بچھاتے پھر اس پر بیٹھ جاتے پھر سیدھے ہوتے حتی کہ ہر ہڈی سیدھے ہونے کی حالت میں اپنی جگہ لوٹ جاتی پھر سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور اٹھتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑتے اس پر بیٹھ جاتے پھر سیدھے ہوتے حتی کہ ہڈی اپنی جگہ لوٹ جاتی پھر کھڑے ہوتے تو دوسری رکعت میں یونہی کرتے پھر جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو تکبیر کہتے اور ہاتھ اٹھاتے حتی کہ انہیں کندھوں کے مقابل کر دیتے جیسے کہ نماز شروع کرتے وقت تکبیر کہی تھی پھر اپنی باقی نماز میں یونہی کرتے حتی کہ جب وہ سجدہ ہوتا جس میں سلام ہے تو اپنا بایاں پاؤں باہر نکال دیتے اور بائیں کولہے پر بیٹھتے پھر سلام پھیر دیتے وہ بولے تم نے سچ کہا ایسے ہی نماز پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد، دارمی) اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کی معنی کی روایت کی ترمذی کہتے ہیں یہ حسن صحیح ہے اور ابوداؤد کی ابوحمید والی حدیث کی دوسری روایت میں ہے کہ پھر رکوع کرتے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے گویا آپ انہیں پکڑے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو کمان کے چلّے کی طرح ٹیڑھا کرتے اور انہیں پہلوؤں سے دور رکھتے ۰فرمایا کہ سجدہ کرتے تو اپنی ناک اور پیشانی زمین پر رکھتے اور اپنے ہاتھ پہلوؤں سے دور رکھتے اور اپنی ہتھیلیاں کندھوں کے مقابل رکھتے اپنی رانوں کے درمیان کشادگی کرتے کہ اپنا پیٹ رانوں سے کسی حصے سے نہ لگاتے حتی کہ فارغ ہو جاتے پھر بیٹھتے تو اپنا بایاں بچھاتے اور اپنے دایاں پاؤں کا سینہ قبلہ کی طرف کر دیتے اور اپنا دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کرتے اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے کہ جب دو رکعتوں پر بیٹھتے تو بائیں پاؤں کے پیٹ پر بیٹھتے اور دائیں کو کھڑا کر دیتے اور جب چوتھی میں ہوتے تو اپنے سرین زمین سے لگاتے اور اپنے دونوں پاؤں ایک طرف نکال دیتے۔

مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ سجدہ کرتے تو اپنی ناک اور پیشانی زمین پر رکھتے اور اپنے ہاتھ پہلوؤں سے دور رکھتے اور اپنی ہتھیلیاں کندھوں کے مقابل رکھتے،، جبکہ امام مسلم کی حدیث میں ہے کہ،، آپ سجدہ دو ہتھیلیوں کے بیچ میں کرتے، جیسا کہ

وَعَن وَائِلِ بن حجر آنه رأى النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم رفع يَدَيْهِ حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ أَخْرَجَ يَدَيْهِ من الثَّوْب

ثُمَّ رَفعهما ثم كبر فَرَكَعَ فَلَمَّا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ رَوَاهُ مُسلِم

روایت ہے حضرت وائل بن حجر سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز میں داخل ہوتے تو ہاتھ اٹھائے تکبیر کہی پھر اپنے ہاتھ کپڑے میں ڈھک لیے پھر دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا پھر جب رکوع کرنا چاہا تو کپڑے سے ہاتھ نکالے پھر انہیں اٹھایا اور تکبیر کہی پھر رکوع کیا جب کہا" سمع اللہ لمن حمدہ" تو آپ نے ہاتھ اٹھائے پھر جب سجدہ کیا تو اپنے مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ سجدہ کرتے تو اپنی ناک اور پیشانی زمین پر رکھتے اور اپنے ہاتھ پہلوؤں سے دور رکھتے اور اپنی ہتھیلیاں کندھوں کے مقابل رکھتے جبکہ دوسری حدیث میں فرمایا دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کیا۔ مسلم

دوران سجدہ ہتھیلیاں رکھنے کی احادیث میں تعارض واضح ہے۔

دوران سجدہ ہتھیلیاں رکھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کی مختصر تطبیق یہ ہے کہ دوسری حدیث جو مسلم نے روایت کی کہ،، آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے پھر جب سجدہ کیا تو اپنے دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کیا،، کی یہ حدیث قابل عمل ہوگی۔ جبکہ پہلی حدیث ضعیف اور نا قابل عمل ہے جیسا کہ محدثین فرماتے ہیں،،

ا۔ ایک یہ کہ یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے ضعیف، مدلس، بلکہ قریبًا موضوع ہے اس لیے کہ اس میں ایک راوی عبدالحمید ابن جعفر بھی جو سخت مجروح اور ضعیف ہے۔ (طحاوی)

۲۔ دوسرے یہ کہ اس کا ایک راوی محمد ابن عمرو ابن عطا ہے جس کی ملاقات ابوحمید ساعدی سے نہیں مگر وہ کہیں کہتا ہے کہ میں نے ابوحمید سے سنا اور کہیں کہتا ہے کہ ابوحمید سے روایت ہے لہٰذا یہ جھوٹا ہے درمیان میں کوئی راوی چھوڑ گیا ہے وہ مجہول ہے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ انہی ابوحمید کی روایت ابھی بخاری کی گزر گئی مگر وہاں رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ رفع یدین والی عبارت الحاقی ہے ورنہ امام بخاری ضرور لیتے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ حضرت ابوحمید نے بھی یہ نہ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل آخر تک رہا بلکہ اس فعل منسوخ کا ذکر کیا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کرتے تھے بعد میں چھوڑ دیا۔

۵۔ پانچویں یہ کہ یہ حدیث قیاس کے بھی خلاف ہے کیونکہ رکوع کی تکبیر سجدے کی تکبیر کے مشابہ ہے نہ کہ تکبیر تحریمہ کے کیونکہ تکبیر تحریمہ فرض ہے یہ سنت، وہ نماز میں ایک بار یہ بار بار، تو چاہیے کہ جیسے سجدے کی تکبیر میں رفع یدین نہیں ہوتا ایسے ہی اس میں بھی نہ ہو۔

۶۔ چھٹے یہ کہ فقہاء وصحابہ جیسے حضرت ابن مسعود، حضرت علقمہ، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن زبیر، براء

ابن عازب وغیرہم اس کے خلاف روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تکبیر تحریمہ پر ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے۔ وہ حضرات نماز میں بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رہتے تھے اس لیے ان کی روایت اس روایت سے قوی تر ہے۔

امام ترمذی کے نزدیک حدیث ابوحمید کی حیثیت: ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کی معنی کی روایت کی ترمذی کہتے ہیں یہ حسن صحیح ہے،، یعنی ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح نہیں کہا جو یہاں مذکور ہوئی، اس میں تو یہ حدیث ہے ہی نہیں بلکہ اس کے ہم معنی کوئی اور حدیث ہے جسے حسن صحیح کہا ہے۔ یہ حدیث تو بے حد ضعیف اور نا قابل عمل ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں میں نے ترمذی باب رفع یدین دیکھا وہاں ابن عمر کی روایت نقل کی۔ حدیث ابوحمید کو فی الْبَابِ کہہ کر بیان فرمایا اور پھر آخر میں فرمایا ابوعیسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی حدیث حسن صحیح ہے، ناظرین اس عبارت سے دھوکا نہ کھائیں اگر ترمذی کے نزدیک یہ حدیث ابوحمید صحیح ہوتی تو اس کا ذکر فرماتے باقی روایتوں کی طرف فی الْبَابِ کہہ کر اشارہ فرماتے جیسا کہ ان کا قاعدہ ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی یہ حدیث بالکل ضعیف ہے۔

ابو داود میں حدیث حمیدی کی حیثیت: ابوداؤد میں یہ حدیث ابوحمید بہت روایتوں سے مروی ہے مگر سب میں عبدالحمید ابن جعفر یا محمد ابن عمرو عطا ہیں، یہ دونوں ضعیف ہیں۔ امام ماروی نے جوہر نقیع میں فرمایا کہ عبدالحمید منکر حدیث ہے لہذا یہ ساری اسنادیں مجہول، مضطرب، مدلس قریبًا موضوع ہیں۔

﴿140﴾ اونچی آمین کہنے کی احادیث میں تعارض:

عن ابی هریره ان رسول الله ﷺ قال اذا امن الامام فآمنوا فانه من وافق تامینه تامین الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه۔ صحیح بخاری ج ا ص ۱۰۸

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اس لئے کہ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے تو اس کے سابقہ گناہوں کی بخشش ہو جائے گی۔

حدیث میں کہا گیا کہ اس طرح آمین کہو جس طرح فرشتے آمین کہتے ہیں تا کہ تمہاری آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اور فرشتوں کی آمین آہستہ ہوتی ہے نہ کہ چیخ کر۔

عن علقمه بن وائل بعن ابيه ان النبی ﷺ قراء غير المغضوب عليهم ولاالضالين فقال آمين وخفض بها صوته۔ جامع ترمذی ص ۶۳

حضرت علقمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے غیر المغضوب علیہم والضالین پڑھا تو آپ نے آہستہ آمین کہی۔

عن وائل بن حجر انه صلى مع النبی ﷺ فلما بلغ غير المغضوب عليهم ولاالضالين قال

آمین واخفی بها صوته ۔ امام احمد۔طبرانی شریف۔دارطنی۔

حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی جب آپ غیر المغضوب علیہم والا ضالین پہنچے تو آپ نے آمین کہی اور اپنی آواز آمین کے دوران آہستہ رکھی۔

عن ابراهيم قال اربع يخافت بهن الامام،، سبحانك اللهم و بحمدك ،،التعوذ من الشيطان الرجيم ،،و بسم الله الرحمن الرحيم ،،و آمين ۔ کتاب الآثار ص ١٦

حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے،، سبحانک اللہم وبحمدک ،،التعوذ من الشیطان الرجیم ،، وبسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،،وآمین۔

عن عمر بن خطاب قال يخفى الامام اربعا ،،التعوذ من الشيطان ،،و بسم الله الرحمن الرحيم ،،و آمين و ربنا لك الحمد۔ عيني شرح هدايه ۔

حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے،،التعوذ من الشیطان ،،وبسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،،وآمین وربنا لک الحمد۔

عن وائل بن حجر قال لم يكن عمر و علي يجهران بسم الله الرحمن الرحيم ولا بآمين ۔امام طبراني في تهذيب الآثار ۔ طحاوی شریف

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی بسم اللہ شریف اور آمین میں کبھی بھی جہر نہیں کرتے تھے۔

جبکہ ان کے برعکس احادیث میں کچھ اس طرح ہے،،

معارض (۱) ترمذی شریف میں وائل ابن حجر سے روایت ہے قال سمع النبی ﷺ قرء المغضوب عليهم والضالين پڑھا اور آمین فرمایا اور اپنی آواز کو اس پر بلند کیا معلوم ہوا کہ آمین بلند آواز سے کہنا سنت ہے۔

معارض (۲) ابوداؤد میں حضرت وائل ابن حجر سے روایت ہے

قال كان رسول الله ﷺ اذا قرء والضالين قال آمين ورفع بها صوته ۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب والضالین فرماتے تو آمین کہتے اور آمین میں اپنی آواز کو بلند کرتے۔اس حدیث میں رفع فرمایا جس کے معنی ہیں اونچا کرنا بلند کرنا معلوم ہوا آمین اونچی آواز میں کہنا سنت ہے۔

معارض (۳) ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے كان رسول الله ﷺ اذا قال غير المغضوب عليهم والضالين قال آمين حتى يسمعها اهل الصف الاول خير تسبح بها المسجد۔

حضور نبی کریم ﷺ جب غیر المغضوب علیہم والضالین کہتے تو آمین کہتے یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تو مسجد گونج

جاتی تھی اس حدیث میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں یہاں تو مسجد گونج جانے کا ذکر ہے گونج بغیر شور اور آواز بلند کئے بغیر پیدا نہیں ہوتی۔

معارض (۴) ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جب سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو قال آمین حتی یسمع من یلیه من الصف الاول۔

اس طرح آمین کہتے کہ صف اول میں جو آپ کے قریب ہوتا وہ سن لیتا۔

پہلی احادیث میں آہستہ آمین کہنا سنت ہے جبکہ دوسری احادیث میں باآواز بلند آمین کہنے کا ثبوت ہے تعارض واضح ہے۔

اونچی آمین کہنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض (۱): ترمذی شریف میں وائل ابن حجر سے روایت ہے۔

قال سمع النبی ﷺ قرء المغضوب علیهم والضالین پڑھا اور آمین فرمایا اور اپنی آواز کو اس پر بلند کیا معلوم ہوا کہ آمین بلند آواز سے کہنا سنت ہے۔

جواب: مذکورہ حدیث کا ترجمہ غلط ہے اس حدیث میں ،،مد،، کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کے معنی بلند کرنا نہیں بلکہ آواز کھینچنا ہے مطلب یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ نے آمین،، بروزن کریم،، قصر سے نہ فرمائی بلکہ،، بروزن قالین،، الف اور میم خوب کھینچ کر پڑھی لہذا اس میں تعارض نہیں بلکہ ترجمہ کی غلطی ہے۔

اہم بات: یاد رہے کہ مد کا مقابل قصر ہے خفا کا مقابل جہر ہے رفع کا مقابل خفض ہے۔ اگر یہاں حدیث میں جہر ہوتا تو دلیل صحیح ہوتی جہر کسی روایت میں نہیں ہے۔

تعارض (۲): ابوداد میں حضرت وائل ابن حجر سے روایت ہے

قال کان رسول الله ﷺ اذا قرء والضالین قال آمین ورفع بها صوته۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب والضالین فرماتے تو آمین کہتے اور آمین میں اپنی آواز کو بلند کرتے۔ اس حدیث میں رفع فرمایا جس کے معنی ہیں اونچا کرنا بلند کرنا معلوم ہوا آمین اونچی آواز میں کہنا سنت ہے۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت وائل کی اصل روایت مین مد کا لفظ ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں وارد ہوا جس کے معنی کھینچنے کے ہیں نہ کہ بلند کرنے کے یہاں اسناد کے کسی راوی نے روایت بالمعنی کی مدکو رفع سے تعبیر فرمایا اور مراد وہ ہی کھینچنا ہے نہ کہ بلند کرنا روایت بالمعنی کا اس وقت دستور عام تھا۔ اس کا مطلب ہے الفاظ مین اس طرح تبدیلی کر دینا کہ معنی و مفہوم مین تبدیلی واقع نہ ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ترمذی اور ابوداود کی روایتوں مین نماز کا ذکر نہیں صرف حضور ﷺ کی قرات کا ذکر ہے ممکن ہے نماز کے

علاوہ کسی خارجی قرأت کا ذکر ہو مگر جو احادیث جن میں آہستہ آمین کا ذکر ہے ان میں نماز کا صراحت کے ساتھ ذکر ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ بلند آواز سے آمین کہنا اور آہستہ آمین کہنے کی احادیث میں ٹکراؤ ہے مگر جہر والی احادیث قیاس اور عقل کے خلاف ہیں۔

چوتھا جواب یہ کہ آمین بالجہر والی حدیثیں قرآن شریف سے اور ہماری پیش کردہ احادیث سے منسوخ ہیں اسی لئے صحابہ کرام ہمیشہ آہستہ آمین کہتے تھے اور اسی کا حکم دیتے تھے اور اگر بلند آواز سے آمین کہنا سنت ہوتا تو صحابہ نے اس سنت پر عمل کرنا کیوں چھوڑ دیا ماننا پڑے گا کہ جہر والی حدیثیں منسوخ ہیں۔لہذا تعارض بھی نہ رہا۔

تعارض (۳): ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے **کان رسول الله ﷺ اذا قال غير المغضوب عليهم والضالين قال آمين حتى يسمعها اهل الصف الاول خير تسبح بها المسجد۔**

حضور نبی کریم ﷺ جب غیر المغضوب علیہم والضالین کہتے تو آمین کہتے یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تو مسجد گونج جاتی تھی اس حدیث میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں یہاں تو مسجد گونج جانے کا ذکر ہے گونج بغیر شور اور آواز بلند کئے بغیر پیدا نہیں ہوتی۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ آپ نے حدیث پوری ذکر نہیں کی اول عبارت چھوڑ دی وہ یہ ہے ملاحظہ ہو،،**عن ابی هريره قال ترك الناس التامين وكان رسول الله ﷺ** ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دی حالانکہ حضور ﷺ،، (آگے حدیث کا ترجمہ وہی ہے جو آپ نے اعتراض میں بیان کیا۔)

اس جملے سے معلوم ہوا کہ عام صحابہ کرام نے آمین کہنا چھوڑ دی تھی جس پر حضرت ابوہریرہ یہ شکایت فرما رہے ہیں اور صحابہ کا کسی حدیث پر عمل چھوڑ دینا یہ اس حدیث کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔

دوسرا جواب یہ کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو عقل اور مشاہدے کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث میں مسجد گونج جانے کا ذکر ہے حالانکہ گنبد والی مسجد میں گونج پیدا ہوتی ہے نہ کی چھپر والی مسجد میں حضور کی مسجد شریف آپ کے زمانہ میں معمولی چھپر والی تھی وہاں گونج پیدا ہو ہی کیسے سکتی ہے۔آج کوئی بھی غیر مقلد کسی چھپر والے گھر میں شور مچا کر گونج پیدا کر کے دکھادیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث قرآن کے بھی خلاف ہے رب تعالی فرمایا ہے۔

لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي ،،اپنی آوازیں نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچی مت کرو۔

اگر صحابہ نے اتنی اونچی آمین کہی کہ مسجد گونج گئی تو سب کی آواز نبی کی آواز سے اونچی ہوگئی اس لئے قرآن کی صریح مخالفت ہوئی لہذا جو حدیث قرآن کے مخالف ہو وہ قابل عمل نہیں ہوتی۔

تعارض (۴): ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام جب سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو قال آمین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول۔

اس طرح آمین کہتے کہ کہ صف اول میں جو آپ کے قریب ہوتا وہ سن لیتا۔

جواب: اس حدیث کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ آپ کی پہلی روایت میں تھا کہ مسجد گونج جاتی تھی اور یہاں آیا ہے کہ پیچھے والے ایک دو آدمی سن لیتے تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں بشیر بن رافع آرہا ہے اسے ترمذی نے کتاب الجنائز میں حافظ ذہبی نے میزان میں سخت ضعیف فرمایا ہے امام احمد نے اسے منکر الحدیث کہا ہے ابن معین نے اس کی روایت کو مقوضوع قرار دیا ہے امام نسائی نے اسے اقوی نہیں مانا۔ یہ ساری تفصیل آپ آفتاب محمدی میں دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا اونچی آمین کی یہ روایت سخت ضعیف ہے قابل عمل نہیں۔ لہذا تعارضات بھی نہ رہے۔

﴿141﴾ امام کے پیچھے قرآت کرنے کی احادیث میں تعارض:

واذا قری القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون ۔ سورہ اعراف پ۹

ترجمہ کنزالایمان: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پہ رحم ہو۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ جب امام قرآت کر رہا ہو تو مقتدی پر واجب ہے کہ وہ خاموشی اختیار کرے اور قرآن کو کان لگا کر سنے لہذا معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا مقتدی کو منع ہے خواہ امام جہری قرات کرے یا آہستہ

انه سال زيد بن ثابت عن القراة مع الامام فقال لا قراة مع الامام في شئي۔
صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۵

ترجمہ: حضرت عطا بن یسار نے حضرت زید بن ثابت سے امام کے ساتھ قرآت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کسی صورت میں امام کے ساتھ قرات کرنا جائز نہیں۔

قال جابر من صلى ركعة لم يقرء بام القران فلم يصل الاان يكون وراء الامام هذا حديث حسن صحيح۔ دار قطنی

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کوئی رکعت نماز پڑھی اور اس نے سورت فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوئی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

عن ابی هریره قال قال رسول الله ﷺ انما جعل الامام لیوتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا۔ نسائی شریف ج۱ص۱۴۶

حضرت ابوہریرہ سے روائت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام تو فقط اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب امام تکبیر کہے تم تکبیر کہو جب وہ قرآت کرے تو تم خاموش رہو۔

عن جابر بن عبد الله ان النبی ﷺ قال من کان له الامام فقراة الامام له قراة۔

طحاوی شریف ج۱ص۱۴۹

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کا امام ہو تو امام کی قرآت مقتدی کی قرات ہے۔

عن انس قال صلی النبی ﷺ ثم اقبل بوجهه فقال اتقرئون والامام یقرء فسکتوا فسالهم ثلاثا فقالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا۔ طحاوی شریف ج۱ص۱۵۰

حضرت انس سے روائت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر آپ متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم قرآت کرتے ہو حالانکہ امام قرآت کر رہا تھا تو تمام لوگ خاموش رہے اور آپ نے تین مرتبہ پوچھا انہوں نے عرض کی کہ ہم نے قرآت کی تھی تو آپ نے فرمایا اب ایسا نہ کرنا۔

عن ابی موسی اشعری قال ان رسول الله ﷺ خطبنا فبین لنا سنتنا و علمنا صلاتنا فقال اقیموا صفوفکم ثم لیومکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا۔

صحیح مسلم ج۱ص۱۷۴ ابوداود ج۱ص۱۴۷ سنن ابن ماجہ ص۶۱ مشکوۃ شریف ص۷۹

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا پھر ہماری سنتیں بتائیں اور ہمیں نماز سکھائی پھر آپ نے فرمایا اپنی صفیں قائم کرو اور تم میں سے کوئی ایک امامت کرائے جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو جب وہ قرات کرے تو تم خاموش رہو۔

عن شداد قال صلی النبی ﷺ الظهر اوالعصر فجعل رجل یقرء خلف النبی ﷺ ورجل ینهی فلما صلی قال یا رسول الله ﷺ کنت اقرء وهذا ینهی فقال من له امام فان قراة الامام له قراة۔ مصنف عبدالرزاق ج۲ص۱۳۶

حضرت شداد بن ہاریثی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی تو ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرات کی اور دوسرے آدمی نے اس کو قرات کرنے سے منع کیا نماز پڑھنے کے بعد اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں قرات کرتا ہوں اور یہ شخص مجھے روکتا ہے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرارت مقتدی کی قرات ہے۔

عن حطان قال صلینا مع ابی موسیٰ اشعری فذکر الحدیث عن النبی ﷺ فاذا کبر الامام فکبروا فقرء فانصتوا۔ بیہقی شریف ج۲ص۱۵۵

حضرت حطان بن عبداللہ رکاشی فرماتے ہیں کہ ہم نے ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ نماز ادا کی تو آپ نے نبی کریم کی ایک اور حدیث بیان فرمائی کہ جس میں ہے کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرات کرے تو تم خاموش رہو۔

عن عبد اللہ بن لجینه و کان من اصحاب رسول اللہ ﷺ ان رسول اللہ ﷺ قال ھل قرء احدمنکم انف فی الصلاۃ قالوا نعم قال انی ما لی انازع القرآن فانتھی الناس عن القراۃ حین قال ذلك۔ بیہقی شریف ج۲ص۱۵۸

حضرت عبداللہ بن لجینا سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس وقت نماز میں قرات کی ہے تو لوگوں نے عرض کی کہ ہاں تو آپ نے فرمایا مجھے کیا ہے کہ میں قرآن میں جھگڑا کروں آپ کا فرمان سننے کے بعد لوگ قرات کرنے سے رک گئے۔

عن علی قال قال رجل النبی ﷺ اقرء خلف الامام او انصت قال بل انصت فانه یکفیك۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میں امام کے پیچھے قرات کروں یا چپ رہوں تو آپ نے فرمایا کہ خاموش رہو کیونکہ امام کی قرات تجھے کافی ہے۔ دار قطنی

عن عائشة کل صلاۃ لا یقرء فیھا بام الکتاب فھی خداج الا صلاۃ خلف الامام۔

کنز العمال ج۲ص۴۴۴

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ نماز نامکمل ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے یعنی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔

عن جابر اذا قرء الامام فانصتوا۔ کنز العمال ج۲ط ص۴۴۱

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب امام قرات کرے تو تم خاموش رہو۔

عن عبادہ من کان له امام فقراۃ الامام له قراۃ۔ کنز العمال ج۲ط ص۴۴۱

حضرت عبادہ فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرات مقتدی کی قرات ہے۔

عن عبد اللہ بن ابی لیلی قال سمعت علیا یقول من قرء خلف الامام فقد اخطا الفطرۃ۔

مصنف عبدالرزاق ج۲ص۱۳۷

حضرت عبداللہ بن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی سے سنا کہ جس نے امام کے پیچھے قرات کی تو اس نے فطرت

میں خطا کی یعنی اس نے سنت کی خلاف ورزی کی۔

عن ابی وائل ان رفلا سال ابن مسعود عن القراة خلف الامام فقال انصت للقرآن فان فی الصلاة شغلا وسیکفیك ذالك الامام۔ بیہقی شریف ج ۲ ص ۱۶۰

حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ ایک مرد نے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے امام کے پیچھے قرات کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا کہ قرآن کے لئے خاموش رہے یعنی قرآن سمجھنے کے لئے خاموش رہے پس بے شک نماز میں توجہ ضروری ہے۔اور تجھے امام کی قرات کفایت کرے گی۔

عن ابن عمر انه کان یقول من صلی وراء الامام کفاه قراة الامام۔ بیہقی شریف ج ۲ ص ۱۶۱

حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے نماز ادا کی تو اس کے لیے امام کی قرات کافی ہے۔

قال محمد اخبرنا داود بن قیس الفرا المدنی اخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص انه ذکر له ان سعدا قال وددت ان الذی یقرء خلف الامام فی فیه مرة۔ موطا امام محمد ص ۱۰۱

امام محمد فرماتے ہیں کہ ہمیں داود بن قیس الفرا مدنی نے خبر دی کہ حضرت سعد کی اولاد میں سے کسی نے کہا کہ حضرت سعد فرماتے تھے کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرات کی میں پسند کرتا ہوں کہ اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

عن نافع ان عبد الله بن عمر کان اذا سئل هل یقرء احد خلف الامام قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبه قراة الامام واذا صلی وجده فلیقرء وقال و کان عبد الله ابن عمر لا یقرء خلف الامام۔ موطا امام مالک ص ۶۸

حضرت نافع سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عبداللہ ابن عمر سے سوال کیا گیا کہ امام کے پیچھے قرات کرنا کیسا تو آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرات اسے کافی ہے۔جب تم میں سے کوئی اکیلی نماز پڑھے تو چاہئے کہ قرات کرے۔اور فرمایا کہ عبداللہ ابن عمر امام کے پیچھے قرات نہ کرتے تھے۔

جبکہ ان کے برعکس احادیث میں کچھ اس طرح مذکور ہے،،

تعارض:(۱): لا صلاة لمن لم یقرء بفاتحة الکتاب۔

ترجمہ: جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے ورنہ نماز باطل ہو جائے گی۔

تعارض(۲): قال انی اراکم تقرئون وراء امامکم قال قلنا بلی قال لا تقولوا الا بام القرآن۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تم امام کے پیچھے قرآت کرتے ہو عرض کی ہاں تو آپ نے فرمایا کہ سورہ

فاتحہ کے سوا قرآت نہ کرو۔

تعارض (۳): عن ابی هریره عن النبی ﷺ قال من صلی صلاة لم یقرء فیها بام القرآن فهی خداج ثلاثا غیر تمام ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روائت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین بار فرمایا جس نے نماز پڑھی اور سورت فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز ناقص ہے نامکمل ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورت فاتحہ نہ پڑھنا نماز کو باطل کر دیتا ہے۔

تعارض (۴): ولقد آتیناك سبعا من المثانی والقرآن العظیم ۔

اورالبتہ تحقیق ہم نے آپ کو سات آیتیں عطا فرمائیں جو دہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظیم۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ سورہ فاتحہ وہ واحد سورت ہے جسے کثرت کے ساتھ تلاوت کیا جاتا ہے لہذا اس کا نماز میں پڑھنا بھی فرض ہے۔

امام کے پیچھے قرآت کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض: (۱): لا صلاة لمن لم یقرء بفاتحة الکتاب ۔

ترجمہ: جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے ورنہ نماز باطل ہوجائے گی۔

تطبیق:: اس حدیث پاک میں مقتدی سورۃ فاتحہ کے حکم سے خارج ہے مراد یہ ہے کہ جب تم اکیلی نماز پڑھوتو سورۃ فاتحہ ضرور پڑھو امام کے پیچھے نہیں ورنہ قرآن پاک اور کثیر احادیث مبارکہ سے اختلاف لازم آئے گا۔اور یہ تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی الگ نماز پڑھ رہا ہو تو اس پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اگر نہیں پڑھے گا تو نماز واجب الاعادہ ہو جائے گی لیکن امام کے پیچھے خاموش رہنا واجب ہے ہے جیسا کہ پیچھے احادیث میں گذر چکا۔

تعارض (۲): قال انی اراکم تقرئون وراء امامکم قال قلنا بلی قال لا تقولوا الا بام القرآن ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تم امام کے پیچھے قرآت کرتے ہو عرض کی ہاں تو آپ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ کے سوا قرآت نہ کرو۔

تطبیق: اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔

ا۔شرعی ضابطہ ہے کہ جب کسی چیز کے بارے میں امر یعنی حکم بھی ہو اور نہی یعنی ممانعت بھی ثابت ہو تو نہی کو فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ہم نے پیچھے وہ احادیث بیان کی جس میں قرآت سے منع کیا گیا اور آپ کی پیش کردہ حدیث میں قرات کا ثبوت ہے لہذا مذکورہ قاعدہ کی بنیاد پر ہماری نفی والی حدیث کو فوقیت حاصل ہے جس سے ثابت ہوا کہ آپ کی حدیث منسوخ ہے۔

۲۔تعارض میں پیش کردہ حدیث صرف عبادہ بن صامت سے منقول ہے جب کہ ہماری حدیثیں کثیر صحابہ کرام سے منقول ہیں لہذا ہماری کثیر احادیث کو ترجیح حاصل ہوگی۔ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے قرات کسی صورت جائز نہیں۔

تعارض (۳): عن ابی هریره عن النبی ﷺ قال من صلی صلاة لم یقرء فیها بام القرآن فهی خداج ثلاثا غیر تمام۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین بار فرمایا جس نے نماز پڑھی اور سورت فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز ناقص ہے نامکمل ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورت فاتحہ نہ پڑھنا نماز کو باطل کردیتا ہے۔

تطبیق: اس حدیث کا مقصود بھی یہی ہے جو پہلی حدیث کے جواب میں بیان ہوا یعنی جو شخص انفرادی طور پر نماز پڑھ رہا ہو تو اس پر سورت فاتحہ پڑھنا ضروری ہے جب کہ امام کے پیچھے خاموش رہنا ضروری ہے، اس حدیث سے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا جواز کہاں سے ثابت ہو رہا ہے۔

تعارض (۴): ولقد آتیناك سبعا من المثانی والقرآن العظیم۔

اور البتہ تحقیق ہم نے آپ کو سات آیتیں عطا فرمائیں جو دہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظیم۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ سورہ فاتحہ وہ واحد سورت ہے جسے کثرت کے ساتھ تلاوت کیا جاتا ہے لہذا اس کا نماز میں پڑھنا بھی فرض ہے۔

تطبیق: اس آیت میں سورہ فاتحہ کی فضیلت تو ثابت ہو رہی ہے یہ کہاں سے ثابت ہو رہا ہے کہ اسے نماز میں امام کے پیچھے بھی پڑھنا فرض ہے۔

﴿142﴾ نماز کی قرات میں احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ ب (اللَّيْل إِذا يغشى(وَفِي رِوَايَةٍ بِ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى(وَفِي الْعَصْرِ نَحْوَ ذَلِكَ وَفِي الصُّبْحِ أَطْوَلَ من ذَلِك .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں "وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی" پڑھتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی" اور عصر میں اسی طرح اور فجر میں اس سے کچھ دراز۔مسلم

نماز کی قرات میں احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ نماز کی قرأت میں احادیث مختلف آئیں مگر متعارض نہیں کیونکہ سرکار مدینہ ﷺ کی تلاوت موقع اور حالت کے لحاظ سے مختلف تھی کبھی لمبی قرأت فرماتے، کبھی چھوٹی جیسا موقع، نیز بعض حالات میں مستحب پر عمل فرماتے، بعض حالات

میں صرف جواز پر، لہذا احادیث مخالف نہیں۔

﴿143﴾ عید کے دن جمعہ معاف ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى)و (هل أتاك حديث الغاشية(قَالَ :وَإِذَا اجْتَمَعَ الْعِيدُ وَالْجُمُعَةُ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ قَرَأَ بِهِمَا فِي الصَّلَاتَيْنِ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت نعمان بن بشیر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَیاور "هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغٰشِيَةِ "پڑھتے تھے۔فرماتے ہیں کہ جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہوجاتے تو یہ دونوں سورتیں دونوں نمازوں میں پڑھتے۔مسلم

مذکورہ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَیاور "هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغٰشِيَةِ "پڑھتے تھے۔فرماتے ہیں کہ جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہوجاتے تو یہ دونوں سورتیں دونوں نمازوں میں پڑھتے۔تمام فقہاء کے نزدیک بھی عید اور جمعہ ایک دن آجائیں تو ان میں ا۔معافی کسی کی نہیں۔دونوں لازم ہیں۔جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس ہے،،

حضرت عثمان غنی نے جو اپنے دور خلافت میں نماز عید کے بعد فرمایا تھا کہ جمعہ کی نماز کے لیے جو چاہے ٹھہرے جو چاہے چلا جائے۔اس میں آپ نے عید کے دن جمعہ کی رخصت عطا فرمائی۔تعارض واضح ہے۔

عید کے دن جمعہ معاف ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حضرت عثمان کا خطاب یہ ان گاؤں والوں سے خطاب تھا جن پر نہ نماز عید واجب تھی اور نہ نماز جمعہ فرض، برکت کے لیے عید وجمعہ پڑھنے شہر آجاتے تھے لہذا ان کا فرمان اوپر ذکر کی گئی حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿144﴾ رکوع وقیام کی مقدار کی احادیث میں تعارض:

عَن عَوف بن مَالك قَالَ :قُمْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَكَعَ مَكَثَ قَدْرَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَيَقُولُ فِي رُكُوعِهِ :سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ والملكوت والكبرياء وَالْعَظَمَة .رَوَاهُ النَّسَائِيّ

روایت ہے حضرت عوف ابن مالک سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوا جب آپ نے رکوع کیا تو سورہ بقر کی بقدر ٹھہرے اور رکوع میں فرماتے تھے پاک ہے غلبے والا ملکوت بڑائی اور عظمت والا۔نسائی

مذکورہ حدیث میں ہے حضرت عوف ابن مالک فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوا جب آپ

،، نے رکوع کیا تو سورہ بقر کی بقدر ٹھہرے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کا رکوع قیام سے طویل ہوتا تھا،،
جبکہ دوسری حدیث میں ہے،، روایت ہے حضرت حذیفہ سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ رکوع میں "**سبحان ربی العظیم**" اور سجدہ میں "**سبحان ربي الاعلى**" کہتے تھے۔

رکوع وقیام کی مقدار کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کی آسان سی تطبیق یہ ہے کہ نماز تہجد وکسوف وغیرہ میں آپ ﷺ کا رکوع قیام کے برابر ہوتا اور رکوع قیام کے برابر ہونا نوافل میں بہتر ہے، اور فرائض میں آپ اپنے رکوع میں "**سبحان ربی الاعلی**" کہتے تھے لہذا فرائض میں رکوع، قیام سے کم ہونا چاہیے، لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿145﴾ سجدہ سے اٹھنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ :رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ والدارمی

روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب اٹھتے تو اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی
مذکورہ روایت میں ہے حضرت وائل ابن حجر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب اٹھتے تو اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔
جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے سے اٹھتے تو پہلے گھٹنے اٹھاتے تھے، پھر ہاتھ۔ دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

سجدہ سے اٹھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ جن روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے گھٹنے اٹھاتے تھے، پھر ہاتھ وہ ضعف یا بیماری یا مجبوری کی بنا پر ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿146﴾ دو سجدوں کے درمیان پڑھنے کی حدیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ :اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيّ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان کہتے تھے الٰہی مجھے بخش دے مجھ

پر رحم کر مجھے ہدایت امن اور رزق دے۔ابوداؤد، ترمذی

وَعَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ :رَبِّ اغْفِرْ لِي .رَوَاهُ النَّسَائِيّ والدارمي

روایت ہے حضرت حذیفہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان فرماتے تھے یا رب مجھے بخش دے۔نسائی، دارمی

دو سجدوں کے درمیان پڑھنے کی حدیث میں تعارض کی تطبیق:

یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی دو سجدوں کے درمیان صرف دعائے مغفرت کرتے تھے اور کبھی وہ پوری دعا پڑھتے تھے جو ابھی گزری۔ ہر راوی نے جو دیکھا وہ بیان کیا۔

﴿147﴾ تشہد میں ران پر ہاتھ رکھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن عبد الله بن الزبير قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَعَدَ يَدْعُو وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ (ص286:) السَّبَّابَةِ وَوَضَعَ إِبْهَامَهُ عَلَى أُصْبُعِهِ الْوُسْطَى ويلقم كَفه الْيُسْرَى ركبته .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو دعا یعنی کلمہ پڑھتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں ران پر رکھتے اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور اپنی کلمے کی انگلی سے اشارہ کرتے اور اپنا انگوٹھا بیچ کی انگلی پر رکھتے اور بائیں ہتھیلی سے گھٹنا پکڑ لیتے۔مسلم

مذکورہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو دعا یعنی کلمہ پڑھتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں ران پر رکھتے اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور اپنی کلمے کی انگلی سے اشارہ کرتے اور اپنا انگوٹھا بیچ کی انگلی پر رکھتے اور بائیں ہتھیلی سے گھٹنا پکڑ لیتے۔

جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی داہنی انگلی جو انگوٹھے سے ملی ہے اسے اٹھاتے اس سے اشارہ کرتے اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر بچھاتے۔مسلم

تشہد میں ران پر ہاتھ رکھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ حضور کا یہ عمل بیان جواز کے لیے ہے اور پہلی حدیث کا عمل بیان التحیات کے لیے تھا یعنی دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر بچھا دینا بہتر ہے تاکہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رو رہیں اور بایاں گھٹنا بائیں ہاتھ سے پکڑ لینا جائز ہے لہذا نہ تو احادیث میں تعارض ہے اور نہ مسلمانوں کا عمل اس حدیث کے خلاف۔

﴿148﴾ کلمہ کے وقت انگلی ہلانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ

الْيُسْرَى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى وَقَبَضَ ثِنْتَيْنِ وَحَلَّقَ حَلْقَةً ثُمَّ رَفَعَ أُصْبُعَهُ فَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا يَدْعُو بِهَا .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالدارمی

روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے وہ رسول اللہ سے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ پھر حضور بیٹھے تو اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور اپنی داہنی کہنی اپنی داہنی ران پر دراز کی دو انگلیاں بند کیں اور حلقہ بنایا پھر اپنی انگلی شریف اٹھائی میں نے آپ کو دیکھا کہ اسے ہلاتے تھے اس سے اشارہ کرتے تھے۔ابوداؤد، دارمی

مذکورہ حدیث میں ہے روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے وہ رسول اللہ سے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ پھر حضور بیٹھے تو اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور اپنی داہنی کہنی اپنی داہنی ران پر دراز کی دو انگلیاں بند کیں اور حلقہ بنایا پھر اپنی انگلی شریف اٹھائی میں نے آپ کو دیکھا کہ اسے ہلاتے تھے اس سے اشارہ کرتے تھے۔

اس حدیث میں ہے کہ آپ انگلی اٹھاتے اور اسے ہلاتے جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے۔

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنی انگلی سے اشارہ کرتے مگر اسے ہلاتے نہ تھے۔

کلمہ کے وقت انگلی ہلانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ یہاں ہلانے سے مراد انگلی کا اٹھانا اور گرانا ہے کیونکہ اس میں بھی انگلی کو حرکت ہوتی ہے لہذا اس میں حقیقت میں انگلی ہلانا ثابت نہیں ہوتا۔

﴿149﴾ درود پاک کے ثواب کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ :مَنْ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهُ سَبْعِينَ صَلَاةً .رَوَاهُ أَحْمد

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود پڑھے گا تو اس پر اللہ اور فرشتے ستر بار درود بھیجیں گے۔احمد

مذکورہ حدیث میں ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود پڑھے گا تو اس پر اللہ اور فرشتے ستر بار درود بھیجیں گے۔

جبکہ دوسری حدیث میں حضرت انس سے ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مجھ پر ایک درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں کرے گا ۔دونوں حدیثوں میں اجر وثواب پر تعارض واضح ہے۔

درود پاک کے ثواب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں ستر رحمتوں کا ذکر ہے وہاں جمعہ کے دن کا درود مراد ہے کیونکہ جمعہ کی ایک نیکی ستر کے برابر ہوتی ہے اسی

لیے جمعہ کا حج حج اکبر کہلاتا ہے اور اس کا ثواب ستر حج کا، جبکہ دیگر احادیث میں اور دنوں کے درود کا ذکر ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ یاد رہے کہ یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس میں قیاس کو دخل نہیں۔

﴿150﴾ نماز کے بعد بیٹھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا قَالَتْ :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ إِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُولُ :اللَّهُمَّ أَنتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَام .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے مگر صرف اس قدر کہ کہتے کہ الٰہی تو سلام ہے اور تجھ سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے اے جلال و بزرگی والے۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں ہے کہ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے مگر صرف اس قدر کہ کہتے کہ الٰہی تو سلام ہے اور تجھ سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے اے جلال و بزرگی والے۔ جب کہ اس کے برعکس احادیث میں ہے

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد فجر طلوع آفتاب تک مصلے پر تشریف فرما رہتے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ سلام پھیر کر تکبیریں کہتے یا استغفار پڑھتے یا اور دعائیں مانگتے۔

تینوں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

نماز کے بعد بیٹھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں تطبیق یہ ہوگی کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوتی ہیں ان میں فرض اور سنتوں کے درمیان زیادہ نہ بیٹھتے صرف اس قدر بیٹھتے جتنا درج بالا حدیث میں بیان ہوا، اس مقدار سے تقریبی مقدار مراد ہے نہ کہ تحقیقی یعنی قریباً اتنا بیٹھتے لہٰذا یہ حدیث نہ تو اس روایت کے خلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد فجر طلوع آفتاب تک مصلے پر تشریف فرما رہتے کیونکہ اس کے بعد سنت یا نفل نہ ہوتے اور نہ ان احادیث کے خلاف ہے جن میں ہے کہ آپ سلام پھیر کر تکبیریں کہتے یا استغفار پڑھتے یا اور دعائیں مانگتے کیونکہ ان کے بعد سنت یا نفل نہ ہوتے تھے۔

﴿151﴾ آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ أَبْصَارَهُمْ عِنْدَ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ إِلَى السَّمَاءِ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارهم .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قومیں نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے سے باز رہیں ورنہ ان کی نگاہیں چھین لی جائیں گی۔ مسلم

مذکورہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو میں نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے سے باز رہیں ورنہ ان کی نگاہیں چھین لی جائیں گی۔

جب کہ دوسری روایت میں ہے دوران نماز حضور علیہ السلام نماز میں کبھی آسمان کو دیکھا کرتے تھے اور تبدیلی قبلہ کے وقت آیت میں ہے کہ اے محبوب ہم آپ کا بار بار آسمان کی طرف نگاہ کرنا دیکھ رہے ہیں

آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ پہلے حضور علیہ السلام نماز میں کبھی آسمان کو دیکھا کرتے تھے جب یہ آیت اتری "الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ" تب چھوڑ دیا۔ تبدیلی قبلہ کے وقت حضور علیہ السلام کا نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا آپ کی خصوصیت تھی کہ وہ نماز ناز تھی۔

﴿152﴾ نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَا يَزَالُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ وَهُوَ فِي صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ فَإِذَا الْتَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ

روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی بندے پر متوجہ رہتا ہے جب کہ وہ نماز میں ہو جب تک ادھر ادھر نہ دیکھے جب ادھر ادھر دیکھتا ہے تو رب اس سے اعراض کرتا ہے۔ احمد، ابوداود، نسائی، دارمی

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی بندے پر متوجہ رہتا ہے جب کہ وہ نماز میں ہو جب تک ادھر ادھر نہ دیکھے جب ادھر ادھر دیکھتا ہے تو رب اس سے اعراض کرتا ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے،،

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دائیں بائیں کنکھیوں سے دیکھتے تھے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

یہاں التفات سے مراد منہ موڑ کر ادھر ادھر دیکھنا ہے فقط نگاہوں سے التفات ناجائز نہیں۔ مطلب یہ کہ جن میں التفات سے منع کیا گیا اس نے بتایا کہ وہاں مراد سر پھیر کر دیکھنا تھا بغیر سر پھیرے دیکھنا جائز اگر چہ خلاف مستحب ہے حضور علیہ السلام کا یہ فعل شریف بیان جواز کے لیے ہے۔

﴿153﴾ سانپ کو مارنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اقْتُلُوا الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَلِلنَّسَائِيِّ مَعْنَاهُ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز میں دو کالی چیزوں سانپ اور بچھو کو قتل کردو (احمد، ابوداؤد) ترمذی اور نسائی نے اس کے معنے۔

مذکورہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز میں دو کالی چیزوں سانپ اور بچھو کو قتل کردو۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے،، پتلا سانپ نہ مارو جو چلنے میں لہراتا نہ ہو کیونکہ وہ جنی ہے،،

سانپ کو مارنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

وہ حدیث کہ پتلا سانپ نہ مارو جو چلنے میں لہراتا نہ ہو کیونکہ وہ جنی ہے منسوخ ہے، ہاں اگر کسی سانپ میں جن کی علامت موجود ہو تو اگر دفع ضرر کے لیئے اسے نہ مارے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

﴿154﴾ حضور کی مثلیت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيلَ لَهُ: أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ :وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوا :صَلَّيْتَ خَمْسًا .فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَمَا سَلَّمَ .وَفِي رِوَايَةٍ :قَالَ :إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثمَّ يَسجد سَجْدَتَيْنِ۔ مسلم، بخاری

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر پانچ رکعت پڑھ لی آپ سے عرض کیا گیا کیا نماز میں زیادتی کی گئی فرمایا کیا بات ہے عرض کیا آپ نے پانچ پڑھ لیں تو آپ نے سلام کے بعد دو سجدے کر لیے اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا تم جیسا بشر ہوں تمہاری طرح بھولتا ہوں جب میں بھول جایا کروں تو مجھے یاد دلا دیا کرو جب تم میں سے کوئی نماز میں شک کرے تو درستی تلاش کرے اسی پر نماز پوری کرے پھر سلام پھیرے پھر دو سجدے کرے۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں تمہاری مثل بشر ہوں جیسا کہ روایت میں ہے آپ نے فرمایا میں بھی تم جیسا بشر ہوں تمہاری طرح بھولتا ہوں جب میں بھول جایا کروں تو مجھے یاد دلا دیا کرو جب تم میں سے کوئی نماز میں شک کرے تو درستی تلاش کرے اسی پر نماز پوری کرے پھر سلام پھیرے پھر دو سجدے کرے۔ مسلم، بخاری

اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے وصال کا روزہ رکھا تو صحابہ نے بھی وصال کا روزہ رکھا نقاہت اور کمزوری کی وجہ سے نماز میں حاضری کم ہونے لگی آپ نے اس کی وجہ دریافت کی جب آپ کو حقیقت حال معلوم ہوئی تو ناراضگی کا اظہار کیا اور صحابہ کو وصال کے روزے سے منع کرتے ہوئے فرمایا، تم میں سے کون میری مثل ہو سکتا ہے میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنی مثلیت کا انکار کرتے ہوئے فرمایا تم میری مثل نہیں جبکہ درج بالا حدیث میں فرمایا میں

تمہاری مثل بشر ہوں، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

حضور کی مثلیت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض میں تطبیق اس طرح قائم ہوگی کہ جس حدیث میں آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل بشر ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ عدمی صفت میں، میں تمہاری مثل ہوں، یعنی حضور ﷺ خدا نہ ہونے میں ہماری مثل ہیں، جس طرح ہم خدا نہیں اسی طرح حضور ﷺ بھی خدا نہیں، جس طرح ہم معبود نہیں اسی طرح نبی کریم ﷺ بھی معبود نہیں، جس طرح ہم واجب الوجود نہیں اسی طرح آپ ﷺ بھی واجب الوجود نہیں، جس طرح ہماری ذات قدیم نہیں اسی طرح حضور کی ذات بھی قدیم نہیں، جس طرح ہم صفت الوہیت سے متصف نہیں اسی طرح حضور میں بھی صفت الوہت نہیں، الغرض حضور ہر عدمی صفت میں ہماری مثل ہیں یعنی عدم الوہیت میں آپ ہماری مثل ہیں۔

اور جس حدیث میں آپ نے فرمایا کہ تم میری مثل نہیں ہو سکتے اس کا مطلب یہ ہے کہ وجودی صفت میں تم میری مثل نہیں ہو سکتے، یعنی آپ کی کوئی وجودی صفت ہماری کسی وجودی صفت کی مثل نہیں آپ کا دیکھنا ہمارے دیکھنے کی مثل نہیں جس طرح آپ آگے دیکھتے تھے ویسے ہی پیچھے سے بھی دیکھتے تھے فرشتوں جنوں کو دیکھتے تھے یہاں تک کہ خدا کا بھی دیدار کیا، آپ کا سننا ہمارے سننے کی مثل نہیں آپ سنتے ہیں تو جہنم میں گرنے والے پتھر کی آواز کو سن لیتے ہیں اور جنات فرشتوں اور اللہ کا کلام سنتے ہیں، الغرض آپ کا بولنا، چکھنا، سونگھنا، چھونا، سونا، جاگنا کوئی بھی وصف ہمارے کسی وصف کی مثل نہیں۔ سو نتیجہ یہ نکلا کہ حضور نبی کریم ﷺ عدمی صفات میں ہماری مثل ہیں اور وجودی صفات میں ہماری مثل نہیں لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿155﴾ عصر کے بعد نفل پڑھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: إِنَّكُمْ لَتُصَلُّونَ صَلَاةً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيهِمَا وَلَقَدْ نَهَى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں تم ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے لیکن ہم نے آپ کو وہ پڑھتے نہ دیکھا بے شک اس سے منع کیا یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں۔ بخاری

مذکورہ روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں تم ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے لیکن ہم نے آپ کو وہ پڑھتے نہ دیکھا بے شک اس سے منع کیا یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں۔ بخاری

جبکہ دوسری حدیث میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں آپ نے یہ دو رکعت نماز یعنی عصر کے بعد نفل کبھی ترک نہیں کیں۔

احادیث میں تعارض واضح ہے۔

عصر کے بعد نفل پڑھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ یہ دو رکعت نماز ہمیشہ گھر میں پڑھتے تھے جس کا علم صرف حضرت عائشہ کو تھا گھر سے باہر نہیں پڑھتے تھے اس لئے حضرت معاویہ نے یہ نماز پڑھتے ہوئے آپ کو کبھی نہ دیکھا اور عصر کے بعد نوافل حضور ﷺ کی خصوصیت تھی لیکن آپ نے امت کو اس سے منع فرمایا اس لئے حضرت امیر معاویہ نے لوگوں کو عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع کیا۔

﴿156﴾ جماعت کے ثواب کی احادیث میں تعارض:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذ بِسبعٍ وَعِشْرِين دَرَجَة

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز اکیلی نماز پر ستائیس درجے افضل ہے۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز اکیلی نماز پر ستائیس درجے افضل ہے۔

جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ

جماعت کے ثواب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

یہ اختلاف جماعت کی زیادتی کمی اور نمازیوں کے تقویٰ وطہارت کی بناء پر ہوسکتا ہے، بڑی جماعت کا ثواب بڑا اور عالم و متقی امام کے پیچھے ثواب زیادہ ہے۔ لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿157﴾ نابینا کو مسجد کی حاضری کے بارے احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ :أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَعْمَى فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقُودُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَخِّصَ لَهُ فَيُصَلِّيَ فِي (ص:333) بَيْتِهِ فَرَخَّصَ لَهُ فَلَمَّا وَلَّى دَعَاهُ فَقَالَ :هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟ قَالَ :نَعَمْ قَالَ: فَأَجِبْ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نابینا شخص حاضر ہوا عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس کوئی لانے والا نہیں جو مجھے مسجد تک لائے اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ انہیں اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں حضور نے انہیں اجازت دے دی جب انہوں نے پیٹھ پھیری تو بلایا اور فرمایا کیا تم نماز کی

اذان سنتے ہو عرض کیا ہاں فرمایا تو قبول کرو۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نابینا شخص حاضر ہوا عرض کیا یارسول اللہ میرے پاس کوئی لانے والا نہیں جو مجھے مسجد تک لائے اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ انہیں اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں حضور نے انہیں اجازت دے دی جب انہوں نے پیٹھ پھیری تو بلایا اور فرمایا کیا تم نماز کی اذان سنتے ہو عرض کیا ہاں فرمایا تو قبول کرو۔ یعنی مسجد میں آکر نماز پڑھو۔

جبکہ دوسری بعض روایات میں ہے کہ عتبان ابن مالک نابینا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نہ آنے کی اجازت دے دی۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

نابینا کو مسجد کی حاضری کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

یاد رہے کہ ہر بیماری عذر نہیں جو جماعت یا مسجد کی حاضری کو معاف کردے بلکہ وہ بیماری عذر ہے جس سے مسجد میں آنا ناممکن یا سخت مشکل ہو جائے، دیکھو نابینا ہیں بیمار ہیں مگر انہیں حاضری کا حکم ہوا، اور جن روایات میں ہے کہ عتبان ابن مالک نابینا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نہ آنے کی اجازت دے دی یا تو ان کا گھر دور ہوگا جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہوگی یا ان کا راستہ اتنا خراب ہوگا کہ بغیر ساتھی کے مسجد نہ پہنچ سکیں اور ساتھی کوئی ہوگا نہیں، لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿158﴾ کھانے کے وقت جماعت چھوڑ دینے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَؤُوا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلَاةُ فَلَا يَأْتِيهَا حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ وَإِنَّهُ لِيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ۔ مسلم، بخاری

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا کھانا سامنے رکھا جائے اور نماز کی تکبیر کہی جائے تو کھانے سے ابتداء کرو اور کھانے سے فارغ ہونے تک جلدی نہ کرے اور حضرت ابن عمر کے سامنے کھانا رکھا جاتا اور نماز کی تکبیر ہوتی تو کھانے سے بغیر فارغ ہوئے نماز کو نہ آتے حالانکہ آپ امام کی قرأت سنتے ہوتے۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا کھانا سامنے رکھا جائے اور نماز کی تکبیر کہی جائے تو کھانے سے ابتداء کرو اور کھانے سے فارغ ہونے تک جلدی نہ کرے اور حضرت ابن عمر کے سامنے کھانا رکھا جاتا اور نماز کی تکبیر ہوتی تو کھانے سے بغیر فارغ ہوئے نماز کو نہ آتے حالانکہ آپ امام کی قرأت سنتے ہوتے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کھانے کے لیے نماز مت چھوڑ لہذا احادیث میں تعارض واضح ہے۔ اور امام اعظم فرماتے ہیں کہ میرا کھانا نماز بن جائے یہ اچھا مگر میری نماز کھانا بن جائے یہ برا ہے۔ ان احادیث میں

تعارض واضح ہے۔

کھانے کے وقت جماعت چھوڑ دینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں جماعت کے دوران کھانا کھانے کی اجازت دی گئی ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جب بھوک تیز ہو اور نماز کے وقت میں گنجائش ہو۔ اور اس کے برعکس نماز کو کھانے پر ترجیح دے۔

﴿159﴾ درود پاک کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا قَالَت :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم :إِن اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى مَيَامِنِ الصُّفُوفِ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقینًا اللہ اور اس کے فرشتے صفوں کے داہنے حصوں پر درود بھیجتے ہیں۔ ابوداؤد

مذکورہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو اگلی صفوں سے ملتے ہیں۔ جب کہ اس کے برعکس اس طرح ارشاد ہوا،،

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقینًا اللہ اور اس کے فرشتے صفوں کے داہنے حصوں پر درود بھیجتے ہیں۔

درود پاک کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پہلی صف والوں پر عمومی رحمت تھی اور داہنی صف والوں پر خصوصی رحمت ہے، پھر صف اول کے داہنے والوں پر اور زیادہ خاص رحمت ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں رب کی رحمتیں لاکھوں قسم کی ہیں۔

تنبیہ: خیال رہے کہ داہنی صف پر رحمت اس وقت آئے گی جب بائیں طرف بھی نمازی برابر ہوں اگر سارے نمازی داہنی طرف ہی کھڑے ہو جائیں بائیں طرف کوئی نہ ہو یا تھوڑے ہوں تو یہ داہنے والے ناراضیٔ الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

﴿160﴾ مختصر قرات کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ :مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلَاةً وَلَا أَتَمَّ صَلَاةً مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَ أمه۔ مسلم، بخاری

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں نے امام کے پیچھے کبھی نماز نہ پڑھی جس کی نماز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہلکی اور زیادہ پوری ہو آپ بچے کے رونے کی آواز سنتے تو ہلکی کر دیتے اس خوف سے کہ اس کی ماں گھبرا جائے گی

مذکورہ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں نے امام کے پیچھے کبھی نماز نہ پڑھی جس کی نماز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہلکی اور زیادہ پوری ہو آپ بچے کے رونے کی آواز سنتے تو ہلکی کر دیتے اس خوف سے کہ اس کی ماں گھبرا جائے گی۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے،، روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ہلکی نماز کا حکم دیتے تھے اور خود صافات سے ہماری امامت کرتے تھے نسائی،، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

مختصر قرات کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

مطلب یہ کہ خود نبی کریم ﷺ بہت لمبی نماز پڑھاتے تھے وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت میں ایسی دل کشی اور جاذبیت تھی کہ صحابہ پر لمبی نماز بھی ہلکی ہوتی تھی اور ان حضرات پر ایسا فیضان ہوتا تھا کہ بیمار اپنی بیماری بھول جاتے تھے کام کاج والے اپنی حاجات فراموش کر دیتے تھے اور کمزور طاقتور بن جاتے تھے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور احکام ہیں ہمارے اور۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ اس وقت صحابہ کے ذوق کی یہ کیفیت ہوتی تھی وہ چاہتے تھے کہ ایک رکعت میں تمام عمر گزر جائے، مبارک ہیں وہ آنکھیں جنہوں نے وہ منہ دیکھا، مبارک ہیں وہ کان جنہوں نے خدا بھاتی آواز سنی۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں عام حالات کا ذکر ہے ورنہ بعض خصوصی حالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں مختصر بھی پڑھائی ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ آپ بچہ کے رونے کی آواز سن کر نماز ہلکی فرما دیتے تھے۔

خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کتنی ہی لمبی قرأت کرتے مگر مقتدیوں کو ہلکی ہی معلوم ہوتی تھی لہذا یہ حدیث دوسری حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿161﴾ لمبی نماز پڑھانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ " :إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ: فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ "

روایت ہے حضرت قیس ابن حازم سے فرماتے ہیں کہ مجھے ابو مسعود نے خبر دی کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم میں فلاں کی وجہ سے نماز فجر سے پیچھے رہتا ہوں کیونکہ وہ دراز بہت کرتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن سے زیادہ کسی وعظ میں غضب ناک نہ دیکھا پھر فرمایا کہ تم میں سے بعض نفرت والے ہیں جو کوئی بھی لوگوں کو نماز پڑھائے وہ مختصر کرے کیونکہ ان میں کمزور بوڑھے اور کام کاج والے ہیں۔ مسلم، بخاری

مذکورہ روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم میں فلاں کی وجہ سے نماز فجر سے پیچھے رہتا ہوں کیونکہ وہ

دراز بہت کرتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن سے زیادہ کسی وعظ میں غضب ناک نہ دیکھا پھر فرمایا کہ تم میں سے بعض نفرت والے ہیں جو کوئی بھی لوگوں کو نماز پڑھائے وہ مختصر کرے کیونکہ ان میں کمزور بوڑھے اور کام کاج والے ہیں جبکہ دوسری حدیث میں ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ہلکی نماز کا حکم دیتے تھے اور خود صافات سے ہماری امامت کرتے تھے یعنی بہت لمبی نماز پڑھاتے تھے۔ نسائی

لمبی نماز پڑھانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

لمبی نماز پڑھانے کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت میں ایسی دل کشی اور جاذبیت تھی کہ صحابہ پر لمبی نماز بھی ہلکی ہوتی تھی اور ان حضرات پر ایسا فیضان ہوتا تھا کہ بیمار اپنی بیماری بھول جاتے تھے کام کاج والے اپنی حاجات فراموش کر دیتے تھے اور کمزور طاقتور بن جاتے تھے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور احکام ہیں ہمارے اور۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ اس وقت صحابہ کے ذوق کی یہ کیفیت ہوتی تھی وہ چاہتے تھے کہ ایک رکعت میں تمام عمر گزر جائے، مبارک ہیں وہ آنکھیں جنہوں نے وہ منہ دیکھا، مبارک ہیں وہ کان جنہوں نے خدا بھاتی آواز سنی۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں عام حالات کا ذکر ہے ورنہ بعض خصوصی حالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں مختصر بھی پڑھائی ہیں لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿162﴾ عشاء کے بعد گفتگو کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن ابْن عَبَّاس قَالَ :بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةً وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فَتَحَدَّثَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَهْلِهِ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ أَوْ بَعْضُهُ قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَقَرَأَ :(إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَار لآيَات لأولي الْأَلْبَاب "حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الْقِرْبَةِ فَأَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ صَبَّ فِي الْجَفْنَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءًا حَسَنًا بَيْنَ الْوُضُوءَيْنِ لَمْ يُكْثِرْ وَقَدْ أَبْلَغَ فَقَامَ فَصَلَّى فَقُمْتُ وَتَوَضَّأْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَ بِأُذُنِي فَأَدَارَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَتَتَامَّتْ صَلَاتُهُ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ فَآذَنَهُ بِلَالٌ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَكَانَ فِي دُعَائِهِ :اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَعَنْ يَمِينِي نُورًا وَعَنْ يَسَارِي نُورًا وَفَوْقِي نُورًا (ص375:) وتحتي نورا وأمامي نورا وَخَلْفِي نُورًا وَاجْعَلْ لِي نُورًا وَزَادَ بَعْضُهُمْ: وَفِي لِسَانِي نُورًا وَذُكِرَ " :وَعَصَبِي وَلَحْمِي وَدَمِي وَشَعْرِي وبشري(وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا :وَاجْعَلْ فِي نَفْسِي نُورًا وَأَعْظِمْ لِي نُورًا وَفِي أُخْرَى لِمُسْلِمٍ :اللَّهُمَّ أَعْطِنِي نورا

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ کے پاس ایک رات گزاری جب کہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر اپنے گھر والوں سے بات چیت کی پھر سو گئے تو جب آخری تہائی رات ہوئی یا اس کا کچھ حصہ تو اٹھ بیٹھے آسمان کو دیکھا اور یہ آیت پڑھی بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور دن رات کے بدلنے میں عقل والوں کے لیئے نشانیاں ہیں حتی کہ سورہ ختم کر دی پھر مشکیزے کی طرف کھڑے ہوئے تو اس کی ڈوری کھولی پھر پیالے میں پانی انڈیلا پھر بہت اچھا درمیانی وضو کیا جس میں پانی زیادہ خرچ نہ کیا مگر ہر عضو پر پہنچا دیا پھر کھڑے ہوئے تو نماز پڑھی میں بھی اٹھ بیٹھا اور میں نے وضو کیا اور آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا تو آپ نے میرا کان پکڑا اور مجھے اپنی دائیں طرف گھما لیا آپ کی نماز پوری تیرہ رکعتیں ہوئی، پھر لیٹ گئے سو گئے حتی کہ خراٹے لیئے اور آپ جب سوتے خراٹے لیتے تھے پھر آپ کو حضرت بلال نے نماز کی اطلاع دی تو نماز پڑھی اور وضو نہ کیا اور آپ کی دعا میں یہ تھا الٰہی میرے دل میں نور اور میری آنکھوں میں نور میرے کانوں میں نور میرے دائیں نور میرے بائیں نور، میرے اوپر نور میرے نیچے نور میرے آگے نور میرے پیچھے نور کر دے اور مجھے نور بنا دے بعض محدثین نے یہ بھی زیادہ کیا کہ میری زبان میں نور اور پٹھے گوشت خون بال کھال کا بھی ذکر کیا۔ (مسلم، بخاری) اور ان کی ایک روایت میں ہے کہ میرے دل میں نور کر اور میرا نور بڑھا اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے الٰہی مجھے نور دے۔

مذکورہ روایت میں ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ کے پاس ایک رات گزاری جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر اپنے گھر والوں سے بات چیت کی پھر سو گئے جبکہ دوسری روایات میں ہے کہ بعد عشاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو ناپسند فرماتے تھے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

عشاء کے بعد گفتگو کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں آپ ﷺ نے گھر والوں سے گفتگو کی یہ گفتگو دینی تھی یا دنیاوی مگر مختصر تھی، جن روایات میں ہے کہ بعد عشاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو ناپسند فرماتے تھے وہ دراز گفتگو ہے جس سے نماز فجر میں خلل واقع ہو لہذا احادیث متعارض نہیں جو چیز فرض یا واجب میں حارج ہو وہ ممنوع ہے۔

﴿163﴾ ایک جانور پر دو سوار کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللہ عَنهُ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم على حمَار يُقَال لَهُ عفير فَقَالَ يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِي حَقَّ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ؟ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوا

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں ایک خچر پر نبی کریم ﷺ کے پیچھے اس طرح سوار تھا

کہ میرے اور حضور ﷺ کے درمیان پالان کی لکڑی کے سوا کچھ نہیں تھا حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے معاذ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا حق اپنے بندوں پر اور بندوں کا حق اللہ تعالی پر کیا ہے میں نے عرض کی اللہ ورسول بہتر جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کی عبادت کریں اور کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ تعالی پر یہ ہے کہ جو کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھرائے تو وہ اس کو عذاب نہ دے میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا میں اس کی بشارت لوگوں کو نہ دے دوں آپ ﷺ نے فرمایا ان کو بشارت نہ دینا ورنہ وہ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔

اس حدیث میں حضرت معاذ، نبی کریم ﷺ کے ردیف تھے اور ایک جانور پر دو سواروں میں سے پیچھے والے کو ردیف کہتے ہیں۔ جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ایک جانور پر دو آدمیوں کو سوار ہونے سے منع فرمایا تو اس میں تعارض کیوں؟

ایک جانور پر دو سوار کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

فقہائے کرام اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جس حدیث میں ایک جانور پر دو آدمیوں کی سواری کو منع کیا گیا اس سے مراد وہ جانور ہے جو کمزور اور لاغر ہو اور اگر جانور صحت مند اور ایک سے زیادہ آدمیوں کی سواری کے قابل ہو تو اس پر ایک سے زیادہ سواروں کی سواری میں حرج نہیں۔

﴿164﴾ آیات پڑھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن ابْن عَبَّاس قَالَ :بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةً وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فَتَحَدَّثَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَهْلِهِ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ أَوْ بَعْضُهُ قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَقَرَأَ :(إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَار لآيَات لأولي الْأَلْبَاب "حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الْقِرْبَةِ فَأَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ صَبَّ فِي الْجَفْنَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضوءا حَسَنًا بَيْنَ الْوُضوءَيْنِ لَمْ يُكْثِرْ وَقَدْ أَبْلَغَ فَقَامَ فَصَلَّى فَقُمْتُ وَتَوَضَّأْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَ بِأُذُنِي فَأَدَارَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَتَتَامَّتْ صَلَاتُهُ ثَلَاث عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ فَآذَنَهُ بِلَالٌ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَكَانَ فِي دُعَائِهِ :اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَعَنْ يَمِينِي نُورًا وَعَنْ يَسَارِي نُورًا وَفَوْقِي نُورًا (ص375:) وتحتي نورا وأمامي نورا وَخَلْفِي نُورًا وَاجْعَلْ لِي نُورًا وَزَادَ بَعْضُهُمْ: وَفِي لِسَانِي نُورًا وَذُكِرَ " :وَعَصَبِي وَلَحْمِي وَدَمِي وَشَعَرِي وبشري(وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا :وَاجْعَلْ فِي نَفْسِي نُورًا وَأَعْظِمْ لِي نُورًا وَفِي أُخْرَى لِمُسْلِمٍ :اللَّهُمَّ أَعْطِنِي نورا

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ کے پاس ایک رات گزاری جب کہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر اپنے گھر والوں سے بات چیت کی پھر سو گئے تو جب آخری تہائی رات ہوئی یا اس کا کچھ حصہ تو اٹھ بیٹھے آسمان کو دیکھا اور یہ آیت پڑھی بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور دن رات کے بدلنے میں عقل والوں کے لیئے نشانیاں ہیں حتی کہ سورہ ختم کر دی پھر مشکیزے کی طرف کھڑے ہوئے تو اس کی ڈوری کھولی پھر پیالے میں پانی انڈیلا پھر بہت اچھا درمیانی وضو کیا جس میں پانی زیادہ خرچ نہ کیا مگر ہر عضو پر پہنچا دیا پھر کھڑے ہوئے تو نماز پڑھی میں بھی اٹھ بیٹھا اور میں نے وضو کیا اور آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا تو آپ نے میرا کان پکڑا اور مجھے اپنی دائیں طرف گھما لیا آپ کی نماز پوری تیرہ رکعتیں ہوئی، پھر لیٹ گئے سو گئے حتی کہ خراٹے لیئے اور آپ جب سوتے خراٹے لیتے تھے پھر آپ کو حضرت بلال نے نماز کی اطلاع دی تو نماز پڑھی اور وضو نہ کیا اور آپ کی دعا میں یہ تھا الٰہی میرے دل میں نور اور میری آنکھوں میں نور میرے کانوں میں نور میرے دائیں نور میرے بائیں نور، میرے اوپر نور میرے نیچے نور میرے آگے نور میرے پیچھے نور کر دے اور مجھے نور بنا دے بعض محدثین نے یہ بھی زیادہ کیا کہ میری زبان میں نور اور پٹھے گوشت خون بال کھال کا بھی ذکر کیا۔ (مسلم، بخاری) اور ان کی ایک روایت میں ہے کہ میرے دل میں نور کر اور میرا نور بڑھا اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے الٰہی مجھے نور دے۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ آپ نے آسمان کو دیکھا اور یہ آیت پڑھی ((إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ "حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ) بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور دن رات کے بدلنے میں عقل والوں کے لیئے نشانیاں ہیں۔ جبکہ دوسری روایات میں ہے کہ پانچ آیات پڑھیں "إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ " تک۔ دونوں احادیث متعارض ہیں۔

آیات پڑھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا حل یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کبھی آخری سورۃ تک پڑھی ہوں اور کبھی پانچ آیات لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿165﴾ تلاوت سے پہلے وضو کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةً وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فَتَحَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَهْلِهِ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ أَوْ بَعْضُهُ قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَقَرَأَ :(إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ "حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الْقِرْبَةِ فَأَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ صَبَّ فِي الْجَفْنَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءًا حَسَنًا بَيْنَ الْوُضُوءَيْنِ لَمْ يُكْثِرْ وَقَدْ أَبْلَغَ فَقَامَ فَصَلَّى فَقُمْتُ وَتَوَضَّأْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَ بِأُذُنِي فَأَدَارَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَتَتَامَّتْ صَلَاتُهُ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ

حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ فَآذَنَهُ بِلَالٌ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَكَانَ فِي دُعَائِهِ :اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَعَنْ يَمِينِي نُورًا وَعَنْ يَسَارِي نُورًا وَفَوْقِي نُورًا (ص375:) وتحتي نورا وأمامي نورا وَخَلْفِي نُورًا وَاجْعَلْ لِي نُورًا وَزَادَ بَعْضُهُمْ: وَفِي لِسَانِي نُورًا وَذُكِرَ " :وَعَصَبِي وَلَحْمِي وَدَمِي وَشَعْرِي وبشري(وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا :وَاجْعَلْ فِي نَفْسِي نُورًا وَأَعْظِمْ لِي نُورًا وَفِي أُخْرَى لِمُسْلِمٍ :اللَّهُمَّ أَعْطِنِي نورا

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ کے پاس ایک رات گزاری جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر اپنے گھر والوں سے بات چیت کی پھر سو گئے تو جب آخری تہائی رات ہوئی یا اس کا کچھ حصہ تو اٹھ بیٹھے آسمان کو دیکھا اور یہ آیت پڑھی بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور دن رات کے بدلنے میں عقل والوں کے لیئے نشانیاں ہیں حتی کہ سورہ ختم کردی پھر مشکیزے کی طرف کھڑے ہوئے تو اس کی ڈوری کھولی پھر پیالے میں پانی انڈیلا پھر بہت اچھا درمیانی وضو کیا جس میں پانی زیادہ خرچ نہ کیا مگر ہر عضو پر پہنچادیا پھر کھڑے ہوئے تو نماز پڑھی میں بھی اٹھ بیٹھا اور میں نے وضو کیا اور آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا تو آپ نے میرا کان پکڑا اور مجھے اپنی دائیں طرف گھمالیا آپ کی نماز پوری تیرہ رکعتیں ہوئی، پھر لیٹ گئے سو گئے حتی کہ خراٹے لیئے اور آپ جب سوتے خراٹے لیتے تھے پھر آپ کو حضرت بلال نے نماز کی اطلاع دی تو نماز پڑھی اور وضو نہ کیا اور آپ کی دعا میں یہ تھا الٰہی میرے دل میں نور اور میری آنکھوں میں نور میرے کانوں میں نور میرے دائیں نور میرے بائیں نور، میرے اوپر نور میرے نیچے نور میرے آگے نور میرے پیچھے نور کردے اور مجھے نور بنادے بعض محدثین نے یہ بھی زیادہ کیا کہ میری زبان میں نور اور پٹھے گوشت خون بال کھال کا بھی ذکر کیا۔ (مسلم، بخاری) اور ان کی ایک روایت میں ہے کہ میرے دل میں نور کر اور میرا نور بڑھا اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے الٰہی مجھے نور دے۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے آیات کی تلاوت کے بعد وضو کیا،، جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ،، آپ ﷺ نے ان آیات کی تلاوت سے پہلے وضو کیا۔ دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

تلاوت سے پہلے وضو کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ ان آیات کی تلاوت وضو سے پہلے کی جبکہ دوسری میں ہے کہ وضو کے بعد میں تلاوت کی، اس میں تطبیق یہ ہوسکتی ہے کہ یہ ایک واقعہ نہ ہو بلکہ واقعات چند ہوں، وہاں اور واقعہ کا ذکر تھا، یہاں دوسرے واقعہ کا یا وہاں عطف رتبی تراخی کے لیئے تھا نہ کہ زمانی تراخی کے لیئے۔

﴿166﴾ بھاری جسم کی مذمت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا قَالَتْ :لَمَّا بَدَّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَقُلَ كَانَ أَكْثَرُ صَلَاتِهِ جَالِسًا

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جسیم اور بھاری ہو گئے تو آپ کی اکثر نماز بیٹھ کر ہوتی تھی۔ مسلم، بخاری

مذکورہ روایت میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جسیم اور بھاری ہو گئے تو آپ کی اکثر نماز بیٹھ کر ہوتی تھی۔

جبکہ دوسری احادیث میں نبی کریم ﷺ نے موٹاپے کی مذمت اور برائی بیان فرمائی ہے۔

بھاری جسم کی مذمت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ جس حدیث میں موٹاپے کی برائی آئی ہے وہاں وہ موٹاپا مراد ہے جو حرام خوری اور آرام طلبی کی وجہ سے ہو، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

﴿167﴾ قرب خدا کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَمْرِو بن عبسة قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الْآخِرِ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللَّهَ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ (ص388:) غَرِيب إِسْنَادًا

روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب بندے سے آخری رات کے وسط میں بہت قریب ہوتا ہے اگر تم یہ کر سکو کہ اس وقت اللہ کے ذاکرین میں سے بنو تو بن جاؤ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث اسناد میں حسن صحیح غریب ہے۔

مذکورہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب بندے سے آخری رات کے وسط میں بہت قریب ہوتا ہے۔

جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ رب بندے سے سجدے میں زیادہ قریب ہوتا ہے اگر اس وقت بندہ سجدے میں گرا ہو تو اسے وقت کا قرب بھی حاصل ہوگا۔ دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

قرب خدا کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ یہاں قربت اوقات مراد ہے یعنی اسے وقت کا قرب حاصل ہوگا اور سجدے سے قرب احوال۔ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ رب بندے سے سجدے میں زیادہ قریب ہوتا ہے اگر اس وقت بندہ سجدے میں گرا ہو تو اسے وقت کا قرب بھی حاصل ہوگا اور حال کا بھی۔

﴿168﴾ وتر کی تعداد رکعت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا قَالَتْ :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوتِرُ مِنْ ذَلِكَ بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ إِلَّا فِي آخرها"

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے ان میں سے پانچ رکعت وتر پڑھتے جن میں آخر کے سوا کہیں نہ بیٹھتے۔ مسلم 1720، بخاری 1140

مذکورہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے ان میں سے پانچ رکعت وتر پڑھتے جن میں آخر کے سوا کہیں نہ بیٹھتے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے

وتر کی تعداد رکعت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ وتر تین رکعت ہی ہیں اور پانچ رکعت وتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا فعل شریف تھا جو بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا۔ اور عائشہ صدیقہ کی روایات اسی باب میں تین رکعت وتر کی آرہی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ہے جو اس عمل کا ناسخ ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿169﴾ حضور کے روزوں کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ سعد بن هِشَامٍ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْبِئِينِي عَنْ خُلُقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ :أَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قُلْتُ :بَلَى .قَالَتْ :فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْآنَ .قُلْتُ :يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْبِئِينِي عَنْ وَتْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ :كُنَّا نُعِدُّ لَهُ سِوَاكَهُ وَطَهُورَهُ فَيَبْعَثُهُ اللَّهُ مَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللَّهَ وَيَحْمَدُهُ وَيَدْعُوهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ (ص:395) فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللَّهَ وَيَحْمَدُهُ وَيَدْعُوهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَعْدَمَا يُسَلِّمُ وَهُوَ قَاعِد فَتلك إِحْدَى عشرَة رَكْعَة يابني فَلَمَّا أَسَنَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخَذَ اللَّحْمَ أَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَصَنَعَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَنِيعِهِ فِي الْأُولَى فَتِلْكَ تِسْعٌ يَا بُنَيَّ وَكَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَحَبَّ أَنْ يُدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ إِذَا غَلَبَهُ نَوْمٌ أَوْ وَجَعٌ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً وَلَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ وَلَا صَلَّى لَيْلَةً إِلَى الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شهرا كَامِلا غير رَمَضَان .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابن ہشام سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا عرض کیا اے ام المؤمنین مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی خبر دیجئے آپ نے فرمایا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے میں نے کہا ہاں بولیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا میں نے عرض کیا اے ام المؤمنین مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کی خبر دیجئے فرمایا ہم آپ کی مسواک اور طہارت کا پانی تیار کر دیتے تھے تو رات میں جب اللہ چاہتا انہیں اٹھاتا تو آپ مسواک کرتے اور وضو کرتے اور نو رکعتیں پڑھتے جن میں آٹھویں کے سوا کہیں نہ بیٹھتے پھر اللہ کا ذکر کرتے اور اس کی حمد کرتے اس سے دعا مانگتے پھر بغیر سلام پھیرے کھڑے ہوتے تو نویں رکعت پڑھ لیتے پھر بیٹھتے پھر اللہ کا ذکر کرتے اور اس کی حمد کرتے اور اس سے دعا مانگتے پھر اس طرح سلام پھیرتے کہ ہمیں سنا دیتے پھر سلام کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے اے بچے یہ گیارہ رکعتیں ہوئیں پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن رسیدہ اور کمزور ہو گئے تو سات رکعتیں وتر پڑھنے لگے اور دو رکعتوں میں پہلی رکعتوں کا سا عمل کرتے اے بچے یہ نو ہوئیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز پڑھتے تو اس پر ہمیشگی کو پسند فرماتے اور جب آپ کو نیند یا تکلیف رات کو اٹھنے سے مانع ہوتی تو دن میں بارہ رکعتیں پڑھ لیتے اور مجھے خبر نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو اور نہ یہ کہ ساری رات صبح تک نماز پڑھی ہو اور نہ یہ کہ رمضان کے سوا کسی مہینے کا پورا روزہ رکھا ہو۔ مسلم 1739

مذکورہ حدیث میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے خبر نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو اور نہ یہ کہ ساری رات صبح تک نماز پڑھی ہو اور نہ یہ کہ رمضان کے سوا کسی مہینے کا پورا روزہ رکھا ہو۔ مسلم

جبکہ دوسری حدیث میں فرمایا کہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔

مذکورہ دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

حضور کے روزوں کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

یہ عائشہ صدیقہ کی انتہائی احتیاط ہے کہ اپنے علم کی نفی فرما رہی ہیں یعنی ممکن ہے کہ آپ نے سفر میں یا دوسری بیوی کے ہاں یہ عمل کیے ہوں مگر میرے علم میں یہ بات نہ آئی۔ عائشہ صدیقہ کی وہ روایت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہاں سارے ماہ سے اکثر مراد ہے یعنی قریباً سارا مہینہ۔

﴿170﴾ وتر کے بعد نفل کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِترًا. رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ۔

صحیح مسلم 1755

مذکورہ روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو نفل پڑھتے تھے۔دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔

وتر کے بعد نفل کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

مذکورہ بالا حدیث تہجد والوں کے لیئے تہجد کے اعتبار سے ہے اور تہجد نہ پڑھنے والوں کے لیئے عشاء کے اعتبار سے یعنی تہجد والے وتر تہجد سے پہلے نہ پڑھیں اور دوسرے لوگ وتر عشاء سے پہلے نہ پڑھیں لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو نفل پڑھتے تھے۔

﴿171﴾ ذکر کی احادیث میں تعارض:

ان ابن عباس رضی اللہ عنہما اخبرہ ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد النبی ﷺ وقال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذلک اذا سمعتہ ۔ صحیح بخاری ج اص ۸۴ صحیح مسلم ۵۸۳

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ فرض نماز کے بعد لوگوں کا معمول تھا کہ وہ بلند آواز سے ذکر کرتے جب لوگ نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا ان کا معمول ہوتا تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ نماز ہوگئی ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد النبی ﷺ۔ صحیح مسلم ج اص ۲۳۷

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک فرض نماز سے فارغ ہو کر بلند آواز سے ذکر اللہ کرنا حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں رائج تھا۔

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ یقول اللہ تعالی انا عند ظن عبدی بی وانا معہ حین یذکرنی ان ذکر نی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء ھم خیر منھم ۔ صحیح بخاری ۷۴۰۵ صحیح مسلم ۲۶۷۵

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی فرماتا ہے میں اپنے بندہ کے گمان کے موافق ہوتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ میرا تنہا ذکر کرے تو میں بھی تنہا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر جماعت میں کرتا ہے تو میں اس سے اچھی جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔

جماعت کے ساتھ ذکر تب ہی ہوگا جب وہ جہر سے ہو۔

عن ابن ذبیر رضی اللہ عنہ ذکر رسول اللہ ﷺ بعد کل صلاۃ لا الہ الا اللہ۔۔۔

صحیح مسلم ۵۹۴

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے لا الہ الا اللہ

كان رسول الله ﷺ اذا سلم من صلاة يقول بصوته الاعلى لا اله الا الله وحده لا شريك له

مشکوۃ شریف ص ۸۸

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز کے ساتھ اس طرح ذکر فرماتے **لا اله الا الله وحده لا شريك له۔**

جبکہ اس کے برعکس آیات اور احادیث میں کچھ اس طرح ہے،،

تعارض(۱): قرآن میں ہے کہ،، اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو عاجزی اور خوف سے اور زبان سے بغیر جہر کے آہستہ آہستہ۔

تعارض(۲): نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے۔

تعارض(۳): نبی کریم ﷺ نے فرمایا بہترین ذکر وہ ہے جو مخفی اور پوشیدہ ہو کیونکہ وہ ریاکاری سے دور ہے۔

تعارض(٤): نبی کریم ﷺ نے جہر کے ساتھ ذکر کرنے والوں سے فرمایا اپنی جانوں کے ساتھ نرمی کرو۔

ذکر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان تعارضات کے جوابات اس طرح ہیں،،

تعارض(۱): قرآن میں ہے کہ،، اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو عاجزی اور خوف سے اور زبان سے بغیر جہر کے آہستہ آہستہ۔

جواب: یہ آیت مکی ہے جب مسلمان نماز میں بلند آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے تو مشرکین قرآن کو سن لیتے پھر وہ قرآن کو برا بھلا کہتے تھے اس لئے مسلمانوں کو بلند آواز کے ساتھ ذکر یعنی تلاوت کرنے سے منع کر دیا گیا تا کہ مشرکین کو مذمت کا موقع نہ ملے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو خطاب ہے عام مسلمانوں کو نہیں عام مسلمانوں کو بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا چاہئے تا کہ ان کے دل سے وسوسے دور ہو جائیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں جہر سے مراد چلا چلا کر ذکر کرنا مراد ہے اور اس سے ہم بھی منع کرتے ہیں۔

تعارض(۲): نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے۔

جواب: اس ذکر سے مراد وہ ذکر ہے جس میں بہت زیادہ افراط ہو یعنی چلا چلا کر ذکر کیا جائے۔

تعارض(۳): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین ذکر وہ ہے جو مخفی اور پوشیدہ ہو کیونکہ وہ ریا کاری سے دور ہے۔

جواب: یہاں ریا کی نیت سے ذکر بالجہر کی ممانعت ہے اگر ریا کا شائبہ نہ ہو تو پھر اس میں حرج نہیں۔

تعارض(٤): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہر کے ساتھ ذکر کرنے والوں سے فرمایا اپنی جانوں کے ساتھ نرمی کرو۔

جواب: اس جگہ ذکر بالجہر کرنا موقع اور مصلحت کے خلاف تھا کیونکہ حدیث میں ہے کہ وہ وقت ایک غزوہ کا تھا اور بلند آواز سے ذکر کرنا مصیبت کو دعوت دینے والا تھا کیونکہ میدان جنگ میں اپنے مورچوں کو مخفی رکھا جاتا ہے تا کہ دشمن کو پتا نہ چل سکے۔ جیسا کہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی حدیث کو جو کتاب الجہاد میں ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے کی کراہت صرف میدان جنگ کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے تا کہ دشمن کو مسلمانوں کی جگہ کا پتا نہ چلے۔ اس تفصیل کے بعد ثابت ہوا کہ احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿172﴾ نفل میں مختصر قرات کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ يَقْرَأُ فِيهِمَا وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ. رَوَاهُ ابن مَاجه

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت سے وتر پڑھتے تھے پھر دو رکعتیں پڑھتے جن میں قرأت بیٹھے ہوئے کرتے جب رکوع کرنا چاہتے تو کھڑے ہو جاتے پھر رکوع کرتے۔

ابن ماجہ 1196

حضرت عائشہ کی احادیث میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نفل کی نماز میں بیٹھ کر قرات کرتے یعنی لمبی قرات کرتے۔

جبکہ حضرت ام سلمہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفل میں مختصر قرات کرتے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

نفل میں مختصر قرات کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد کے نفلوں میں کبھی قرأت مختصر کرتے تھے، کبھی دراز۔ مختصر کی حدیث حضرت ام سلمہ نے روایت کی اور دراز کی روایت حضرت عائشہ صدیقہ نے لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں، مختصر قرأت میں رکوع بیٹھ کر ہی کرتے تھے اور دراز قرأت میں کھڑے ہو کر کبھی کبھی بیٹھے بیٹھے۔

﴿173﴾ حضور کے بددعا نہ دینے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ عَلَى أَحَدٍ أَوْ يَدْعُوَ لِأَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَرُبَّمَا قَالَ إِذَا قَالَ " :سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ: اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بن الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ ابْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بن رَبِيعَةَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ

وَاجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ "يَجْهَرُ بِذَلِكَ وَكَانَ يَقُولُ فِي بَعْضِ صَلَاتِهِ " :اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا لِأَحْيَاءٍ مِنَ الْعَرَبِ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ :(لَيسَ لَكَ مِنَ الْأَمرِ شَيءٌ (الْآيَة)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی پر بددعا یا دعا کرنے کا ارادہ کرتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے بار ہا جب "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہ رَبَّنَا لَکَ الحَمد" کہتے تو کہتے الٰہی ولید ابن ولید سلمہ ابن ہشام عیاش ابن ربیعہ کو نجات دے الٰہی سخت پامالی ڈال مضر پر اور اسے یوسف علیہ السلام کی قحط سالیوں کی طرح قحط سالی بنا یہ بآواز بلند کہتے اور اپنی بعض نمازوں میں فرماتے الٰہی فلاں فلاں عربی قبیلوں پر لعنت کرحتی کہ رب نے یہ آیت نازل فرمائی "لَیسَ لَکَ مِنَ الاُمرِ شَیءٌ" مسلم 1540، بخاری 6393

مذکورہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی پر بددعا یا دعا کرنے کا ارادہ کرتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے اور کہتے الٰہی سخت پامالی ڈال مضر پر اور اسے یوسف علیہ السلام کی قحط سالیوں کی طرح قحط سالی بنا یہ بآواز بلند کہتے اور اپنی بعض نمازوں میں فرماتے الٰہی فلاں فلاں عربی قبیلوں پر لعنت کر۔

جبکہ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بددعا نہ کرتے تھے۔ دونوں احادیث متعارض ہیں۔

حضور کے بددعا نہ دینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنی نفسیاتی وجہ سے بددعا نہ دی، اپنے ظالموں کو معاف کیا اور دعائیں دیں، ہاں دینی دشمنوں کو بددعائیں دی ہیں، یہاں اسی ہی بددعا کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے خلاف نہیں جن میں ارشاد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بددعا نہ کرتے تھے۔

﴿174﴾ صحابہ کے قول، فعل کو حدیث کہنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عبد الرَّحْمَن بن عبد الْقَارِي قَالَ :خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً فِي رَمَضَان إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عمر :إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قارئهم .قَالَ عمر رَضِيَ الله عَنهُ :نعم الْبِدْعَةُ هَذِهِ وَالَّتِي تَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي تَقُومُونَ .يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يقومُونَ أَوله .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن عبدالقاری سے فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضرت عمر ابن خطاب کے ساتھ مسجد کو گیا لوگ متفرق طور پر الگ الگ تھے کوئی اکیلے نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کے ساتھ کچھ جماعت پڑھ رہی تھی حضرت عمر نے فرمایا اگر

میں ان لوگوں کو ایک قاری پر جمع کر دیتا تو بہتر تھا پھر آپ نے ارادہ کر ہی لیا تو انہیں ابی ابن کعب پر جمع کر دیا فرماتے ہیں کہ پھر میں دوسری رات آپ کے ساتھ گیا تو لوگ اپنے قاری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے حضرت عمر نے فرمایا یہ بڑی اچھی بدعت ہے اور وہ نماز جس سے تم سو رہتے ہو اس سے افضل ہے جس کو تم قائم کرتے ہو یعنی آخر رات کی اور لوگ اول رات میں پڑھتے تھے۔ بخاری 2010

مذکورہ روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن عبدالقاری سے فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضرت عمر ابن خطاب کے ساتھ مسجد کو گیا لوگ متفرق طور پر الگ الگ تھے کوئی اکیلے نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کے ساتھ کچھ جماعت پڑھ رہی تھی حضرت عمر نے فرمایا اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری پر جمع کر دیتا تو بہتر تھا پھر آپ نے ارادہ کر ہی لیا تو انہیں ابی ابن کعب پر جمع کر دیا فرماتے ہیں کہ پھر میں دوسری رات آپ کے ساتھ گیا تو لوگ اپنے قاری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے حضرت عمر نے فرمایا یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔

جبکہ دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْن "اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے خود صحابہ کے قول کو سنت یعنی حدیث قرار دیا جبکہ پہلی حدیث میں فاروق اعظم نے اپنے فعل کو بدعت قرار دیا۔

صحابہ کے قول فعل کو حدیث کہنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ ایجادات صحابہ شرعاً بدعت ہیں اگر چہ انہیں لغۃً سنت کہا جاتا ہے، اسی لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْن " نبی کریم ﷺ کا ارشاد لغت کے اعتبار سے ہے جبکہ فاروق اعظم کا قول شرعی اعتبار سے ہے، لہذا یہ دونوں حدیثیں متعارض نہیں۔

﴿175﴾ جنت ملنے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :هل تدرين مَا هٰذِهِ اللَّيْلُ؟ يَعْنِي لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ قَالَتْ :مَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ :فِيهَا أَنْ يُكْتَبَ كلُّ مَوْلُودٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فِي هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيهَا أَنْ يُكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فِي هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيهَا تُرْفَعُ أَعْمَالُهُمْ وَفِيهَا تَنْزِلُ أَرْزَاقُهُمْ .(ص409:) فَقَالَتْ :يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنْ أَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا بِرَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى؟ فَقَالَ :مَا مِنْ أحد يدخل الْجنَّة إِلَّا برحمة الله تَعَالَى .ثَلَاثًا .قُلْتُ :وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى هَامَتِهِ فَقَالَ :وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللَّهُ بِرَحْمَتِهِ .يَقُولُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ .رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِير

روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا کیا تم جانتی ہو کہ اس رات یعنی پندھوریں شعبان میں کیا ہے عرض کیا یارسول اللہ اس میں کیا ہے تو فرمایا اس رات میں اس سال پیدا ہونے والے انسان کے بچے لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس سال مرنے والے سارے انسان لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس رات میں ان کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور ان کے رزق اتارے جاتے ہیں انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا کوئی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جائے گا تو آپ نے تین بار فرمایا کہ کوئی اللہ تعالٰی کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جا سکتا میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ بھی نہیں تو آپ نے اپنا ہاتھ شریف اپنے سر پر رکھا اور فرمایا میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں چھپا لے تین بار فرمایا۔ بیہقی، دعوات کبیر

مذکورہ حدیث میں عرض کیا یارسول اللہ کیا کوئی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جائے گا تو آپ نے تین بار فرمایا کہ کوئی اللہ تعالٰی کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جا سکتا میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ بھی نہیں تو آپ نے اپنا ہاتھ شریف اپنے سر پر رکھا اور فرمایا میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں چھپا لے تین بار فرمایا۔

جبکہ آیت کریمہ میں ہے،، "تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" یہ وہ جنت ہے جس کا تمہیں وارث کیا گیا ہے تمہارے اعمال کے سبب،، آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

جنت ملنے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ نیک اعمال جنت ملنے کا سبب ظاہری ہیں اور اللہ تعالٰی کی رحمت، سبب حقیقی ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں "تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" بلکہ نیک اعمال کی توفیق اور ان کی قبولیت اللہ کی رحمت سے ہے، عمل تخم ہیں اور رب تعالٰی کا فضل بارش اور دھوپ۔

176 مطلقا چاشت پڑھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي (ص414:) الضُّحَى حَتَّى نَقُولَ :لَا يَدَعُهَا وَيَدَعُهَا حَتَّى نَقُولَ :لَا يُصَلِيهَا .رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت پڑھتے رہتے حتی کہ ہم کہتے اب چھوڑیں گے ہی نہیں اور چھوڑے رہتے حتی کہ ہم کہتے کہ اب آپ پڑھیں گے ہی نہیں۔ ترمذی 477

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت پڑھتے رہتے حتی کہ ہم کہتے اب چھوڑیں گے ہی نہیں اور چھوڑے رہتے حتی کہ ہم کہتے کہ اب آپ پڑھیں گے ہی نہیں۔

جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ چاشت نہیں پڑھتے تھے۔ دونوں حدیثیں متعارض ہیں۔

مطلقا چاشت پڑھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ آپ علیہ السلام چاشت پڑھتے تھے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہوا اور حضرت عائشہ صدیقہ سے جو منقول ہے کہ آپ چاشت نہیں پڑھتے تھے اس سے مراد ہے کہ ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے کبھی کبھی پڑھتے تھے یا مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔

﴿177﴾ ہمیشہ چاشت پڑھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ مُوَرِّقٍ الْعِجْلِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: تُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَعُمَرُ؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَأَبُو بَكْرٍ؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لَا إِخَالُهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

روایت ہے حضرت مورق عجلی سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے عرض کیا کہ کیا آپ چاشت پڑھتے ہیں فرمایا نہیں میں نے عرض کیا عمر فاروق فرمایا نہیں میں نے عرض کیا اچھا ابوبکر صدیق فرمایا نہیں میں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا مجھے آپ کا خیال نہیں۔ بخاری 1175

مذکورہ روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر سے عرض کیا کہ کیا آپ چاشت پڑھتے ہیں فرمایا نہیں میں نے عرض کیا عمر فاروق فرمایا نہیں میں نے عرض کیا اچھا ابوبکر صدیق فرمایا نہیں میں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا مجھے آپ کا خیال نہیں ہے۔

جبکہ دوسری روایت میں ہے روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت پڑھتے رہتے حتی کہ ہم کہتے اب چھوڑیں گے ہی نہیں

ہمیشہ چاشت پڑھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب اوپر بیان ہو چکا مطلب یہ کہ یہاں ہمیشگی کی نفی ہے یا مسجد میں ادا کرنے کی، ورنہ یہ حضرات چاشت پڑھتے تھے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿178﴾ سب سے پہلے حساب کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذَلِكَ" وَفِي رِوَايَةٍ: ثُمَّ الزَّكَاةُ مِثْلُ ذَلِكَ ثُمَّ تُؤْخَذُ الْأَعْمَالُ حَسْبَ ذَلِكَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ رَجُلٍ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بندے کا وہ عمل جس کا قیامت کے دن پہلے حساب ہوگا وہ اس کی نماز ہے اگر نماز ٹھیک ہوگئی تو بندہ کامیاب ہوگیا اور نجات پا گیا اور اگر نماز بگڑ گئی تو

محروم رہ گیا اور نقصان پا گیا اگر بندے کے فرضوں میں کمی ہوگی تو رب تعالیٰ فرمائے گا کہ دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کچھ نفل ہیں ان سے فرض کی کمی پوری کر دی جائے گی پھر بقیہ اعمال اسی طرح ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ پھر زکوۃ اسی طرح ہے پھر دوسرے اعمال اسی طرح کیے جائیں گے (ابوداؤد 864) اور احمد 986 نے ایک مروت سے مذکورہ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بندے کا وہ عمل جس کا قیامت کے دن پہلے حساب ہوگا وہ اس کی نماز ہے۔

چونکہ دوسری حدیث میں فرمایا کہ سب سے پہلے قتل ناحق کا حساب ہوگا۔ حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

سب سے پہلے حساب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق

اس میں تطبیق یہ ہوگی کہ عبادات میں پہلے نماز کا حساب ہوگا اور حقوق العباد میں پہلے قتل و خون کا یا نیکیوں میں پہلے نماز کا حساب ہے اور گناہوں میں پہلے قتل کا، لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ پہلے قتل اور خون کا حساب ہوگا

﴿179﴾ دو نمازیں جمع کرنے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَيْرٍ وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں چلتے ہوتے تو ظہر اور عصر جمع کرلیتے اور مغرب اور عشاء جمع فرماتے (بخاری 1107)

مذکورہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں چلتے ہوتے تو ظہر اور عصر جمع کرتے اور مغرب اور عشاء جمع فرماتے جبکہ اس کے برعکس قرآن میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا" یعنی نماز مسلمانوں پر اپنے اپنے اوقات میں فرض ہے۔ مذکورہ حدیث قرآن شریف کے خلاف ہے۔

دو نمازیں جمع کرنے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق

آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرنے کی حالت میں ظہر اور عصر اسی طرح مغرب اور عشاء یوں جمع فرماتے کہ ظہر آخری وقت میں پڑھتے اور عصر اول وقت یوں ہی مغرب آخری وقت ادا کرتے اور عشاء اول وقت یعنی ہر نماز اپنے وقت میں ادا ہوتی صورۃً جمع ہوتیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عصر ظہر کے وقت میں پڑھ لیتے اور عشاء مغرب کے وقت میں یعنی جمع حقیقی مراد نہیں ہے۔

﴿180﴾ فتح مکہ میں اقامت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ :غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَهِدْتُ مَعَهُ الْفَتْحَ فَأَقَامَ بِمَكَّةَ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً لَا يُصَلِّي إِلَّا رَكْعَتَيْنِ يَقُولُ :يَا أَهْلَ الْبَلَدِ صَلُّوا أَرْبَعًا فَإِنَّا سَفْرٌ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ کیا اور آپ کے ساتھ فتح مکہ میں حاضر ہوا تو آپ نے مکہ معظمہ میں اٹھارہ شب قیام کیا دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے فرمادیتے تھے اے شہر والو تم چار پڑھ لو ہم مسافر ہیں۔ ابوداؤد 1229

مذکورہ روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ کیا اور آپ کے ساتھ فتح مکہ میں حاضر ہوا تو آپ نے مکہ معظمہ میں اٹھارہ شب قیام کیا۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے،،

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کیا تو انیس دن ٹھہرے دو، دو رکعتیں پڑھتے رہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہم اپنے اور مکے کے درمیان انیس دن تک دو دو رکعتیں پڑھتے رہے۔ ایک حدیث میں اٹھارہ دن کا ذکر ہے جبکہ دوسری میں انیس دن کا، تعارض واضح ہے۔

فتح مکہ میں اقامت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ جس حدیث میں اٹھارہ کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یعنی رات اٹھارہ اور جس میں انیس کا ذکر ہے اس کا مطلب ہے دن انیس تھے، یا وہاں غزوہ طائف وغیرہ کا ذکر ہے۔ بہر حال حدیث میں تعارض نہیں۔

﴿181﴾ تورات کی آیات سننے اور پڑھنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :خَرَجْتُ إِلَى الطُّورِ فَلَقِيتُ كَعْبَ الْأَحْبَارِ فَجَلَسْتُ مَعَهُ فَحَدَّثَنِي عَنِ التَّوْرَاةِ وَحَدَّثْتُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِيمَا حَدَّثْتُهُ أَنْ قُلْتُ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُهْبِطَ وَفِيهِ تِيبَ عَلَيْهِ وَفِيهِ مَاتَ وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ وَمَا من دَابَّة إِلَّا وَهِي مسيخة يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ حِينِ تُصْبِحُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِنَ السَّاعَةِ إِلَّا الْجِنَّ وَالْإِنْسَ وفيها سَاعَةٌ لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي يسْأَل الله شَيْئا إِلَّا أعطَاهُ إِيَّاهَا .قَالَ كَعْبٌ :ذَلِكَ فِي كُلِّ سَنَةٍ يَوْمٌ. فَقلت :بل فِي كل جُمُعَة قَالَ فَقَرَأَ كَعْبٌ التَّوْرَاةَ .فَقَالَ :صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى (ص429:) اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ :لَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلَامٍ فَحَدَّثْتُهُ بِمَجْلِسِي مَعَ كَعْبٍ وَمَا حَدَّثْتُهُ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ لَهُ :قَالَ كَعْبٌ :ذَلِك كُلِّ سَنَةٍ يَوْمٌ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: كَذَبَ كَعْبٌ .فَقُلْتُ لَهُ ثُمَّ قَرَأَ كَعْبٌ التَّوْرَاةَ .فَقَالَ :بَلْ هِيَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ .فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

سَلَامٍ :صَدَقَ كَعْبٌ ثُمَّ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ :قَدْ عَلِمْتُ أَيَّةَ سَاعَةٍ هِيَ .قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقلت لَهُ :فَأَخْبِرْنِي بِهَا .فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ :هِيَ آخِرُ سَاعَةٍ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ .قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَقُلْتُ :وَكَيْفَ تَكُونُ آخِرَ سَاعَةٍ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي وَتلك السَّاعَة لَا يُصَلِّي فِيهَا؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ :أَلَمْ يَقُلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ فَهُوَ فِي صَلَاةٍ حَتَّى يُصَلِّيَ؟ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ :فَقلت :بلَى .قَالَ :فَهُوَ ذَاك .رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى أَحْمد إِلَى قَوْله :صدق كَعْب

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں طور کی طرف گیا تو کعب احبار سے ملا ان کے پاس بیٹھا انہوں نے مجھے تورات کی باتیں سنائیں اور میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں جو حدیثیں میں نے انہیں سنائیں ان میں یہ بھی تھا کہ میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین وہ دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی میں اتارے گئے، اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی، اسی میں وفات پائی، اسی میں قیامت قائم ہوگی ایسا کوئی جانور نہیں جو جمعہ کے دن صبح سے آفتاب نکلنے تک قیامت کا ڈرتے ہوئے منتظر نہ ہو جن وانس کے سواء اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے جسے کوئی مسلمان نماز پڑھتے ہوئے نہیں پاتا کہ اللہ سے کچھ مانگ لے مگر رب اسے دیتا ہے کعب بولے کہ یہ ہر سال میں ایک بار ہے میں نے کہا بلکہ ہر جمعہ میں ہے تو کعب نے توریت پڑھی تو بولے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ ابن سلام سے ملا تو میں نے انہیں کعب کے پاس بیٹھنے اور جو کچھ میں نے ان سے جمعہ کے بارے میں گفتگو کی سنائی میں نے کہا کہ کعب بولے یہ ہر سال میں ایک دن ہے تو عبداللہ ابن سلام نے فرمایا کہ کعب نے غلط کہا تب میں نے ان سے کہا پھر کعب نے توریت پڑھی تو فرمایا بلکہ وہ ہر جمعہ میں ہے تب عبداللہ ابن سلام بولے کہ کعب نے سچ کہا پھر عبداللہ ابن سلام نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ وہ کون سی ساعت ہے ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا وہ مجھے بتا دیجئے اور بخل نہ کیجئے عبداللہ ابن سلام نے فرمایا کہ وہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے ابوہریرہ فرماتے ہیں میں بولا کہ وہ جمعہ کی آخری ساعت کیسے ہوسکتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بندہ اسے نماز پڑھتے ہوئے پائے عبداللہ ابن سلام بولے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو کسی جگہ نماز کے انتظار میں بیٹھے تو وہ نماز پڑھنے تک نماز ہی میں ہے ابوہریرہ فرماتے ہیں میں نے کہا ہاں فرمایا وہ یہی ہے۔

(مالک، ابوداؤد 1046، ترمذی 491، نسائی 1430) اور احمد نے صدق کعب تک روایت کی۔

مذکورہ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں طور کی طرف گیا تو کعب احبار سے ملا ان کے پاس بیٹھا انہوں نے

مجھے تورات کی باتیں سنائیں۔ جبکہ دوسری حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تورات پڑھنے سے منع فرمایا احادیث میں تعارض واضح ہے۔

تورات کی آیات سننے اور پڑھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

صحابہ کرام مؤمنین علمائے بنی اسرائیل سے توریت شریف کی وہ آیات سنا کرتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ہیں تاکہ ان سے ایمان تازہ اور دل روشن ہو۔ جن احادیث میں توریت پڑھنے سے حضرت عمر کو منع فرمایا گیا وہ توراۃ کی وہ آیات مراد ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں یا ان سے ہدایت لینے کے لیے پڑھنا مراد ہے اب ہدایت صرف قرآن وحدیث میں ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں اور نہ ہی احادیث میں کوئی تعارض ہے۔

﴿182﴾ جمعہ اور پیر کی فضیلت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْيَوْمُ الْمَوْعُودُ يَوْمُ الْقِيَامَةِ وَالْيَوْمُ الْمَشْهُودُ يَوْمُ عَرَفَةَ وَالشَّاهِدُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَمَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلَى يَوْمٍ أَفْضَلَ مِنْهُ فِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُؤْمِنٌ يَدْعُو اللَّهَ بِخَيْرٍ إِلَّا اسْتَجَابَ اللَّهُ لَهُ وَلَا يَسْتَعِيذُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا أَعَاذَهُ مِنْهُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا يُعْرَفُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ وَهُوَ يُضَعَّفُ۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوم موعود قیامت کا دن ہے اور یوم مشہود عرفے کا دن ہے اور شاہد جمعے کا دن جمعہ سے بہتر کسی دن پر آفتاب طلوع نہیں ہوا اس میں ایک ایسی ساعت ہے جسے کوئی مومن اللہ سے دعائے خیر کرتے ہوئے نہیں پاتا مگر اللہ اسے قبول کرتا ہے اور کسی چیز سے پناہ نہیں مانگتا مگر اللہ اسے پناہ دیتا ہے (احمد 7959، ترمذی 3339) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ موسیٰ ابن عبیدہ کے سوا کسی حدیث سے پہچانی نہ گئی اور وہ ضعیف مانے جاتے ہیں۔

مذکورہ روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعے کا دن جمعہ سے بہتر کسی دن پر آفتاب طلوع نہیں ہوا۔ جبکہ دوسری حدیث میں حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ سوموار افضل ہے۔

جمعہ اور پیر کی فضیلت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا حل یہ ہے کہ یعنی تمام دنوں سے جمعہ بہتر ہے۔ حضرت امام مالک جو فرماتے ہیں کہ سوموار افضل ہے ان کی مراد جزئی فضیلت ہے لہذا ان کا وہ فرمان اس حدیث کے خلاف نہیں، ان کا مطلب یہ ہے کہ دوشنبہ یعنی پیر کے طفیل ہمیں جمعہ ملا۔

﴿183﴾ جمعہ کی فضیلت پر آیت اور حدیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي لُبَابَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَيِّدُ الْأَيَّامِ وَأَعْظَمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَهُوَ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ يَوْمِ الْأَضْحَى وَيَوْمِ الْفِطْرِ فِيهِ خَمْسُ خِلَالٍ خَلَقَ اللَّهُ فِيهِ آدَمَ وَأَهْبَطَ اللَّهُ فِيهِ آدَمَ إِلَى الْأَرْضِ وَفِيهِ تَوَفَّى اللَّهُ آدَمَ وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يَسْأَلُ الْعَبْدُ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ مَا لَمْ يَسْأَلْ حَرَامًا وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ مَا مِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ وَلَا سَمَاءٍ وَلَا أَرْضٍ وَلَا رِيَاحٍ وَلَا جِبَالٍ وَلَا بَحْرٍ إِلَّا هُوَ مُشْفِقٌ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ " رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه

روایت ہے حضرت ابولبابہ ابن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا دن اللہ کے نزدیک تمام دنوں کا سردار اور تمام سے بڑا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک عید بقر اور عید الفطر کے دنوں سے بھی بڑا ہے اس میں پانچ اوصاف ہیں اللہ نے حضرت آدم کو اس میں پیدا کیا اور اللہ نے اس میں حضرت آدم کو زمین کی طرف اتارا اسی میں اللہ نے حضرت آدم کو وفات دی اور اس میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں بندہ کوئی شے نہیں مانگتا مگر رب اسے دیتا ہے جب تک کہ حرام چیز نہ مانگے اسی میں قیامت قائم ہوگی کوئی مقرب فرشتہ آسمان، زمین، ہوائیں، پہاڑ، دریا ایسے نہیں جو جمعہ کے دن سے خوف نہ کرتے ہوں۔ ابن ماجہ 1084

مذکورہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا دن اللہ کے نزدیک تمام دنوں کا سردار اور تمام سے بڑا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک عید بقر اور عید الفطر کے دنوں سے بھی بڑا ہے

جبکہ آیت کریمہ میں شب قدر کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ، لیلۃ القدر خیر من الف شھر، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر رات ہے۔ آیت اور حدیث میں تعارض ہے۔

جمعہ کی فضیلت پر آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ یہاں دنوں کا مقابلہ ہے رات کا نہیں یعنی جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے ورنہ شب قدر تمام دن راتوں سے بہت بہتر ہے یعنی دن جمعہ سب دنوں سے افضل ہے، لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں اور نہ ہی ان میں تعارض ہے۔

(184) جمعہ کے دن آدم کی پیدائش کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَيِّ شَيْءٍ سُمِّيَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ لِأَنَّ فِيهَا طُبِعَتْ طِينَةُ أَبِيكَ آدَمَ وَفِيهَا الصَّعْقَةُ وَالْبَعْثَةُ وَفِيهَا الْبَطْشَةُ وَفِي آخِرِ ثَلَاثِ سَاعَاتٍ مِنْهَا سَاعَةٌ مَنْ دَعَا اللَّهَ فِيهَا اسْتُجِيبَ لَهُ رَوَاهُ أَحْمَد

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں عرض کیا گیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کس وجہ سے اس دن کا نام جمعہ رکھا گیا فرمایا اس لیئے کہ اس میں تمہارے والد حضرت آدم کی مٹی جمع کی گئی اسی میں بے ہوشی اور اٹھنا ہے اسی میں پکڑ ہے

اور اس کی آخری تین گھڑیوں میں ایسی گھڑی ہے جو اس میں اللہ سے دعا مانگے اس کی قبول ہو۔ احمد 8088

مذکورہ روایت ہے عرض کیا گیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کس وجہ سے اس دن کا نام جمعہ رکھا گیا فرمایا اس لیئے کہ اس میں تمہارے والد حضرت آدم کی مٹی جمع کی گئی اسی میں بے ہوشی اور اٹھنا ہے اسی میں پکڑ ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس دن میں تمام چیزیں خلقت میں جمع ہوئیں۔ دونوں حدیثیں متعارض ہیں۔

جمعہ کے دن آدم کی پیدائش کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ یہ سارے واقعات بعد میں ہونے والے تھے مگر رب تعالیٰ نے اول ہی سے اس کا نام جمعہ رکھا۔ جیسے کہ ہمارے حضور کی تعریفیں آئندہ ہونے والی تھیں تو رب تعالیٰ نے اول ہی سے آپ کا نام محمد اور احمد رکھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت آدم کی پیدائش کے بعد اس کا نام جمعہ ہوا۔ لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں فرمایا گیا کہ اس دن میں تمام چیزیں خلقت میں جمع ہوئیں ثابت ہوا کہ احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿185﴾ غضبناک ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن عبد الله بن عَمرو قَالَ :هَجَّرْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ :فَسَمِعَ أَصْوَاتَ رَجُلَيْنِ اخْتَلَفَا فِي آيَةٍ فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِي (ص55:) وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ :إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ باختلافهم فِي الْكتاب .رَوَاهُ مُسلم

حضرت عبد اللہ ابن عمرو سے روایت ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنی جو کسی آیت میں جھگڑ رہے تھے نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے چہرہ انور پر غصہ معلوم ہو رہا تھا فرمایا تم سے پہلے لوگ کتاب اللہ میں جھگڑا کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ کے چہرہ انور پر غصہ تھا۔ جبکہ دیگر احادیث میں غصہ کی ممانعت اور اس کی مذمت بیان ہوئی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ ما تجرع عبد افضل عند الله من جرعه غيظ يكظمها ابتغاء وجه الله تعالى ۔ امام احمد ص ١٢٧

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ جب غصے کا گھونٹ اللہ کی رضا کے لئے پی لیتا ہے تو اللہ کے نزدیک اس سے پیارا اور افضل گھونٹ کوئی نہیں ہوتا۔

ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص کشتی سے پہلوان نہیں بنتا پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت خود پر قابو رکھے۔

غضبناک ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں تطبیق قائم کرنے کے لئے غصہ کی تعریف اوراس کی اقسام ذہن میں رکھنا ضروری ہے

غصہ کی تعریف: غصہ نفس کے اس جوش کا نام ہے جو بندے کو دوسرے سے بدلہ لینے پر ابھارے۔

غصہ کی اقسام: غصہ کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔ رحمانی غصہ ۲۔ شیطانی غصہ۔

رحمانی غصہ: اللہ کی نافرمانی پر غصہ کرنا رحمانی غصہ ہے اور یہ اچھا ہے مثلاً کتاب اللہ میں ناجائز جھگڑا کرنے والوں پر غصہ کرنا یا تقدیر کے مسائل پر غیر ضروری بحث کرنے والوں پر غصہ کرنا یا کسی عالم کو فاسق وفاجر پر یا ماں باپ کو نافرمان اولاد پر غصہ کرنا اچھا ہے لیکن یاد رہے کہ نبی، ولی اور استاد کے گستاخ پر غصہ کرنا عین عبادت ہے وہاں غصہ نہ کرنا بے شرمی ہے۔

شیطانی غصہ: یہ برا ہے جیسے اپنی ذات کی خاطر کسی دوسرے پر غصہ کرنا برا ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ غصہ اچھا بھی ہے اور برا بھی جس حدیث میں آپ ﷺ نے غصہ کیا وہ پہلی قسم کا غصہ یعنی رحمانی غصہ اور جس سے منع فرمایا وہ دوسری قسم کا غصہ یعنی شیطانی غصہ ہے لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿186﴾ جمعہ کے دن ثواب کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ .عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلَّى مَا قُدِّرَ لَهُ ثُمَّ أَنْصَتَ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ ثُمَّ يُصَلِّيَ مَعَهُ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جو غسل کرے پھر جمعہ کو آئے پھر جو مقدر میں ہے وہ نماز پڑھے پھر خاموش بیٹھے حتی کہ امام خطبہ سے فارغ ہو جائے پھر اس کے ساتھ نماز پڑھے تو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان اور تین دن زیادہ (یعنی دس دن) اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ مسلم 1987

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جو غسل کرے پھر جمعہ کو آئے پھر جو مقدر میں ہے وہ نماز پڑھے پھر خاموش بیٹھے حتی کہ امام خطبہ سے فارغ ہو جائے پھر اس کے ساتھ نماز پڑھے تو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان اور تین دن زیادہ (یعنی دس دن) اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے جو غسل کرے پھر جمعہ کو آئے پھر جو مقدر میں ہے وہ نماز پڑھے پھر خاموش بیٹھے حتی کہ امام خطبہ سے فارغ ہو جائے پھر اس کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کے آٹھ دن کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

جمعہ کے دن ثواب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پچھلی حدیث میں آٹھ دن کا ذکر تھا یہاں دس کا مگر دونوں درست ہیں۔ جتنا خشوع زیادہ اتنا ثواب زیادہ یا اولاً آٹھ دن کی بخشش کا وعدہ تھا پھر دس دن کا وعدہ ہوا۔ لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿187﴾ دوران خطبہ کلام کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَكَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَهُوَ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا وَالَّذِي يَقُولُ لَهُ أَنْصِتْ لَيْسَ لَهُ جُمُعَةٌ. رَوَاهُ أَحْمَد

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن امام کے خطبہ پڑھتے ہوئے باتیں کرے وہ اس گدھے کی طرح ہے جو کتابوں کا دفتر اٹھائے اور جو اس سے کہتا ہے خاموش رہو اس کا جمعہ نہیں۔ احمد 2033

مذکورہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن امام کے خطبہ پڑھتے ہوئے باتیں کرے وہ اس گدھے کی طرح ہے جو کتابوں کا دفتر اٹھائے

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ بعض دفعہ صحابہ نے بحالت خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کی دعا کرائی ہے، بعض نے قیامت کے بارے میں کچھ پوچھا ہے لہذا احادیث میں تعارض واضح ہے۔

دوران خطبہ کلام کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ بعض دفعہ صحابہ نے بحالت خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کی دعا کرائی ہے، بعض نے قیامت کے بارے میں کچھ پوچھا ہے ان کی وہ عرض و معروض یا خطبہ شروع ہونے سے پہلے تھی یا ختم ہونے کے بعد یا وہ سب کچھ اس حدیث سے منسوخ ہے یا ان بزرگوں کی خصوصیات ہے، لہذا احادیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ نیز ممانعت کلام کی حدیث کی تائید قرآن پاک سے ہو رہی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ" الخ

﴿188﴾ ذات الرقاع میں نماز کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ: كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا عَلٰى شَجَرَةٍ ظَلِيلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَسَيْفُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِشَجَرَةٍ فَأَخَذَ سَيْفَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرَطَهُ فَقَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَخَافُنِي؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قَالَ: اللّٰهُ يَمْنَعُنِي مِنْكَ. قَالَ: فَتَهَدَّدَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَمَدَ السَّيْفَ وَعَلَّقَهُ. قَالَ: فَنُودِيَ بِالصَّلَاةِ فَصَلّٰى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَأَخَّرُوا وَصَلّٰى بِالطَّائِفَةِ الْأُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ قَالَ: فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ وَلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے حتی کہ جب ذات الرقاع میں پہنچے فرماتے ہیں کہ جب ہم کبھی کسی سایہ دار درخت پر پہنچتے تھے تو وہ درخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھوڑ دیتے تھے فرماتے ہیں کہ کفار کا ایک شخص آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت سے لٹکی ہوئی تھی تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سونت لی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کیا آپ مجھ سے ڈرتے ہیں، فرمایا نہیں وہ بولا مجھ سے آپ کو کون بچائے گا فرمایا مجھے تجھ سے اللہ بچائے گا فرماتے ہیں کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دھمکایا تو اس نے تلوار میان میں کر کے لٹکا دی فرماتے ہیں کہ نماز کی اذان ہوئی تو آپ نے ایک ٹولے کو دو رکعتیں پڑھادیں وہ پیچھے ہٹ گئے اور دوسرے ٹولے کو دو رکعتیں پڑھادیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئی اور قوم کی دو، دو رکعتیں۔

صحیح مسلم 1948، بخاری 4136

مذکورہ روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے حتی کہ جب ذات الرقاع میں پہنچے تو آپ نے ایک ٹولے کو دو رکعتیں پڑھادیں وہ پیچھے ہٹ گئے اور دوسرے ٹولے کو دو رکعتیں پڑھادیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئی اور قوم کی دو، دو رکعتیں

جبکہ سابقہ حدیث میں بیان ہوا کہ روایت ہے حضرت یزید ابن رومان سے وہ صالح ابن خوات سے راوی وہ ان سے راوی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذات الرقاع کے دن نماز خوف پڑھی کہ ایک ٹولہ آپ کے ساتھ صف آراء ہوا اور دوسرا ٹولہ دشمن کے مقابل رہا آپ نے اپنے ساتھ والے ٹولے کو ایک رکعت پڑھائی پھر یوں ہی کھڑے رہے انہوں نے اپنی نماز پوری کر لی پھر چلے گئے اور دشمن کے مقابل صف بستہ ہو گئے پھر دوسرا ٹولہ آیا آپ نے انہیں رکعت پڑھائی جو آپ کی نماز سے باقی تھی پھر آپ یوں ہی بیٹھے رہے ان صاحبوں نے اپنی نماز پوری کر لی پھر حضور نے ان سب کے ساتھ سلام پھیرا۔

ذات الرقاع میں نماز کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

یہ حدیث مشکلات میں سے ہے کیونکہ اس سے پہلے ذات الرقاع میں دو رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہو چکا ہے اور یہاں چار کا اس لیے علماء فرماتے ہیں کہ پچھلی حدیث میں نماز فجر کا ذکر تھا اور یہاں نماز ظہر کا ذکر ہے کیونکہ ابھی یہاں دھوپ میں آرام کرنے کا ذکر ہو چکا ہے لہذا تعارض بھی نہ رہا۔

189 عید گاہ میں منبر رسول لانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ فَيَبْدَأُ بِالصَّلَاةِ فَإِذَا صَلَّى صَلَاتَهُ قَامَ فَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَهُمْ جُلُوسٌ فِي مُصَلَّاهُمْ فَإِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ بِبَعْثٍ ذَكَرَهُ لِلنَّاسِ أَوْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ بِغَيْرِ ذَلِكَ أَمَرَهُمْ بِهَا وَكَانَ يَقُولُ

تَصَدَّقُوا تَصَدَّقُوا تَصَدَّقُوا .وَكَانَ أَكْثَرَ مَنْ يَتَصَدَّقُ النِّسَاءُ ثُمَّ يَنْصَرِف فَلَم يزل كَذَلِكَ حَتَّى كَانَ مَرْوَانَ ابْن (ص456:) الْحَكَمِ فَخَرَجْتُ مُخَاصِرًا مَرْوَانَ حَتَّى أَتَيْنَا الْمُصَلَّى فَإِذَا كَثِيرُ بْنُ الصَّلْتِ قَدْ بَنَى مِنْبَرًا مِنْ طِينٍ وَلَبِنٍ فَإِذَا مَرْوَانُ يُنَازِعُنِي يَدَهُ كَأَنَّهُ يَجُرُّنِي نَحْوَ الْمِنْبَرِ وَأَنَا أَجُرُّهُ نَحْوَ الصَّلَاةِ فَلَمَّا رَأَيت ذَلِكَ مِنْهُ قُلْتُ :أَيْنَ الِابْتِدَاءُ بِالصَّلَاةِ؟ فَقَالَ :لَا يَا أَبَا سَعِيدٍ قَدْ تُرِكَ مَا تَعْلَمُ قُلْتُ :كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تأتون بِخَير مِمَّا أعلم ثَلَاث مَرَّات ثمَّ انْصَرف. رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن تشریف لے جاتے تو نماز سے ابتداء کرتے جب نماز پڑھ چکتے تو لوگوں پر متوجہ ہوتے لوگ اپنے مقام پر بیٹھے ہوتے اگر سرکار کو لشکر بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو لوگوں سے ذکر فرمادیتے یا آپ کو اس کے سوا کوئی اور ضرورت ہوتی تو اس کا حکم فرمادیتے اور فرماتے تھے خیرات کرو خیرات کرو زیادہ خیرات کرنے والی عورتیں ہوتی تھیں پھر آپ واپس ہوتے معاملہ یوں رہا حتی کہ مروان ابن حکم کا زمانہ آیا تو میں مروان کی کمر میں ہاتھ ڈالے نکلا حتی کہ ہم عیدگاہ پہنچے تو دیکھا کہ کثیر ابن صلت نے کچی اینٹ و گارے کا منبر بنایا ہے اور مروان مجھ سے اپنا ہاتھ کھینچنے لگا شاید مجھے منبر کی طرف کھینچتا تھا اور اسے میں نماز کی طرف کھینچتا تھا جب میں نے اس کی یہ حرکت دیکھی تو میں بولا کہ نماز سے ابتداء کرنا کہاں گیا وہ بولا نہیں اے ابوسعید جو تمہارے علم میں ہے وہ اب چھوڑ دی گئی میں نے کہا ہرگز نہیں اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو چیز میرے علم میں ہے تم اس سے بہتر کوئی چیز نہیں لا سکتے۔ مسلم 2053

مذکورہ روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ مروان ابن حکم کا زمانہ آیا تو میں مروان کی کمر میں ہاتھ ڈالے نکلا حتی کہ ہم عیدگاہ پہنچے تو دیکھا کہ کثیر ابن صلت نے کچی اینٹ و گارے کا منبر بنایا ہے اور مروان مجھ سے اپنا ہاتھ کھینچنے لگا شاید مجھے منبر کی طرف کھینچتا تھا۔ جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ مروان مسجد نبوی سے عیدگاہ کے لئے منبر منگواتا تھا۔

دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

عیدگاہ میں منبر رسول لانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے قبل عیدگاہ میں منبر نہ تھا، مروان نے پہلے تو منبر رسول ﷺ عیدگاہ میں لانا شروع کیا، اس پر اعتراضات ہوئے تو اس نے وہاں ہی منبر بنوایا، لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں کہ مروان مسجد نبوی سے منبر منگواتا تھا۔

﴿190﴾ اونٹ میں سات حصوں کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةٌ وَفِي الْبَعِيرِ عَشَرَةٌ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَقَالَ

التِّرمِذِيُّ :هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غريبٌ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ بقرعید آ گئی تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہو گئے (ترمذی 1501،نسائی 4392،ابن ماجہ 3131) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

مذکورہ روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ بقرعید آ گئی تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہو گئے۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گائے سات کی طرف سے ہے اور اونٹ سات کی طرف سے۔

اونٹ میں سات حصوں کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض میں اس طرح تطبیق قائم ہوگی کہ سحاق ابن راہویہ کے علاوہ باقی تمام امام اس پر متفق ہیں کہ اونٹ کی قربانی میں بھی سات ہی آدمی شریک ہو سکتے ہیں، یہ حدیث اس گزشتہ حدیث سے منسوخ ہے جو پہلے گزر چکی کہ گائے اور اونٹ سات سات کی طرف سے جائز ہے۔ صاحب مرقات نے فرمایا کہ عبداللہ ابن عباس کی بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ ہم اونٹ میں سات یا دس شریک ہوئے، لہذا شک کی بنا پر یہ حدیث قابل عمل نہیں، نیز یہ حدیث حسن غریب ہے اور سات کی روایات نہایت صحیح، لہذا اس کے مقابل یہ دس والی حدیث متروک ہے۔

﴿191﴾ عتیرہ کی قربانی کی احادیث میں تعارض:

عَن مخنف بن سليم قَالَ :كُنَّا وُقُوفًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةً وَعَتِيرَةً هَل تَدرُونَ مَا الْعَتِيرَةُ؟ هِيَ الَّتِي تُسَمُّونَهَا الرَّجَبِيَّةَ .رَوَاهُ التِّرمِذِيّ وَأَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيّ وَابْن مامجه وَقَالَ التِّرمِذِيُّ :هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ضَعِيفُ الْإِسْنَادِ وَقَالَ أَبُو دَاوُد :وَالْعَتِيرَة مَنْسُوخَة

روایت ہے حضرت مخنف بن سلیم سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ عرفہ میں ٹھہرے تھے کہ میں نے آپ کو فرماتے سنا اے لوگوں ہر گھر والے پر ہر سال ایک قربانی ہے اور ایک عتیرہ فرمایا کیا جانتے ہو عتیرہ کیا ہے۔ یہ وہی ہے جسے تم رجبیہ کہتے ہو (ترمذی 1518،ابوداؤد 2788،نسائی،ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ اسناد ضعیف ہے اور ابوداؤد نے فرمایا کہ عتیرہ منسوخ ہے۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ عرفہ میں ٹھہرے تھے کہ میں نے آپ کو فرماتے سنا اے لوگوں ہر گھر والے پر ہر سال ایک قربانی ہے اور ایک عتیرہ۔ جبکہ سابقہ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ

فرمایا نہ فرع ہے نہ عتیرہ فرماتے ہیں کہ فرع وہ پہلا بچہ تھا جانور کا جو ان کے ہاں پیدا ہوتا جسے اپنے بتوں کے لیے ذبح کرتے تھے اور عتیرہ رجب میں تھا۔ دونوں حدیثیں متعارض ہیں۔

عتیرہ کی قربانی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق

عتیرہ کے وجوب کی یہ حدیث بالکل ضعیف ہے کیونکہ مخنف ابن سلیم سے روایت کرنے والے صرف ابو رملہ ہیں اور وہ محدثین کے نزدیک بالکل مجہول ہیں، نیز احادیث صحیحہ کے مخالف ہے۔ ابھی مسلم، بخاری کی حدیث گزر چکی کہ نہ فرع ہے نہ عتیرہ بلکہ ہر گھر والے پر تو قربانی بھی واجب نہیں، وہ بھی امیروں پر ہی واجب ہے۔ اور اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہر ایک پر واجب ہے لہذا یہ حدیث قابل عمل نہیں۔

﴿192﴾ نماز خسوف کی قراءت کی احادیث میں تعارض

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ جَهَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْخُسُوفِ بِقِرَاءَتِهِ

روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز میں اونچی قراءت کی

مسلم 2093، بخاری 1065

مذکورہ روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز میں اونچی قراءت کی۔ مسلم، بخاری

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز میں آہستہ قراءت کی۔

نماز خسوف کی قرات کی احادیث میں تعارض کی تطبیق

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ شارحین نے فرمایا کہ مذکورہ حدیث جس میں اونچی قراءت کا ذکر ہے چاند گرہن کی نماز مراد ہے کیونکہ مطلقاً خسوف چاند گرہن پر ہی بولا جاتا ہے۔ سورج گرہن کے بارے میں عنقریب احادیث آرہی ہیں کہ آپ نے آہستہ قراءت کی، چونکہ چاند گرہن کی نماز رات میں ہوتی ہے لہذا وہاں جہر مناسب ہے اور سورج گرہن کی نماز دن میں ہوتی ہے، وہاں آہستہ پڑھنا بہتر۔

خیال رہے کہ اس حدیث میں جماعت کا ذکر نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند گرہن کی یہ نماز جماعت سے پڑھی۔

﴿193﴾ سورج گرہن کی نماز میں تعارض

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِأَرْبَعِ سَجَدَاتٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جس دن حضور علیہ السلام کے فرزند ابراہیم نے وفات پائی سورج گھر گیا تو آپ نے لوگوں کو چھ رکوع اور چار سجدوں میں نماز پڑھائی۔ مسلم 2102

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَعَنْ عَلِيٍّ مِثْلُ ذٰلِكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب سورج گرہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سجدوں میں آٹھ رکوع سے نماز پڑھائی اسی طرح حضرت علی سے مروی ہے۔ مسلم 2111

سورج گرہن کی نماز میں تعارض کی تطبیق ممکن نہیں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم مدینہ پاک میں پیدا ہوئے، تقریبا اٹھارہ مہینے زندہ رہے اور منگل کے دن دس ربیع الاول یا جمادی الاولی میں وفات پائی۔ اس دن سورج کو گرہن لگا۔ سابقہ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھائیں جس کی ہر رکعت میں تین رکوع اور دو سجدے کیے اور اس سے پہلے گزر چکا کہ ہر رکعت میں دو رکوع تھے اور مذکورہ حدیث میں ہے کہ دو رکعتیں پڑھائیں ہر رکعت میں چار رکوع اور دو سجدے تو ان کی احادیث میں تعارض ہے، لہذا کوئی روایت قابل عمل نہیں جیسا کہ تعارض کی صورت میں ہوتا ہے تو خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں صرف ایک بار سورج گرہن ہوا ہے اور ایک ہی بار چاند گرہن اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مختلف واقعوں کا ذکر ہے ان میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔

194 سورج گرہن کی نماز میں جہر و اخفاء کی احادیث میں تعارض

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كُسُوْفٍ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ

روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز پڑھائی تو ہم آپ کی آواز نہیں سنتے تھے۔ ترمذی، ابوداؤد 1184، نسائی 1484، ابن ماجہ 1264

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز پڑھائی تو ہم آپ کی آواز نہیں سنتے تھے جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز میں جہر کے ساتھ قراءت کی تو دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

سورج گرہن کی نماز میں جہر و اخفاء کی احادیث میں تعارض کی تطبیق

پہلی حدیث میں آپ نے آہستہ قراءت کی یہی امام اعظم کا مذہب ہے لیکن بعض روایات میں جہری قراءت کا بھی ذکر ہے تو جب جہر و اخفاء میں تعارض ہوا تو اخفاء کی روایات کو ترجیح ہوئی کیونکہ دن کی نماز دن میں اخفاء اصل ہے۔

195 سورج گرہن کی رکعتوں کی احادیث میں تعارض

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ: كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ وَيَسْأَلُ عَنْهَا حَتَّى انْجَلَتِ الشَّمْسُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. وَفِي رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى حِينَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ مِثْلَ صَلَاتِنَا يَرْكَعُ وَيَسْجُدُوَلَهُ فِي أُخْرَى: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا مُسْتَعْجِلًا إِلَى الْمَسْجِدِ وَقَدِ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى حَتَّى انْجَلَتْ ثُمَّ قَالَ ": إِنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا يَقُولُونَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْخَسِفَانِ إِلَّا لِمَوْتِ عَظِيمٍ مِنْ عُظَمَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ وَإِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا خَلِيقَتَانِ مِنْ خَلْقِهِ يُحْدِثُ اللَّهُ فِي خَلْقِهِ مَا شَاءَ فَأَيُّهُمَا انْخَسَفَ فَصَلُّوا حَتَّى ينجلي أَو يحدث الله أمرا "

روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گھر گیا تو دو دو رکعتیں پڑھتے رہے اور سورج کے بارے میں پوچھتے جاتے تھے حتی کہ سورج کھل گیا (ابوداؤد) اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ جب سورج گہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری تمام نمازوں کی طرح نماز پڑھی کہ رکوع اور سجدہ کرتے تھے اور اس کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن جلدی جلدی مسجد کی طرف آئے سورج گہہ گیا تھا تو نماز پڑھی حتی کہ کھل گیا پھر فرمایا کہ جاہلیت والے کہتے تھے کہ سورج اور چاند زمین کے کسی بڑے آدمی کے مرنے پر گہنے جاتے ہیں حالانکہ سورج چاند نہ کسی کی موت گہیں نہ کسی کی زندگی پر یہ تو خلق الٰہی میں سے دو مخلوق ہیں اللہ اپنی مخلوق پر جو چاہے حادثہ کرے لہذا تم نماز پڑھا کرو حتی کہ سورج کھل جائے یا اللہ کوئی واقعہ پیدا کردے۔ ابوداود 1193 نسائی 1489

مذکورہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گھر گیا تو دو دو رکعتیں پڑھتے رہے۔

جبکہ سابقہ حدیث میں ہے۔ جبکہ دوسری روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج کو گرہن لگا تو آپ نے منادی بھیجا کہ نماز تیار ہے پھر آپ امام ہوئے تو دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کیئے۔

سورج گرہن کی رکعتوں کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ شارحین نے اس کی شرح میں بہت دشواری محسوس کی ہے کیونکہ گزشتہ احادیث میں صرف دو رکعتوں کا ذکر تھا اور یہاں زیادہ کا، بعض نے فرمایا کہ جب گرہن جلدی کھل گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں اور جب دیر میں کھلا تو زیادہ پڑھیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف ایک ہی دفعہ سورج گرہن ہوا ہے اس لیے توجیہ نہیں بنتی، بس اب یہی کہا جا سکتا ہے یہ ایک روایت بے شمار مذکورہ روایتوں کے خلاف ہے یہ نا قابل قبول ہے۔

﴿196﴾ ہاتھ سر سے اونچے اٹھانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عُمَيْرٍ مولى آبي اللَّحم أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِي عِنْدَ أَحْجَارِ الزَّيْتِ قَرِيبًا مِنَ الزَّوْرَاءِ قَائِمًا يَدْعُو يَسْتَسْقِي رَافِعًا يَدَيْهِ قِبَلَ وَجْهِهِ لَا يُجَاوِزُ بِهِمَا رَأْسَهُ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وروى التِّرْمِذِيّ وَالنَّسَائِيّ نَحوه

روایت ہے حضرت عمیر سے جوکہ آبی اللحم کے مولیٰ ہیں کہ انہوں نے زوراء کے قریب احجارالزیت کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائے بارش کرتے دیکھا آپ کھڑے ہوئے دعائیں کررہے تھے، اپنے چہرہ مبارک کے سامنے ہاتھ اٹھائے بارش مانگ رہے تھے ان ہاتھوں کو سر سے اونچا نہ کرتے (ابوداؤد 1168) اور ترمذی 557 ونسائی 1514 نے اس کی مثل روایت کی۔

مذکورہ روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے دعائیں کررہے تھے، اپنے چہرہ مبارک کے سامنے ہاتھ اٹھائے بارش مانگ رہے تھے ان ہاتھوں کو سر سے اونچا نہ کرتے۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے

روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کی دعا کی تو اپنے ہاتھوں کی پشت سے آسمان کی طرف اشارہ کیا یعنی سر سے اونچے ہاتھ اٹھائے۔

ہاتھ سر سے اونچے اٹھانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ہاتھ مبارک سر کے برابر رکھے ہیں، کبھی سر سے بھی اونچے اٹھائے ہیں، لہذا یہ حدیث سر سے اونچے اٹھانے کی حدیث کے خلاف نہیں کہ کبھی وہ عمل تھا کبھی یہ۔

﴿197﴾ مسلمان کے حقوق کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ :رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَإِجَابَةُ الدعْوَة وتشميت الْعَاطِس "

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا، چھینک کا جواب دینا۔

مسلم 5650، بخاری 240

مذکورہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا، چھینک کا جواب دینا۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر سات حق ہیں۔

مسلمان کے حقوق کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ یہ پانچ کی تعداد حصر کے لیے نہیں بلکہ اہتمام کے لیے ہے یعنی پانچ حق بہت شاندار اور ضروری ہیں کیونکہ یہ قریبًا سارے فرض کفایہ اور کبھی فرض عین ہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ حقوق بیان ہوئے۔

﴿198﴾ معمولی بیماریوں میں عیادت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ قَالَ :عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلم من وجع كَانَ يُصِيبنِي .رَوَاهُ أَحْمد وَأَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ کے درد میں بیمار پرسی کی

احمد 19663، ابوداؤد 3102

مذکورہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ کے درد میں بیمار پرسی کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ معمولی بیماری میں بھی بیمار پرسی کرنا سنت ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں بیہقی وطبرانی میں ہے کہ پھنسی، آنکھ و ڈاڑھ کے درد میں عیادت نہیں۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

معمولی بیماریوں میں عیادت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ معمولی بیماری میں بھی بیمار پرسی کرنا سنت ہے جیسے آنکھ یا کان یا ڈاڑھ کا درد کہ یہ اگرچہ خطرناک نہیں مگر بیماری تو ہیں۔ جن فقہاء نے فرمایا کہ ان بیماریوں میں عیادت سنت نہیں ان کا مطلب ہے سنت مؤکدہ نہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ جس بیماری کی وجہ سے بیمار باہر چل پھر نہ سکے اس میں عیادت کرے۔

بیہقی وطبرانی میں جو ہے کہ پھنسی، آنکھ و ڈاڑھ کے درد میں عیادت نہیں وہ حدیث مرفوع صحیح نہیں بلکہ ابن کثیر کا قول ہے جیسا کہ بیہقی نے بسند صحیح روایت کیا۔ اشع

﴿199﴾ مصیبت گناہ کی وجہ سے آتی ہے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :لَا يُصِيبُ عَبْدًا نَكْبَةٌ فَمَا فَوْقَهَا أَوْ دُونَهَا إِلَّا بِذَنْبٍ وَمَا يَعْفُو اللَّهُ عَنْهُ أَكْثَرُ وَقَرَأَ :(وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كثير(رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کو مصیبت یا اس سے کم وبیش تکلیف گناہ کے بغیر نہیں پہنچتی اور جو کچھ رب معاف کر دیتا ہے وہ بہت ہے اور آیت یہ تلاوت کی جو مصیبت تمہیں پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی سے تھی رب تو بہت معافی دیتا ہے۔ ترمذی 3252

مذکورہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کو مصیبت یا اس سے کم وبیش تکلیف گناہ کے بغیر نہیں پہنچتی۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ لوگوں کی مصیبتیں ان لوگوں کے درجے بڑھانے کے لیے بیماریاں آتی ہیں۔

مصیبت گناہ کی وجہ سے آتی ہے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پہلی حدیث میں بندوں سے مراد ہم جیسے گنہگار بندے ہیں کہ ہم کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہے، اس قاعدے سے بے گناہ بچے، انبیاء اور بعض محفوظ اولیاء علیحدہ ہیں جنہوں نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں اور تکلیف و بیماری انہیں بھی آتی ہے، ان بزرگوں کے متعلق گزشتہ احادیث تھیں کہ ان کی مصیبتیں ان کے درجے بڑھانے کے لیے آتی ہیں، لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿200﴾ روح نکالنے والے فرشتوں کی تعداد کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِذَا خَرَجَتْ رُوحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا .قَالَ حَمَّادٌ :فَذَكَرَ مِنْ طِيبِ رِيحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ قَالَ " :وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاء :رُوحٌ طَيِّبَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكِ وَعَلَى جَسَدٍ كُنْتِ تُعَمِّرِينَهُ فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى رَبِّهِ ثُمَّ يَقُولُ :انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَلِ ."قَالَ :وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا خَرَجَتْ رُوحُهُ قَالَ حَمَّادٌ :وَذَكَرَ مِنْ نتنها وَذَكر لعنها " .وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاء :رُوحٌ خَبِيثَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ فَيُقَالُ :انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَل "قَالَ أَبُو هُرَيْرَة :فَرد رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ريطة كَانَت عَلَيْهِ على أَنفه هَكَذَا .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان کی روح نکلتی ہے تو اسے دو فرشتے ملتے ہیں جو اسے چڑھا لے جاتے ہیں حماد نے کہا حضور نے اس کی عمدہ خوشبو کا اور مشک کا ذکر فرمایا ہے فرمایا کہ آسمان والے کہتے ہیں پاک روح زمین کی طرف سے آئی اللہ تجھ پر اور اس جسم پر رحمتیں کرے جسے تو آباد کرتی تھی پھر اسے رب کے پاس لے جاتے ہیں رب فرماتا ہے کہ اسے آخر وقت تک کے لیئے وہیں پہنچادو فرمایا کہ جب کافر کی روح نکلتی ہے حماد فرماتے ہیں کہ حضور نے اس کی بدبو اور لعنت کا ذکر فرمایا آسمان والے کہتے ہیں خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی تو کہا جاتا ہے اسے معیاد تک کے لیئے لیجاؤ، ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چادر تھی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اپنی ناک سے لگالیا۔ مسلم 7221

مذکورہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان کی روح نکلتی ہے تو اسے دو فرشتے ملتے ہیں جو اسے چڑھا لے جاتے ہیں۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ مؤمن جب دنیا سے روانہ ہو کر آخرت کی

طرف جانے لگتا ہے تو اس پر آسمان سے سفید چہرے والے فرشتے اترتے ہیں گویا ان کے چہرے سورج ہیں جن کے ساتھ جنت کے کفنوں سے کفن اور وہاں کی خوشبو ہوتی ہے حتی کہ میت کی تا حد نگاہ بیٹھ جاتے ہیں۔

روح نکالنے والے فرشتوں کی تعداد کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض میں اس طرح تطبیق ہوگی کہ پہلی حدیث میں غالبًا یہ دو فرشتے اس کے اعمال لکھنے والے ہیں، روح ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہے، باقی کچھ اور فرشتے ان کے ساتھ ہوتے ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جہاں بہت سے فرشتوں کے لے جانے کا ذکر ہے۔

﴿201﴾ حضور کے کفن کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ :إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَّةٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سوتی یمنی سحولی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھے۔ مسلم 2179، بخاری 1264

مذکورہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سوتی یمنی سحولی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھے۔ جبکہ حضرت جابر ابن سمرہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قمیص، ازار اور لفافہ۔ پہلی حدیث میں ہے کہ قمیص نہیں تھی جبکہ دوسری میں ہے کہ قمیص تھی، تعارض واضح ہے۔

حضور کے کفن کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

مذکورہ بالا حدیث میں یہاں قمیص سے سلی ہوئی قمیص مراد ہے جو زندگی میں پہنی جاتی ہے کفن کی قمیص مراد نہیں کہ وہ تو سنت ہے۔ لہذا یہ حدیث حضرت جابر ابن سمرہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قمیص، ازار اور لفافہ کہ وہاں کفن کی قمیص مراد ہے۔

﴿202﴾ اچھے کفن کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فليحسن كفنه رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا دے۔ مسلم 2185

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا دے۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت قیمتی

کفن نہ دو کیونکہ یہ بہت جلد گل جائے گا۔

اچھے کفن کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ یہاں اچھے سے مراد بہت بھاری اور بیش قیمت کفن نہیں بلکہ جیسے کپڑے مرنے والا جمعہ کو پہنتا تھا ایسے کپڑے میں کفن دیا جائے نہ عید والوں میں نہ شادی والوں میں یعنی درمیانہ، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ کفن میں غلو نہ کرو یعنی بیش قیمت کفن نہ دو۔

﴿203﴾ قبروں سے ننگے اٹھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ .دَعَا بِثِيَابٍ جُدُدٍ فَلَبِسَهَا ثُمَّ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم يَقُولُ :الْمَيِّتُ يُبْعَثُ فِي ثِيَابِهِ الَّتِي يَمُوتُ فِيهَا .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ آپ کو جب موت آئی تو آپ نے نئے کپڑے منگائے انہیں پہنا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میت انہیں کپڑوں میں اٹھے گی جن میں مرے گی۔ ابوداؤد 3114

مذکورہ روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ آپ کو جب موت آئی تو آپ نے نئے کپڑے منگائے انہیں پہنا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میت انہیں کپڑوں میں اٹھے گی جن میں مرے گی۔

جبکہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ سب مردے اپنی قبروں سے ننگے و بے ختنہ اٹھیں گے، رب فرماتا ہے" : كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ"

قبروں سے ننگے اٹھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری نے اس حدیث کو ظاہری معنی پر محمول کیا جیسے کہ حضرت عدی ابن حاتم نے "الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ" میں سوتی دھاگہ سمجھا تھا حالانکہ وہاں صبح کے نورانی ڈورے مراد ہیں، ایسے ہی اس حدیث میں کپڑوں سے مراد حال اور اعمال ہیں یعنی ایمان و کفر، تقویٰ اور فسق، جس حال میں مرے گا اسی میں قیامت کے دن اٹھے گا، ورنہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ سب مردے اپنی قبروں سے ننگے و بے ختنہ اٹھیں گے۔ بعض علماء نے اس کی توجیہ یوں کی کہ میت قبروں سے کپڑوں میں اٹھے گی محشر میں ننگی پہنچے گی۔

﴿204﴾ نماز جنازہ کے شرکا کی تعداد کے بارے احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَبْلُغُونَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُونَ لَهُ :إِلَّا شفعوا فِيهِ ."رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ایسا کوئی میت نہیں جس پر مسلمان کی جماعت نماز پڑھے جو سو کو پہنچے وہ سب اس کی شفاعت کرتے ہیں مگر اس کے بارے میں ان کی شفاعت قبول ہوتی ہے۔ مسلم 2198

مذکورہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی میت نہیں جس پر مسلمان کی جماعت نماز پڑھے جو سو کو پہنچے وہ سب اس کی شفاعت کرتے ہیں مگر اس کے بارے میں ان کی شفاعت قبول ہوتی ہے۔

جبکہ دوسری حدیث میں عبداللہ ابن عباس سے ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو مر جائے اس کے جنازے پر چالیس آدمی کھڑے ہوں جو اللہ کا کوئی شریک نہ بناتے ہوں اللہ ان کی سفارش اس میت کے بارے میں ضرور قبول فرماتا ہے۔

نماز جنازہ کے شرکا کی تعداد کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

سو والی یہ حدیث اور گزشتہ چالیس کی روایت میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اولاً سو کی قید ہو پھر رب نے اپنی رحمت وسیع فرمادی ہو اور چالیس کی نماز پر بھی بخشش کا وعدہ فرمالیا ہو۔

﴿205﴾ تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو کی احاذیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قدمُوا رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مُردوں کو برا نہ کہو وہ اپنے گزشتہ کیے تک پہنچ گئے۔ بخاری 1393

مذکورہ حدیث میں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مُردوں کو برا نہ کہو وہ اپنے گزشتہ کیے تک پہنچ گئے۔

جبکہ دوسری روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ لوگ جنازہ لیکر گزرے جس کی لوگوں نے اچھی تعریف کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی، پھر دوسرا جنازہ لیکر گزرے جس کی لوگوں نے برائی کی حضور نے فرمایا واجب ہوگئی حضرت عمر نے عرض کیا حضور کیا واجب ہوگئی فرمایا یہ جس کی تم نے تعریف کی کہ اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور یہ جس کی تم نے برائی کی ہے اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ کسی کو برا کہنا اور ہے اور کسی کے متعلق بے اختیار منہ سے برائی نکل جانا اور، لہذا یہ حدیث "اَنْتُمْ شُہَدَاءُاللّٰہِ " کی حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿206﴾ حضور کی گواہی کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يجمع بين الرجلين فِي قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ :أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ :أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوا. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد میں سے ایک کپڑے میں دو کو جمع فرماتے تھے پھر فرماتے ان میں زیادہ قرآن کسے یاد ہے جب ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اسی کو قبر میں آگے رکھتے اور فرماتے کہ میں ان لوگوں پر قیامت میں گواہ ہوں اور ان کو مع ان کے خونوں دفن کا حکم دیا اور ان پر نماز پڑھی نہ ان کو غسل دیا گیا۔ بخاری 1347

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد میں سے ایک کپڑے میں دو کو جمع فرماتے تھے پھر فرماتے ان میں زیادہ قرآن کسے یاد ہے جب ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اسی کو قبر میں آگے رکھتے اور فرماتے کہ میں ان لوگوں پر قیامت میں گواہ ہوں۔

جبکہ آیت کریمہ میں ارشاد ہوا، "وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا" رسول کریم ﷺ تم سب پر گواہ ہوں گے۔

حضور کی گواہی کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یعنی ان کی عدالت، شہادت، تقویٰ، جہاد کمال ایمانی کا خصوصی گواہ ہوں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری امت کے خصوصی گواہ ہیں جیسا کہ آیت میں بیان ہوا لہذا یہ حدیث آیت کے خلاف نہیں۔

﴿207﴾ جنازے سے پیچھے رہنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :الْجَنَازَةُ مَتْبُوعَةٌ وَلَا تَتْبَعُ لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ وَقَالَ التِّرْمِذِيّ وَأَبُو ماجد الرَّاوِي رجل مَجْهُول

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنازے کے پیچھے رہا جاتا ہے اسے پیچھے نہیں رکھا جاتا اور جو اس کے آگے رہے وہ اس کے ساتھ ہی نہیں (ترمذی 1011، ابوداود 3184، ابن ماجہ 1484) ترمذی نے فرمایا ابو ماجد راوی مجہول آدمی ہیں۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنازے کے پیچھے رہا جاتا ہے اسے پیچھے نہیں رکھا جاتا اور جو اس کے آگے رہے وہ اس کے ساتھ ہی نہیں۔ جبکہ سابقہ حدیث میں ہے روایت ہے حضرت زہری سے وہ سالم سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو جنازے سے آگے چلتے

دیکھا اس میں میت سے آگے چلنے کا ذکر ہوا۔

جنازے سے پیچھے رہنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

مذکورہ بالا حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جنازے سے پیچھے رہنا بہتر ہے۔ اور گزشتہ حدیث میں جو آگے چلنے کا ذکر ہوا وہ بیان جواز کے لیے تھا، نیز وہ خصوصی عمل تھا اور یہ عمومی حکم ہے لہذا پیچھے چلنے والی حدیث کو ترجیح ہے اب تعارض بھی نہ رہا۔

﴿208﴾ جنازہ کے ساتھ سوار چلنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ :خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ فَرَأَى نَاسًا رُكْبَانًا فَقَالَ :أَلَا تَسْتَحْيُونَ؟ إِنَّ مَلَائِكَةَ اللَّهِ عَلَى أَقْدَامِهِمْ وَأَنْتُمْ عَلَى ظُهُورِ الدَّوَابِّ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ نَحْوَهُ وَقَالَ التِّرْمِذِيّ :(ص527:) وَقد روى عَن ثَوْبَان مَوْقُوفا

روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تو آپ نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھا تو فرمایا کیا حیاء نہیں کرتے کہ اللہ کے فرشتے پیدل ہیں اور تم گھوڑوں کی پشتوں پر (ترمذی 1012، ابن ماجہ 1480) اور ابوداؤد 3177 نے اس کی مثل، ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حضرت ثوبان سے موقوفًا بھی منقول ہے۔

مذکورہ روایت میں ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تو آپ نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھا تو فرمایا کیا حیاء نہیں کرتے کہ اللہ کے فرشتے پیدل ہیں اور تم گھوڑوں کی پشتوں پر۔

جبکہ سابقہ حدیث میں ہے،، روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار جنازے کے پیچھے ہی چلے اور پیدل اس کے آگے اور پیچھے اس روایت میں جنازہ کے ساتھ سواروں کے چلنے کا بھی ذکر ہوا۔

دونوں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

جنازہ کے ساتھ سوار چلنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا چاہیے اور گزشتہ حدیث میں سواری کا ذکر معذور کے لیے تھا یعنی لنگڑا بیمار سوار ہو کر ہی جا سکتا ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿209﴾ یہود و نصاری کے ساتھ مشابہت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَبِعَ جَنَازَةً لَمْ يَقْعُدْ حَتَّى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ فَعَرَضَ لَهُ حَبْرٌ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ لَهُ :إِنَّا هَكَذَا نضع يَا مُحَمَّدُ قَالَ :فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ :خَالِفُوهُمْ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ

مَاجَهُ وَقَالَ التِّرمِذِيُّ :هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَبِشرُ بنُ رَافِعٍ الرَّاوِي لَيسَ بِالْقَوِيّ

روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنازے کے ساتھ جاتے تو نہ بیٹھتے حتی کہ میت قبر میں رکھ دی جاتی آپ کے سامنے ایک یہودی پادری آیا عرض کیا کہ اے محمد ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھنے لگے اور فرمایا کہ ان کی مخالفت کرو (ترمذی 1020، ابوداود 3176، ابن ماجہ 1445) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور بشر ابن رافع راوی قوی نہیں ہے۔

مذکورہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنازے کے ساتھ جاتے تو نہ بیٹھتے حتی کہ میت قبر میں رکھ دی جاتی آپ کے سامنے ایک یہودی پادری آیا عرض کیا کہ اے محمد ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھنے لگے اور فرمایا کہ ان کی مخالفت کرو۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے۔ دونوں حدیثوں میں تعارض ہے

یہود ونصاری کے ساتھ مشابہت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ مشابہت اور چیز ہے موافقت کچھ اور چیز۔ وہ جو حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے وہ مشرکین مکہ کے مقابلے میں تھا اور موافقت کے طور پر تھا نہ کہ مشابہت کے، جیسے مشرکین بالوں میں کنگھی نہ کرتے تھے اہلِ کتاب کرتے تھے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھی کرنا پسند فرمایا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

﴿210﴾ حضور کی نیند وضو نہیں توڑتی کی احادیث میں تعارض:

وَعَنهُ :أَنَّهُ رَقَدَ عِندَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَاستَيقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُولُ :(إِن فِي خلق السَّمَاوَات وَالْأَرْض(. . .حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكعَتَينِ أَطَالَ فِيهِمَا القِيَامَ وَالرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ ثُمَّ انصَرَفَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكعَاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ يَستَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقرَأُ هٰؤُلَاءِ الآيَاتِ ثُمَّ أَوتَرَ بِثَلَاثٍ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے انہی سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سوئے تو آپ بیدار ہوئے مسواک کی اور وضو کیا حالانکہ آپ کہتے تھے بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں یہاں تک کہ سورہ ختم کی پھر کھڑے ہوئے دو رکعتیں پڑھیں جن میں قیام رکوع سجدہ دراز کیا پھر فارغ ہوئے تو سو گئے حتی کہ خراٹے لیئے پھر یہ تین بار کیا چھ رکعتیں پڑھیں ہر بار مسواک و وضو کرتے تھے اور یہ آیتیں پڑھتے تھے پھر تین رکعت وتر پڑھیں۔ مسلم

جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کی نبی کی نیند وضو کو نہیں توڑتی نبی کی آنکھ سوتی ہے لیکن دل جاگتا ہے۔

دونوں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

حضور کی نیند وضو نہیں توڑتی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ملا علی قاری نے مرقاۃ میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وضو تجدید (یعنی وضو پر وضو) کے لیئے تھا ورنہ آپ کی نیند وضو نہیں توڑتی دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کا وضو یہاں دوسری وجہ سے ٹوٹا ہو نہ کہ نیند کی وجہ سے۔ لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿211﴾ میت کو منتقل کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ :لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ جَاءَتْ عَمَّتِي بِأَبِي لِتَدْفِنَهُ فِي مَقَابِرِنَا فَنَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :رُدُّوا الْقَتْلَى إِلَى مَضَاجِعِهِمْ .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَلَفظه لِلتِّرْمِذِي

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں جب احد کا دن ہوا تو میری پھوپھی میرے باپ کو لائیں تا کہ انہیں اپنے قبرستان میں دفن کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ شہداء کو ان کے قتل گاہ کی طرف واپس کرو (احمد، ترمذی 1717، ابوداؤد 3165، نسائی 4004، دارمی) اور لفظ ترمذی کے ہیں۔

مذکورہ روایت میں ہے جب احد کا دن ہوا تو میری پھوپھی میرے باپ کو لائیں تا کہ انہیں اپنے قبرستان میں دفن کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ شہداء کو ان کے قتل گاہ کی طرف واپس کرو یعنی میت منتقل مت کرو۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ یوسف علیہ السلام وموسیٰ علیہ السلام کے تابوتوں کو مصر سے شام کی طرف منتقل کیا گیا۔

میت کو منتقل کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام وموسیٰ علیہ السلام کے تابوتوں کو جو مصر سے شام کی طرف منتقل کیا گیا یہ ان دینوں میں جائز تھا ہمارے ہاں ممنوع۔

﴿212﴾ جلدی دفن کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ :سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ وَلْيُقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِهِ فَاتِحَةُ الْبَقَرَةِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ .رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَان .وَقَالَ :وَالصَّحِيح أَنه مَوْقُوف عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب کوئی مرجائے تو

اسے روک نہ رکھو اس کی قبر تک جلدی پہنچاؤ اس کے سر کے پاس سورہ بقر کا شروع اور پیروں کے پاس بقر کا آخری رکوع پڑھو (بیہقی، شعب الایمان 9294) اور فرمایا صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ان پر موقوف ہے۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب کوئی مرجائے تو اسے روک نہ رکھو اس کی قبر تک جلدی پہنچاؤ۔جبکہ دوسری روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن وفات سے تیسرے روز ہوا، اور جیسے سلیمان علیہ السلام کا دفن وفات سے سال یا چھ مہینہ کے بعد ہوا۔

جلدی دفن کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کی تطبیق یہ ہوگی کہ مذکورہ یعنی جلدی دفن کرنے والی حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلاطین اسلامیہ کے دفن کا حکم علیحدہ ہیں، سلطان کا دفن خلیفہ کے مقرر ہونے کے بعد ہوگا اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن وفات سے تیسرے روز ہوا، یہ روکنا ضرورۃً ہے اسی طرح سلیمان علیہ السلام کا دفن وفات سے سال یا چھ مہینہ کے بعد ہوا تکمیل مسجد کے لیئے۔

﴿213﴾ حدیث اور ایک فقہی مسئلہ میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُتْبَعَ (ص549:) جَنَازَةٌ مَعَهَا رانة. رَوَاهُ أَحْمد وَابْن مَاجَه

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا جس کے ساتھ نوحہ والی ہو۔ابن ماجہ 1583

جبکہ اس کے برعکس ایک مشہور فقہی مسئلہ میں ہے کہ نوحہ گر کی وجہ سے میت کے کفن دفن میں شرکت کو نہ چھوڑو۔

حدیث اور ایک فقہی مسئلہ میں تعارض کی تطبیق:

حدیث کا مطلب یہ کہ میت کے ساتھ رونے پیٹنے والی ہو وہاں نہ جائے جیسا کہ بعض جگہ رواج ہے کہ میت کے ساتھ قبرستان تک روتی پیٹتی عورتیں جاتی ہیں اور اگر یہ عورتیں میت سے دور ہوں تو عالم شیخ اور بزرگان دین تو اس میں شرکت نہ کریں عوام کرسکتے ہیں، جیسے کہ دعوتِ ولیمہ میں اگر دسترخوان پر ناچ گانا ہے تو وہاں کوئی نہ جائے اور اگر وہاں سے دُور ہے تو مشائخ کرام وعلماء عظام نہ جائیں تاکہ صاحب خانہ اس سے توبہ کرے عوام جاسکتے ہیں، لہذا یہ حدیث اس فقہی مسئلہ کے خلاف نہیں کہ نوحہ گر کی وجہ سے میت کے کفن دفن میں شرکت کو نہ چھوڑو کیونکہ وہ حکم عوام کے لیئے اور یہ حدیث خواص کے لیئے یا وہ حکم وہاں ہے جب نوحہ دور ہو اور یہ حکم وہاں ہے جہاں نوحہ بالکل میت سے متصل ہو، وہ مسئلہ فقہی بھی درست ہے اور یہ حدیث بھی۔

﴿214﴾ بچے کے اپنے والدین کو جنت میں لے جانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يُتَوَفَّى لَهُمَا ثَلَاثَةٌ إِلَّا أَدْخَلَهُمَا اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمَا .فَقَالُوا :يَا رَسُولَ الله أَو اثْنَان؟ قَالَ: أواثنان .قَالُوا :أَوْ وَاحِدٌ؟ قَالَ :أَوْ وَاحِدٌ .ثُمَّ قَالَ :وَالَّذِى نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ السَّقْطَ لَيَجُرُّ أُمَّهُ بِسَرِرِهِ إِلَى الْجَنَّةِ إِذَا احْتَسَبَتْهُ .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرَوَى ابْنُ مَاجَهْ مِنْ قَوْلِهِ :وَالَّذِى نَفسِي بِيَدِهِ

روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے دو مسلمان نہیں جن کے تین بچے فوت ہو جائیں مگر اللہ اپنے فضل سے انہیں جنت میں داخل فرماتا ہے لوگ بولے یارسول اللہ یا دو فرمایا لوگ بولے یا ایک فرمایا یا ایک پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کچا بچہ اپنی ماں کو اپنے نارو سے جنت کی طرف کھینچے گا جب کہ وہ طالب ثواب ہو (احمد 22441) ابن ماجہ 1609 نے "وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ" سے روایت کی۔

فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کچا بچہ اپنی ماں کو اپنے نارو سے جنت کی طرف کھینچے گا جب کہ وہ طالب ثواب ہو۔ اس حدیث میں صرف ماں کا ذکر ہے جبکہ دوسری حدیث میں ماں اور باپ دونوں کا ذکر کیا۔

بچے کے اپنے والدین کو جنت میں لے جانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ فوت شدہ بچہ ماں باپ دونوں ہی کو جنت میں لے جائے گا مگر مذکورہ حدیث میں ماں کا ذکر خصوصیت سے اس لیئے فرمایا کہ ماں کو صدمہ زیادہ ہوتا ہے اور صبر کم۔

﴿215﴾ عورتوں کے لئے زیارت قبور کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ :كَيْفَ أَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ تَعْنِي فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ قَالَ" : قُولِي :السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ للاحقون ."رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت عائشہ سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں زیارت قبور میں کیا کروں فرمایا یوں کہا کرو کہ مؤمنوں مسلمانوں کے گھر والوں پر سلام ہو اللہ ہمارے اگلے پچھلوں پر رحم فرمائے اور ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ مسلم 2256

مذکورہ حدیث میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں زیارت قبور میں کیا کروں فرمایا یوں کہا کرو کہ مؤمنوں مسلمانوں کے گھر والوں پر سلام ہو اللہ ہمارے اگلے پچھلوں پر رحم فرمائے اور ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو زیارت قبور کی اجازت ہے، جبکہ دوسری حدیث میں ہے،،

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدا زیارت قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت کرے۔

عورتوں کے لئے زیارت قبور کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض میں اس طرح تطبیق ہوگی کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ خدا زیارت قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت کرے وہ منسوخ ہے، دیکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ کو زیارت قبور سے منع نہ فرمایا، بلکہ انہیں اس کا طریقہ اور وہاں پڑھنے کی دعائیں سکھائیں۔ بعض نے فرمایا کہ عام عورتوں کو زیارت قبور سے روکو جو وہاں رونا پیٹنا کریں، خاص عورتیں جنہیں اس کے احکام معلوم ہوں زیارت قبور کریں۔

(٤) کتاب الزکاۃ

﴿216﴾ مال زکوۃ میں آیت اور حدیث میں تعارض:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: إِنَّكَ تَأْتِي قوما من أهل الكتاب. فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. فَإِنْ هُمْ أطاعوا لذَلِك. فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ. فَإِنْ هم أطاعوا لذَلِك. فأعلمهم أن الله قد فرض عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخذ من أغنيائهم فترد فِي فُقَرَائِهِمْ. فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ. فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَين الله حجاب

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو فرمایا کہ تم اہلِ کتاب قوم کے پاس جا رہے ہو تو انہیں اس گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اللہ کے رسول ہیں اگر وہ اس میں فرماں برداری کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائیں پھر اگر وہ یہ بھی مان جائیں تو انہیں سکھانا کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہی کے فقیروں پر لوٹائی جائے گی پھر اگر یہ بھی مان لیں تو ان کے بہترین مالوں سے بچنا اور ستم رسیدہ کی بددعا سے ڈرنا کہ اس کے اور رب کے درمیان کوئی آڑ نہیں۔ مسلم 121، بخاری 1496

مذکورہ حدیث میں ہے پھر اگر وہ یہ بھی مان جائیں تو انہیں سکھانا کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہی کے فقیروں پر لوٹائی جائے گی پھر اگر یہ بھی مان لیں تو ان کے بہترین مالوں سے بچنا۔

جبکہ آیت کریمہ میں ہے "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" تم ہرگز بھلائی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک تم پسندیدہ یعنی بہترین مال خرچ نہ کرو۔

مال زکوۃ میں آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ یعنی زکوۃ میں ان کے بہترین مال نہ وصول کرو بلکہ درمیانی مال لو ہاں اگر خود مالک ہی بہترین مال اپنی خوشی سے دے تو ان کی مرضی ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ"۔ اس جملہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ہلاک شدہ مال کی زکوۃ نہ لی جائے گی کیونکہ اموالھم ارشاد ہوا۔

﴿217﴾"اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُه" آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وجبينه وظهره كلما بردت أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرَى سَبِيلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيلَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ فَالْإِبِلُ؟ قَالَ :وَلَا (ص556:) صَاحِبُ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا وَمِنْ حَقِّهَا حَلْبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ أَوْفَرَ مَا كَانَت لا يفقد مِنْهَا فصيلا وَاحِدًا تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَعَضُّهُ بِأَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أولاها رد عَلَيْهِ أخراها فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرَى سَبِيلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّار قيل :يَا رَسُول الله فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ؟ قَالَ :وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ وَلَا عَضْبَاءُ تَنْطِحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرَى سَبِيلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ .قِيلَ :يَا رَسُول الله فالخيل؟ قَالَ " :الْخَيل ثَلَاثَةٌ :هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ وَهِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ .فَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَاءً وَفَخْرًا وَنِوَاءً عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ لَهُ وِزْرٌ .وَأَمَّا الَّتِي لَهُ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللَّهِ فِي ظُهُورِهَا وَلَا رِقَابِهَا فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ .وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ الله لأهل الْإِسْلَامِ فِي مرج أَو رَوْضَة فَمَا أَكَلَتْ مِنْ ذَلِكَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا كُتِبَ لَهُ عَدَدَ مَا أَكَلَتْ حَسَنَاتٌ وَكُتِبَ لَهُ عَدَدَ أَرْوَاثِهَا وَأَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ عَدَدَ آثَارِهَا وأوراثها حَسَنَاتٍ وَلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلَى نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا يُرِيدُ أَنْ يَسْقِيَهَا إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ "قِيلَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ (ص557:) فَالْحُمُرُ؟ قَالَ" :مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ

إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ (فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ) الزلزلة ۔رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کوئی سونے چاندی والا نہیں جو اس کا حق (زکوۃ) ادا نہ کرے مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو اس کے لیے آگ کے پترے بنائے جائیں گے پھر ان پر دوزخ کی آگ میں دھونکا جائے گا جس سے اس کے پہلو پیشانی اور پیٹھ داغی جائے گی جب بھی لائے جائیں گے تو لوٹائے جائیں گے یہ دن بھر ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے حتی کہ بندوں میں فیصلہ کر دیا جائے تو یہ جنت یا دوزخ کا اپنا راستہ دیکھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اونٹ فرمایا ایسا کوئی اونٹ والا نہیں جو ان کا حق ادا نہ کرے اور ان کا حق انہیں دوھنا بھی ہے انہیں گھاٹ پر لانے کے دن مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو یہ ان اونٹوں کے سامنے کھلے میدان میں اوندھا ڈالا جائے گا جن میں سے ایک بچہ بھی کم نہ ہوگا یہ اونٹ اسے اپنے سم سے روندیں گے اور اپنے منہ سے کاٹیں گے جب اس پر پہلا اونٹ گزرے گا تو پچھلا اونٹ واپس ہوگا، یہ اس دن ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے حتی کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے تو یہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ پھر گائے بکریاں فرمایا ایسا کوئی گائے اور بکریاں والا نہیں جو ان کا حق (زکوۃ) نہ دیتا ہو مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کے سامنے کھلے میدان میں الٹا ڈالا جائے گا جن میں سے کوئی جانور کم نہ ہوگا ان میں نہ تو کوئی ٹیڑھے سینگ والا ہو نہ بنڈا یہ اسے اپنے سینگوں سے گھونپیں اور کھروں سے روندیں گے جب بھی پہلا گزرے گا تو پچھلا واپس ہوگا یہ اس دن ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے حتی کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے تو یہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ تو گھوڑا فرمایا کہ گھوڑے تین طرح کے ہیں ایک کے لیے گھوڑا گناہ ہے دوسرے کے لیے آڑ تیسرے کے لیے ثواب جس کے لیے گھوڑا گناہ ہے وہ تو وہ شخص جو دکھلاوے شیخی اور مسلمانوں کی عداوت کے لیے گھوڑا باندھے اس کے لیے گناہ اور جس کے لیے گھوڑا پردہ ہے وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لیے گھوڑا باندھے پھر اس کی پیٹھ میں اللہ کا حق نہ بھولے نہ ان کی گردنوں میں وہ گھوڑے اس کا پردہ ہیں لیکن وہ گھوڑے جو اس کے لیے ثواب ہیں وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لیے کسی چراگاہ یا باغ میں باندھے تو وہ گھوڑے اس چراگاہ یا باغ میں کچھ نہیں کھاتے مگر جس قدر کھاتے ہیں اسی قدر اس کے حق میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ان کے لید و پیشاب کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایسا نہیں ہوتا کہ وہ گھوڑے اپنی رسی توڑ کر ایک دو ٹیلوں پر چڑھ جائیں مگر اللہ ان کے نشان قدم اور لید کی بقدر نیکیاں لکھتا ہے اور ان کا مالک انہیں لے کر کسی نہر پر نہیں گزرتا جس سے وہ کچھ پی لیں حالانکہ مالک پلانے کا ارادہ بھی نہ کرتا ہو مگر اللہ ان کے پینے کی بقدر نیکیاں لکھتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ تو گدھے فرمایا گدھوں کے متعلق اس جامع آیت کے سوا کچھ حکم نازل نہ

ہوا جو ذرہ بھر نیکی کریگا اسے دیکھے گا اور جو ذرہ بھر برائی کریگا وہ دیکھے گا۔ مسلم 2290

مذکورہ حدیث میں فرمایا ایسا کوئی گائے اور بکریاں والا نہیں جوان کا حق (زکوۃ) نہ دیتا ہو مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کے سامنے کھلے میدان میں الٹا ڈالا جائے گا جن میں سے کوئی جانور کم نہ ہوگا ان میں نہ تو کوئی ٹیڑھے سینگ والا ہو نہ بنڈا یہ اسے اپنے سینگوں سے گھونپیں اور کھروں سے روندیں گے۔ جبکہ رب تعالی فرماتا": اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہ" ہم ہر چیز کو اس کی پہلی حالت پر پیدا فرمائیں گے،، آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

":اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہ" آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ قیامت میں ہر چیز اپنے دنیاوی حالت پر اٹھے گی، جیسا کہ رب تعالی فرماتا": اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہ" پھر بعد میں ان کے حالات بدلیں گے لہذا یہ جانور دنیا میں جیسے تھے ویسے ہی اٹھیں گے، بعد میں جس کے سینگ نہیں ہوں گے ان سب کو سینگ ملیں گے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

﴿218﴾ بے زکاتے کی سزا کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَأْخُذ بِلِهْزِمَتَيْهِ -يَعْنِي بشدقيه -يَقُولُ: أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ ."ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الآيَة :(وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ من فَضله(إِلَى آخر الآيَة .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے اللہ مال دے پھر وہ اس کی زکوۃ نہ دے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے سامنے گنجے سانپ کی شکل میں ہوگا جس کے دو گیسو ہوں گے قیامت میں اس کا طوق ہوگا پھر اس کے دونوں جبڑے پکڑے گا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں پھر حضور انور نے یہ آیت تلاوت کی جو بخل کرتے ہیں، الایہ۔ بخاری 1403

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے اللہ مال دے پھر وہ اس کی زکوۃ نہ دے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے سامنے گنجے سانپ کی شکل میں ہوگا جس کے دو گیسو ہوں گے قیامت میں اس کا طوق ہوگا پھر اس کے دونوں جبڑے پکڑے گا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ اس کا سونا چاندی آگ میں تپایا جائے گا جس سے اس کے پہلو اور پیشانی داغے جائیں گے۔ دونوں حدیثیں متعارض ہیں۔

بے زکاتے کی سزا کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے مختلف مقامات ہیں اور ان کے مختلف حالات۔ کبھی بخیل کا سونا چاندی اور سارا مال

اس کے گلے کا سانپ ہوگا اور کبھی اس کا سونا چاندی آگ میں تپایا جائے گا جس سے اس کے پہلو اور پیشانی داغے جائیں گے یا بعض مال سانپ بنے گا اور بعض سے داغ لگے گا لہذا یہ حدیث داغ والی احادیث کے خلاف نہیں۔

﴿219﴾ گناہ پر پکڑ کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الحسناتِ والسيِّئاتِ :فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ له عندَهُ حَسَنَة كَامِلَة فَإِن هم بعملها كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَمَنْ هَمَّ بسيئة فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَإِنْ هُوَ هم بعملها كتبها الله لَهُ سَيِّئَة وَاحِدَة "

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور گناہ تحریر فرمادیئے ہیں تو جو نیکی کا ارادہ کرے مگر کرے نہیں تو اسے اللہ اپنے ہاں ایک پوری نیکی لکھتا ہے پھر اگر قصد کرے اور نیکی کرے تو اسے اپنے ہاں دس سے سات سو گنا تک بلکہ بہت زیادہ گنا تک لکھ لیتا ہے اور جو گناہ کا ارادہ کرے پھر کرے نہیں اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے پھر اگر گناہ کا ارادہ کرے پھر کر بھی لے تو اسے اللہ تعالیٰ ایک گناہ لکھتا ہے۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو گناہ کا ارادہ کرے یعنی صرف خیال کرے پھر کرے نہیں اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے۔

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس ہے کہ جب دو مسلمان لڑیں اور ایک مارا جائے تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ اس حدیث میں مقتول نے گناہ نہیں کیا لیکن پھر بھی اس کی پکڑ ہوگئی جبکہ مذکورہ حدیث میں ہے کہ جو گناہ کا ارادہ کرے پھر کرے نہیں اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

گناہ پر پکڑ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں فرمایا کہ جب دو مسلمان لڑیں اور ایک مارا جائے تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ کیونکہ مقتول نے بھی قتل کا پکا ارادہ کیا تھا اگرچہ پورا نہ کرسکا اس لئے جہنمی ٹھہرا کیونکہ اس نے گناہ کا عزم بالجزم کرلیا تھا۔ لہذا مقتول والی حدیث مذکورہ حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿220﴾ مال یتیم میں وجوب زکاۃ کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ: أَلا مَنْ وَلِيَ يَتِيمًا لَهُ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيهِ وَلَا يَتْرُكْهُ حَتَّى تَأْكُلَهُ الصَّدَقَةُ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :فِي إِسْنَادِهِ مقال :لِأَنَّ الْمُثَنَّى بن الصَّبَّاحِ ضَعِيفٌ

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا تو فرمایا کہ جو کسی یتیم کا والی ہو جس کے پاس مال ہو تو وہ اس میں تجارت کرے اسے چھوڑے نہ رکھے کہ زکوۃ کھا جائے (ترمذی 641) فرمایا ترمذی نے کہ اس کی اسناد میں کچھ گفتگو ہے کیونکہ مثنی بن صباح ضعیف ہے۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا تو فرمایا کہ جو کسی یتیم کا والی ہو جس کے پاس مال ہو تو وہ اس میں تجارت کرے اسے چھوڑے نہ رکھے کہ زکوۃ کھا جائے۔ جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے،،

امام محمد نے کتاب الآثار میں حضرت ابن مسعود سے روایت فرمائی آپ فرماتے ہیں کہ یتیم کے مال میں زکوۃ نہیں، اسی طرح حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

مال یتیم میں وجوب زکاۃ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ رہی یہ مذکورہ حدیث جس میں مال یتیم سے زکاۃ کو ثبوت ہے وہ چند طرح مجروح ہے کیونکہ تدلیس ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ نہ عمرو ابن شعیب نے اپنے دادا محمد ابن عمرو کو دیکھا اور نہ ان کے دادا نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی مگر طریقہ بیان ایسا ہے کہ معلوم ہوتا ہے دونوں ملاقاتیں ثابت ہیں یعنی غیر متصل معلوم ہوتی ہے اسی کو تدلیس کہتے ہیں، نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ مثنیٰ ابن صباح راوی ضعیف ہیں اور امام احمد نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، دار قطنی نے اس کی دو اسنادیں نقل کیں اور دونوں کو ضعیف کہا۔ بہر حال یہ حدیث قابل حجت نہیں، جبکہ دوسری حدیث جس میں صراحۃ فرمایا کہ یتیم کے مال میں زکوۃ نہیں قابل عمل ہے۔ خیال رہے کہ محض عبادت بچے پر فرض نہیں لیکن ٹیکس اور خراج بچے کے مال سے لیے جائیں گے کیونکہ وہ محض عبادت نہیں ان پر زکوۃ کو قیاس نہیں کر سکتے۔

﴿221﴾ عاملین زکوۃ کو راضی کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن أنس بن مَالك :أَن أَبَا بكر رَضِي الله عَنهُ كتب لَهُ هَذَا الْكتاب لما وَجهه إِلَى الْبَحْرين: بِسم الله الرَّحْمَن الرَّحِيم هَذِه فَرِيضَة الصَّدَقَة الَّتِي فرض رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عَلَى الْمُسلمين وَالَّتِي أَمر الله عز وَجل بهَا رَسُوله فَمن سَأَلَهَا من الْمُسلمين على وَجههَا فليعطها وَمن سُئِلَ فَوْقهَا فَلَا يُعْط :فِي أَربع وَعشْرين من الْإِبِل فَمَا دونهَا خمس شَاة .فَإِذا بلغت خمْسا وَعشْرين إِلَى خمس وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا بنت مَخَاض أُنْثَى فَإِذا بلغت سِتا وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا بنت لبون أُنْثَى .فَإِذا بلغت سِتَّة وَأَرْبَعين إِلَى سِتِّينَ (ص:564) فَفِيهَا حقة طروقة الْجمل فَإِذا بلغت وَاحِدَة وَسِتِّينَ فَفِيهَا جَذَعَة .فَإِذا بلغت سِتا وَسبعين فَفِيهَا بِنْتا لبون .فَإِذا بلغت إِحْدَى وَتِسْعين إِلَى عشْرين وَمِائَة فَفِيهَا حقتان طروقتا الْجمل .فَإِذا زَادَت على عشْرين وَمِائَة

فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ .وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا .فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا فَفِيهَا شَاةٌ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةَ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْده جَذَعَة وَعِنْده حقة فَإِنَّهَا تقبل مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا .وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةَ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ .وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةَ الْحِقَّةِ وَلَيْسَت عِنْدَهُ إِلَّا عِنْده بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطِي مَعَهَا شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا .وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بنت لبون وَعِنْده حقة فَإِنَّهَا تقبل مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ .وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِي مَعَهَا عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ .وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ .فَإِنْ لَمْ تَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلَى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْن لَبُونٍ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ .وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ فَفِيهَا شَاة إِلَى عشْرين وَمِائَة شَاة فَإِن زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ فَفِيهَا شَاتَان .فَإِن زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِمِائَةٍ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ .فَإِذَا (ص565:) زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِمِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ .فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا .وَلَا تُخْرَجُ فِي الصَّدَقَة هرمة وَلَا ذَات عور وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ .وَلَا يجمع بَين متفرق وَلَا يفرق بَين مُجْتَمع خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ .وَفِي الرِّقَةِ رُبُعُ الْعُشْرِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةٌ فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت انس سے کہ حضرت ابوبکر نے جب انہیں بحرین بھیجا تو انہیں یہ فرمان نامہ لکھ کر دیا مہربان رحمت والے اللہ کے نام سے یہ زکوۃ کا فریضہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض فرمایا اور جس کا اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا تو جس مسلمان سے اس فہرست کے مطابق مانگا جائے وہ دے دے اور جس سے زیادہ کا مطالبہ کیا جائے تو نہ دے چوبیس اور اس سے کم اونٹوں کی زکوۃ بکری ہے کہ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری پھر جب یہ اونٹ پچیس کو پہنچیں تو پینتیس تک ایک سالہ مادہ اونٹنی ہے پھر جب چھتیس تک پہنچیں تو پینتالیس تک میں دو سالہ مادہ اونٹنی ہے پھر جب چھیالیس کو پہنچیں تو ساٹھ تک میں چار سالہ اونٹنی یعنی اونٹ کی جست کے لائق پھر جب اکسٹھ کو پہنچیں تو پچھتر تک میں ایک پنج سالہ اونٹنی پھر

جب چھہتر کو پہنچیں تو نوے تک میں دو عدد دو سالہ اونٹنیاں پھر جب اکیانوے کو پہنچیں تو ایک سو بیس تک دو چار سالہ اونٹنیاں نر اونٹ کی جست کے لائق پھر جب ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں ایک دو سالہ اونٹنی ہے اور ہر پچاس میں چار سالہ اور جس کے پاس صرف چار ہی اونٹ ہوں تو اس میں زکوۃ نہیں ہاں اگر مالک چاہے جب پانچ کو پہنچیں تو اس میں ایک بکری ہے اور جس کے اونٹوں کی زکوۃ پنجسالہ اونٹنی تک پہنچے اور اس کے پاس پنجسالہ ہو نہیں بلکہ چار سالہ ہو تو اس سے چار سالہ ہی لے لی جائے اور اس کے ساتھ دو بکریاں اگر میسر ہوں یا بیس درہم اور جس کے اونٹوں کی زکوۃ چہار سالہ کو پہنچے اور اس کے پاس چہار سالہ ہے ہی نہیں بلکہ پنجسالہ ہو تو اس سے پنجسالہ ہی وصول کر لی جائے اور زکوۃ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے اور جس کے اونٹوں کی زکوۃ چہار سالہ کو پہنچے مگر اس کے پاس دو سالہ ہی ہو تو اس سے دو سالہ ہی وصول کر لی جائے اور مالک دو بکریاں یا بیس درہم بھی دے اور جس کی زکوۃ دو سالہ کو پہنچے مگر مالک کے پاس چہار سالہ ہو تو اس سے چہار سالہ ہی وصول کر لی جائے اور اسے عامل بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے اور جس کی زکوۃ دو سالہ کو پہنچے اور دو سالہ اس کے پاس ہو نہیں بلکہ اس کے پاس یکسالہ ہو تو اس سے یکسالہ ہی وصول کر لی جائے اور اس کے ساتھ مالک بیس درہم یا دو بکریاں دے اور جس کی زکوۃ یکسالہ کو پہنچے اور اس کے پاس یکسالہ ہو نہیں بلکہ اس کے پاس دو سالہ ہو تو اس سے وہ ہی وصول کر لی جائے اور اس کو عامل بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے اور اگر مالک کے پاس زکوۃ کے مطابق یکسالہ مادہ ہو نہیں بلکہ اس کے پاس یکسالہ نر ہو تو اس سے وہ ہی لے لیا جائے اور اس کے ساتھ اور کچھ نہیں اور بکریوں کی زکوۃ میں یعنی جنگل میں چرنے والیوں میں جب چالیس ہوں تو ایک سو بیس تک ایک بکری ہے پھر جب ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو دو سو تک میں دو بکریاں ہیں اور جب دو سو سے زیادہ ہوں تو تین سو تک میں تین بکریاں ہیں جب تین سو سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سینکڑے میں ایک بکری ہے پھر جب کسی کی جنگل میں چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہوں تو ان میں زکوۃ نہیں لیکن اگر مالک چاہے تو (خیرات دیدے) اور زکوۃ میں نہ تو بڑھیا دی جائے نہ کانی اور نہ بکرا مگر یہ کہ عامل چاہے (تو لے لے) اور نہ تو متفرق مال کو جمع کیا جائے اور نہ زکوۃ کے ڈر سے جمع مال کو متفرق کیا جائے اور جو نصاب دو شریکوں کے درمیان ہو تو وہ آپس میں برابر برابر ایک دوسرے سے لے لیں اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوۃ ہے اور اگر صرف ایک سو نوے درہم ہوں تو ان میں کچھ زکوۃ نہیں مگر یہ کہ مالک چاہے (تو دیدے)۔ بخاری 1454

مذکورہ حدیث میں بیان ہوا،، تو جس مسلمان سے اس فہرست کے مطابق مانگا جائے وہ دے دے اور جس سے زیادہ کا مطالبہ کیا جائے تو نہ دے۔ جبکہ دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا عاملوں کو راضی کرو اگر چہ وہ ظلم ہی کریں۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

عاملین زکوۃ کو راضی کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ وہ جو پہلے گزر چکا کہ عاملوں کو راضی کروا گرچہ وہ ظلم ہی کریں اس کے تین چار مطلب پہلے بیان کیے جاچکے ہیں یعنی جو چیز تمہیں ظلم معلوم ہو اور واقع میں ظلم نہ ہو تو اس میں عامل سے نہ جھگڑو قانونی کارروائی کرو وغیرہ لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

﴿222﴾ صدقہ فطر کے فرض یا واجب ہونے کی احادیث میں تعارض:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع چھوہارے یا ایک صاع جو ہر غلام، آزاد، مرد، عورت چھوٹے اور بڑے مسلمان پر فرض یعنی مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ لوگوں کے عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔ مسلم 2278، بخاری 1503

مذکورہ حدیث میں حضرت عمر نے فرمایا، ، فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ، ،

نبی کریم ﷺ نے صدقہ فطر فرض فرمایا، ، اس سے معلوم ہوا کہ فطرہ فرض ہے کیونکہ یہاں لفظ فَرَضَ رَسُولُ اللّٰہِ ہے۔

صدقہ فطر کے فرض یا واجب ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کے جواب میں امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہاں فرض لغوی معنے میں ہے یعنی مقرر فرمائی، جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے"۔ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيٓ أَزْوَٰجِهِمْ"۔ ہم نے جو مہر مردوں پر عورتوں کے حق میں فرض یعنی مقرر فرمایا، ، یہاں بھی فرض مقرر کے معنی میں ہے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ مہر واجب ہے فرض نہیں۔ اور اگر شرعی فرض ہی مراد ہو یعنی لازم کر دینا تب بھی حدیث ظنی ہے اور فرضیت کے لیے دلیل قطعی چاہیئے، لہٰذا ثابت ہوا کہ صدقہ فطر واجب ہے فرض نہیں۔ لہٰذا اس فرض سے وجوب ثابت ہوگا نہ کہ فرضیت۔

﴿223﴾ صدقہ فطر ہر امیر و غریب پر لازم ہے کی احادیث میں تعارض:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع چھوہارے یا ایک صاع جو ہر غلام، آزاد، مرد، عورت چھوٹے اور بڑے مسلمان پر فرض یعنی مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ لوگوں کے عیدگاہ جانے سے پہلے

ادا کر دیا جائے۔ مسلم 2278، بخاری 1503

مذکورہ حدیث میں ہے کہ صدقہ فطر ہر غنی اور فقیر پر واجب ہے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے،، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" لاصدقۃ الاعن ظھر غنی" صدقہ تو غنی یعنی مالداری سے واجب ہوتا ہے بخاری وامام احمد۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

صدقہ فطر ہر امیر وغریب پر لازم ہے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں مطلق ذکر کیا گیا اس اطلاق سے بہت سارے مسائل پیدا ہو جائیں گے کیونکہ یہاں ایک دن کی روٹی سے زائد ملکیت کا بھی ذکر نہیں لہذا چاہیے کہ ہر آزاد و غلام پر فطرہ واجب ہو حتی کہ فقیر بے نوا بے دست و پا بھیک مانگ کر فطرہ دے، پھر لطف یہ ہے کہ جب ہر فقیر پر فطرہ دینا فرض ہوا تو فطرہ لے گا کون، لہذا ماننا پڑے گا کہ صدقہ فطر غنی پر واجب ہے اور اسکی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے تعلیقًا بخاری شریف میں نقل فرمائی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" لاصدقۃ الاعن ظھر غنی" صدقہ تونگری سے واجب ہوتا ہے اب تونگری کی کوئی حد ہونا چاہیے وہ نصاب کی ملکیت ہے۔ لہذا اب احادیث میں تعارض بھی نہ رہا

﴿224﴾ نصف صاع گندم کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعا من شعير أَو صَاعا من تمْرٍ أَوْ صَاعًا مَنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا من زبيب

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم صدقہ فطر ایک صاع غلہ یا ایک صاع جو یا ایک صاع چھوہارے یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش نکالتے تھے۔ مسلم 2283، بخاری 1506

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے گندم کا ایک صاع صدقہ فطر بیان فرمایا ہے جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس گندم کا نصف صاع صدقہ فطر کی مقدار بیان فرمائی ہے جیسا کہ مروجہ طریقہ بھی ہے۔ لہذا احادیث آپس میں متعارض ہیں۔

نصف صاع گندم کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حق یہ ہے کہ پہلی حدیث میں طعام سے مراد گندم کے علاوہ دوسرا غلہ ہے جوار، باجرہ، مکئ وغیرہ کیونکہ گندم کا آدھا صاع فطرہ ہوتا ہے نہ کہ پورا صاع اور اگر گندم مراد ہو تو آدھا صاع فطرہ ہوگا اور آدھا صدقہ نفلی لہذا یہ حدیث نصف صاع گندم کی احادیث کے خلاف نہیں۔ صاحب اشعہ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں حجاز میں جوار کا زیادہ استعمال تھا۔

﴿225﴾ ایک کے لئے صدقہ دوسرے کے لئے ہدیہ کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ: إِحْدَى السُّنَنِ (ص573:) أَنَّهَا

عُتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِي زَوْجِهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ .وَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْبُرْمَةُ تَفُورُ بِلَحْمٍ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ خُبْزٌ وَأُدْمٌ مِنْ أُدْمِ الْبَيْتِ فَقَالَ: أَلَمْ أَرَ بُرْمَةً فِيهَا لَحْمٌ؟ قَالُوا :بَلَى وَلَكِنَّ ذَلِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ :هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ.

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہ میں تین شرعی حکم ہوئے ایک حکم یہ کہ وہ آزاد کی گئیں تو انہیں اپنے خاوند کے متعلق اختیار دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولا آزاد کرنے والے کے لیے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ ہانڈی گوشت سے ابل رہی تھی آپ کی خدمت میں روٹی اور گھر کا کوئی سالن پیش کیا گیا تو فرمایا کہ کیا مجھے گوشت کی ہانڈی نظر نہیں آرہی عرض کیا ہاں لیکن یہ وہ گوشت ہے جو بریرہ پر صدقہ کیا گیا اور حضور آپ صدقہ تو کھاتے نہیں تو فرمایا وہ ان پر صدقہ ہے ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ مسلم 3786، بخاری 5279

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ ہانڈی گوشت سے ابل رہی تھی آپ کی خدمت میں روٹی اور گھر کا کوئی سالن پیش کیا گیا تو فرمایا کہ کیا مجھے گوشت کی ہانڈی نظر نہیں آرہی عرض کیا ہاں لیکن یہ وہ گوشت ہے جو بریرہ پر صدقہ کیا گیا اور حضور آپ صدقہ تو کھاتے نہیں تو فرمایا وہ ان پر صدقہ ہے ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صدقہ دیا ہوا گھوڑا فقیر سے خریدنے کو منع فرمادیا، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

ایک کے لئے صدقہ دوسرے کے لئے ہدیہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کو جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صدقہ دیا ہوا گھوڑا فقیر سے خریدنے کو منع فرمادیا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آپ کو اس لیے رعایت دینا چاہتا تھا کہ آپ نے اسے صدقہ دیا تھا یہ رعایت کرانا ممنوع تھا لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿226﴾ امت محمدی کی پردہ پوشی کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :(ص577:) مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لحم

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے حتی کہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرے میں گوشت کا پارہ نہ ہوگا۔ مسلم 2398، بخاری 1474

مذکورہ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے حتی کہ قیامت کے دن اس طرح

آئے گا کہ اس کے چہرے میں گوشت کا پارہ نہ ہوگا۔

جبکہ دوسری حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں رب تعالیٰ امت محمدی کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

پہلی حدیث میں عیب ظاہر فرمائے گا جبکہ دوسری میں ہے عیب کی پردہ پوشی فرمائے گا، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

امت محمدی کی پردہ پوشی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں رب تعالیٰ امت محمدی کی پردہ پوشی فرمائے گا اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ان کے دنیاوی چھپے عیب لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا اور بھیک چھپا عیب نہ تھا، کھلا تھا جس پر بھکاری شرم بھی نہ کرتا تھا یا یہ مطلب ہے کہ ہمارے عیوب دوسری امتوں پر ظاہر نہ کرے گا بھکاری کا یہ واقعہ خود مسلمانوں ہی میں ہوگا لہذا حدیثوں میں تعارض نہیں۔ امام احمد ابن حنبل یہ دعاء مانگا کرتے تھے الٰہی جیسے تو نے میرے چہرے کو غیر کے سجدے سے بچایا ایسے ہی میرے منہ کو دوسروں سے مانگنے کی لعنت سے بچا۔

﴿227﴾ کچھ مانگنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم :من سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَسْأَلَتُهُ فِي وَجْهِهِ خُمُوشٌ أَوْ خُدُوشٌ أَوْ كُدُوحٌ .قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا يُغْنِيهِ؟ قَالَ :خَمْسُونَ دِرْهَمًا أَوْ قِيمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ والدارمی

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگوں سے مانگے حالانکہ اس کے پاس بقدر دفع حاجت ہے تو قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کے سوال اس کے چہرے میں کھروچن یا خارش یا زخم ہوں گے عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدر غنا کیا ہے فرمایا پچاس درہم یا اس قیمت کا سونا

ابوداود 1626، ترمذی 650، نسائی 2592، ابن ماجہ 1840، دارمی

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگوں سے مانگے حالانکہ اس کے پاس بقدر دفع حاجت ہے تو قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کے سوال اس کے چہرے میں کھروچن یا خارش یا زخم ہوں گے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ ضامن بن جانے والا سوال کر سکتا ہے کہ ضمانت نے اسے سوال کی ضرورت ڈال دی۔

کچھ مانگنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یعنی اس کے پاس روزمرّہ کی ضروریات کھانا، کپڑا ہے اور کوئی خاص ضرورت درپیش نہیں۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ اس حدیث کے خلاف نہیں جہاں تھا کہ ضامن بن جانے والا سوال کر سکتا ہے کہ ضمانت نے اسے

سوال کی ضرورت ڈال دی۔

﴿228﴾ ایک شخص کب بھیک مانگ سکتا ہے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم :من سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَسْأَلَتُهُ فِي وَجْهِهِ خُمُوشٌ أَوْ خُدُوشٌ أَوْ كُدُوحٌ .قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا يُغْنِيهِ؟ قَالَ :خَمْسُونَ دِرْهَمًا أَوْ قِيمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ والدارمی

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگوں سے مانگے حالانکہ اس کے پاس بقدر دفع حاجت ہے تو قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کے سوال اس کے چہرے میں کھروچن یا خارش یا زخم ہوں گے عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدر غنا کیا ہے فرمایا پچاس درہم یا اس قیمت کا سونا

ابوداؤد 1626، ترمذی 650، نسائی 2592، ابن ماجہ 1840، دارمی

جس نصاب سے سوال حرام ہوتا ہے اس کی مقداریں مختلف احادیث میں مختلف آئی ہیں۔ مذکورہ حدیث میں پچاس درہم یعنی قریبًا ساڑھے بارہ روپے ارشاد ہوئے، دوسری روایت میں ایک اوقیہ ارشاد ہوا یعنی چالیس درہم تقریبًا دس روپے، تیسری روایت میں دن رات کا کھانا ارشاد ہوا جیسا کہ آگے آرہا ہے، لہٰذا احادیث آپس میں متعارض ہیں۔

ایک شخص کب بھیک مانگ سکتا ہے؟ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ جس نصاب سے سوال حرام ہوتا ہے اس کی مقداریں مختلف آئی ہیں اس کے بارے میں بعض شارحین نے ان دونوں حدیثوں کو دن رات کے کھانے والی حدیث سے منسوخ مانا لیکن چونکہ ہر شخص کی حاجت مختلف ہوتی ہے، بڑے کنبے والے کا روزانہ خرچ زیادہ ہوتا ہے درمیانی کنبے والے کا درمیانہ اور اکیلے آدمی کا خرچہ بھی بہت معمولی، سرکار کے یہ تین ارشاد تین قسم کے لوگوں کے لحاظ سے ہیں جیسا موقعہ اور جیسا مسئلہ پوچھنے والا ویسا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب۔ حکیم کی ہر بات حکمت سے ہوتی ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اور ممکن ہے کہ حرمت سوال کا حکم تدریجًا آہستگی سے وارد ہوا۔ اولاً پچاس درہم والوں کو روکا گیا، پھر چالیس والوں کو، آخر میں دن رات کے کھانے پر قدرت رکھنے والے کو جیسے شراب کی حرمت کا حال ہوا کیونکہ اہل عرب سوال کے عادی تھے ایک دم سوال چھوڑ نہ سکتے تھے اس لیے یہ ترتیب برتی گئی۔

﴿229﴾ نیلامی کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أنس بن مَالك :أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ فَقَالَ :أَمَا

فِي بُيُتك شَيء ؟ قَالَ بَلَى حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهُ وَنَبْسُطُ بَعْضَهُ وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ .قَالَ: ائْتِنِي بِهِمَا قَالَ فَأَتَاهُ بِهِمَا فَأَخَذَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ (ص580:) وَقَالَ: مَنْ يَشْتَرِي هذَيْنِ؟ قَالَ رَجُلٌ أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ قَالَ :مَنْ يَزِيدُ عَلَى دِرْهَمٍ؟ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قَالَ رجل أَنا آخذهما بِدِرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا إِيَّاه وَأخذ الدِّرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا الْأَنْصَارِيُّ وَقَالَ :اشْتَرِ بِأَحدِهِمَا طَعَامًا فانبذه إِلَى أهلك واشتر بِالآخرِ قدومًا فأتنى بِهِ .فَأَتَاهُ بِهِ فَشَدَّ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُودًا بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ لَهُ اذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا أَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا ."فَذهب الرجل يحتطب وَيبِيع فجَاء وَقَدْ أَصَابَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرَى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :هَذَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَجِيءَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِي وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ أَوْ لِذِي غُرْمٍ مُفْظِعٍ أَوْلِذِي دَمٍ مُوجِعٍ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى ابْن مَاجَه إِلَى قَوْله :يَوْم الْقِيَامَة

روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک انصاری شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مانگنے کے لیے آیا آپ نے فرمایا کہ کیا تیرے گھر میں کچھ نہیں عرض کیا ہاں ایک ٹاٹ ہے جو ہم کچھ بچھا لیتے ہیں کچھ اوڑھ لیتے ہیں اور ایک پیالہ جس میں پانی پیتے ہیں اور فرمایا وہ دونوں ہمارے پاس لے آ وہ یہ دونوں چیزیں حاضر لائے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا یہ کون خریدتا ہے ایک شخص نے کہا ایک درہم میں مَیں لیتا ہوں آپ نے دو یا تین بار فرمایا ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے ایک صاحب بولے کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں آپ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں انہیں دے دو اور دو درہم ان انصاری کو دیئے اور فرمایا ان میں سے ایک کا غلہ خرید کر اپنے گھر میں ڈال دے اور دوسرے کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لا وہ حضور کے پاس کلہاڑی لائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے اس میں دستہ ڈالا پھر فرمایا جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور اب میں تمہیں پندرہ دن نہ دیکھوں پھر وہ صاحب لکڑیاں کاٹتے اور بیچتے رہے پھر حاضر ہوئے اور دس درہم کما چکے تھے اس نے کچھ درہموں سے کپڑا اور کچھ سے غلہ خریدا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لیے یہ اس سے بہتر ہے کہ سوالات قیامت کے دن تمہارے منہ میں داغ بن کر آئیں تین شخصوں کے سواء کسی کو سوال جائز نہیں کمر توڑ فقیری یا رسوا کن قرض یا تکلیف دہ خون سے (ابوداؤد 1641) اور ابن ماجہ 2198 نے یوم القیامت تک روایت کی۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ ایک انصاری شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مانگنے کے لیے آیا آپ نے فرمایا کہ کیا تیرے گھر میں کچھ نہیں عرض کیا ہاں ایک ٹاٹ ہے جو ہم کچھ بچھا لیتے ہیں کچھ اوڑھ لیتے ہیں اور ایک پیالہ جس میں پانی پیتے

ہیں اور فرمایا وہ دونوں ہمارے پاس لے آ ؤ وہ یہ دونوں چیزیں حاضر لائے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا یہ کون خریدتا ہے ایک شخص نے کہا ایک درہم میں میں لیتا ہوں آپ نے دو یا تین بار فرمایا ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے ایک صاحب بولے کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں آپ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں انہیں دے دو۔

جبکہ دوسری حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ چڑھانے سے منع فرمایا۔ احادیث میں تعارض ہے

نیلامی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ چڑھانا منع فرمایا گیا وہاں وہ صورت مراد ہے جہاں تاجر وخریدار راضی ہو چکے ہوں اور یہ چڑھا کر ان کا بھاؤ بگاڑ دے یہاں یہ صورت نہیں، یہاں تو تاجر خود بھاؤ چڑھانے کا مطالبہ کر رہا ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿230﴾ خیرات کے بارے میں آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَنفِقِي وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللَّهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوعِي فَيُوعِيَ اللَّهُ عَلَيْكِ ارْضَخِي مَا اسْتَطَعْتِ

روایت ہے حضرت اسماء سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوب خرچ کرو مت گنو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی شمار فرمائے گا اور نہ بچاؤ ورنہ اللہ بھی تم سے بچائے گا جتنا کر سکتی ہو راہِ خدا میں دو۔ مسلم 1375، بخاری 2591

رب تعالیٰ فرماتا ہے: "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" جب تک کہ اپنی پیاری چیز خیرات نہ کرو بھلائی نہیں پا سکتے۔ جبکہ مذکورہ حدیث میں ہے کہ جو ہو سکے خیرات کرو ان دونوں میں تعارض واضح ہے۔

خیرات کے بارے میں آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ کا منشاء یہ ہے کہ ہمیشہ معمولی چیز ہی خیرات نہ کرو اچھی چیزیں بھی خیرات کرو اور اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ بڑی چیز کے انتظار میں چھوٹی خیراتوں سے باز نہ رہو جو چیز کھانے پینے سے بچ رہی اس کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے فوراً کسی کو دے دو ورنہ برباد ہو جائے گی۔

﴿231﴾ تجسس کرنے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحَّى ذَلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ فَإِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذَلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللَّهِ مَا اسْمُكَ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللَّهِ لِمَ تَسْأَلُنِي عَنِ اسْمِي فَقَالَ إِنِّي

سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هٰذَا مَاؤُهُ يَقُول اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا قَالَ أَما إِذْ قُلْتَ هٰذَا فَإِنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا وأرد فِيهَا ثلثه .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے انہی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ ایک شخص کسی زمین کے جنگل میں تھا اس نے بادل میں آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر یہ بادل ایک طرف گیا اور پتھریلی زمین پر پانی برسایا تو نالیوں میں سے ایک نالی نے یہ سارا پانی جمع کرلیا تب یہ شخص اس پانی کے پیچھے چل دیا دیکھا کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہوا بیلچے سے پانی باغ میں پھیر رہا ہے اس سے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے تیرا نام کیا ہے وہ بولا فلاں یعنی وہ ہی نام جو اس نے بادل میں سنا تھا اس نے پوچھا اے اللہ کے بندے تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے تو یہ بولا کہ میں نے اس بادل میں جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سنی تھی کہ کوئی تیرا نام لے کر کہہ رہا تھا کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو تو تو اس میں کیا نیکی کرتا ہے وہ بولا کہ جب تو پوچھتا ہے تو بتاتا ہوں کہ میں اس باغ کی پیداوار میں غور کرتا ہوں تو تہائی خیرات کردیتا ہوں اور تہائی میں اور میرے بال بچے کھاتے ہیں اور تہائی اس میں دوبارہ خرچ کردیتا ہوں۔ مسلم 7473

مذکورہ حدیث میں ہے کہ وہ آدمی بولا کہ میں نے اس بادل میں جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سنی تھی کہ کوئی تیرا نام لے کر کہہ رہا تھا کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو تو تو اس میں کیا نیکی کرتا ہے وہ بولا کہ جب تو پوچھتا ہے تو بتاتا ہوں کہ میں اس باغ کی پیداوار میں غور کرتا ہوں تو تہائی خیرات کردیتا ہوں اور تہائی میں اور میرے بال بچے کھاتے ہیں اور تہائی اس میں دوبارہ خرچ کردیتا ہوں۔

جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے ":وَلَا تَجَسَّسُوْا" تجسس مت کرو۔ آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

تجسس کرنے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک جو فرماتا ہے": وَلَا تَجَسَّسُوْا" وہاں لوگوں کی عیب جوئی مراد ہے یعنی لوگوں کے خفیہ عیب مت ڈھونڈو، جبکہ حدیث پاک میں آدمی نے متقی کی نیکی کے بارے میں استفسار کیا لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

﴿232﴾ گردنیں پھلانگنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ :صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَأَى أَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ قَالَ :ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ .رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ قَالَ :كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُبيته

روایت ہے حضرت عقبہ ابن حارث سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینہ منورہ میں نماز عصر پڑھی آپ نے سلام پھیرا پھر تیزی سے کھڑے ہوئے لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے بعض بیویوں کے حجرے میں تشریف لے گئے لوگ حضور کی جلدی سے گھبرا گئے پھر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ آپ کی جلدی سے تعجب کر رہے ہیں فرمایا مجھے اپنے پاس سونے کا پتر ایاد آ گیا تو مجھے یہ ناپسند ہوا کہ وہ مجھے مشغول کرے میں نے اس کے تقسیم کر دینے کا حکم دے دیا بخاری 851 کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ فرمایا میں نے گھر میں صدقہ کا پترا چھوڑا تھا تو رات کو اپنے گھر میں رکھنا ناپسند کیا۔

مذکورہ حدیث میں ہے حضرت عقبہ ابن حارث سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینہ منورہ میں نماز عصر پڑھی آپ نے سلام پھیرا پھر تیزی سے کھڑے ہوئے لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے بعض بیویوں کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ جبکہ دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے گردنیں پھلانگنے سے سختی سے منع فرمایا،،

دونوں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

گردنیں پھلانگنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ ضرورۃً لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے مسجد سے نکل جانا جائز ہے جیسے اگر امام کا دوران نماز میں وضوٹوٹ جائے تو وہ دوسرے کو اپنا نائب مقرر کر کے گردنیں پھلانگتا ہوا ہی وضوء گاہ تک پہنچے گا۔ جن احادیث میں گردنیں پھلانگنے کی ممانعت آئی ہے وہاں بلاضرورت پھلانگنا مراد ہے جیسے کوئی نماز کے لیے مسجد میں پیچھے پہنچے پھر لوگوں کو چیرتا ہوا اگلی صف میں جانے کی کوشش کرے یہ ممنوع ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿233﴾ نیت کے بغیر ثواب کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوا :يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهِ وِزْرٌ؟ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أجر رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر تسبیح میں صدقہ ہے اور ہر تکبیر میں صدقہ ہے اور ہر حمد میں صدقہ ہے اور ہر تہلیل میں صدقہ ہے اور بھلائی کا حکم دینے میں صدقہ ہے اور برائی سے روکنے میں صدقہ ہے اور ہر ایک کی حلال صحبت میں صدقہ ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری

کرے تو اس میں اسے ثواب ملتا ہے فرمایا بتاؤ تو اگر یہ شہوت حرام میں خرچ کرتا تو اس پر گناہ ہوتا تو یوں ہی جب اسے حلال میں خرچ کرے گا تو اسے ثواب ملے گا۔ مسلم 2329

مذکورہ حدیث میں فرمایا،، فرمایا ہر ایک کے حلال جماع میں صدقہ ہے،، جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں فرمایا، انما الاعمال بالنیات،، اعمال کے ثواب کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ بخاری،،

پہلی حدیث میں جماع کو صدقہ کہا گیا حالانکہ جماع بذات خود عبادت نہیں بغیر نیت کے اسپر ثواب کیسے مل سکتا ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں فرمایا اعمال کا ثواب نیتوں پر ہے۔ تعارض واضح ہے۔

نیت کے بغیر ثواب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں،، فرمایا ہر ایک کی حلال صحبت میں صدقہ ہے،، یہاں حدیث میں بضع کا ذکر ہے جس کے لغوی معنے ہیں ٹکڑا مگر اصطلاح میں شرمگاہ کو کہتے ہیں، یہاں مراد حلال جماع ہے۔ یہاں فی ارشاد فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ جماع بذات خود ثواب نہیں بلکہ چونکہ اس کے ضمن میں زوجین کی عفت، حق زوجیت کی ادائیگی، نیک اولاد کی طلب ہے اور یہ ساری چیزیں عبادت ہیں اس لیے جماع عبادات پر شامل ہے۔ اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت دیکھو کہ پہلی چیزوں میں ب ارشاد ہوا تھا اور یہاں فی تا کہ پتہ لگے کہ وہ چیزیں بذات خود عبادت تھیں اور یہ جماع عبادات پر مشتمل ہے۔ یعنی جماع بذات خود ثواب نہیں بلکہ شہوت کو حلال میں خرچ کرنا ثواب ہے جیسے عید کے دن یا رمضان کی سحریوں میں کھانا پینا بذات خود ثواب نہیں بلکہ ان وقتوں میں کھانا عبادت ہے۔ اب احادیث میں تعارض نہ رہا۔

بغیر نیت ثواب، جماع پر ثواب کیسے مل سکتا ہے؟ اس پر صوفیانہ توضیح۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جب ہواء ھدی سے مل جائے تو زہد بن جاتی ہے لہذا اس پر بھی ثواب ہے اسی جانب قرآن کریم اشارہ فرما رہا ہے": وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللهِ"۔ اس سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے کہ جس نے بغیر ھدایت کے خواہشات کی اتباع کی۔ سبحان اللہ! ہواء ھدیٰ سے مل کر ایسی ہوتی ہے جیسے مکھن شہد سے مل کر۔ لہذا احادیث پر اعتراض نہیں کہ بغیر نیت، ثواب کیسا کہ نیت کی شرط عبادات محضہ میں ہے۔

﴿234﴾ تمہارا کھانا متقی ہی کھائیں، کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُومِسَةٍ مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ خُفَّهَا فَأَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغُفِرَ لَهَا بِذَلِكَ .قِيلَ :إِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ قَالَ :فِي كُلِّ ذَاتِ كبد رطبة أجر

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس زانیہ عورت کی مغفرت ہوگئی جو

ایک کتے پر گزری کہ ایک کنوئیں کے کنارے ہانپ رہا تھا قریب تھا کہ پیاس اسے قتل کر دیتی اس نے اپنا موزہ اتارا اسے اپنے دوپٹے سے باندھا اس طرح پانی نکالا اس وجہ سے بخش دی گئی عرض کیا گیا کہ کیا ہم کو جانوروں میں بھی ثواب ہے فرمایا ہر تر کلیجے والے میں ثواب ہے۔ مسلم 5859، بخاری 3321

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس زانیہ عورت کی مغفرت ہوگئی جو ایک کتے پر گزری کہ ایک کنوئیں کے کنارے ہانپ رہا تھا قریب تھا کہ پیاس اسے قتل کر دیتی اس نے اپنا موزہ اتارا اسے اپنے دوپٹے سے باندھا اس طرح پانی نکالا اس وجہ سے بخش دی گئی عرض کیا گیا کہ کیا ہم کو جانوروں میں بھی ثواب ہے فرمایا ہر تر کلیجے والے میں ثواب ہے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا کھانا متقی ہی کھائیں۔ لہذا احادیث متعارض ہیں۔

تمہارا کھانا متقی ہی کھائیں، کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ تمہارا کھانا متقی ہی کھائیں اس سے دعوت کا کھانا مراد ہے نہ کہ حاجت اور ضرورت کا کھانا لہذا احادیث متعارض نہیں۔

﴿235﴾ صغیرہ گناہ پر عذاب کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ أَمْسَكَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ مِنَ الْجُوعِ فَلَمْ تَكُنْ تُطْعِمُهَا وَلَا تُرْسِلُهَا فَتَأْكُلَ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ

روایت ہے حضرت ابن عمر اور ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے عذاب دی گئی جسے اس نے باندھے رکھا حتی کہ بھوک سے مر گئی اسے نہ کھانا دیتی تھی اور نہ چھوڑتی تا کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی۔ مسلم 5852، بخاری 3318

رب تعالیٰ کا یہ فرمان "اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ"۔ اگر تم کبائر سے بچو تو ہم تمہاری دوسری خطائیں مٹا دیں گے۔ اور دوسری آیت میں ہے": وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ" اور اس کے علاوہ کو بخش دے گا جسے چاہے گا۔

اور مذکورہ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے عذاب دی گئی جسے اس نے باندھے رکھا حتی کہ بھوک سے مر گئی اسے نہ کھانا دیتی تھی اور نہ چھوڑتی تا کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی جبکہ آیت کہہ رہی ہے اگر تم کبائر سے بچو تو ہم تمہاری دوسری خطائیں مٹا دیں گے۔ آیات اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

صغیرہ گناہ پر عذاب کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

رب تعالیٰ کا یہ فرمان "اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ"۔ اگر تم کبائر سے بچو تو ہم تمہاری

دوسری خطائیں مٹا دیں گے۔اس میں بخشش کا حتمی وعدہ نہیں ہے بلکہ امید دلائی گئی ہے اور یہ بخشش رب تعالٰی کی مشیت پر موقوف ہے کیونکہ دوسری آیت میں رب تعالٰی فرماتا ہے":وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ" اور اس کے علاوہ کو بخش دے گا جسے چاہے گا۔لہذا نہ تو آیات میں تعارض ہے اور نہ یہ حدیث کسی آیت کے خلاف۔

﴿236﴾ ایصال ثواب کی آیات اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ :اَلْمَاءُ . فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ :هٰذِهِ لأم سعد .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيّ

روایت ہے حضرت سعد ابن عبادہ سے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سعد وفات پا گئیں تو اب کون سا صدقہ بہتر ہے فرمایا پانی لہذا سعد نے کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں ام سعد کا ہے۔ابوداؤد 1681،نسائی 3664

مذکورہ حدیث میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سعد وفات پا گئیں تو اب کون سا صدقہ بہتر ہے فرمایا پانی لہذا سعد نے کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں ام سعد کا ہے۔جبکہ اس کے برعکس آیات میں ہے۔

":لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ" ان کے لئے وہی ہے جو انہوں نے کمایا اور ان کے لئے وہ ہے جو انہوں نے کمایا،،یا فرمایا گیا"لَّيْسَ لِلْاِنْسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰى"۔انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی،،جن سے معلوم ہوا کہ انسان کو صرف اپنی کی ہوئی نیکیاں فائدہ مند ہیں۔لہذا آیات اور حدیث میں تعارض ہے۔

ایصال ثواب کی آیات اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

قرآن کریم میں جو فرمایا گیا":لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ" ان کے لئے وہی ہے جو انہوں نے کمایا اور ان کے لئے وہ ہے جو انہوں نے کمایا،،یا فرمایا گیا"لَّيْسَ لِلْاِنْسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰى"۔انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔وہاں بدنی فرائض مراد ہیں اسی لیے وہاں کسبت یا سعٰی ارشاد ہوا یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نمازیں ادا نہیں کر سکتا ثواب ہر عمل کا بخش سکتے ہیں جیسا کہ حدیث میں مذکور ہوا لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں،قرآن کریم سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ نیکوں کی برکت سے بروں کی آفتیں ٹل جاتی ہیں۔

﴿237﴾ اپنی تعریف کی خواہش کرنے کے بارے آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا الْإِيمَانُ قَالَ إِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَمَا الْإِثْمُ قَالَ إِذَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ فَدَعْهُ .رَوَاهُ أَحْمد

ترجمہ:حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ ایمان کیا

ہے تو فرمایا جب تمہیں تمہاری نیکی خوش کرے اور تمہاری برائی تمہیں غمگین کرے تو تو کامل مومن ہے اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ گناہ کیا ہے فرمایا جو چیز تمہارے دل میں چبھے اسے چھوڑ دو۔

ایک اور حدیث میں فرمایا عن ابی ذر قال قیل لرسول اللہ ﷺ ارایت الرجل یعمل العمل من الخیر و یحمده الناس علیه قال تلك عاجل بشری المومن۔ صحیح مسلم

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص اچھا کام کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں فرمایا یہ مومن کی فوری بشارت ہے۔

اسی طرح آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم نے اپنی تعریف لوگوں کی زبان پر جاری رکھنے کی دعا کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا،، اے اللہ میرے بعد آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری رکھ،،

جبکہ ان سب کے برعکس احادیث میں کچھ اس طرح بیان ہوا۔

ایک حدیث پاک میں ہے عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت کو لوگوں کی زبانوں سے اپنی تعریف پسند کرنے کے ساتھ ملانے سے بچو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں۔

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی تعریف سننے کی خواہش بندے کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

احادیث میں تعارض واضح ہے۔

اپنی تعریف کی خواہش کرنے کے بارے آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

آیت اور احادیث میں تعارض کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس نیت سے اپنی نیکی کی شہرت چاہے کہ اس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس نیکی کی رغبت ہو اور وہ بھی اس نیک کام کو کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں اس آیت میں حضرت ابراہیم کی اپنی مدح وثنا سے غرض یہ تھی کہ جب ایک انسان کی بہت سے لوگ تعریف کریں تو ان کی تعریفیں اس کے کمال کی زیادتی کا سبب بنتی ہیں اور دوسری یہ کہ جو شخص اپنے فضائل کی وجہ سے لوگوں میں ممدوح ہو تو اس کی مدح اور شہرت لوگوں کے دلوں میں ان فضائل کے حصول کا سبب اور محرک بن جاتی ہیں اور لوگ اس جیسا بننے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ جس شخص نے کسی نیک کام کی ابتداء کی تو اسے اس نیکی کا اجر ملے گا اور قیامت تک جو لوگ اس نیکی کو کرتے رہیں گے ان کی نیکیوں کا اجر بھی اس کو ملے گا لیکن یہ بات مخفی نہ رہے کہ ہر کام مین کام کرنے والے کی نیت اور قصد کا اعتبار ہوتا ہے۔

﴿238﴾ شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کے صدقہ دینے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيتُكُنَّ أَكْثَرَ (ص14:) أَهْلِ النَّارِ

فَقُلْنَ وَبِمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرجلِ الحازم من إحداكن قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلَى قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عقلها أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تَصِلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلَى قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِينِها متفق علیہ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ عیدالضحیٰ یا عیدالفطر کے دن عیدگاہ تشریف لے کے جارہے تھے آپ جب عورتوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا اے عورتوں کی جماعت خوب صدقہ وخیرات کیا کرو کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ عورتوں کو دیکھا انہوں نے عرض یارسول اللہ ﷺ اس کی کیا وجہ ہے فرمایا تم لعن طعن کثرت سے کرتی ہو شوہروں کی ناشکری کرتی ہو، میں نے تم سے زیادہ کسی کو ناقص العقل اور ناقص الدین نہیں دیکھا اچھے بھلے مرد کی مت ماردیتی ہو عورتوں نے عرض کی ہم ناقص العقل اور ناقص الدین کیسے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا عورتوں کی گواہی مرد کی گواہی کا نصف نہیں ہے عرض کی جی ہاں فرمایا بس یہ عورت کی عقل کی کمی ہے پھر فرمایا کیا یہ درست نہیں کہ عورت حیض ونفاس میں نماز روزہ ادا نہیں کرسکتی عرض کی جی ہاں فرمایا یہ تمہارے دین کی کمی ہے۔

اس حدیث میں عورتوں کو اپنے مال میں سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ دینے کی رخصت ثابت ہورہی ہے کیونکہ حدیث حضور کا ارشاد مطلق ہے کہ،،صدقہ دو،، جبکہ دوسری حدیث میں ہے۔

عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے مال میں سے کوئی حکم دے جب کہ اس کا خاوند اس کی عصمت کا مالک ہو۔ ابوداود۔ دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے

شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کے صدقہ دینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ صدقہ کی اجازت والی حدیث پاک کی رو سے عورت کو اگرچہ اجازت ہے کہ وہ اپنے مال میں سے اپنی مرضی سے صدقہ دے سکتی ہے لیکن دوسری حدیث کی رو سے مستحب اور افضل یہ ہے کہ وہ شوہر کی اجازت سے صدقہ دے لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿239﴾ صدقہ کی احادیث میں تعارض:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور اتفاق سے اس وقت میرے پاس مال تھا میں نے دل میں کہا آج میں ابوبکر صدیق سے نیکیوں میں آگے نکل جاؤں گا لہذا میں آدھا مال لے کر حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا اے عمر گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو میں نے عرض کی یارسول اللہ جتنا لے کر آیا ہوں اتنا مال گھر والوں کے لئے چھوڑا ہے تھوڑی دیر بعد ابوبکر بھی اپنا مال لے کر آگئے حضور ﷺ نے پوچھا

اے ابوبکر گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ کر آیا ہوں جو مال موجود تھا سب آپ کی بارگاہ میں حاضر کر دیا ہے تب میں نے اپنے دل میں کہا میں ابوبکر سے نیکیوں میں کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ مشکوٰۃ المصابیح باب الصدقہ

جبکہ ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ افضل ترین صدقہ وہ ہے جس میں صدقہ کے بعد آدمی غنی رہے کیونکہ انسان اگر اپنا سارا مال صدقہ کر کے خود فقیر بن جائے اور اپنی ضروریات کے لئے دوسروں کا دست نگر ہو جائے تو یہ اللہ تعالی کی ناشکری ہے اور مذموم ہے۔

ایک حدیث مین آپ نے سارا مال صدقہ کرنے سے منع فرمایا جبکہ دوسری حدیث میں صدیق اکبر نے سارا مال صدقہ کر دیا اور آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا ان احادیث میں بظاہر تعارض ہے۔

صدقہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کے جواب مین علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص توکل کے اعلی درجے پر فائز ہو اور اللہ کے سوا ہر ایک سے بے نیاز ہو اور اس کو یقین ہے کہ وہ کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائے گا تو اسے سارا مال صدقہ کرنے مین حرج نہیں جیسا کہ صدیق اکبر نے کیا۔ اور اگر ایسی صورت حال موجود نہ ہو تو سارا مال صدقہ کرنا منع ہے لہذا تعارض ختم ہو گیا۔

﴿240﴾ اعلانیہ صدقہ دینے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ يَرْفَعُهُ قَالَ " :ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللَّهُ :رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُوا كِتَابَ اللَّهِ وَرَجُلٌ يَتَصَدَّقُ بِصَدَقَةٍ بِيَمِينِهِ يُخْفِيهَا أُرَاهُ قَالَ :مِنْ شِمَالِهِ وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ أَصْحَابُهُ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ ."رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :هَذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ أَحَدُ رُوَاتِهِ أَبُو بكر بن عَيَّاش كثير الْغَلَط۔

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے وہ اسے مرفوع کرتے ہیں فرمایا تین شخصوں سے اللہ محبت کرتا ہے ایک وہ جو رات کو اٹھ کر قرآن پڑھے دوسرا وہ جو اپنے داہنے ہاتھ سے خیرات کرے اور اسے چھپائے مجھے خیال ہے کہ فرمایا اپنے بائیں ہاتھ سے تیسرا وہ جو کسی لشکر میں تھا کہ اس کے ساتھی بھاگ گئے تو یہ دشمن کے مقابل رہا (ترمذی 2567) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے اس کے ایک راوی ابوبکر ابن عیاش ہیں جو بہت غلطیاں کرتے ہیں۔

مذکورہ روایت مین ہے کہ تین شخصوں سے اللہ محبت کرتا ہے ایک وہ جو رات کو اٹھ کر قرآن پڑھے دوسرا وہ جو اپنے داہنے ہاتھ سے خیرات کرے اور اسے چھپائے۔

جبکہ اس کے برخلاف رب تعالی فرماتا ہے": اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ۔ اگر تم اعلانیہ صدقہ دو تو یہ اچھا ہے

۔لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف ہے۔

اعلانیہ صدقہ دینے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ صدقہ فرض اکثر ظاہر کر کے دینا افضل ہے تا کہ فسق کی تہمت سے بچے اور صدقہ نفل اکثر چھپا کر دینا بہتر، ہاں چندہ وغیرہ پر صدقہ کا اعلان کرنا تا کہ دوسروں کو بھی دینے کی رغبت ہو بہتر ہے، مختلف حالات کے مختلف احکام ہیں۔لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

﴿241﴾ قرابت داروں کو صدقہ دینے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللَّهُ وَثَلَاثَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللَّهُ فَأَمَّا الَّذِينَ يُحِبُّهُمُ اللَّهُ فَرَجُلٌ أَتَى قَوْمًا فَسَأَلَهُمْ بِاللَّه وَلم يسألهم بِقَرَابَة بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ فَمَنَعُوهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِأَعْيَانِهِمْ فَأَعْطَاهُ سِرًّا لَا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهِ إِلَّا اللَّهُ وَالَّذِي أَعْطَاهُ وَقَوْمٌ سَارُوا لَيْلَتَهُمْ حَتَّى إِذَا كَانَ النَّوْمُ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِمَّا يُعْدَلُ بِهِ فَوَضَعُوا رُءُوسَهُمْ فَقَامَ يَتَمَلَّقُنِي وَيَتْلُو آيَاتِي وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّة فلقي الْعَدو فهزموا وَأقبل بِصَدْرِهِ حَتَّى يُقْتَلَ أَوْ يُفْتَحَ لَهُ وَالثَّلَاثَةُ الَّذِينَ يُبْغِضُهُمُ اللَّهُ الشَّيْخُ الزَّانِي وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ والغني الظلوم .رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَالنَّسَائِيّ

روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی تین شخصوں سے محبت کرتا ہے اور تین سے سخت ناراض ہے جن سے محبت کرتا ہے ایک تو وہ شخص ہے جو کسی قوم کے پاس پہنچا ان سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا اپنی آپس کی قرابت کی وجہ سے نہ مانگا لوگوں نے اسے منع کر دیا تو ان ہی میں سے ایک شخص پیچھے ہٹا اسے چھپ کر کچھ دے دیا جس کا عطیہ اللہ کے سواء اور اس دینے والے کے سواء کوئی نہیں جانتا اور ایک وہ قوم جو رات بھر چلتی رہی حتی کہ جب انہیں نیند ہر ماسوا سے پیاری ہوگئی تو سر رکھ کر سو گئے تو یہ کھڑے ہو کر میری خوشامد کرنے لگا اور میری آیات تلاوت کیں اور وہ شخص جو کسی لشکر میں تھا دشمن سے جنگ کی لوگ بھاگ پڑے تو یہ اپنا سینہ تان کر کھڑا ہو گیا حتی کہ قتل کر دیا گیا یا اس کی وجہ سے فتح ہو گئی اور وہ تین جن سے اللہ سخت ناراض ہے ایک بوڑھا زانی متکبر فقیر اور ظالم غنی۔ترمذی 2568، نسائی 2570

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی تین شخصوں سے محبت کرتا ہے اور تین سے سخت ناراض ہے جن سے محبت کرتا ہے ایک تو وہ شخص ہے جو کسی قوم کے پاس پہنچا ان سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا اپنی آپس کی قرابت کی وجہ سے نہ مانگا لوگوں نے اسے منع کر دیا تو ان ہی میں سے ایک شخص پیچھے ہٹا اسے چھپ کر کچھ دے دیا جس کا عطیہ اللہ کے سواء اور اس دینے والے کے سواء کوئی نہیں جانتا۔

جبکہ دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرابت داروں کو خیرات دینا افضل ہے۔ تعارض واضح ہے۔

قرابت داروں کو صدقہ دینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ قرابت دار فقیر کو دینے میں دگنا ثواب ہے مگر یہاں اس سخی کا اس اجنبی فقیر کو خیرات دینا بہت ہی کامل ہوا کیونکہ یہاں سواء رضائے الٰہی کے اور کوئی چیز فقیر کی ممنونیت وغیرہ ملحوظ نہ تھی اس سخی نے اپنا منہ چھپا کر یا اندھیرے میں اس طرح دیا کہ فقیر کو بھی پتہ نہ چلا کہ کون دے گیا، چونکہ اس شخص نے صدقہ بھی دیا، اس قوم کی مخالفت بھی کی اور فقیر کی ٹوٹی آس بھی پوری کی اس لیے یہ خدا کا زیادہ پیارا ہوا۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ قرابت داروں کو خیرات دینا افضل ہے۔

﴿242﴾ عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ وَسَّعَ عَلَى عِيَالِهِ فِي النَّفَقَةِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهِ .قَالَ سُفْيَانُ :إِنَّا قَدْ جربناه فوجدناه كَذَلِك .رَوَاهُ رزين وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ عَنْهُ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سعيد وَجَابِر وَضَعفه

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو دسویں محرم اپنے بچوں کے خرچ میں فراخی کرے گا تو اللہ تعالیٰ سارا سال اس کو فراخی دے گا سفیان فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کا تجربہ کیا تو ایسے ہی پایا (رزین) اور بیہقی نے شعب الایمان 3792 میں انہی ابن مسعود اور ابو ہریرہ اور ابوسعید و جابر سے روایت کیا اور اسے ضعیف فرمایا۔

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ نے فرمایا کہ جو دسویں محرم اپنے بچوں کے خرچ میں فراخی کرے گا تو اللہ تعالیٰ سارا سال اس کو فراخی دے گا سفیان فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کا تجربہ کیا تو ایسے ہی پایا۔

جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت بیان فرمائی۔ ایک حدیث میں عاشورہ کا روزہ رکھنے اور دوسری میں کھلانے پلانے کی ذکر ہو رہا ہے، تعارض واضح ہے۔

عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا مطلب یہ ہے کہ عاشورہ کے دن خود روزہ رکھو اور بچوں کو فقراء کو خوب کھلاؤ پلاؤ لہٰذا یہ حدیث عاشورہ کے روزہ کے خلاف نہیں اور نہ ان میں کوئی تعارض ہے۔

﴿243﴾ غنی اور فقیر کے صدقہ کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ :جُهْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کونسا صدقہ بہتر ہے فرمایا غریب آدمی کی مشقت اوران سے شروع کروجن کی پرورش کرتے ہو۔ ابوداؤد 1677

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ نے فرمایا غریب آدمی کی مشقت (یعنی غریب آدمی محنت مزدوری کرے پھراس میں سے خیرات بھی کرے اس کا بڑا درجہ ہے۔)

جبکہ دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ غنے بہتر ہے۔ دونوں حدیثیں متعارض ہیں۔

غنی اور فقیر کے صدقہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض لحاظ سے غنی کی خیرات افضل ہے جب کہ وہ توکل میں کامل نہ ہو اور بعض لحاظ سے فقیر کی خیرات افضل ہے جب کہ وہ اس کے گھر والے صبروتوکل میں کامل ہوں لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ صدقہ غنے بہتر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہاتھ کا فقیر دل کا غنی تھوڑی سی خیرات کرے تو ہاتھ کے غنی کی بہت سی خیرات سے افضل ہے لہذا وہاں غنی والی حدیث میں دل کی غنا مراد ہوسکتی ہے تب بھی احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿244﴾ بہترین اور بدترین انسان کے بارے آیت وحدیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ؟ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ .أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالَّذِي يَتْلُوهُ؟ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِي غُنَيْمَةٍ لَهُ يُؤَدِّي حَقَّ اللَّهِ فِيهَا .أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ (ص605:)رَجُلٌ يُسْأَلُ بِاللَّهِ وَلَا يُعْطِي بِهِ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيّ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں بہترین آدمی نہ بتاؤں وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے رہے کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اس کے بعد کون ہے وہ شخص ہے جو اپنی بکریوں میں رہے ان میں سے اللہ کا حق ادا کرتا رہے کیا میں تمہیں بدترین آدمی نہ بتاؤں وہ شخص ہے جو اللہ کے نام پر مانگا جائے اوراس پر بھی نہ دے۔ ترمذی 1652، نسائی 2569، دارمی 2395

مذکورہ روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں بہترین آدمی نہ بتاؤں وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے رہے کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اس کے بعد کون ہے وہ شخص ہے جو اپنی بکریوں میں رہے ان میں سے اللہ کا حق ادا کرتا رہے کیا میں تمہیں بدترین آدمی نہ بتاؤں وہ شخص ہے جو اللہ کے نام پر مانگا جائے اوراس پر بھی نہ دے۔

مذکورہ حدیث میں بہترین آدمی مجاہد اور بکریاں پالنے والوں کو کہا گیا اور بدترین آدمی بھکاری کو کہا گیا جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے۔

"اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ" مومن ہی بہترین انسان ہیں،، اور دوسری جگہ رب تعالیٰ فرماتا ہے" اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ"۔ بدترین انسان کافر ہی ہیں،، آیات اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

بہترین اور بدترین انسان کے بارے آیت وحدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حدیث میں خیر وشر سے اضافی خیر وشر مراد ہے اور آیات میں حقیقی خیر وشر مراد ہے۔ لہذا حدیث اور آیت میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿245﴾ معافی دینے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنِ اسْتَعَاذَ مِنْكُمْ بِاللَّهِ فَأَعِيذُوهُ وَمَنْ سَأَلَ بِاللَّهِ فَأَعْطُوهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا مَا تُكَافِئُوهُ فَادْعُوا لَهُ حَتَّى تَرَوْا أَنْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيّ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم سے اللہ کی پناہ لے اسے پناہ دے دو اور جو اللہ کے نام پر مانگے اسے کچھ دو اور جو تمہیں دعوت دے اس کی دعوت قبول کرو اور جو کوئی تمہارے ساتھ بھلائی کرے اس کا بدلہ کرو اگر بدلہ کی چیز نہ پاؤ تو اس کو دعائیں دو حتی کہ سمجھ لو کہ تم نے اس کا بدلہ کر دیا۔

احمد، ابوداؤد 1672، نسائی 2567

مذکورہ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم سے اللہ کی پناہ لے اسے پناہ دے دو۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فاطمہ مخزومیہ کو جس نے چوری کر لی تھی معافی نہ دی۔

دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

معافی دینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

معافی دینے کا یہ حکم اپنے ذاتی معاملات میں ہے، قوم یا دین کے مجرم کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے اگرچہ وہ کیسی ہی پناہ لے تاکہ امن و دین میں خلل نہ پڑے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ آپ نے فاطمہ مخزومیہ کو جس نے چوری کر لی تھی معافی نہ دی۔

﴿246﴾ شوہر اور بیوی کی خیرات کے ثواب کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم :إِذْ أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بعض شَيْئًا

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت اپنے گھر کے کھانے سے کچھ خیرات کرے بشرطیکہ بربادی کی نیت نہ ہوتو اسے خیرات کرنے کا ثواب ہوگا اور اس کے خاوند کو کمانے کا ثواب اور خزانچی کو بھی اس کے برابر جن میں کوئی دوسرے کے ثواب سے کچھ کم نہ کرے گا۔ مسلم 2364، بخاری 1437

مذکورہ روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت اپنے گھر کے کھانے سے کچھ خیرات کرے بشرطیکہ بربادی کی نیت نہ ہوتو اسے خیرات کرنے کا ثواب ہوگا اور اس کے خاوند کو کمانے کا ثواب اور خزانچی کو بھی اس کے برابر جن میں کوئی دوسرے کے ثواب سے کچھ کم نہ کرے گا۔

جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے اس کے صریح حکم کے بغیر خیرات کرے تو اسے خاوند سے آدھا ثواب ہوگا۔

پہلی حدیث میں دونوں کا ثواب برابر جبکہ دوسری میں بیوی کا ثواب آدھا تعارض واضح ہے

شوہر اور بیوی کی خیرات کے ثواب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کے جواب میں فقہاء فرماتے ہیں یہاں اصل ثواب میں سب برابر ہیں اگرچہ مقدار ثواب میں فرق ہے۔ کمانے والے کا ثواب ان سب میں زیادہ ہوگا لہذا پہلی حدیث دوسری حدیث کے خلاف نہیں جس میں عورت کے لیے آدھا ثواب فرمایا گیا ہے کہ یہاں اصل ثواب میں برابری مقصود ہے اور وہاں مقدار ثواب میں فرق ہے۔

247 شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کرنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ عَامَ حُجَّةِ الْوَدَاعِ :لَا تُنْفِقُ امْرَأَةٌ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا .قِيلَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا الطَّعَامَ؟ قَالَ :ذَلِكَ أفضل أَمْوَالِنَا .رَوَاهُ التِّرْمِذِيَ

روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال خطبہ میں فرماتے سنا کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے بغیر خاوند کی اجازت کچھ خرچ نہ کرے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا بھی نہیں فرمایا یہ تو ہمارا بہترین مال ہے۔ ترمذی 670

مذکورہ روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال خطبہ میں فرماتے سنا کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے بغیر خاوند کی اجازت کچھ خرچ نہ کرے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے اس کے برعکس فرمایا،،

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت اپنے گھر کے کھانے

سے کچھ خیرات کرے بشرطیکہ بربادی کی نیت نہ ہو تو اسے خیرات کرنے کا ثواب ہوگا اور اس کے خاوند کو کمانے کا ثواب اور خزانچی کو بھی اس کے برابر جن میں کوئی دوسرے کے ثواب سے کچھ کم نہ کرے گا۔ مسلم، بخاری

دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ بیوی خاوند کے مال سے بغیر اجازت خیرات نہ کرے اجازت خواہ صریحی ہو یا عرفی جیسے عام طور پر بیویوں کو خاوندوں کی طرف سے روٹی کا ٹکڑا، معمولی چیز خیرات کر دینے، مہمانوں کی خاطر تواضع کر دینے کی اجازت ہوتی ہے بلکہ خاوند اس پر مطلع ہو کر خوش ہوتے ہیں کہ ہماری بیوی سلیقہ مند ہے، مہمان نواز ہے لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں، اور نہ ہی احادیث میں کوئی تعارض ہے۔

(۵) کتاب الصوم

﴿248﴾ شیاطین کی قید والی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَتُغَلُّ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ لِلَّهِ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان آ گیا برکت والا مہینہ ہے اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں دوزخ کے دروازے بند کیے جاتے ہیں اور اس میں مردود شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں اس میں ایک رات ہے ہزار مہینوں سے بہتر جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا۔ احمد، نسائی

مذکورہ حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان آ گیا برکت والا مہینہ ہے اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں دوزخ کے دروازے بند کیے جاتے ہیں اور اس میں مردود شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔

جبکہ دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

پہلی حدیث میں ہے شیاطین زنجیروں سے جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوسری میں فرمایا قید کر دیئے جاتے ہیں تعارض واضح ہے۔

شیاطین کی قید والی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ عام شیاطین تو رب کے عام جیل خانوں میں بند کئے جاتے ہیں مگر بہت زیادہ سرکش شیاطین زنجیروں وطوقوں میں باندھے جاتے ہیں جیسے دنیاوی جیلوں میں پھانسی کے ملزم کال کوٹھری میں بند ہوتے ہیں اور ڈاکوؤں کو بیڑیاں پہنادی جاتی ہیں اسی لیے یہاں تُغَلُّ فرمایا گیا۔ تغل غل سے بنا، بمعنی زنجیر وطوق لہذا یہاں مردود کی قید احترازی ہے یعنی سرکش اور عام شیاطین میں فرق کرنے کے لئے ہے اور یہ حدیث گزشتہ حدیث کے متعارض بھی نہیں۔

﴿249﴾ حوروں کی زوجیت کے بارے آیت وحدیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِنَّ الْجَنَّةَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ إِلَى حَوْلٍ قَابِلٍ .قَالَ " :فَإِذَا كَانَ أَوَّلُ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ عَلَى الْحُورِ الْعِينِ فَيَقُلْنَ :يَا رَبِّ (ص614:) اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ أَزْوَاجًا تَقَرُّ بِهِمْ أَعْيُنُنَا وَتَقَرُّ أَعْيُنُهُمْ بِنَا ."رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيثَ الثَّلَاثَةَ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماہ رمضان کے لیے جنت شروع سال سے اگلے سال تک سنواری جاتی ہے فرمایا جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے جنت کے پتوں سے آنکھ والی حوروں پر ایک خوشگوار ہوا چلتی ہے تو حوریں عرض کرتی ہیں یارب اپنے بندوں (یعنی ان روزہ داروں) کو ہمارا خاوند بنا ان سے ہماری آنکھیں اور ہم سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں یہ تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں نقل فرمائیں۔

مذکورہ حدیث میں ہے،، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماہ رمضان کے لیے جنت شروع سال سے اگلے سال تک سنواری جاتی ہے فرمایا جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے جنت کے پتوں سے آنکھ والی حوروں پر ایک خوشگوار ہوا چلتی ہے تو حوریں عرض کرتی ہیں یارب اپنے بندوں (یعنی ان روزہ داروں) کو ہمارا خاوند بنا۔

جبکہ اس کے برعکس آیت میں ہے "وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ" جنتیوں کو حوروں کا زوج بنادیا۔ آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

حوروں کی زوجیت کے بارے آیت وحدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کے دو جواب ہیں پہلا یہ کہ نکاح کے لیے نامزدگی تو پہلے ہی ہو چکی ہے کہ فلاں حور فلاں کی بیوی ہوگی مگر نکاح جنت میں پہنچ کر ہوگا اور دوسرا یہ کہ نکاح پہلے ہو چکا ہے رخصتی یعنی عطا بعد قیامت ہوگی لہذا آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿250﴾ رمضان سے پہلے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يَتَقَدَّمَنَّ

أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوم صوما فليصم ذٰلِكَ الْيَوْم

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی رمضان سے پہلے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر ہاں جو کوئی روزہ رکھتا ہو تو وہ اس دن روزہ رکھے۔ مسلم، بخاری

مذکورہ روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی رمضان سے پہلے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے۔ مسلم، بخاری

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے ماہ رمضان سے ملا دیتے تھے، جیسا کہ حدیث میں ہے روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو متواتر دو ماہ روزے رکھتے نہ دیکھا سوائے شعبان و رمضان کے۔ ابوداؤد ترمذی، نسائی ابن ماجہ، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

رمضان سے پہلے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

روزہ نہ رکھنے کی ممانعت تنزیہی ہے وہ بھی عوام کے لیے، خاص علماء اگر روزہ رکھ لیں اور کسی پر ظاہر نہ کریں تو درست ہے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے ماہ رمضان سے ملا دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قضاء اور نذر کے روزے ان دنوں میں رکھنا بلا کراہت جائز ہے۔

﴿251﴾ حضور کی مثلیت کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ. فَقَالَ لَهُ رجل: إِنَّكَ تواصل يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي ويسقيني"

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں وصال کرنے سے منع فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو وصال کرتے ہیں فرمایا تم میں مجھ جیسا کون ہے میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ مسلم، بخاری

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنی مثلیت کا انکار کرتے ہوئے فرمایا تم میری مثل نہیں۔

جبکہ آیت کریمہ میں فرمایا "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" میں تمہاری مثل بشر ہوں، آیت و حدیث میں تعارض واضح ہے۔

حضور کی مثلیت کی آیت و حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض میں تطبیق اس طرح قائم ہوگی کہ جس آیت میں آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل بشر ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ عدمی صفت میں، میں تمہاری مثل ہوں، یعنی حضور ﷺ خدا نہ ہونے میں ہماری مثل ہیں، جس طرح ہم خدا نہیں اسی طرح

حضور ﷺ بھی خدا نہیں، جس طرح ہم معبود نہیں اسی طرح نبی کریم ﷺ بھی معبود نہیں، جس طرح ہم واجب الوجود نہیں اسی طرح آپ ﷺ بھی واجب الوجود نہیں، جس طرح ہماری ذات قدیم نہیں اسی طرح حضور کی ذات بھی قدیم نہیں، جس طرح ہم صفت الوہیت سے متصف نہیں اسی طرح حضور میں بھی صفت الوہت نہیں، الغرض حضور ہر عدمی صفت میں ہماری مثل ہیں یعنی عدم الوہیت میں آپ ہماری مثل ہیں۔

اور جس حدیث میں آپ نے فرمایا کہ تم میری مثل نہیں ہو سکتے اس کا مطلب یہ ہے کہ وجودی صفت میں تم میری مثل نہیں ہو سکتے، یعنی آپ کی کوئی وجودی صفت ہماری کسی وجودی صفت کی مثل نہیں آپ کا دیکھنا ہمارے دیکھنے کی مثل نہیں جس طرح آپ آگے دیکھتے تھے ویسے ہی پیچھے سے بھی دیکھتے تھے فرشتوں جنوں کو دیکھتے تھے یہاں تک کہ خدا کا بھی دیدار کیا، آپ کا سننا ہمارے سننے کی مثل نہیں آپ سنتے ہیں تو جہنم میں گرنے والے پتھر کی آواز کو سن لیتے ہیں اور جنات فرشتوں اور اللہ کا کلام سنتے ہیں، الغرض آپ کا بولنا، چکھنا، سونگھنا، چھونا، سونا، جاگنا کوئی بھی وصف ہمارے کسی وصف کی مثل نہیں۔ سو نتیجہ یہ نکلا کہ حضور نبی کریم ﷺ عدمی صفات میں ہماری مثل ہیں اور وجودی صفات میں ہماری مثل نہیں لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿252﴾ نماز سے پہلے افطار کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى رطبات فَإِن لم تكن فتميرات فإنلم تكن تُمَيْرَات حسى حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ .رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ .وَقَالَ التِّرمِذِيُّ :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيب

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے چند تر کھجوروں پر روزہ افطار تے تھے اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک چھواروں پر اگر چھوارے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے (ترمذی، ابوداود) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے چند تر کھجوروں پر روزہ افطار تے تھے۔ جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس ہے کہ حضرت عمر فاروق وعثمان غنی رضی اللہ عنہما کبھی بعد نماز مغرب افطار کرتے تھے۔ دونوں حدیثیں متعارض ہیں۔

نماز سے پہلے افطار کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق وعثمان غنی رضی اللہ عنہما کبھی بعد نماز مغرب افطار کرتے تھے یا تو بیان جواز کے لیے تاکہ لوگ نماز سے پہلے افطار کو فرض نہ سمجھ لیں یا اس لیے کہ اتفاقاً اس وقت افطار کرنے کے لیے کچھ موجود نہ ہوتا یا حضرت عمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں افطار سے مراد کھانا تناول کرنا ہے یعنی افطار تو نماز سے پہلے کر لیتے تھے اور کھانا

بعدنماز کھاتے تھے۔ بہرحال نماز سے پہلے افطار سنت ہے اور نماز کے بعد افطار جائز مگر خلاف سنت، ہاں اگر کچھ موجود نہ ہوتو بعدنماز افطار کر لے۔

﴿253﴾ فصد سے روزہ ٹوٹنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى رَجُلًا بِالْبَقِيعِ وَهُوَ يَحْتَجِمُ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِي لِثَمَانِيَ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ :أَفْطَرَ (ص626:) الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِيُّ .قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحْيِي السُّنَّةِ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ :وَتَأَوَّلَهُ بَعْضُ مَنْ رَخَّصَ فِي الْحِجَامَةِ :أَيْ تَعَرَّضَا لِلْإِفْطَارِ :الْمَحْجُومُ لِلضَّعْفِ وَالْحَاجِمُ لِأَنَّهُ لَا يَأْمَنُ مِنْ أَنْ يَصِلَ شَيْءٌ إِلَى جَوْفِهِ بمص الملازم

روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں ایک شخص پر تشریف لائے جو فصد لے رہا تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑے تھے رمضان کے اٹھارہ دن گزر چکے تھے تو فرمایا فصد لینے والے اور فصد کرانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) شیخ امام السنۃ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن بعض علماء نے فصد کی اجازت دے دی وہ اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ دونوں قریب الافطار ہو گئے فصد کرانے والا تو ضعف کی وجہ سے اور فصد کرنے والا اس لیے کہ وہ اس سے امن میں نہیں کہ سینگی چوسنے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں کچھ پہنچ جائے۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ میں فصد لینے والوں کے روزے کے ٹوٹنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

جبکہ دوسری حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے روزے میں بارہا فصد کرائی ہے لیکن روزہ نہیں توڑا ۔اور نہ ہی اس کے ٹوٹنے کا حکم بیان فرمایا۔ تعارض واضح ہے۔

فصد سے روزہ ٹوٹنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

فصد سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے روزے میں بارہا فصد کرائی ہے لہذا یہ حدیث جس میں فصد سے روزہ ٹوٹنے کا ارشاد فرمایا یا تو منسوخ ہے یا اس کی تاویل لازم ہے۔ چنانچہ علماء نے اس کی بہت تاویلیں کی ہیں جن میں سے ایک تاویل وہ ہے جو خود مشکوۃ شریف میں بیان ہوئی فصد لینے والا پہلے نشتر سے عضو پر زخم لگاتا ہے، پھر سنگی کا چوڑا حصہ زخم پر رکھ کر اس کا باریک حصہ اپنے منہ میں لے کر زور سے چوستا ہے پھر اس سوراخ کو آٹے وغیرہ سے بند کر دیتا ہے جس سے عضو کا خون جمع ہوتا رہتا ہے خون نکل جانے کی وجہ سے فصد کرانے والا بہت کمزور ہو جاتا ہے بسا اوقات فوراً اسے کچھ کھانا پینا پڑتا ہے اور فصد لینے والے کے منہ بلکہ حلق میں بے اختیاری طور پر چوستے وقت کچھ خون پہنچ جاتا ہے لہذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دونوں قریب الافطار ہو گئے، فصد لینے والا تو اس لیے کہ شاید کچھ خون حلق میں اتر

گیا ہو اور فصد کرانے والا اس لیے کہ شاید وہ زیادتی کمزوری کی بنا پر کچھ کھانے پینے پر مجبور ہو جائے۔ سنگی کو ملازم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ زخم سے چپٹ جاتی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ وہ دونوں صاحب فصد کے وقت غیبتیں بھی کرر ہے تھے اس غیبت کی وجہ سے فرمایا کہ ان کا روزہ جا تارہا یعنی روزے کا ثواب جاتا رہا، بعض نے فرمایا کہ وہ دونوں ہی حضرات شام کے وقت افطار کے قریب فصد کا کام کرر ہے تھے تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یعنی یہ دونوں افطار کرنے والے ہی تھے تھوڑا اور ٹھہر جاتے۔ غرضکہ یہ حدیث واجب التاویل ہے اور فصد کرانے والی حدیثوں کے خلاف نہیں۔

وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيقًا قَالَ :كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَرَكَهُ فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ

روایت ہے امام بخاری سے تعلیقاً فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر روزہ کی حالت میں فصد لیتے تھے پھر چھوڑ دی پھر رات میں فصد لیتے تھے۔

فصد سے روزہ نہیں جاتا تو صحابی نے فصد کیوں ترک کیا؟ اس کا مطلب ظاہر ہے کہ آپ جوانی اور طاقت کے زمانہ میں روزہ میں فصد لے لیتے تھے کہ اس وقت آپ کو ضعف کا اندیشہ نہ تھا پھر بڑھاپے اور کمزوری میں یہ عمل چھوڑ دیا کیونکہ فصد لے کر روزہ پورا کرنا دشوار تھا۔

﴿254﴾ قے سے روزہ ٹوٹنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :ثَلَاثٌ لَا يُفْطِرْنَ (ص627:) الصَّائِمَ الْحِجَامَةُ وَالْقَيْءُ وَالِاحْتِلَامُ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :هٰذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زيد الرَّاوِي يضعف فِي الحَدِيث

روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں روزہ دار کا روزہ نہیں توڑتیں فصد، قے، احتلام (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور عبدالرحمن ابن زید راوی حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں۔

جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے،،

وَعَنْ مَعْدَانَ بْنِ طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَأَفْطَرَ. قَالَ :فَلَقِيتُ ثَوْبَانَ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَقُلْتُ :إِنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَأَفْطَرَ .قَالَ :صَدَقَ وَأَنَا صَبَبْتُ لَهُ وضوء ہ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيّ والدارمی

روایت ہے حضرت معدان ابن طلحہ سے کہ ابوالدرداء نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی تو روزہ افطار کر دیا فرماتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبان سے ملا میں نے کہا کہ حضرت ابوالدرداء نے مجھے خبر دی کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی تو روزہ افطار فرمادیا فرمایا انہوں نے سچ کہا اور میں نے آپ کے لیے وضو کا پانی انڈیلا۔ ابوداؤد، ترمذی، دارمی

پہلی حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا قے روزہ نہیں توڑتی۔ جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے قے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

قے سے روزہ ٹوٹنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تحقیق یہ ہے کہ، جس حدیث میں کہا کہ قے روزہ نہیں توڑتی اس قے سے مراد وہ قے ہے جو خود بخود ہو جائے اور جس حدیث میں قے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا گیا وہاں وہ قے مراد تھی جو خود کی جائے۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں عمدًا قے کی کسی ضرورت سے تو اسے روزے کا مفسد مانا جس کے بعد کھانا وغیرہ ملاحظہ فرمالیا۔

لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿255﴾ سفر میں روزہ رکھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :صَائِمُ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ كَالْمُفْطِرِ فِي الْحَضَرِ .رَوَاهُ ابْن مَاجه

روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن عوف سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر میں رمضان کے روزے رکھنے والا ایسا ہے جیسے گھر میں افطار کرنے والا۔ ابن ماجہ

مذکورہ روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر میں رمضان کے روزے رکھنے والا ایسا ہے جیسے گھر میں افطار کرنے والا (یعنی سفر میں روزہ رکھنے والا گناہ گار ہے)۔ جبکہ دوسری حدیث میں فرمایا روایت ہے حضرت سلمہ ابن محبق سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس سواری ہو جو اسے بحالت سیری منزل تک پہنچادے وہ رمضان کے روزے رکھے جہاں پائے۔ حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

سفر میں روزہ رکھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ اوپر مذکورہ حدیث میں اَلسَّفَر میں الف لام عہدی ہے اور اس سے وہ سفر مراد ہے جس میں روزہ ہلاکت یا سخت تکلیف کا باعث ہو یا وہ سفر جہاد مراد ہے جس میں روزہ دار بجائے جہاد کرنے کے دوسرے غازیوں پر بوجھ بن جائے لہذا یہ حدیث سفر میں روزہ رکھنے کی احادیث کے خلاف نہیں یعنی ایسا مسافر سفر میں روزہ رکھنے سے ایسا ہی گنہگار ہو گا جیسے غیر مسافر گھر میں رہ کر بلا عذر روزہ نہ رکھنے پر گنہگار ہوتا ہے۔

﴿256﴾ سفر میں روزہ رکھنا افضل یا نہ رکھنا افضل کی احادیث میں تعارض:

وَعَن حَمزَةَ بن عَمرو السّلمِيّ أَنَّهُ قَالَ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّى أَجِدُ بِى قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ؟ قَالَ :هِيَ رُخصَةٌ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمَنْ أَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُومَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت حمزہ ابن عمرو اسلمی سے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے اندر سفر میں روزہ کی طاقت رکھتا ہوں تو کیا مجھ پر گناہ ہے فرمایا وہ تو اللہ عزوجل کی طرف سے رخصت ہے جو اسے قبول کرے تو اچھا ہے اور جو روزہ رکھنا پسند کرے تو اس پر گناہ نہیں۔ مسلم

مذکورہ روایت ہے حضرت حمزہ ابن عمرو اسلمی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے اندر سفر میں روزہ کی طاقت رکھتا ہوں تو کیا مجھ پر گناہ ہے فرمایا وہ تو اللہ عزوجل کی طرف سے رخصت ہے جو اسے قبول کرے تو اچھا ہے اور جو روزہ رکھنا پسند کرے تو اس پر گناہ نہیں۔

یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ مسافر کو روزہ نہ رکھنا بہتر، رکھنا خلاف اولیٰ کیونکہ سرکار نے نہ رکھنے کو حسن فرمایا اور رکھنے کو لَاجُنَاحَ یعنی کوئی حرج نہیں۔ جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح فرمایا

روایت ہے حضرت سلمہ ابن محبق سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس سواری ہو جو اسے بحالت سیری منزل تک پہنچادے وہ رمضان کے روزے رکھے جہاں پائے۔ اس حدیث میں روزے کو افضل قرار دیا گیا۔ دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

سفر میں روزہ رکھنا افضل یا نہ رکھنا افضل کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ عرب کے سفر خصوصًا گرمی کے موسم کے عمومًا دشوار ہوتے تھے اور ان میں روزہ سخت تکلیف کا باعث، بعض لوگ اندازہ میں غلطی کرکے روزہ رکھ لیتے تھے اور پھر بڑی مشقت جھیلتے تھے اس لیے فرمایا گیا کہ ان حالات میں روزہ نہ رکھنا ہی بہتر لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزے کو افضل قرار دیا گیا ورنہ عام حالات میں بحالت سفر روزہ رکھ لینا ہی بہتر ہے۔

﴿257﴾ شعبان کے آخری روزے رکھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَنَّهُ سَأَلَهُ أَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانَ يَسْمَعُ فَقَالَ :يَا أَبَا فُلَانٍ أَمَا صُمْتَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ؟ قَالَ :لَا قَالَ :فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ۔

روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا یا کسی اور سے پوچھا اور عمران سن رہے تھے تو حضور نے فرمایا اے ابوفلاں کیا تم نے آخر ماہ شعبان کے روزے نہ رکھے

" وہ بولے نہیں فرمایا جب یہ روزے رکھ چکو تو دو دن روزے رکھ لینا۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابو فلاں کیا تم نے آخر ماہ شعبان کے روزے نہ رکھے وہ بولے نہیں فرمایا جب یہ روزے رکھ چکو تو دو دن روزے رکھ لینا۔ جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس روایت ہے،

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ماہ شعبان آدھا گزر جائے تو روزہ نہ رکھو۔ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

شعبان کے آخری روزے رکھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں صحابی کو شعبان کے آخر میں روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ صاحب ہر مہینہ کے آخر روزہ رکھنے کے عادی تھے یا اس کی منت مان چکے تھے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت سن کر انہوں نے شعبان کے آخر میں روزہ نہ رکھا تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، جس کا مطلب یہ ہے کہ یعنی ہماری ممانعت ان لوگوں کے لیے ہے جو صرف شعبان کے آخر میں روزے رکھیں، تم چونکہ ہر ماہ آخر میں دو روزوں کے عادی ہو یا نذر مان چکے ہو اس لیے تم بعد عید اس کے عوض دو روزے رکھ لینا، اس شرح سے حدیث بالکل واضح ہوگئی اور اس پر کوئی اعتراض نہ رہا۔

﴿258﴾ بقر عید کے عشرہ میں روزہ رکھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا قَالَتْ :مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِما فِي الْعَشْر قطّ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بقر عید کے عشرہ میں کبھی روزہ رکھتے نہ دیکھا۔

مذکورہ حدیث میں آپ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بقر عید کے عشرہ میں کبھی روزہ رکھتے نہ دیکھا۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے جو نسائی میں مذکور ہے کہ آپ نویں بقر عید کو روزہ رکھتے تھے۔ تعارض واضح ہے۔

بقر عید کے عشرہ میں روزہ رکھنے کی حادیث میں تعارض کی تطبیق:

مذکورہ بالا حدیث میں ام المؤمنین اپنے علم کی نفی کر رہی ہیں نہ کہ اصل روزے کی لہذا یہ حدیث نسائی کی اس روایت کے خلاف نہیں کہ آپ نویں بقر عید کو روزہ رکھتے تھے، نیز سرکار نے فرمایا کہ بقر عید کے پہلے عشرے کا ہر روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور اس میں ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ بعد رمضان بقر عید کے پہلے عشرے کی عزت ہے۔ خیال رہے کہ اگر نفی اور ثبوت کی احادیث میں تعارض ہو تو ثبوت والی احادیث کو ترجیح ہوتی ہے۔

﴿259﴾ ہمیشہ روزہ رکھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ :أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَيْفَ تَصُومُ فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَوْله .فَلَمَّا رأى عمر رَضِي الله عَنهُم غَضَبَهُ قَالَ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَغضب رَسُوله فَجعل عمر رَضِي الله عَنهُم يُرَدِّدُ هَذَا الْكَلَامَ حَتَّى سَكَنَ غَضَبُهُ فَقَالَ عمر يَا رَسُول الله كَيفَ بِمن يَصُومُ الدَّهْرَ كُلَّهُ قَالَ :لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ .أَوْ قَالَ :لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ .قَالَ كَيْفَ مَنْ يَصُومُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ :وَيُطِيقُ (ص635:) ذَلِكَ أَحَدٌ .قَالَ كَيْفَ مَنْ يَصُوم يَوْمًا وَيفْطر يَوْمًا قَالَ :ذَاكَ صَوْم دَاوُد عَلَيْهِ السَّلَام قَالَ كَيفَ مَنْ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ قَالَ :وَدِدْتُ أَنِّي طُوِّقْتُ ذَلِكَ .ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :ثَلَاث مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ فَهَذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا آپ روزے کیسے رکھتے ہیں تو اس کی بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے جب حضرت عمر نے آپ کی ناراضی دیکھی تو عرض کیا ہم اللہ کی ربوبیت اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفٰے کے نبی ہونے سے راضی ہیں ہم اللہ ورسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں حضرت عمر یہ بار بار کہتے رہے حتی کہ حضور کی ناراضی جاتی رہی پھر حضرت عمر نے عرض کیا یارسول اللہ جو ساری عمر روزے رکھے وہ کیسا فرمایا نہ اس نے روزے رکھے نہ افطار کیا یا فرمایا نہ روزہ رکھ سکا اور نہ افطار کرسکا عرض کیا جو دو دن روزے رکھے اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا کیا کوئی اس کی طاقت رکھتا ہے عرض کیا جو ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا یہ داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں عرض کیا جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا میری تمنا ہے کہ مجھے یہ طاقت ملتی پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر ماہ میں تین دن کے روزے اور رمضان سے رمضان تک کے روزے ساری عمر کے روزے ہیں عرفہ کے دن کا روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے کا کفارہ ہوجائے اور عاشورہ کے دن روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ پچھلے سال کا کفارہ بنادے۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں حضرت عمر نے عرض کیا یارسول اللہ جو ساری عمر روزے رکھے وہ کیسا فرمایا نہ اس نے روزے رکھے نہ افطار کیا یا فرمایا نہ روزہ رکھ سکا اور نہ افطار کرسکا۔ نیز بیہقی شریف میں ہے کہ جو ہمیشہ روزے رکھے اس پر دوزخ ایسی تنگ ہوجائے گی جیسے نوے کا عدد کہ کلمہ کی انگلی کا کنارہ انگوٹھے کی جڑ میں لگادیا جائے۔

جبکہ ان دونوں حدیثوں کے برعکس ایک اور حدیث میں ہے، کہ حضرت ابوطلحہ انصاری اور حمزہ ابن عمرو اسلمی حضور انور صلی اللہ

علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں ان پانچ دنوں کے سواء ہمیشہ روزے رکھتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مطلع ہونے پر منع نہ کیا۔ مذکورہ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

ہمیشہ روزہ رکھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جن احادیث میں ہمیشگی کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا یہ حکم ان کے متعلق ہے جو ہمیشہ کے روزوں پر قادر نہ ہو بہت مشقت اٹھا کر اور نفس کو ہلاکت میں ڈال کر روزے رکھے اور ان روزوں کی وجہ سے حق والوں کے حقوق ادا نہ کر سکے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرت ابوطلحہ انصاری اور حمزہ ابن عمرو اسلمی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں ان پانچ دنوں کے سواء ہمیشہ روزے رکھتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مطلع ہونے پر منع نہ کیا، صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ تنبیہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ہمیشہ روزے رکھنے کی وجہ سے ایسے عادی ہو جائیں کہ انہیں روزے میں تکلیف ہو۔ لہذا امام اعظم ابوحنیفہ کا چالیس سال مسلسل روزے رکھنا اس عتاب کی زد میں نہیں آتا۔ خلاصہ یہ کہ ہمیشگی کا روزہ عام لوگوں پر دشوار ہے اس سے بھی لوگوں کے سارے کاروبار بند ہو جائیں گے۔ اور حضور کے جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ ممانعت کی وجہ لوگوں کی کمزوری ہے اگر کسی میں ہمیشہ روزے رکھنے کی طاقت ہو جس سے اس کا کوئی کام بند نہ ہو تو اس کے لیے وہی افضل ہے۔

﴿260﴾ سال میں پانچ دن روزہ رکھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ: الْفطر وَالضُّحَى "

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو دن روزہ جائز نہیں عید و بقر عید۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو دن روزہ جائز نہیں عید و بقر عید۔

جبکہ دوسری روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید و قربانی (سال میں پانچ دن) کے دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ تعارض واضح ہے۔

سال میں پانچ دن روزہ رکھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ دو دن سے مراد دو قسم کے دن ہیں یعنی عید الفطر کا دن اور بقر عید سے مراد دسویں ذی الحجہ سے مع تین دن بعد والے۔

﴿261﴾ اعمال پیش ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال پیر و جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں لہذا میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزہ والا ہوں (تاکہ روزے کی برکت سے رحمت الٰہی کا دریا جوش مارے)۔ترمذی

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال پیر و جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں۔

جبکہ دوسری حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزانہ دوبار اعمال اٹھائے جاتے ہیں۔دونوں احادیث متعارض ہیں

اعمال پیش ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ اعمال کا اٹھانا یعنی آسمانوں پر پہنچانا اور ہے اور رب تعالٰی کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور، اعمال کا اٹھانا تو روزانہ چوبیس گھنٹے میں دوبار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال رات سے پہلے، اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں مگر پیشی ہفتہ میں دوبار لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزانہ دوبار اعمال اٹھانے کا ذکر ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ: خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی شعبان میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے۔غرضکہ فرشی سال اور ہے جس کی ابتداء محرم سے انتہاء بقرعید پر، عرشی سال کچھ اور۔

﴿262﴾ تیرھویں، چودھویں پندرھویں کو روزہ رکھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَقَلَّمَا كَانَ يفطر يَوْم الْجُمُعَةَ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ إِلَى ثَلَاثَةِ أَيَّام

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں پہلی تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے اور جمعہ کے دن بہت کم افطار کرتے تھے (ترمذی،نسائی) اور ابوداؤد نے تین ایام تک روایت کی۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں پہلی تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے،،روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر جب تم ہر مہینہ تین روزے رکھو تو تیرھویں، چودھویں پندرھویں کے رکھو (اور نبی کریم ﷺ بھی ان تاریخوں میں اکثر روزے رکھتے تھے)۔احادیث آپس میں متعارض ہیں۔

تیرھویں، چودھویں پندرھویں کو روزہ رکھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود کی یہ روایت اپنے علم کے لحاظ سے ہے ورنہ سرکار کا یہ عمل کبھی کبھی تھا اکثر،،کو روزہ رکھا کرتے تھے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض یعنی

تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھتے تھے۔

﴿263﴾ ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ عَنْ أُخْتِهِ الصَّمَّاءِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَا تَصُومُوا يَوْمَ السَّبْتِ إِلَّا فِيمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا لِحَاءَ عِنَبَةٍ أَوْ عُودَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضُغْهُ .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ والدارمی.

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے وہ اپنی بہن صماء سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہفتہ کے دن بجز اس کے جو تم پر فرض ہو اور روزہ نہ رکھو اگر تم میں سے کوئی انگور کی چھال یا درخت کی لکڑی کے سواء کچھ نہ پائے تو وہ ہی چبائے

(احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

مذکورہ روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہفتہ کے دن بجز اس کے جو تم پر فرض ہو اور روزہ نہ رکھو۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کا ثبوت موجود ہے جیسا کہ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن دنوں میں روزے زیادہ رکھتے تھے ان میں اکثر ہفتہ و اتوار کو رکھتے تھے۔

ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے لہذا مذکورہ بالا حدیث ہفتہ کے دن کے روزے کی احادیث کے خلاف نہ ہوگی کہ وہ بیان جواز کے لیے ہیں اور یہ حدیث بیان استحباب کے لیے۔ اگر ہفتہ کے ساتھ اور دن کا بھی روزہ رکھ لیا جائے تو نہ مشابہت رہے گی نہ ممانعت۔

مذکورہ حدیث میں فرمایا،، اگر تم میں سے کوئی انگور کی چھال یا درخت کی لکڑی کے سواء کچھ نہ پائے تو وہ ہی چبائے،،

یعنی ہفتہ کے دن اتفاقیہ فاقہ بھی نہ کرو اگر گھر میں کچھ کھانے پینے کو نہ ہو تو معمولی چیز نگل کر ہی فاقہ سے بچ جاؤ، یاد رہے کہ یہ فرمان مبالغہ کے لیے ہے۔

﴿264﴾ حضور نبی کریم کے روزوں کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ :أَرْبَعٌ لَمْ يَكُنْ يَدَعُهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :صِيَامُ عَاشُورَاءَ وَالْعَشْرِ وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَانِ قبل الفجر .رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

روایت ہے حضرت حفصہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چار کام نہ چھوڑتے تھے عاشورہ کا روزہ، بقرعید کے دس دن اور ہر مہینہ تین دن کے روزے اور فجر سے پہلے کی دو رکعتیں۔ نسائی

مذکورہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چار کام نہ چھوڑتے تھے عاشورہ کا روزہ، بقرعید کے دس دن اور ہر مہینہ تین دن کے روزے اور فجر سے پہلے کی دو رکعتیں۔

جبکہ دوسری حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو بقرعید کے عشرہ میں روزہ رکھتے نہ دیکھا، بقرعید کا عشرہ بہت ہی بہترین زمانہ ہے۔

حضور نبی کریم کے روزوں کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل مراد ہے نہ کہ ہمیشہ کا لہذا یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ کی اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں آپ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو بقرعید کے عشرہ میں روزہ رکھتے نہ دیکھا، بقرعید کا عشرہ بہت ہی بہترین زمانہ ہے۔

﴿265﴾ مرد و عورت کا جھوٹا پانی پینے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أُمِّ هَانِءٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ :لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَجَلَسَتْ عَلَى يَسَارِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمُّ هَانِءٍ عَنْ يَمِينِهِ فَجَاءَتِ الْوَلِيدَةُ بِإِنَاءٍ فِيهِ شَرَابٌ فَنَاوَلَتْهُ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ أُمَّ هَانِءٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَقَالَتْ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدْ أَفْطَرْتُ وَكُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ لَهَا :أَكُنْتِ تَقْضِينَ شَيْئًا؟ قَالَتْ :لَا .قَالَ :فَلَا يَضُرُّكِ إِنْ كَانَ تَطَوُّعًا .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَالتِّرْمِذِيِّ نَحْوُهُ وَفِيهِ فَقَالَتْ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمَا إِنِّي كُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ :الصَّائِمُ أَمِيرُ نَفْسِهِ إِنْ شَاءَ صَامَ وَإِنْ شَاءَ أَفْطَرَ۔

روایت ہے حضرت ام ہانی سے فرماتی ہیں کہ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو حضرت فاطمہ زہرا آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھ گئیں اور ام ہانی حضور کے دائیں طرف تھیں تو ایک لونڈی ایک برتن لائی جس میں شربت تھا حضور کو پیش کیا آپ نے اس سے پیا پھر ام ہانی کو دے دیا انہوں نے پیا پھر بولیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے روزہ توڑلیا میں تو روزہ دار تھی تو فرمایا کیا تم کوئی روزہ قضاء کررہی تھیں بولیں نہیں فرمایا اگر نفلی روزہ تھا تو تمہیں کچھ ضرر نہیں (ابوداؤد، ترمذی، دارمی) اور احمد و ترمذی کی روایت میں اسی کی مثل ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ بولیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں روزہ دار تھی تو فرمایا نفلی روزہ دار اپنے نفس کا خود مختار ہے اگر چاہے روزہ پورا کرے اگر چاہے افطار کرلے۔

روایت ہے حضرت ام ہانی سے فرماتی ہیں کہ ایک لونڈی ایک برتن لائی جس میں شربت تھا حضور کو پیش کیا آپ نے اس سے پیا پھر ام ہانی کو دے دیا انہوں نے پیا۔ جبکہ دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت مرد کا جوٹھا نہ پیئے نہ مرد

عوت کا۔ حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

مرد وعورت کا جھوٹا پانی پینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں جھوٹا پانی پینے کا ثبوت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عزیز قرابت دار مرد وعورت ایک دوسرے کا جوٹھا پانی پی سکتے ہیں۔ جن روایات میں ہے کہ عورت مرد کا جوٹھا نہ پیئے نہ مرد عوت کا وہاں اجنبی لوگ مراد ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

﴿266﴾ نفلی روزہ کی قضا کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أُمِّ هَانِیءٍ رَضِیَ اللَّهُ عَنهَا قَالَت :لَمَّا کَانَ یَوْمُ الْفَتحِ فَتحِ مَکَّةَ جَاءَ تْ فَاطِمَةُ فَجَلَسَتْ عَلَی یَسَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَأُمُّ هَانِیءٍ عَنْ یَمِینِهِ فَجَاءَ تِ الْوَلِیدَةُ بِإِنَاءٍ فِیهِ شَرَابٌ فَنَاوَلَتْهُ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ أُمَّ هَانِیءٍ فَشَرِبَت مِنْهُ فَقَالَتْ :یَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ أَفطَرتُ وَکُنتُ صَائِمَةً فَقَالَ لَهَا :أَکُنتِ تَقضِینَ شَیْئًا؟ قَالَتْ :لَا .قَالَ :فَلَا یَضُرُّكِ إِن کَانَ تَطَوُّعًا .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَفِی رِوَایَةٍ لِأَحمَدَ وَالتِّرمِذِیِّ نَحوُهُ وَفِیهِ فَقَالَت :یَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَا إِنِّی کُنتُ صَائِمَةً فَقَالَ :الصَّائِمِ أَمِیرُ نَفسِهِ إِنْ شَاءَ صَامَ وَإِن شَاءَ أَفطَر۔

روایت ہے حضرت ام ہانی سے فرماتی ہیں کہ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو حضرت فاطمہ زہرا آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھ گئیں اور ام ہانی حضور کے دائیں طرف تھیں تو ایک لونڈی ایک برتن لائی جس میں شربت تھا حضور کو پیش کیا آپ نے اس سے پیا پھر ام ہانی کو دے دیا انہوں نے پیا پھر بولیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے روزہ توڑ لیا میں تو روزہ دار تھی تو فرمایا کیا تم کوئی روزہ قضاء کررہی تھیں بولیں نہیں فرمایا اگر نفلی روزہ تھا تو تمہیں کچھ ضرر نہیں (ابوداؤد، ترمذی، دارمی) اور احمد وترمذی کی روایت میں اسی کی مثل ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ بولیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں روزہ دار تھی تو فرمایا نفلی روزہ دار اپنے نفس کا خود مختار ہے اگر چاہے روزہ پورا کرے اگر چاہے افطار کرلے۔

مذکورہ حدیث میں ہے ایک لونڈی ایک برتن لائی جس میں شربت تھا حضور کو پیش کیا آپ نے اس سے پیا پھر ام ہانی کو دے دیا انہوں نے پیا پھر بولیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے روزہ توڑ لیا میں تو روزہ دار تھی تو فرمایا کیا تم کوئی روزہ قضاء کررہی تھیں بولیں نہیں فرمایا اگر نفلی روزہ تھا تو تمہیں کچھ ضرر نہیں۔

جبکہ دوسری حدیث میں روایت ہے حضرت زہری سے وہ عروہ سے وہ عائشہ صدیقہ سے فرماتی ہیں کہ میں اور حفصہ دونوں

روزہ دار تھیں اور ہمارے سامنے وہ کھانا آیا جس کی ہمیں رغبت تھی ہم نے اس میں سے کھالیا حضرت حفصہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں روزہ دار تھیں ہمارے سامنے مرغوب کھانا آیا تو ہم نے اس سے کھالیا سرکار مدینہ نے فرمایا اس کی جگہ ایک دن کی قضا کرو۔ایک حدیث میں فرمایا قضا کرو دوسری میں فرمایا کوئی ضرر نہیں تعارض واضح ہے۔

نفلی روزہ کی قضا کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں قضا کا حکم ہے اس کی رو سے نفلی روزہ توڑ دینے سے قضا واجب ہے اور جس میں فرمایا کوئی ضرر نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کوئی گناہ نہیں یعنی یہاں گناہ کی نفی ہے نہ کہ قضاء کی، لہذا تعارض نہ رہا۔

(٦) كتاب القرآن

﴿267﴾ اعظم سورت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَعَكَ أعظم؟ .قَالَ :قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ :يَا أَبَا الْمُنْذِرِ أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَعَكَ أعظم؟ .قَالَ :قُلْتُ (ص:655) (اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ القيوم(قَالَ فَضرب فِي صَدْرِي وَقَالَ :وَالله لِيَهنك الْعلم أَبَا الْمُنْذر .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوالمنذر کیا جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی کون سی اعظم یعنی شاندار آیت ہے میں نے عرض کیا اللہ، رسول ہی جانیں فرمایا اے ابوالمنذر کیا جانتے ہو تمہارے پاس کتاب اللہ کی کون سی اعظم یعنی شاندار آیت ہے میں نے عرض کیا "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم "تو حضور نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا تمہیں علم مبارک ہو اے ابوالمنذر۔ مسلم

مذکورہ روایت میں فرمایا اے ابوالمنذر کیا جانتے ہو تمہارے پاس کتاب اللہ کی کون سی اعظم یعنی شاندار آیت ہے میں نے عرض کیا "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم "تو حضور نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا تمہیں علم مبارک ہو اے ابوالمنذر۔ جب کہ اس کے برعکس حضور نبی کریم نے ایک حدیث میں سورہ فاتحہ ایک میں قل ھو اللہ احد کسی میں ایک آیت کو اعظم فرمایا اور دوسری حدیث میں دوسری آیت کو۔دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

اعظم سورت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ اعظم سے مراد اخروی ثواب اور دنیاوی فوائد میں زیادہ ہے، یہ زیادتی اضافی ہے حقیقی نہیں، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی حدیث میں کسی آیت کو اعظم فرمایا اور دوسری حدیث میں دوسری آیت کو۔

﴿268﴾ شیطان کو دیکھنے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :وَكَّلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو من الطَّعَام فَأَخذته وَقلت وَالله لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا أَبَا هُرَيْرَة مَا فعل أسيرك البارحة .قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ قَالَ :أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ . فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَنَّهُ سيعود .فَرَصَدْتُهُ فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ :لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُودُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ قَالَ :أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبكَ وَسَيَعُودُ .فرصدته الثَّالِثَة فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُول الله وَهَذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ إِنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُودُ ثُمَّ تَعُودُ قَالَ دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ ينفعك الله بهَا قلت مَا هُوَ قَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ (اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ(حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ من الله حَافظ وَلَا يقربنك شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟ قُلْتُ :زَعَمَ أَنَّهُ (ص656:) يُعَلِّمُنِي كَلِمَات يَنْفَعنِي الله بهَا فخليت سبيلهقال النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :أما إِنَّه قد صدقك وَهُوَ كذوب تعلم من تخاطب مُنْذُ ثَلَاث لَيَال . يَا أَبَا هُرَيْرَة قَالَ لَا قَالَ :ذَاكَ شَيْطَان .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے فطرہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا تو ایک شخص آیا غلے سے لپ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلوں گا وہ بولا میں محتاج ہوں میرے بال بچے ہیں اور مجھے سخت حاجت ہے فرماتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ آج رات تمہارے قیدی کا کیا بنا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے سخت حاجت اور بال بچوں کا عذر کیا اس پر میں نے رحم کیا تو اس کو رہا کردیا فرمایا وہ تم سے جھوٹ بول گیا اور وہ پھر لوٹے گا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے یقین ہو گیا کہ وہ لوٹ کر آئے گا میں اس کی تاک میں رہا وہ پھر آیا اور غلے کے لپ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا اب کے تو تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرور لے چلوں گا وہ بولا مجھے

چھوڑ دیجئے میں محتاج ہوں اور مجھ پر بال بچوں کا بہت بوجھ ہے میں اب نہ آؤں گا، مجھے رحم آ گیا اسے رہا کر دیا جب صبح ہوئی تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ تمہارے قیدی کا کیا بنا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے سخت محتاجی اور بال بچوں کا عذر کیا مجھے اس پر رحم آ گیا اسے رہا کر دیا فرمایا وہ تم سے جھوٹ بول گیا اور وہ پھر آئے گا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے سے وہ پھر آئے گا یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا میں گھات میں رہا وہ آیا غلے سے لپیں بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا تو کہا کہ اب تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرور لے چلوں گا یہ آخری تیسری بار ہے کہ تو کہہ جاتا ہے کہ نہ آئے گا پھر آ جاتا ہے وہ بولا مجھے چھوڑ دیجئے میں آپ کو چند ایسے کلمات سکھائے دیتا ہوں کہ اللہ ان کی برکت سے آپ کو نفع دے گا جب آپ بستر میں جائیں تو آیۃ الکرسی اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم آخری آیت تک پڑھ لیں تو اللہ کی طرف سے حافظ رہے گا اور صبح تک شیطان آپ کے قریب نہ بھٹکے گا میں نے اسے چھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بنا تمہارے قیدی کا میں نے عرض کیا اس نے کہا کہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ مجھے نفع دے گا، حضور نے فرمایا وہ ہے تو جھوٹا مگر تم سے سچ بول گیا کیا جانتے ہو کہ تم تین دن سے کس سے گفتگو کر رہے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا یہ شیطان ہے۔ بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے فطرہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا تو ایک شخص آیا غلے سے لپ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلوں گا وہ بولا میں محتاج ہوں میرے بال بچے ہیں اور مجھے سخت حاجت ہے فرماتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ آج رات تمہارے قیدی کا کیا بنا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے سخت حاجت اور بال بچوں کا عذر کیا اس پر میں نے رحم کیا تو اس کو رہا کر دیا، حضور نے فرمایا وہ جھوٹا ہے کیا جانتے ہو کہ تم کس سے گفتگو کر رہے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا یہ شیطان ہے۔

جبکہ اس کے برعکس قرآن کریم شیطان کے متعلق فرماتا ہے" اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ " شیطان اور اس کی اولاد تمہیں دیکھتی ہے لیکن تم انہیں نہیں دیکھتے،، آیت میں شیطان کی رویت یعنی اسے دیکھنے کی نفی کی گئی ہے جبکہ مذکورہ حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے شیطان کو دیکھا بھی اور اس کو پکڑا بھی۔ تعارض واضح ہے۔

شیطان کو دیکھنے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کے دو جواب ہیں (۱) پہلا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں شیطان کے متعلق آیت کا منشا یہ ہے کہ تم ان شیاطین و جنات کو ان کی اصل شکل میں نہیں دیکھ سکتے لیکن جب وہ شکل انسانی میں ہوں، تو انہیں دیکھا جا سکتا ہے۔

(۲) اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت میں عام انسانوں کا ذکر ہے کہ عام انسان انہیں نہیں دیکھ سکتے اور یہاں حدیث

میں اللہ کے خاص بندوں کا تذکرہ ہے کہ اللہ کے مقربین انہیں دیکھتے ہیں۔لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں۔

،،آیۃ الکرسی پڑھنے سے شیطان قریب نہیں آتا اس پر ایک اعتراض کا جواب:

،،بولا آپ آیۃ الکرسی اللّٰه لا اله الا هو الحی القیوم آخری آیت تک پڑھ لیں تو اللہ کی طرف سے حافظ رہے گا اور صبح تک شیطان آپ کے قریب نہ بھٹکے گا،، یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ہم آیۃ الکرسی پڑھ کر سوتے ہیں پھر بھی احتلام ہوجاتا ہے اور احتلام شیطان سے ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں شیطان کے قریب نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ دینی یا دنیاوی نقصان پہنچانے کے لیے شیطان ابلیس آپ کے قریب نہ آسکے گا، مطلقاً قریب آنے کی نفی نہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں رہا کہ بار ہا دیکھا گیا ہے کہ ہم آیۃ الکرسی پڑھ کر سوتے ہیں پھر بھی احتلام ہوجاتا ہے۔ اور یہ احتلام نہ دینی نقصان ہے نہ دنیاوی ہاں آیۃ الکرسی کی برکت سے شیطان نماز قضا نہ کرا سکے گا کہ یہ دینی نقصان ہے یوں ہی اس کی برکت سے اولاً تو گھر میں چور سانپ وغیرہ آئیں گے نہیں اگر اتفاقاً آگئے تو شیطان اسے اس موقعہ پر غافل نہ کرسکے گا کہ اس میں دنیاوی نقصان ہے، ان شاء اللہ آنکھ کھل جائے گی اور یہ شخص ان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

﴿269﴾ شیطان کو پکڑنے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :وَكَّلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو من الطَّعَام فَأَخذته وَقلت وَالله لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا أَبَا هُرَيْرَة مَا فعل أسيرك البارحة .قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ قَالَ :أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ . فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَنَّهُ سيعود .فَرَصَدْتُهُ فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ :لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُودُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ قَالَ :أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبكَ وَسَيَعُودُ .فرصدته الثَّالِثَة فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ الله وَهَذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ إِنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُودُ ثُمَّ تَعُودُ قَالَ دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ ينفعك الله بهَا قلت مَا هُوَ قَالَ إِذا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ (اللَّهُ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ(حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ من الله حافظ وَلَا يقربنك شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟ قُلْتُ :زَعَمَ أَنَّهُ (ص656:) يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي الله بهَا فخليت سبيلهقال النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم :أما إِنَّه قد صدقك وَهُوَ كذوب تعلم من تخاطب مُنْذُ ثَلَاث لَيَال . يَا أَبَا هُرَيْرَة قَالَ لَا قَالَ :ذَاكَ شَيْطَان .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے فطرہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا تو ایک شخص آیا غلے سے لپ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلوں گا وہ بولا میں محتاج ہوں میرے بال بچے ہیں اور مجھے سخت حاجت ہے فرماتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ آج رات تمہارے قیدی کا کیا بنا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے سخت حاجت اور بال بچوں کا عذر کیا اس پر میں نے رحم کیا تو اس کو رہا کر دیا فرمایا وہ تم سے جھوٹ بول گیا اور وہ پھر لوٹے گا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے یقین ہو گیا کہ وہ لوٹ کر آئے گا میں اس کی تاک میں رہا وہ پھر آیا اور غلے کے لپ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا اب کے تو تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرور لے چلوں گا وہ بولا مجھے چھوڑ دیجئے میں محتاج ہوں اور مجھ پر بال بچوں کا بہت بوجھ ہے میں اب نہ آؤں گا، مجھے رحم آ گیا اسے رہا کر دیا جب صبح ہوئی تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ تمہارے قیدی کا کیا بنا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے سخت محتاجی اور بال بچوں کا عذر کیا مجھے اس پر رحم آ گیا اسے رہا کر دیا فرمایا وہ تم سے جھوٹ بول گیا اور وہ پھر آئے گا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے سے وہ پھر آئے گا یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا میں گھات میں رہا وہ آیا غلے سے لپیں بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا تو کہا کہ اب تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرور لے چلوں گا یہ آخری تیسری بار ہے کہ تو کہہ جاتا ہے کہ نہ آئے گا پھر آ جاتا ہے وہ بولا مجھے چھوڑ دیجئے میں آپ کو چند ایسے کلمات سکھائے دیتا ہوں کہ اللہ ان کی برکت سے آپ کو نفع دے گا جب آپ بستر میں جائیں تو آیۃ الکرسی اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم آخری آیت تک پڑھ لیں تو اللہ کی طرف سے حافظ رہے گا اور صبح تک شیطان آپ کے قریب نہ بھٹکے گا میں نے اسے چھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بنا تمہارے قیدی کا میں نے عرض کیا اس نے کہا کہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ مجھے نفع دے گا، حضور نے فرمایا وہ ہے تو جھوٹا مگر تم سے سچ بول گیا کیا جانتے ہو کہ تم تین دن سے کس سے گفتگو کر رہے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا یہ شیطان ہے۔ بخاری

مذکورہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ نے شیطان کو پکڑ لیا،، جبکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ابلیس کو آگ سے

پیدا کیا ہے۔شیطان ہوا یا آگ کے شعلہ کی طرح ہے جسے پکڑا نہیں جا سکتا، تو پھر وہ حضرت ابو ہریرہ کی گرفت میں شیطان کیونکر آ گیا، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

شیطان کو پکڑنے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ اولیاء اللہ خصوصاً صحابہ کرام شیطان کو دیکھ سکتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کی برکت سے ان کی آنکھوں سے غیبی حجاب اٹھ جاتے ہیں، ان حضرات نے تو بارہا فرشتوں کو دیکھا جن کی کیا حقیقت ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ شیطان ان کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتا، وہ لوگ نورانی ہیں، نور کی طاقت نار سے زیادہ ہے، جن کا ہاتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہو اس کی گرفت سے کون چھوٹے۔

﴿270﴾ سورتوں کے فضائل کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَلَمْ تَرَ آيَاتٍ أُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ (قل أعوذ بِرَبّ الفلق (و (قل أعوذ بِرَبّ النَّاس (رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دیکھتے نہیں کہ آج رات وہ آیتیں اتری ہیں جس کی مثل دیکھی نہ گئیں "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" مسلم

مذکورہ روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دیکھتے نہیں کہ آج رات وہ آیتیں اتری ہیں جس کی مثل دیکھی نہ گئیں "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس"

جبکہ دوسری حدیث میں ہے،، روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس سے عاجز ہو کہ ہر رات تہائی قرآن پڑھ لیا کرو (یعنی روزانہ دس پاروں کی تلاوت مشکل ہے) لوگ بولے کیسے تہائی قرآن پڑھا جا سکتا ہے فرمایا "قل ھواللہ احد" تہائی قرآن کے برابر ہے (مسلم)

سورتوں کے فضائل کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ تعوذ اور پناہ لینے کے متعلق جتنی آیتیں ہیں ان سب میں یہ دو سورتیں افضل ہیں نہ کہ قرآن کی دوسری سورتوں سے، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ قل ھو اللہ احد تو ان سورتوں میں بھی افضل ہے۔

﴿271﴾ قرآن کے سبب گمراہ ہونے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنِ الْحَارِثِ الْأَعْوَرِ قَالَ :مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ يَخُوضُونَ فِي الْأَحَادِيثِ فَدَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ :أَوَقَدْ فَعَلُوهَا؟ قلت نعم قَالَ :أما إِنِّي قَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُول :أَلا إِنَّهَا سَتَكُونُ فتْنَة .فَقلت مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُولَ

اللّٰهِ قَالَ :کتاب الله فِيهِ نبأ مَا كَانَ قبلكُمْ وَخبر مَا بعدكم وَحكم مَا بَيْنكُم وَهُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدَى فِي غَيْرِهِ أَضَلَّهُ اللّٰهُ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِينُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ هُوَ الَّذِي لَا تَزِيغُ بِهِ الْأَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْأَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ عَلَى كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا يَنْقَضِي عَجَائِبُهُ هُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتَّى قَالُوا (إِنَّا سَمِعْنَا قُرآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ(مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا إِلَيْهِ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ :هَذَا حَدِيثٌ إِسْنَادُهُ مَجْهُولٌ وَفِي الْحَارِث مقَال (ص660:)

روایت ہے حضرت حارث سے فرماتے ہیں میں مسجد میں گزرا تو لوگ بات چیت میں مشغول تھے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا میں نے آپ کو اس کی خبر دی تو فرمایا کیا لوگ یہ حرکت کرنے لگے میں بولا ہاں فرمایا آگاہ رہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عنقریب فتنے ہوں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان سے رہائی کی سبیل کیا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب جس میں تمہارے اگلوں کی خبریں اور پچھلوں کی خبریں اور تمہارے آپس کے فیصلے ہیں قرآن فیصلہ کن ہے وہ غیر درست نہیں ہے جو ظالم اسے چھوڑ دے گا اللہ اس کے ٹکڑے اڑا دے گا اور جو اس کے غیر میں ہدایت ڈھونڈے گا اللہ اسے گمراہ کر دے گا وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اور وہ حکمت والا ذکر ہے وہ سیدھا راستہ ہے قرآن وہ ہے جس کی برکت سے خیالات بگڑتے نہیں اور جس سے دوسری زبانیں مشتبہ نہیں ہوتیں جس سے علماء سیر نہیں ہوتے جو زیادہ دہرانے سے پرانا نہیں پڑتا جس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے قرآن ہی وہ ہے کہ جب اسے جنات نے سنا تو یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو صلاحیت کی رہبری کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے جو قرآن کا قائل ہو وہ سچا ہے جس نے اس پر عمل کیا ثواب پائے گا اور جو اس پر فیصلہ کرے گا منصف ہوگا اور جو اس کی طرف بلائے گا وہ سیدھی راہ کی طرف بلائے گا ترمذی، دارمی اور ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی اسناد مجہول ہے اور حارث میں کچھ گفتگو ہوئی ہے۔

مزکورہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن سیدھا راستہ ہے قرآن وہ ہے جس کی برکت سے خیالات بگڑتے نہیں۔ جبکہ آیت کریمہ میں ہے "يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا"،، بہت سے اس قرآن کے سبب گمراہ ہو جاتے ہیں اور کئی اس کے سبب ہدایت پا جاتے ہیں،، آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

قرآن کے سبب گمراہ ہونے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

حدیث میں ارشاد نبوی کا مطلب یہ ہے کہ جو قرآن کریم سے صحیح طور پر استدلال کرے گا وہ اپنے خیالات کو بگڑنے سے محفوظ رکھے گا، اگر کوئی اس سے غلط استدلال کرے اور گمراہ ہو جائے تو قرآن کریم کا قصور نہیں بلکہ اس کے استدلال کا قصور

ہے قرآن کریم کو حدیث وفقہ کی روشنی میں سمجھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے لہذا یہ حدیث مذکورہ آیت کے خلاف نہیں۔

﴿272﴾ پچاس ہزار برس پہلے تقدیر لکھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ كتابا قبل أَن يخلق السَّمَوَات وَالْأَرْضَ بِأَلْفَيْ عَامٍ أَنْزَلَ مِنْهُ آيَتَيْنِ خَتَمَ بِهِمَا سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَلَا تُقْرَآنِ فِي دَارٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَيَقْرَبُهَا الشَّيْطَانُ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ :هَذَا حَدِيثٌ غَرِيب

روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی جس میں سے دو آیتیں وہ اتاریں جن پر سورہ بقرہ ختم فرمائی یہ ناممکن ہے کہ کسی گھر میں یہ آیتیں برابر تین شب پڑھی جائیں پھر شیطان اس کے پاس بھی پھٹکے ترمذی، دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی۔ جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مخلوق کی تقدیریں آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے لکھی گئیں۔

پچاس ہزار برس پہلے تقدیر لکھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ مخلوق کی تقدیریں آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے لکھی گئیں، مگر یہ تحریر دو ہزار برس پہلے ہوئی لہذا یہ حدیث پچاس ہزار برس کی روایت کے خلاف نہیں کہ وہاں لوح محفوظ میں تقدیروں کی تحریر مراد ہے، اور یہاں قرآن کریم کی تحریر مراد اور ہوسکتا ہے کہ یہاں دو ہزار برس سے تحریر مراد نہ ہو بلکہ مطلق زیادتی بیان کرنا مقصود ہو۔

﴿273﴾ سورہ کہف کی تاثیر کے بارے احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ لَكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سورہ کہف شروع سے تین آیتیں پڑھا کرے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مذکورہ روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سورہ کہف شروع سے تین آیتیں پڑھا کرے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شروع سورہ کہف کی دس آیتوں پر (روزانہ یا ہر جمعہ کو) پابندی

کرے وہ دجال سے بچ جائے گا۔ دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

سورہ کہف کی تاثیر کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً تو پوری سورہ کہف میں یہ تاثیر رکھی تھی پھر اس کی دس اگلی آیتوں میں یہ تاثیر بخش دی پھر اس کی تین آیتوں میں یہ ہی تاثیر رکھ دی گئی رب تعالیٰ کی عطائیں مختلف رہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں۔ جن میں پوری سورہ کہف یا اس کی دس آیتوں کی یہ تاثیر مذکور ہے۔

﴿274﴾ فرشتوں کی دعا کے بارے آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ قَرَأَ (حم(الدُّخَانِ فِي لَيْلَةٍ أَصْبَحَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :هَذَا حَدِيث غَرِيب وَعمر بن أبي خَثْعَمٍ الرَّاوِي يُضَعَّفُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي الْبُخَارِيَّ هُوَ مُنكر الحَدِيث

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رات میں سورہ حٰم الدخان پڑھے وہ اس طرح سویرا کرے گا کہ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کریں گے ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور عمر ابن خثعم راوی ضعیف مانے گئے ہیں امام محمد بخاری نے فرمایا وہ منکر الحدیث ہے۔

یعنی اس کی تلاوت کے وقت سے صبح تک اتنے فرشتے اس کے لیے دعائیں مغفرت کرتے رہیں گے۔

مذکورہ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رات میں سورہ حٰم الدخان پڑھے وہ اس طرح سویرا کرے گا کہ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کریں گے۔

جبکہ اس کے برعکس رب تعالیٰ فرماتا ہے": اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا" اس آیت سے تو ثابت ہوا کہ حاملین عرش اور دوسرے فرشتے ہمیشہ ہی مؤمنوں کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ جبکہ حدیث میں ہے کہ سورہ دخان پڑھنے سے صبح کے وقت فرشتے دعائیں کرتے ہیں۔

فرشتوں کی دعا کے بارے آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ حدیث کی دعا سے خصوصی دعا مراد ہے کیونکہ حاملین عرش اور دوسرے فرشتے ہمیشہ ہی مؤمنوں کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث اس قرآنی آیت کے خلاف نہیں۔

﴿275﴾ اعظم سورۃ کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَيْفَعَ بْنِ عَبْدِ الْكَلَاعِيِّ قَالَ :قَالَ رَجُلٌ :يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ سُورَةِ الْقُرْآنِ أَعْظَمُ؟ قَالَ :(قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ(قَالَ :فَأَيُّ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ أَعْظَمُ؟ قَالَ :آيَةُ الْكُرْسِيِّ (اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ(قَالَ :فَأَيُّ آيَةٍ يَا نَبِيَّ اللَّهِ تُحِبُّ أَنْ تُصِيبَكَ وَأُمَّتَكَ؟ قَالَ :خَاتِمَةُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فَإِنَّهَا مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ تَحْتِ عَرْشِهِ أَعْطَاهَا هَذِهِ الْأُمَّةَ لَمْ تَتْرُكْ خيرا من يخر الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ .رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

روایت ہے حضرت ایفع ابن عبدالکلاعی سے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی کون سی سورۃ بہت بڑی ہے فرمایا "قل هو الله احد" عرض کیا پھر قرآن کریم کی کون سی آیت بہت بڑی ہے فرمایا آیۃ الکرسی، یعنی "اللّٰه لا اله الا هو الحی القیوم" عرض کیا یا نبی اللہ کس آیت کے متعلق آپ چاہتے ہیں کہ اس کی برکت آپ کو اور آپ کی امت کو پہنچے فرمایا سورہ بقر کی آخری آیات کہ وہ اللہ تعالٰی کی رحمت کے عرشی خزانے ہیں جو اللہ نے اس امت کو بخشے ان آیتوں نے دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی ایسی نہ چھوڑی جو اپنے میں لے نہ لی ہو۔ دارمی

مذکورہ روایت میں ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی کون سی سورۃ اعظم یعنی بہت بڑی ہے فرمایا "قل هو الله احد" جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ بڑی اعظم سورۃ ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

اعظم سورۃ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ سورت اخلاص میں رب تعالٰی کی توحید کا نہایت جامع اور مکمل بیان ہے اور کلام کی عظمت اس کے مضمون کی عظمت سے ہوتی ہے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ارشاد ہوا کہ سورہ فاتحہ بڑی اعظم سورۃ ہے کہ وہاں اعظمیت اور لحاظ سے ہے کہ وہ بہت سے مضامین کی جامع ہے اور یہاں اعظمیت دوسری حیثیت سے غالبًا یہاں سوال بھی اسی اعظمیت کا تھا لہذا جواب سوال کے مطابق ہے۔

مذکورہ حدیث میں،، فرمایا سورہ بقر کی آخری آیات کہ وہ اللہ تعالٰی کی رحمت کے عرشی خزانے ہیں جو اللہ نے اس امت کو بخشے ان آیتوں نے دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی ایسی نہ چھوڑی جو اپنے میں لے نہ لی ہو،،۔

کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالٰی کی توحید ملکیت عامہ غفاری، ستاری وغیرہ صفات کا بھی اعلیٰ بیان ہے اور جامع دعائیں بھی ہیں اور رب تعالٰی کو بندے کا مانگنا بہت محبوب ہے یہ آیت عمومًا اور تہجد کی نماز میں خصوصًا پڑھنا چاہیے اس کے بڑے فائدے دیکھے گئے ہیں۔

(۷)باب المتفرقات

﴿276﴾ بدعا کی حدیث اورآیت میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ وَلَا تدعُوا على أَوْلَادِكُم لَا تُوَافِقُوا مِنَ اللَّهِ سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهَا عَطَاءً فَيَسْتَجِيبَ لَكُمْ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذَكَرَ حَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ :اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ .فِي كِتَابِ الزَّكَاة

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ اپنی جانوں پر بدعا کرو اور نہ اپنی اولاد پر اور نہ اپنے مالوں پر ایسا نہ ہو کہ اتفاقاً وہ ایسی گھڑی ہو جس میں اللہ سے جو مانگا جائے وہ ملے اور تمہاری یہ ہی دعا قبول ہو جائے (مسلم) اور حضرت ابن عباس کی یہ حدیث کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کتاب الزکاۃ میں ذکر کی جا چکی۔

مذکورہ حدیث میں روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ اپنی جانوں پر بددعا کرو اور نہ اپنی اولاد پر اور نہ اپنے مالوں پر۔ جبکہ آیت لعان میں اس کے برعکس کچھ یوں ہے کہ اللہ تعالی نے زوجین میں سے ہر ایک کو خود پر لعنت یعنی بددعا کرنے کا حکم فرمایا۔ آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

بددعا کی حدیث اور آیت میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ لعان میں اور ایسے ہی مباہلہ میں اپنے کو بددعا دینا اظہار حق کے لیے ہوتا ہے وہ محض بددعا نہیں ہوتی وہاں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر میں حق پر نہ ہوں تو ہلاک ہو جاؤں، لہذا یہ حدیث آیت لعان اور آیت مباہلہ کے خلاف نہیں، وہ آیات اپنی جگہ حق ہیں۔

﴿277﴾ دعا عبادت کا مغز ہے کی احادیث میں تعارض:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :(ص693:) الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَأَ :(وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكم(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجه

روایت ہے حضرت نعمان بن بشیر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے پھر یہ آیت تلاوت کی کہ تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ احمد، ترمذی، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ .رَوَاهُ التِّرْمِذِیّ

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ترمذی

پہلی حدیث میں فرمایا کہ دعا عبادت ہے،،جبکہ دوسری میں فرمایا،،کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔تعارض واضح ہے۔

دعا عبادت کا مغز ہے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں کہا گیا کہ دعا عبادت کا مغز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا عبادت کا رکن اعلیٰ ہے جیسے مغز کے بغیر ہڈی کی،گودے کے بغیر چھلکے کی کوئی قدر نہیں ایسے ہی دعا سے خالی عبادت کی کوئی قدر نہیں۔لہذا دعا کا عبادت ہونا یا عبادت کا مغز یعنی رکن اعلی ہونا اس میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿278﴾ دعا کرنے اور نہ کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ يغضبْ عَلَيْهِ . رَوَاهُ التِّرْمِذِیّ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالٰی سے نہ مانگے تو اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔ترمذی

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالٰی سے نہ مانگے تو اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے،،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے اللہ کے ذکر یا درود شریف کی کثرت دعا سے روک دے تو اسے دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ ملے گا۔حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

دعا کرنے اور نہ کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ارشاد نبوی کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص غرور و تکبر اور اپنے کو رب تعالٰی سے بے نیاز سمجھ کر دعا نہ مانگے وہ غضب و لعنت کا مستحق ہے،ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت دعا نہ مانگی کیونکہ وہ سمجھے کہ یہ میرا امتحان کا وقت ہے شاید دعا کرنا بے صبری میں شمار ہو۔یہ حدیث دوسری حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿279﴾ سر سے اوپر ہاتھ اٹھانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتَّى يُرى بياضُ إبطَيْهِ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں ہاتھ اتنے اٹھاتے تھے کہ آپ کی بغل شریف کی سفیدی دیکھی جاتی۔

مذکورہ روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں ہاتھ اتنے اٹھاتے تھے کہ آپ کی بغل شریف کی سفیدی دیکھی جاتی

۔جبکہ دوسری حدیث میں ہے روایت ہے ابن عمر سے وہ فرماتے تھے کہ تمہارا زیادہ ہاتھ اٹھانا بدعت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ نہ اٹھائے یعنی سینہ تک۔احمد، دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

سر سے اوپر ہاتھ اٹھانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ اس قدر اونچے ہاتھ اٹھانا خاص موقعوں پر ہوتا تھا یا تو نماز استسقاء میں ہوتا تھا یا کبھی کبھی بیان جواز کے لیے اور موقعوں پر بھی ورنہ عام دعاؤں میں سینے یا کندھے تک ہاتھ اٹھاتے تھے، لہذا یہ حدیث کندھوں یا سینہ تک ہاتھ اٹھانے کے خلاف نہیں۔جیسا کہ روایت میں ہے،،

وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ :الْمَسْأَلَةُ أَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حَذْوَ مَنْكِبَيْكَ أَوْ نَحْوِهِمَا وَالِاسْتِغْفَارُ أَنْ تُشِيرَ بِأُصْبُعٍ وَاحِدَةٍ وَالِابْتِهَالُ أَنْ تَمُدَّ يَدَيْكَ جَمِيعًا (ص697:)

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ :والابتهالُ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَجَعَلَ ظُهُورَهُمَا مِمَّا يَلِي وَجْهَهُ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُ

روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس سے راوی ہے کہ آپ نے فرمایا طریقہ دعا یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کندھوں کے مقابل یا اُن تک اٹھاؤ اور طریقہ استغفار یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرو اور عاجزی زاری طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ خوب پھیلا دو اور ایک روایت میں فرمایا کہ زاری یوں ہے اور اپنے ہاتھ اٹھائے ہاتھوں کی پیٹھ چہرہ انور کے سامنے کی۔

یعنی عام دعاؤں میں ہاتھ سینے تک اٹھانا سنت ہے کہ عادۃً بھکاری مانگتے وقت داتا کے سامنے یہاں تک ہی ہاتھ اٹھاتے اور پھیلاتے ہیں۔استغفار پڑھتے وقت اپنی کلمہ کی انگلی اپنے نفس کی طرف کرکے عرض کرے کہ یا اللہ یہ نفس امارہ مجرم ہے اور یہ بندہ گنہگار حاضر ہے، بخش دے۔خاص دعاؤں یعنی بڑی بلاؤں میں ہاتھ سر سے اوپر اٹھانے چاہئیں:

﴿280﴾ نیکی کے اجر کی آیات اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وأزيد وَمن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فجزاء سَيِّئَة مِثْلُهَا أَوْ أَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمِنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِيَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطِيئَةً لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَقِيتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً ."رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابوذر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے جو ایک نیکی کرے اسے دس گنا ثواب ہے اور زیادہ بھی دوں گا اور جو ایک گناہ کرے تو ایک برائی کا بدلہ اس کے برابر ہی ہے یا اسے بخش دوں اور جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس کے ایک گز نزدیک ہوجاتا ہوں اور جو مجھ سے ایک گز نزدیک ہوتا ہے تو میں اس سے ایک باغ قریب ہوجاتا ہوں جو میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے میں اس کی طرف دوڑتا ہوں اور جو کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائے

پھر زمین بھر گناہ لے کر مجھ سے ملے تو میں اتنی ہی بخشش کے ساتھ اس سے ملوں گا۔مسلم

مذکورہ روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو ایک نیکی کرے اسے دس گناہ ثواب ہے اوراس سے زیادہ بھی دوں گا۔

جبکہ آیات میں رب تعالیٰ فرماتا ہے":مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَه عَشْرُ اَمْثَالِهَا" جو ایک نیکی کرے گا اس کے لئے اس کی مثل دس ہیں اور دوسری آیت میں رب تعالیٰ فرماتا ہے": كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ" آیات اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

نیکی کے اجر کی آیات اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ ایک کا دس گناہ عام حالات میں ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے":مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَه عَشْرُ اَمْثَالِهَا" اور کبھی زمانہ جگہ کی خصوصیت سے ایک نیکی کا عوض سات سو یا پچاس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے": كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ"۔اس آیت میں دس گنا سے زیادہ کا ذکر ہے،کیونکہ یہ صرف نیکی کا عوض نہیں بلکہ اس وقت یا جگہ کی خصوصیت بھی ہے لہذا نہ تو گزشتہ مذکورہ آیتیں آپس میں متعارض ہیں اور نہ یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف جن میں فرمایا گیا کہ مدینہ پاک کی ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار ہے یا مکہ مکرمہ کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ۔

ایک شبہ کا ازالہ: یادرہے کہ یہاں بھی من سے مراد مؤمن ہے اور گناہ مراد ہیں عام حالات میں مؤمن کے ایک گناہ کا عوض ایک ہی ہے یا وہ بھی بخشش دیا جائے،لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ مکہ معظمہ کا ایک گناہ ایک لاکھ ہے۔

﴿281﴾ اللہ کے علم غیب کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَنَادَوْا :هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ "قَالَ: فَيَحُفُّونَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ " :فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ :مَا يَقُولُ عِبَادِي؟ "قَالَ " :يَقُولُونَ :يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيُحَمِّدُونَكَ وَيُمَجِّدُونَكَ "قَالَ " :فَيَقُولُ :هَلْ رَأَوْنِي؟ "قَالَ " :فَيَقُولُونَ :لَا وَاللَّهِ مَا رَأَوْكَ "قَالَ فَيَقُولُ :كَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي؟ قَالَ " :فَيَقُولُونَ :لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَأَشَدَّ لَكَ تَمْجِيدًا وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا "قَالَ " :فَيَقُولُ :فَمَا يَسْأَلُونَ؟ قَالُوا :يسألونك الْجَنَّةَ "قَالَ " :يَقُول :وَهل رأوها؟ (ص700:) " قَالَ " :فَيَقُولُونَ :لَا وَاللَّهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا "قَالَ " :فَيَقُولُ :فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا؟ "قَالَ " :يقولونَ :لَوْ أَنَّهم رأوها كَانُوا أَشد

حِرْصًا وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً قَالَ :فممَّ يتعوذون؟ "قَالَ " :يَقُولُونَ :مِنَ النَّارِ "قَالَ ": يَقُولُ :فَهَلْ رَأَوْهَا؟ "قَالَ :يَقُولُونَ :لَا وَاللَّهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ ":يَقُولُ :فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا؟ " قَالَ :يَقُولُونَ لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ " :فَيَقُولُ :فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ "قَالَ " :يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ :فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ :هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ ."رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَ " :إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَبْتَغُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا مَجْلِسًا فِيهِ ذِكْرٌ قَعَدُوا معهم وحفَّ بعضهم بَعْضًا بأجنحتهم حَتَّى يملأوا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَإِذَا تَفَرَّقُوا عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ قَالَ: فَيَسْأَلُهُمُ اللَّهُ وَهُوَ أَعْلَمُ :مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ؟ فَيَقُولُونَ :جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادِكَ فِي الْأَرْضِ يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيُهَلِّلُونَكَ وَيُمَجِّدُونَكَ وَيَحْمَدُونَكَ وَيَسْأَلُونَكَ قَالَ :وَمَاذَا يَسْأَلُونِي؟ قَالُوا : يَسْأَلُونَكَ جَنَّتَكَ قَالَ :وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِي؟ قَالُوا :لَا أَيْ رَبِّ قَالَ :وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِي؟ قَالُوا: وَيَسْتَجِيرُونَكَ قَالَ :وَمِمَّ يَسْتَجِيرُونِي؟ قَالُوا :مِنْ نَارِكَ قَالَ :وَهَلْ رَأَوْا نَارِي؟ قَالُوا :لَا .قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِي؟ قَالُوا :(ص701:) يَسْتَغْفِرُونَكَ "قَالَ " :فَيَقُولُ :قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوا وَأَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوا "قَالَ " :يَقُولُونَ :رَبِّ فِيهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ وَإِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ "قَالَ :فَيَقُولُ وَلَهُ غَفَرْتُ هم الْقَوْمُ لا يشقى بهم جليسهم

روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ فرشتے راستوں میں ذکر اللہ والوں کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں پھر جب کسی قوم کو اللہ کا ذکر کرتے پاتے ہیں، تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ اپنے مقصد کی طرف آ ؤ چنانچہ وہ فرشتے ان ذاکرین کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں آسمان دنیا تک ہوجاتے ہیں حضور نے فرمایا کہ رب تعالیٰ تو علیم وخبیر ہے مگران سے پوچھتا ہے کہ میرے وہ بندے کیا کہتے تھے عرض کرتے ہیں کہ تیری تسبیح وتکبیر تیری حمد اور تیری بزرگیاں بیان کررہے تھے رب تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے وہ عرض کرتے ہیں تیری قسم انہوں نے تجھے کبھی نہیں دیکھا رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو تیری بہت عبادت کریں اور تیری بہت بڑائی بولیں اور تیری بہت ہی تسبیح کریں رب تعالیٰ فرماتا ہے وہ مانگتے کیا تھے عرض کرتے ہیں تجھ سے جنت مانگ رہے تھے رب تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے، عرض کرتے ہیں یارب تیری قسم نہیں دیکھی رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو کیا ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو اس کے بہت حریص اور بہت طلبگار اور اس میں بہت راغب ہوجائیں فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے وہ عرض کرتے ہیں آگ سے رب

" تعالٰی فرماتا ہے تو کیا انہوں نے آگ دیکھی ہے عرض کرتے ہیں یارب تیری قسم نہیں دیکھی رب فرماتا ہے اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو کیا ہو عرض کرتے ہیں اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو اس سے بہت بھاگیں اس سے بہت ڈریں پھر رب تعالٰی فرماتا ہے میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا ان فرشتوں میں سے ایک عرض کرتا ہے کہ ان میں فلاں بھی تھا جو ذکر والوں سے نہ تھا۔ وہ تو کسی کام کے لیے آیا تھا رب تعالٰی فرماتا ہے ذاکرین ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھ جانے والا بھی محروم نہیں رہتا ہے بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ فالتو فرشتے چلنے پھرنے گھومنے والے ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے رہتے ہیں جب کوئی ایسی مجلس پائیں جہاں ذکر ہو تو ذاکرین کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور بعض بعض کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں حتی کہ ان لوگوں اور آسمان دنیا کے درمیان فضا بھر دیتے ہیں پھر جب لوگ بکھر جاتے ہیں تو وہ فرشتے آسمان پر پہنچ جاتے ہیں آپ نے فرمایا رب تعالٰی علیم وخبیر ہے مگر ان سے پوچھتا ہے کہاں سے آرہے ہو تو وہ عرض کرتے ہیں ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آرہے ہیں جو زمین میں تیری تسبیح تکبیر تہلیل کررہے تھے اور تیری حمد وثنا کرتے تھے تجھ سے دعائیں مانگ رہے تھے رب فرماتا ہے وہ مجھ سے مانگتے کیا تھے عرض کرتے ہیں تیری جنت مانگتے تھے فرماتا ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے عرض کرتے ہیں یارب نہیں فرماتا ہے اگر وہ میری جنت دیکھ لیں تو کیا ہو عرض کرتے ہیں مولا تیری پناہ مانگ رہے تھے فرماتا ہے کس چیز سے میری پناہ مانگتے تھے عرض کرتے ہیں تیری آگ سے فرماتا ہے کیا انہوں نے میری آگ دیکھی ہے عرض کرتے ہیں نہیں فرماتا ہے اگر میری آگ دیکھ لیں تو کیا ہو عرض کرتے ہیں تجھ سے معافی مانگ رہے تھے فرمایا رب فرماتا ہے میں نے انہیں بخش دیا جو مانگتے ہیں انہیں دے دیا اور جس سے پناہ مانگتے ہیں میں نے اس سے انہیں بچالیا فرمایا فرشتے عرض کرتے ہیں یارب ان میں فلاں بندہ بڑا گنہگار تھا وہ ان پر گزرتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا فرمایا رب فرماتا ہے میں نے اسے بھی بخش دیا وہ ایسی قوم ہے جن کا ہم نشین بھی بدنصیب نہیں ہوتا۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ،،رب تعالٰی ان سے پوچھتا ہے کہ میرے وہ بندے کیا کہتے تھے،،جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے،،عالم الغیب والشھادۃ،،اللہ تعالٰی ہر غیب اور ظاہر کو جانتا ہے۔ یہاں تعارض یہ ہے کہ جب اللہ عالم الغیب ہے تو پھر فرشتوں سے سوال کیوں کرتا ہے؟ کیونکہ سوال کرنا بے علمی کی دلیل ہے۔

اللہ کے علم غیب کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو فرمایا کہ رب تعالٰی ان سے یہ سوال فرماتا ہے یہ سوال رب کی بے علمی سے نہیں بلکہ فرشتوں کو اگلے مضمون پر گواہ بنانے کے لیے ہوتا ہے۔ ورنہ اللہ رب العزت کسی قسم کے سوال سے پاک ہے وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ لہذا آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿282﴾ فرشتوں کے ہر وقت گھیرے رہنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَا :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید سے کہ رسول اللہ نے فرمایا ایسی کوئی جماعت نہیں جو اللہ کے ذکر کے لیے بیٹھے مگر انہیں فرشتے گھیر لیتے ہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے ان پر سکینہ اترتا ہے اور اپنے پاس والے فرشتوں میں اللہ ان کا ذکر کرتا ہے۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں فرمایا فرشتے ذکر اللہ والوں کو گھیر لیتے ہیں،، جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ فرشتے انسان کو ہر وقت ہی گھیرے رہتے ہیں اور وہ ہر وقت ساتھ رہنے والے فرشتے حافظین ہیں۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

فرشتوں کے ہر وقت گھیرے رہنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پہلی حدیث میں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو زمین کا چکر لگاتے رہتے ہیں ذکر الٰہی کے طبقے ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور رحمت سے مراد خاص رحمت الٰہی ہے جو ذاکرین کے لیے مخصوص ہے اور دوسری حدیث میں جو ہے کہ فرشتے ہر وقت انسان کو گھیرے رہتے ہیں اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو انسان کی حفاظت پر مامور ہیں اور ہر وقت ساتھ رہنے والے فرشتے حافظین ہیں۔

﴿283﴾ مسجد میں حلقہ بنانے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ :خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى حَلْقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ :مَا أَجْلَسَكُمْ؟ قَالُوا :جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ قَالَ :آللَّهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ؟ قَالُوا :آللَّهِ مَا أَجْلَسَنَا غَيْرُهُ قَالَ :أما إِنِّي لم أستحلفكم تُهْمَةً لكم وَمَا كَانَ أَحَدٌ بِمَنْزِلَتِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَلَّ عَنْهُ حَدِيثًا مِنِّي وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى حَلْقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ :مَا أَجْلَسَكُمْ هَاهُنَا قَالُوا :جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ وَنَحْمَدُهُ عَلَى مَا هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَمَنَّ بِهِ علينا قَالَ" : آالله مَا أجلسكم إِلَّا ذَلِك؟ قَالُوا :آالله مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَلِكَ قَالَ :أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَلَكِنَّهُ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَة .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ مسجد میں ایک حلقہ پر گزرے پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا ہے وہ بولے ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں فرمایا کیا خدا کی قسم تمہیں اسی چیز نے بٹھایا ہے بولے اللہ کی قسم ہمیں اس کے سوا کسی اور چیز نے نہ بٹھایا فرمایا میں نے تم پر تہمت کی بنا پر تم سے قسم نہ لی ایسا کوئی نہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ جیسا قرب ہو پھر وہ آپ سے احادیث مقابلہ کرے کم روایت کرے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ایک حلقہ پر تشریف لائے تو پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا وہ بولے ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں اس کا شکر کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی ہم پر بڑا احسان کیا فرمایا کیا خدا کی قسم تمہیں صرف اس چیز نے بٹھایا ہے وہ بولے اللہ کی قسم ہم کو اس کے سواء کسی اور چیز نہ بٹھایا فرمایا میں نے تم پر تہمت رکھتے ہوئے تم سے قسم نہ لی لیکن میرے پاس جبریل آئے انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تم سے فرشتوں پر فخر کر رہا ہے۔ مسلم

مذکورہ روایت میں ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ مسجد میں ایک حلقہ پر گزرے پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا ہے وہ بولے ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں۔

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس نبی کریم ﷺ نے مسجد میں حلقہ بنانے سے منع فرمایا، احادیث میں تعارض واضح ہے

مسجد میں حلقہ بنانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ جو لوگ مسجد نبوی یا کسی اور مسجد میں ذکر اللہ کے لیے حلقہ بنائے بیٹھے تھے، وہ نماز کے انتظار میں نہیں بیٹھے تھے بلکہ صرف ذکر اللہ کے لئے حلقہ سجائے بیٹھے تھے، اور جس حدیث میں حلقہ سے منع کیا وہ نماز کے وقت کا حلقہ ہے کیونکہ اس وقت صف بستہ بیٹھنا چاہیئے حلقہ بنانا منع ہے، لہذا یہ حدیث حلقہ بنانے کی ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿284﴾ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کی تعداد میں تعارض:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ .وَفِي رِوَايَة :وَهُوَ وتر يحب الوتر

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو، جو ان ناموں کی محافظت کرے جنت میں جائے گا اور ایک روایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام بیان کیے گئے جبکہ دلائل الخیرات کی روایت میں اللہ تعالیٰ کے دوسو نام بیان ہوئے اور مدارج النبوت میں ایک ہزار نام بیان ہوئے روایات میں تعارض واضح ہے۔

اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کی تعداد میں تعارض کی تطبیق:

،،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو، جو ان ناموں کی محافظت کرے جنت میں جائے گا،، جبکہ اس کے برعکس حق تعالیٰ کے دوسوایک نام دلائل الخیرات شریف میں بیان ہوئے ہیں اور مدارج النبوت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رب تعالیٰ کے ایک ہزار نام گنائے ،علماء فرماتے ہیں کہ حدیث میں ننانوے نام وہ گنائے گئے جن کا یاد کرنا جنتی ہونے کا ذریعہ ہے، یعنی جو مسلمان یہ نام یاد کرے اور روزانہ ان کا ورد کیا کرے وہ ان شاء اللہ اول ہی سے جنت میں جائے گا۔لیکن کل نام یہ نہیں ہیں۔ان ناموں میں سے بعض ذاتی ہیں، بعض صفاتی ،بعض افعالی لہذا اس حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حق تعالیٰ کے نام ننانوے سے زیادہ ہیں اور نہ یہ کہ رب کی صفات کمالیہ تو آٹھ ہیں پھر صفاتی نام زیادہ کیوں ہوئے۔

﴿285﴾ انسان فطرت توحید پر پیدا ہوتا ہے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِي عَنِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ :يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ (ص720:) عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وإنسكم وجنكم كَانُوا أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أفجر قلب وَاحِد مِنْكُم مَا نقص مِنْ مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعمالكُم أحصها عَلَيْكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومن إِلَّا نَفسه .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابوذر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان روایتوں میں جو حضور اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں کہ رب نے فرمایا اے میرے بندوں میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام فرمالیا ہے اور تمہارے آپس میں بھی ظلم کو حرام فرمادیا لہذا ظلم نہ کرو اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو بجز اس کے جسے میں ہدایت دے دوں لہذا مجھ سے ہدایت مانگو ہدایت دوں گا اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو بجز اس کے جسے میں روزی دوں لہذا مجھ سے کھانا مانگو تمہیں دوں گا

اے میرے بندو تم سب ننگے ہو بجز اس کے جسے میں پہناؤں لہذا مجھ سے لباس مانگو میں دوں گا اے میرے بندو تم دن رات کے خطا کار ہو اور میں سارے گناہ بخشتا رہتا ہوں مجھ سے مغفرت مانگو میں تمہیں بخش دوں گا اے میرے بندو تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان پہنچادو اور نہ میرے نفع تک تمہاری رسائی ہے کہ مجھے نفع دو اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے کسی بڑے پرہیز گار کے دل پر متفق ہو جائیں تو تمہارا یہ متفقہ تقویٰ میرے ملک میں کچھ بڑھائے گا نہیں اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے میں سے کسی بڑے بدکار کے دل پر متفق ہو جائیں تو تمہاری یہ متفقہ بدکاری میرے ملک میں کچھ کمی نہ کردے گی اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے بھیک مانگیں پھر میں ہر انسان کا سوال پورا کردوں تو یہ میرے خزانوں کے مقابلہ ایسا حقیر ہوگا جیسے سوئی کی تری جب وہ دریا میں ڈبوئی جائے اے میرے بندو میں تمہارے اعمال شمار میں رکھ رہا ہوں پھر ان کا بدلہ تمہیں پورا پورا دوں گا جو نیکی پائے تو وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اسکے علاوہ پائے وہ صرف اپنے کو ہی ملامت کرے۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں رب نے فرمایا اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو بجز اس کے جسے میں ہدایت دے دوں لہذا مجھ سے ہدایت مانگو ہدایت دوں گا،، جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس فرمایا کہ ہر بچہ فطرت توحید پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے کافر یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ حدیث اول میں فرمایا کہ ہر انسان گمراہ پیدا ہوتا ہے اور حدیث ثانی میں فرمایا فطرت توحید پر پیدا ہوتا ہے تعارض واضح ہے۔

انسان فطرت توحید پر پیدا ہوتا ہے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ ہماری پیدائش تاریکی میں ہوئی پھر ہم پر نور کا چھینٹا دیا گیا اگر ہم کو ہمارے نفسوں پر چھوڑ دیا جائے تو ہم عقیدۃً عملاً بدی ہی کریں گے، اگر وہ اپنا فضل کرے تو ہم نیکی کریں، ہم ببول کا درخت ہیں، ہمارے پاس سواء گناہوں کے کانٹوں کے اور کیا ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ بچہ فطرت یعنی توحید پر پیدا ہوتا ہے کہ وہاں دنیا میں آنے کا ذکر ہے اور یہاں گمراہی والی حدیث میں ہماری اصل پیدائش کا ذکر۔

﴿286﴾ اللہ کی رحمتوں کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم :إِنَّ لِلَّهِ مائةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلَى وَلَدِهَا وَأَخَّرَ اللَّهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَة وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ سَلْمَانَ نَحْوَهُ وَفِي آخِرِهِ قَالَ :فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَكْمَلَهَا بِهَذِهِ الرَّحْمَة

روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے ایک رحمت جن

انسان، جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کے درمیان اتاری جس سے یہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتے ہیں اس رحمت سے وحشی جانور اپنے بچے پر مہربان ہوتے ہیں اور ننانوے رحمتیں محفوظ رکھ چھوڑی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے ایک رحمت جن انسان، جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کے درمیان اتاری،، جبکہ دوسری حدیث میں فرمایا کہ روزانہ کعبہ معظّمہ پر ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں جن سے ساٹھ طواف کرنے والوں پر، چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس رحمتیں کعبہ کو دیکھنے والوں پر۔

اللہ کی رحمتوں کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ننانوے کا عدد زیادتی اور کثرت کے لیے ہے یا یہ مقصد ہے کہ ایک قسم کی رحمت کا ظہور تو دنیا میں ہو رہا ہے اور ننانوے قسم کی رحمت کی جلوہ گری آخرت میں ہوگی لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ روزانہ کعبہ معظّمہ پر ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں جن سے ساٹھ طواف کرنے والوں پر، چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس رحمتیں کعبہ کو دیکھنے والوں پر۔

اور مسلم کی روایت میں حضرت سلمان سے اسی کی مثل ہے اس کے آخر میں ہے کہ فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کو اس سے کامل فرما دے گا۔ یعنی قیامت کے دن ان ننانوے رحمتوں کو اس دنیا کی ایک رحمت سے ملا کر پورے سو فرمائے گا۔ معلوم ہوا کہ وہاں دنیوی رحمت بھی ہوگی مگر صرف مسلمانوں میں، کفار تو عذاب دیکھ کر اپنی اولاد، ماں باپ سے بھی بیزار ہوں گے۔

﴿287﴾ گناہ پر اصرار کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِنَّ عَبْدًا أَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ :رَبِّ أَذْنَبْتُ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهُ أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ؟ غَفَرْتُ لِعَبْدِي ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ :رَبِّ أَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهُ :أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ؟ غَفَرْتُ لِعَبْدِي ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَذْنَبَ ذنبا قَالَ: رب أذنبت ذنبا آخر فَاغْفِر لِي فَقَالَ :أَعَلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ؟ غَفَرْتُ لِعَبْدِي فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ"

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب کوئی گناہ کر لیتا ہے پھر کہتا ہے مولیٰ میں نے گناہ کر لیا مجھے معافی دے دے رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور

اس پر پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر جتنا رب چاہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے کہتا ہے یارب میں نے گناہ کرلیا بخش دے رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر بندہ ٹھہرا رہتا ہے جتنا رب چاہے پھر گناہ کر بیٹھتا ہے عرض کرتا ہے یارب میں نے گناہ کرلیا مجھے معافی دے تو رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا جو چاہے کرے۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں بار بار گناہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بار بار معاف فرماتا ہے،،

جبکہ اس کے برعکس قرآن کریم میں ہے "وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا" اور وہ جو کچھ کر چکے اس پر اصرار نہیں کرتے ۔حدیث پاک میں بار بار گناہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا جبکہ آیت کریمہ میں گناہ پر اصرار کرنے سے منع کیا گیا دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

گناہ پر اصرار کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ توبہ کے وقت تو اس کا ارادہ بھی یہی تھا کہ کبھی گناہ نہ کروں گا پھر کر بیٹھا اور وہ جو قرآن شریف میں فرمایا گیا" :وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا " کہ وہ اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے اڑتے نہیں وہاں اڑنے سے مراد یہ ہے کہ گناہ بار بار کرے اور توبہ کبھی نہ کرے، جو توبہ کرتا رہے وہ اڑیل نہیں یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ گناہ پر اصرار کرتا ہے اور اس کو بالکل ترک نہیں کرتا لہذا حدیث پاک ،قرآن کریم کی آیت کے خلاف نہیں ، گناہ پر اصرار اور ہے اور بار بار گناہ ہوجانا اور توبہ کرتے رہنا کچھ اور۔

﴿288﴾ ہجرت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتَّى يَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ

روایت ہے حضرت معاویہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہجرت بند نہ ہوگی حتی کہ توبہ بند ہو اور توبہ بند نہ ہوگی حتی کہ سورج اپنے مغرب کی طرف سے نکلے۔احمد، ابوداؤد، دارمی

روایت ہے حضرت معاویہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہجرت بند نہ ہوگی حتی کہ توبہ بند ہو۔

جبکہ دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا "لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْيَوْمِ" آج کے بعد کوئی ہجرت نہیں،، اور حضرت عباس کو ختم المہاجرین قرار دیا گیا یعنی مکہ معظمہ سے آخری مہاجر لہذا احادیث میں تعارض واضح ہے۔

ہجرت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ ہجرت کے معنے ہیں چھوڑنا یا منتقل ہونا، جس حدیث میں فرمایا کہ ہجرت بند نہ ہوگی یہاں اس سے مراد کفر سے ایمان کی طرف، دارشرک سے دارالسلام کی طرف، گناہوں سے توبہ کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، کفران سے غفران کی طرف منتقل ہونا ہے، یہ ہجرتیں قریب قیامت تک ہوتی رہیں گی۔ اور جس میں فرمایا کہ آج کے بعد کوئی ہجرت نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ مکہ معظّمہ سے ہجرت غلبہ کفر ختم ہو جانے کی بنا پر ختم ہو چکی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا "لَا هِجرَةَ بَعدَ اليَومِ" اور حضرت عباس کو ختم المہاجرین قرار دیا گیا یعنی مکہ معظّمہ سے آخری مہاجر لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿289﴾ اشعار کے بارے میں آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَن ابنِ عَبَّاس :فِي قَولِه تَعَالَى :(إِلَّا اللمم(قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ:إِن تَغفِرِ اللَّهُمَّ تَغفِرْ جَمًّا وَأَيُّ عَبدٍ لَكَ لَا أَلَمَّا رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ .وَقَالَ :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيب

روایت ہے حضرت ابن عباس سے اللہ تعالٰی کے اس قول کے متعلق کہ الا اللمم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی اگر تو بخشے تو بڑے گناہ بخش دے گناہ صغیرہ کس بندے نے نہیں کئے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

مذکورہ حدیث میں ہے فِي قَولِه تَعَالَى :(إِلَّا اللمم(قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ:إِن تَغفِرِ اللَّهُمَّ تَغفِرْ جَمًّا وَأَيُّ عَبدٍ لَكَ لَا أَلَمَّا رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ .وَقَالَ :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيب

روایت ہے حضرت ابن عباس سے اللہ تعالٰی کے اس قول کے متعلق کہ الا اللمم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اشعار میں) فرمایا الٰہی اگر تو بخشے تو بڑے گناہ بخش دے گناہ صغیرہ کس بندے نے نہیں کئے۔

حدیث میں مذکور یہ شعر امیہ ابن ابی صلت کا ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنا بھی ہے پسند بھی کیا ہے اور خود پڑھا بھی ہے جبکہ آیت کریمہ میں رب تعالٰی فرماتا ہے": وَمَا عَلَّمنٰهُ الشِّعرَ" اور اللہ نے انہیں شعر نہ سکھایا،،

اشعار کے بارے میں آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جن اشعار میں حکمت و معرفت ہوتی تھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے اشعار سنتے بھی تھے اور خود پڑھتے بھی تھے اور پسند بھی کرتے تھے اور رب تعالٰی نے جو فرمایا ہے": وَمَا عَلَّمنٰهُ الشِّعرَ" وہاں شعر بنانا اور شعر گا کر پڑھنا مراد ہے، یا شعر سے مراد جھوٹا کلام ہے۔ لہٰذا اس توضیح کے بعد آیت اور حدیث میں تعارض نہ رہا۔

،،ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے،، یعنی یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے جن میں سے بعض اسنادیں صحیح ہیں، بعض غریب لہٰذا متن حدیث صحیح بھی ہیں، حسن بھی اور غریب بھی۔

﴿290﴾ ہدایت دینے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُ فَاسْأَلُونِي الْهُدَى أَهْدِكُمْ وَكُلُّكُمْ فُقَرَاءُ إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ فَاسْأَلُونِي أَرْزُقْكُمْ وَكُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ أَنِّي ذُو قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفَرَنِي غَفَرْتُ لَهُ وَلَا أُبَالِي وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمُ اجْتَمَعُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عبادي مَا زَادَ فِي ملكي جناح بعوضةولو أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمُ اجْتَمَعُوا عَلَى أَشْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ .وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمُ اجْتَمَعُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْكُمْ مَا بَلَغَتْ أُمْنِيَّتُهُ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ سَائِلٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي إِلَّا كَمَا لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فِيهِ إِبْرَةً ثُمَّ رَفَعَهَا ذَلِكَ بِأَنِّي جَوَادٌ مَاجِدٌ أَفْعَلُ (ص727:) مَا أُرِيدُ عَطَائِي كَلَامٌ وَعَذَابِي كَلَامٌ إِنَّمَا أَمْرِي لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ لَهُ (كُنْ فَيَكُونُ(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيّ وَابْن مَاجَه

روایت ہے حضرت ابوذر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو سواء اس کے جسے میں ہدایت دوں لہذا مجھ سے ہدایت مانگو تمہیں ہدایت دوں گا اور تم سب فقیر ہو سواء اس کے جسے میں غنی کردوں لہذا مجھ سے مانگو میں تمہیں روزی دوں گا اور تم سب مجرم ہو سواء اس کے جسے میں سلامت رکھوں تو تم میں سے جو یہ جان لے کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں پھر مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے بخش دوں گا اور پرواہ بھی نہ کروں گا اور اگر تمہارے اگلے پچھلے، زندے مردے، تر وخشک میرے بندوں میں نیک ترین بندے کے دل پر ہوجائیں تو یہ ان کی نیکی میرے ملک میں مچھر کے برابر بڑھائے گی نہیں اور اگر تمہارے اگلے پچھلے، زندے مردے، تر وخشک میرے بندوں میں سے بدبخت ترین دل پر متفق ہوجائیں تو ان کے یہ جرم میرے ملک سے مچھر کے پر برابر کم نہ کریں گے اور اگر تمہارے پچھلے زندے مردے، تر وخشک ایک میدان میں جمع ہوں اور پھر تم میں سے ہر شخص اپنی انتہائی تمنا آرزو مجھ سے مانگے پھر میں ہر منگتے کو دے دوں تو یہ میرے ملک کے مقابل ایسا ہی کم وتھوڑا ہوگا جیسے تم میں سے کوئی دریا پر گزرے اس میں سوئی ڈبوئے پھر اسے اٹھائے یہ اس لیے ہے کہ میں داتا ہوں بہت دینے والا جو چاہتا ہوں کرتا ہوں میری عطا صرف فرمادینا ہے اور میرا عذاب صرف فرمادینا ہے، میرا حکم کسی شئے کے متعلق یہ ہے کہ جب کچھ چاہتا ہوں فرمادیتا ہوں ہوجا وہ ہوجاتی ہے۔احمد، ترمذی، ابن ماجہ

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو سواء اس کے جسے

میں ہدایت دوں لہذا مجھ سے ہدایت مانگو تمہیں ہدایت دوں گا۔جبکہ آیت کریمہ میں اس کے برعکس ارشاد ہوا،،"اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" اے محبوب تم سیدھے راہ کی ہدایت دیتے ہو۔آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

ہدایت دینے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ انبیاء واولیاء نے بھی رب تعالٰی ہی سے ہدایت لی ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہوا مگر وہ حضرات بحکم الٰہی ہمیں ہدایت دیتے ہیں جیسا کہ آیت میں مذکور ہوا۔سورج نے رب ہی سے نور لیا مگر زمین کو نور دیتا ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں"اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" اے محبوب تم سیدھے راہ کی ہدایت دیتے ہو۔

﴿291﴾ ڈر اور خوف کی آیت وحدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ (هُوَ أَهْلُ التَّقْوَى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ(قَالَ:قَالَ رَبُّكُمْ أَنَا أَهْلٌ أَنْ أُتَّقَى فَمَنِ اتَّقَانِي فَأَنَا أَهْلٌ أَنْ أَغْفِرَ لَهُ ."رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَابْن مَاجه والدارمي

روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرمائی وہ تقویٰ اور بخشش والا ہے حضور نے فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے جو مجھ سے ڈرے گا تو میں اس لائق ہوں کہ اسے بخش دوں۔ترمذی،ابن ماجہ،دارمی

رب فرماتا ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے جو مجھ سے ڈرے گا تو میں اس لائق ہوں کہ اسے بخش دوں۔جبکہ آیت کریمہ میں بیان ہوا"لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ" ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

ڈر اور خوف کی آیت وحدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ ڈر بمعنی ہیبت ساری مخلوق کو ہے،انبیائے کرام،اولیاء،اللہ،عام مؤمنین،خاص صالحین کے دل میں رب تعالٰی کی ہیبت بقدر قرب ہے جس قدر رب سے قرب زیادہ اسی قدر اس کی ہیبت زیادہ مگر خوف عذاب صرف گنہگاروں کو ہے اور خوف عقاب کفار کو لہذا یہ حدیث،آیت کے خلاف نہیں،کیونکہ آیت میں خوف عذاب کی نفی ہے اور حدیث میں ہیبت الٰہی کا ثبوت ہے۔

﴿292﴾ انبیاء گناہوں سے پاک ہیں کی آیات میں تعارض:

نبی کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے:

لیس بی ضلالة ولکنی رسول من رب العالمین۔ پارہ۸سورہ۷

ترجمہ کنزالایمان: اے میری قوم مجھ میں بالکل گمراہی نہیں لیکن میں رب العالمین کا رسول ہوں۔

فاسق سے عہد نبوت ہوتا ہی نہیں:

لا ینال عھدی الظالمین۔ سورہ بقرہ آیت ۱۲۴

ترجمہ کنزالایمان: ہمارا عہد نبوت ظالمین یعنی فاسقین کو نہ ملے گا۔

نبی پر شیطان کا زور چل ہی نہیں سکتا:

ان عبادی لیس لک علیھم سلطان۔ پارہ ۱۴ سورہ ۱۵

ترجمہ کنزالایمان: اے ابلیس میرے خاص بندوں پر تیری دسترس نہیں۔

شیطان بھی نبی سے مایوس:

لاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین۔ پارہ ۱۴ سورہ ۱۵

ترجمہ کنزالایمان: اے مولی میں ان سب کو گمراہ کردوں گا سوا تیرے خاص بندوں کے۔

نبی فسق کا تصور بھی نہیں کر سکتے:

وما ارید ان اخالفکم الی ما انھکم عنہ۔ پارہ ۱۲ سورہ ۱۱

ترجمہ کنزالایمان: میں اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا کہ جس چیز سے تمہیں منع کردوں خود کرنے لگوں۔

تشریح: ان آیات سے ثابت ہوا کہ انبیاء گناہوں اور ہر قسم کی نافرمانیوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں اور نہ ہی اللہ تعالی کسی فاسق وظالم کو تاج نبوت عطا فرماتا ہے اور خود شیطان نے بھی انبیاء سے گناہ کروانے سے مایوسی کا اظہار کیا ہے لہذا قرآن پاک سے معلوم ہوا کہ انبیاء خصوصا امام الانبیاء گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں۔

بزرگان دین کا عقائد سے بھی ثابت ہوا کہ انبیاء ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہیں اور نبی کی عصمت کا معنی ہی یہی ہے کہ اس کے اندر گناہ کی قدرت ہی ختم کردی جائے اور بعض علماء نے فرمایا کہ انبیاء سے جان بوجھ کر اور بھول کر بھی کبیرہ کا تو تصور بھی نہیں ہوسکتا اور جان بوجھ کر صغیرہ بھی نہیں کرتے۔

جب کہ ان تمام احادیث کے برعکس کچھ دیگر آیات اور احادیث میں اس طرح ہے۔

آیت (۱): آیت میں ہے کہ،، آدم نے اپنے رب کی معصیت کی تو وہ سکونت جنت کی راہ سے بے راہ ہوگئے،،۔ سورہ طہ ۱۲۱

اس آیت میں آدم کی معصیت کا ثبوت ہے آپ کیسے کہتے ہیں کہ انبیاء معصوم ہیں۔

آیت (۲): حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تھا ،، اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے۔ سورہ ھود ۴۵

جبکہ اللہ تعالی نے اس کے جواب میں فرمایا،، اے نوح وہ آپ کے اہل میں نہیں بے شک اس کے برے کام ہیں،،۔

اس آیت سے تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالی نے حضرت نوح کی تکذیب کردی تو آپ کیسے کہتے ہیں کہ انبیاء معصوم ہیں۔

آیت(۳): حضرت ابراہیم نے بتوں کو توڑنے کے بعد کہا،، بل فعل کبیرھم،، یہ سب ان کے بڑے نے کیا یہ جھوٹ تھا اور جھوٹ معصیت ہے۔

آیت(٤): حضرت ابراہیم نے کہا،، انی سقیم،، میں بیمار ہوں حالانکہ ابراہیم بیمار نہیں تھے صریح جھوٹ ہے تو انبیاء معصوم کیسے ہوئے۔

آیت(٥): حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو گھونسہ مارا اور اسے قتل کردیا ایک بہت بڑا جرم ہے پھر انبیاء معصوم کیسے ہوئے۔

آیت(٦): قرآن میں ہے،، **واستغفر لذنبك وسبح بحمد ربك بالعشي والابكار**،،۔ سورہ مومن ۵۵۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی حضورﷺ کو اپنی خطاؤں کی بخشش طلب کرنے کا حکم دے رہا ہے پھر انبیاء معصوم کیسے ہیں۔

آیت(۷): قرآن میں ہے،، ووجدک ضالا فھدی،، اس آیت میں حضورﷺ کو ضال کہا گیا ہے اور اس کا معنی گمراہ ہے تو پھر عصمت انبیاء کا معنی کیا ہوگا۔

عصمت انبیاء کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض(۱): آیت میں ہے کہ،، آدم نے اپنے رب کی معصیت کی تو وہ سکونت جنت کی راہ سے بے راہ ہو گئے،،۔ سورہ طہ ۱۲۱

جواب: حضرت آدم نے بھول کر شجرہ ممنوعہ سے کھایا تھا اور گناہ تب ہوتا ہے جب قصد اور ارادہ سے عمداً معصیت کی جائے جیسے کوئی شخص حالت روزہ میں بھول کر کھا پی لے تو وہ گناہگار نہیں ہوتا اور نہ اس کا روزہ ٹوٹتا ہے اور اس پر دلیل یہ آیت کریمہ ہے،، اور بے شک اس سے پہلے ہم نے آدم سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائیں تو وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں کوئی قصد وارادہ نہیں پایا،،۔

تعارض(۲): حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تھا ،، اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے۔ سورہ ھود ۴۵ جبکہ اللہ تعالی نے اس کے جواب میں فرمایا،، اے نوح وہ آپ کے اہل میں نہیں بے شک اس کے برے کام ہیں،،۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت نوح کی تکذیب نہیں تھی بلکہ آپ کو اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود تھا کہ اللہ تعالی نے جو ان کے اہل کے متعلق وعدہ کیا تھا وہ وعدہ آپ کے نیک اور صالحین اہل کے متعلق تھا آپ کے برے اہل وعیال کے لئے نہیں تھا۔ جبکہ آپ کا بیٹا آپ کے اہل میں سے تو ہے لیکن برے اہل میں سے ہے۔

تعارض(۳): حضرت ابراہیم نے بتوں کو توڑنے کے بعد کہا،، بل فعل کبیرھم،، یہ سب ان کے بڑے نے کیا یہ جھوٹ تھا اور جھوٹ معصیت ہے۔

جواب: حضرت ابراہیم کا یہ کلام بطور تعریض اور استہزاء تھا تا کہ کفار خود اعتراف کریں کہ یہ بڑا بت تو اپنی جگہ سے ہل

نہیں سکتا یہ ان بتوں کو کیسے توڑ سکتا ہے اور تعریض گناہ نہیں ہے۔

تعارض(٤): حضرت ابراہیم نے کہا،، انی سقیم،، میں بیمار ہوں حالانکہ ابراہیم بیمار نہیں تھے صریح جھوٹ ہے تو انبیاء معصوم کیسے ہوئے۔

جواب: حضرت ابراہیم کا یہ کلام بھی بطور توریہ تھا اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ میں قوم کی بت پرستی کی وجہ سے غم وغصہ کا مریض ہوں جسمانی مریض نہیں اور یہ چیز گناہ نہیں ہے۔

تعارض(٥): حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو گھونسہ مارا اور اسے قتل کر دیا۔

جواب: حضرت موسیٰ نے قبطی کو قتل کرنے کی نیت سے گھونسہ نہیں مارا بلکہ تادیبا ایک گھونسہ مار دیا تھا اور وہ قضائے الٰہی سے ہلاک ہو گیا آپ کا یہ فعل گناہ نہیں تھا اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اس پر سرزنش نہیں کی گئی اگر یہ گناہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے اس قتل پر گرفت کیوں نہیں کی۔

تعارض(٦): قرآن میں ہے،، **واستغفر لذنبك وسبح بحمد ربك بالعشی والابكار**،، سورہ مومن ۵۵
اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو اپنی خطاؤں کی بخشش طلب کرنے کا حکم دے رہا ہے پھر انبیاء معصوم کیسے ہیں۔

جواب: بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں ذنب سے مراد خلاف اولی یا ترک افضل ہے گناہ مراد نہیں ہیں اعلی حضرت فاضل بریلی نے فرمایا ہے کہ یہاں ذنب سے مراد آپ ﷺ کی امت کے ذنب مراد ہیں لہذا اعتراض درست نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو توبہ اور استغفار کا حکم اپنی عبدیت کے اظہار کے لئے دیا ہے کہ محبوب اگرچہ آپ نے گناہ نہیں کئے لیکن آپ اپنی عبدیت کے اظہار کے لئے توبہ کریں تاکہ امت کو یہ تلقین حاصل ہو کہ جو گناہ نہ کر کے بھی توبہ کرتا ہے تو ہم گناہ گار ہو کر توبہ کیوں نہ کریں۔

تعارض(٧): قرآن میں ہے،، ووجدک ضالا فھدی،، اس آیت میں حضور ﷺ کو ضال کہا گیا ہے اور اس کا معنی گمراہ ہے تو پھر عصمت انبیاء کا معنی کیا ہوگا۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا،، ماضل صاحبکم وماغوی،، تمہارے آقا ﷺ نہ کبھی گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی گمراہی کی نفی فرمادی معلوم ہوا کہ اعتراض میں ضالا کا جو معنی آپ نے کیا ہے وہ درست نہیں علامہ زبیدی اعلی حضرت اور دیگر محققین نے فرمایا ہے کہ ضال کا ایک معنی محبت میں گم یا وارفتہ بھی ہے اب مطلب یہ ہو جائے گا کہ اور آپ کو جب اپنی محبت میں وارفتہ یا گم پایا تو اپنی طرف راہ دی، لہذا آپ کا اعتراض درست نہیں

تعارضات کا اجمالی جواب: الغرض ان تمام تعارضات کا اجمالی جواب یہ ہے کہ یہ تمام امور انبیاء سے بطور اجتہاد صادر ہوئے یا انہوں نے بھول کر ایسے کام کئے یا بطور عجز وانکسار کہا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا قصد نہیں کیا

اور یہ امور حقیقت میں گناہ یا نافرمانی نہیں تھے۔اسی طرح حضرت آدم کا توبہ واستغفار کرنا ان کی عاجزی وانکساری ہے اور ان کو جنت سے زمین کی طرف لے آنا سزا نہیں بلکہ یہ ان کے مقصد تخلیق کی تکمیل تھی کیونکہ ان کو زمین پر خلافت الٰہی کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔اگر آدم نے درخت سے کھایا نہ ہوتا تو ہم نے مصطفیٰ کو پایا نہ ہوتا۔

﴿293﴾ ایصال ثواب کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغَرِيقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ أَبٍ أَوْ أُمٍّ أَوْ أَخٍ أَوْ صَدِيقٍ فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيُدْخِلُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ وَإِنَّ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الِاسْتِغْفَارُ لَهُمْ .رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شعب الْإِيمَان

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریادی کی طرح ہی ہوتی ہے کہ ماں باپ بھائی یا دوست کی دعائے خیر کے پہنچنے کی منتظر رہتی ہے پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے تو اسے یہ دعا دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں کو ثواب کے پہاڑ دیتا ہے اور یقیناً زندہ کا مردوں کے لیے تحفہ ان کے لیے دعائے مغفرت ہے۔بیہقی شعب الایمان

مذکورہ روایت میں فرمایا کہ میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریادی کی طرح ہی ہوتی ہے کہ ماں باپ بھائی یا دوست کی دعائے خیر کے پہنچنے کی منتظر رہتی ہے پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے تو اسے یہ دعا دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں کو ثواب کے پہاڑ دیتا ہے اور یقیناً زندہ کا مردوں کے لیے تحفہ ان کے لیے دعائے مغفرت ہے۔جبکہ آیت کریمہ میں ہے "لَّيْسَ لِلْاِنْسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰى" اور "لَهَا مَا كَسَبَتْ" انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

ایصال ثواب کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

احادیث اور آیات میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ "لَّيْسَ لِلْاِنْسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰى" اور "لَهَا مَا كَسَبَتْ" انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی،، وغیرہ کیونکہ ان آیتوں میں بدنی عمل مراد ہیں یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نماز روزہ نہیں رکھ سکتا اپنا فرض اپنے ہی کرنے سے ادا ہوگا۔اور یہ احادیث ثواب پہنچانے کے متعلق ہے،ثواب پہنچانا اور ہے ادائے فرض اور یا آیت میں ملکیت کی نفی ہے اور حدیث میں بخشش کا ثبوت یعنی انسان کی ملک صرف اپنے ہی اعمال ہیں دوسروں کا کیا بھروسہ کوئی دے یا نہ دے۔

﴿294﴾ خوشی کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ :اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ إِذا أَحْسَنوا اسْتبشَروا وإذا أَساؤوا اسْتَغْفَرُوا .رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِير

روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں عرض کرتے تھے الٰہی مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو نیکیاں کریں اور خوش ہو جائیں اور گناہ کریں تو معافی مانگ لیں (ابن ماجہ) اور بیہقی نے دعوات کبیر میں۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں عرض کرتے تھے الٰہی مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو نیکیاں کریں اور خوش ہو جائیں اور گناہ کریں تو معافی مانگ لیں۔ اسی طرح آیت مبارکہ میں ہے": فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا "پس چاہئے کہ اس پر خوشی مناؤ۔ جبکہ اس حدیث اور آیت کے برعکس دوسری آیت میں ہے": لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ" خوشی مت کر بے شک اللہ خوشی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا،، آیات میں اور مذکورہ حدیث میں تعارض واضح ہے۔

خوشی کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

خوشی کی دو قسمیں ہیں (۱) شکر کی خوشی (۲) فخر و غرور کی خوشی۔ یاد رہے کہ فخر و غرور کی خوشی گناہ ہے، جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے": لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ "بے شک اللہ خوشی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا،، اور شکر کی خوشی عبادت ہے، جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے": فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا "پس چاہئے کہ اس پر خوشی مناؤ،، اس آیت میں اور مذکورہ حدیث میں شکر کی خوشی مراد ہے، لہٰذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿295﴾ شرک کی بخشش پر آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي الدُّنْيَا بِهَذِهِ الْآيَةِ (يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا على أنفُسِهِم لَا تَقْنَطوا(الْآيَةَ فَقَالَ رَجُلٌ :فَمَنْ أَشْرَكَ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ :أَلا وَمن أشركَ ثَلَاث مرَّاتٍ

روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے اس آیت کے عوض ساری دنیا مل جاتی اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ناامید نہ ہو، الخ ایک شخص بولا تو جو شرک کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر فرمایا یقیناً جو شرک کرے تین بار فرمایا (یعنی اس کی توبہ بھی قبول ہوگی۔

مذکورہ روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے اس آیت کے عوض ساری دنیا مل جاتی اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ناامید نہ ہو، الخ ایک شخص بولا تو جو شرک کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر فرمایا یقیناً جو شرک کرے تین بار فرمایا، یعنی اس کی توبہ بھی قبول ہوگی۔ جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے": اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ"۔ بے شک اللہ تعالیٰ اسکی بخشش نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے،،

شرک کی بخشش پر آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ آیت میں جو کہا گیا کہ شرک وکفر کی معافی نہیں اس سے مراد وہ شرک وکفر ہے جس پر توبہ نہ کی جائے اور اسی حالت میں مرجائے۔اور حدیث میں جو کہا گیا ہے کہ شرک وکفر بھی بخش دیا جائے گا اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ اس سے توبہ کر کے مسلمان ہو جائے اور ایمان پر موت آجائے تو اس کی بخشش ہو جائے گی لہذا یہ حدیث مذکورہ آیت کے خلاف نہیں۔

﴿296﴾ فضائل عبادات کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ أنس أَنَّهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِى لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِي ذِمَّته رواه البخاری

ترجمه: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا ہمارا ذبیحہ کھایا تو یہ شخص وہ مسلمان ہے کہ جس پر اللہ ورسول کی ذمہ داری ہے لہذا تم اللہ کا ذمہ مت توڑو۔

مذکورہ حدیث اور سابقہ احادیث میں چند مقامات پر تعارض کا شبہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد ہوا،،**من قال لا اله الا الله دخل الجنة**،،جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ داخل جنت ہوگا دوسری حدیث میں فرمایا،،**من صلی صلاتنا واستقبل قبلتناواكل ذبيحتنا فذلك المسلم**،،جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا ہمارا ذبیحہ کھایا تو یہ شخص وہ مسلمان ہے تیسری جگہ ارشاد فرمایا ،،**لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه**،،تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تم میں اس کو سب سے محبوب نہ ہوجاؤں۔ان احادیث میں بظاہر تعارض محسوس ہوتا ہے۔

فضائل عبادات کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ مومنین کی علامات مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہیں لہذا مومنین کے مختلف قلبی احوال کی وجہ سے ان کی طبیعت کے مطابق احکام بھی مختلف بیان فرمائے جہاں عقیدہ توحید میں کوئی خامی ملاحظہ فرمائی یا اس زمانے میں صرف کلمہ پڑھنا اسلام کی علامت سمجھا جاتا تھا تو فرمادیا **من قال لا اله الا الله دخل الجنة** جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ داخل جنت ہوگا۔اور جب دوسرے احکام کی فرضیت متوجہ ہوئی یا عمل میں کوئی خامی ملاحظہ کی تو ان کی اہمیت اور فرضیت کو اجاگر کرنے کے لئے فرمایا دیا **من صلی صلاتنا واستقبل قبلتناواكل ذبيحتنا فذلك المسلم** جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا ہمارا

،،ذبیحہ کھایا تو یہ شخص مسلمان ہے۔ پھران احکام پر جب عمل میں پختگی پیدا ہو گئی تو اس وقت کچھ نماز پڑھنے والے اور قبلہ کی طرف منہ کرنے والے لیکن رسول کریم ﷺ کی محبت سے عاری اور عشق مصطفی ﷺ سے خالی دل رکھنے والے منافقین کی صورت میں پیدا ہو گئے تب رسول ﷺ کی محبت اور عشق کو ایمان اور اسلام کی علامت بنا دیا گیا تو فرمایا **لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه** تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تم میں اس کو سب سے محبوب نہ ہو جاؤں۔

﴿297﴾ آمین بالجہر کی احادیث میں تعارض:

عن ابی هریره ان رسول الله ﷺ قال اذا امن الامام فآمنوا فانه من وافق تامینه تامین الملائکة غفر له ما تقدم من ذنبه۔ صحیح بخاری ج ا ص ۱۰۸

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اس لئے کہ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے تو اس کے سابقہ گناہوں کی بخشش ہو جائے گی۔

حدیث میں کہا گیا کہ اس طرح آمین کہو جس طرح فرشتے آمین کہتے ہیں تا کہ تمہاری آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اور فرشتوں کی آمین آہستہ ہوتی ہے نہ کہ چیخ کر۔

عن علقمه بن وائل بعن ابیه ان النبی ﷺ قراء غیر المغضوب علیهم والاضالین فقال آمین وخفض بها صوته۔ جامع ترمذی ص ٦٣

حضرت علقمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے غیر المغضوب علیہم والضالین پڑھا تو آپ نے آہستہ آمین کہی۔

عن وائل بن حجر انه صلی مع النبی ﷺ فلما بلغ غیر المغضوب علیهم والاضالین قال آمین واخفی بها صوته۔ امام احمد۔ طبرانی شریف۔ دار طنی۔

حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی جب آپ غیر المغضوب علیہم والا ضالین پہنچے تو آپ نے آمین کہی اور اپنی آواز آمین کے دوران آہستہ رکھی۔

عن ابراهیم قال اربع یخافت بهن الامام،، سبحانك اللهم و بحمدك ،،التعوذ من الشیطان الرجیم ،،و بسم الله الرحمن الرحیم ،،و آمین۔ کتاب الآثار ص ۱۶

حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے،، سبحانک اللہم و بحمدک ،،التعوذ من الشیطان الرجیم ،،وبسم اللہ الرحمن الرحیم ،،و آمین۔

عن عمر بن خطاب قال یخفی الامام اربعا ،،التعوذ من الشیطان ،،و بسم الله الرحمن الرحیم ،،و آمین و ربنا لک الحمد۔ عینی شرح ھدایہ۔

حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے،،التعوذ من الشیطان،،وبسم اللہ الرحمٰن الرحیم،،وآمین وربنا لک الحمد۔

عن وائل بن حجر قال لم یکن عمر و علی یجھران بسم الله الرحمن الرحیم ولا بآمین ۔امام طبرانی فی تھذیب الآثار۔ طحاوی شریف

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی بسم اللہ شریف اور آمین میں کبھی بھی جہر نہیں کرتے تھے۔

جبکہ ان کے برعکس احادیث میں کچھ اس طرح ہے،،

معارض (۱) ترمذی شریف میں وائل ابن حجر سے روایت ہے قال سمع النبی ﷺ قرء المغضوب علیھم والضالین پڑھا اور آمین فرمایا اور اپنی آواز کو اس پر بلند کیا معلوم ہوا کہ آمین بلند آواز سے کہنا سنت ہے۔

معارض (۲) ابوداد میں حضرت وائل ابن حجر سے روایت ہے

قال کان رسول الله ﷺ اذا قرء والضالین قال آمین ورفع بھا صوتہ۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب والضالین فرماتے تو آمین کہتے اور آمین میں اپنی آواز کو بلند کرتے۔ اس حدیث میں رفع فرمایا جس کے معنی ہیں اونچا کرنا بلند کرنا معلوم ہوا آمین اونچی آواز میں کہنا سنت ہے۔

معارض (۳) ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کان رسول الله ﷺ اذا قال غیر المغضوب علیھم والضالین قال آمین حتی یسمعھا اھل الصف الاول خیر تسبح بھا المسجد۔

حضور نبی کریم ﷺ جب غیر المغضوب علیھم والضالین کہتے تو آمین کہتے یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تو مسجد گونج جاتی تھی اس حدیث میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں یہاں تو مسجد گونج جانے کا ذکر ہے گونج بغیر شور اور آواز بلند کئے بغیر پیدا نہیں ہوتی۔

معارض (۴) ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جب سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو قال آمین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول۔

اس طرح آمین کہتے کہ صف اول میں جو آپ کے قریب ہوتا وہ سن لیتا۔

پہلی احادیث میں آہستہ آمین کہنا سنت ہے جبکہ دوسری احادیث میں بآواز بلند آمین کہنے کا ثبوت ہے تعارض واضح ہے۔

آمین بالجہر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض (۱): ترمذی شریف میں وائل ابن حجر سے روایت ہے۔

قال سمع النبی ﷺ قرء المغضوب علیھم والضالین پڑھا اور آمین فرمایا اور اپنی آواز کو اس پر بلند کیا معلوم ہوا کہ آمین بلند آواز سے کہنا سنت ہے۔

جواب: مذکورہ حدیث کا ترجمہ غلط ہے اس حدیث میں،، مد،، کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کے معنی بلند کرنا نہیں بلکہ آواز کھینچنا ہے مطلب یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ نے آمین،، بروزن کریم،، قصر سے نہ فرمائی بلکہ،، بروزن قالین،، الف اور میم خوب کھینچ کر پڑھی لہذا اس میں تعارض نہیں بلکہ ترجمہ کی غلطی ہے۔

اہم بات: یادرہے کہ مد کا مقابل قصر ہے خفا کا مقابل جہر ہے رفع کا مقابل خفض ہے۔ اگر یہاں حدیث میں جہر ہوتا تو دلیل صحیح ہوتی جہر کسی روایت میں نہیں ہے۔

تعارض (۲): ابوداؤد میں حضرت وائل ابن حجر سے روایت ہے

قال کان رسول اللہ ﷺ اذا قرء والضالین قال آمین ورفع بھا صوتہ۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب والضالین فرماتے تو آمین کہتے اور آمین میں اپنی آواز کو بلند کرتے۔ اس حدیث میں رفع فرمایا جس کے معنی ہیں اونچا کرنا بلند کرنا معلوم ہوا آمین اونچی آواز میں کہنا سنت ہے۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت وائل کی اصل روایت میں مد کا لفظ ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں وارد ہوا جس کے معنی کھینچنے کے ہیں نہ کہ بلند کرنے کے یہاں اسناد کے کسی راوی نے روایت بالمعنی کی مد کو رفع سے تعبیر فرمایا اور مراد وہی کھینچنا ہے نہ کہ بلند کرنا روایت بالمعنی کا اس وقت دستور عام تھا۔ اس کا مطلب ہے الفاظ میں اس طرح تبدیلی کر دینا کہ معنی و مفہوم میں تبدیلی واقع نہ ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایتوں میں نماز کا ذکر نہیں صرف حضور ﷺ کی قرات کا ذکر ہے ممکن ہے نماز کے علاوہ کسی خارجی قرات کا ذکر ہو مگر جو احادیث جن میں آہستہ آمین کا ذکر ہے ان میں نماز کا صراحت کے ساتھ ذکر ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ بلند آواز سے آمین کہنا اور آہستہ آمین کہنے کی احادیث میں ٹکراؤ ہے مگر جہر والی احادیث قیاس اور عقل کے خلاف ہیں۔

چوتھا جواب یہ کہ آمین بالجہر والی حدیثیں قرآن شریف سے اور ہماری پیش کردہ احادیث سے منسوخ ہیں اسی لئے صحابہ کرام ہمیشہ آہستہ آمین کہتے تھے اور اسی کا حکم دیتے تھے اور اگر بلند آواز سے آمین کہنا سنت ہوتا تو صحابہ نے اس سنت پر عمل کرنا کیوں چھوڑ دیا ماننا پڑے گا کہ جہر والی حدیثیں منسوخ ہیں۔ لہذا تعارض بھی نہ رہا۔

تعارض (۳): ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کان رسول اللہ ﷺ اذا قال غیر المغضوب

علیهم والضالین قال آمین حتی یسمعها اهل الصف الاول خیر تسبح بها المسجد۔
حضور نبی کریم ﷺ جب غیر المغضوب علیہم والضالین کہتے تو آمین کہتے یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تو مسجد گونج جاتی تھی اس حدیث میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں یہاں تو مسجد گونج جانے کا ذکر ہے گونج بغیر شور اور آواز بلند کئے بغیر پیدا نہیں ہوتی۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ آپ نے حدیث پوری ذکر نہیں کی اول عبارت چھوڑ دی وہ یہ ہے ملاحظہ ہو،،عن ابی ھریرہ قال ترك الناس التامین وکان رسول اللہ ﷺ۔
حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے آمین کہنا چھوٹ دی حالانکہ حضور ﷺ ،،(آگے حدیث کا ترجمہ وہی ہے جو آپ نے اعتراض میں بیان کیا۔)

اس جملے سے معلوم ہوا کہ عام صحابہ کرام نے آمین کہنا چھوڑ دی تھی جس پر حضرت ابو ہریرہ یہ شکایت فرمارہے ہیں اور صحابہ کا کسی حدیث پر عمل چھوڑ دینا یہ اس حدیث کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔

دوسرا جواب یہ کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو عقل اور مشاہدے کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث میں مسجد گونج جانے کا ذکر ہے حالانکہ گنبد والی مسجد میں گونج پیدا ہوتی ہے نہ کی چھپر والی مسجد میں حضور کی مسجد شریف آپ کے زمانہ میں معمولی چھپر والی تھی وہاں گونج پیدا ہوہی کیسے سکتی ہے۔آج کوئی بھی غیر مقلد کسی چھپر والے گھر میں شور مچا کر گونج پیدا کر کے دکھادیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث قرآن کے بھی خلاف ہے رب تعالی فرمایا ہے۔
لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ،،اپنی آوازیں نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچی مت کرو۔
اگر صحابہ نے اتنی اونچی آمین کہی کہ مسجد گونج گئی تو سب کی آواز نبی کی آواز سے اونچی ہوگئی اس لئے قرآن کی صریح مخالفت ہوئی لہذا جوع حدیث قرآن کے مخالف ہو وہ قابل عمل نہیں ہوتی۔

تعارض (۴): ابو دائد میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جب سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو قال آمین حتی یسمع من یلیه من الصف الاول۔
اس طرح آمین کہتے کہ صف اول میں جو آپ کے قریب ہوتا وہ سن لیتا۔

جواب: اس حدیث کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ آپ کی پہلی روایت میں تھا کہ مسجد گونج جاتی تھی اور یہاں آیا ہے کہ پیچھے والے ایک دو آدمی سن لیتے تھے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں بشیر بن رافع آرہا ہے اسے ترمذی نے کتاب الجنائز میں حافظ ذہبی نے میزان

میں سخت ضعیف فرمایا ہے امام احمد نے اسے منکر الحدیث کہا ہے ابن معین نے اس کی روایت کو مقوضوع قرار دیا ہے امام نسائی نے اسے اقوی نہیں مانا۔ یہ ساری تفصیل آپ آفتاب محمدی میں دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا اونچی آمین کی یہ روایت سخت ضعیف ہے قابل عمل نہیں۔ لہذا تعارضات بھی نہ رہے۔

﴿298﴾ تعویزات کے شرک ہونے نہ ہونے کی احادیث میں تعارض:

ابن عمر بچوں کے گلے میں تعویز لٹکاتے:

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله ﷺ قال اذا فرغ احدکم فی النوم فلیقل اعوذ بکلمات الله التامات من غضبه و عقابه ومن همزات الشیطان وان یحضرون فانها لن تضره قال و کان عبد الله بن عمر یعلمها من بلغ من ولده ومن لم یبلغ منهم کتبها فی صك ثم علقها فی عنقه۔ جامع ترمذی ج ۵ ص ۵۴۱۔ سنن ابی داود ۳۸۹۳

ترجمه : حضرت عمر بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی خواب سے گھبرا جائے تو کہہ لے میں اللہ تعالی کے پورے کلمات کی پناہ لیتا ہوں اس کی ناراضگی، اس کے عذاب، اس کے بندوں کے شر، شیطان کی حاضری اور اس کے وسوسوں سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں تو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی بالغ اولاد کو یہ کلمات سکھا دیتے تھے اور اپنے نابالغ بچوں کے گلے میں کاغذ پر لکھ کر یعنی تعویز بنا کر ڈال دیتے تھے۔

ابن عباس نے گھول کر تعویز دیا:

قال ابن عباس اذا عسر علی المراة ولدها تکتب هاتین الآیتین والکلمتین فی صحیفة ثم تغسل و تسقی منها۔ مصنف ابن ابی شیبہ

ترجمه: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عورت پر بچے کی ولادت مشکل ہو جائے تو ایک کاغذ پر یہ دو آیات اور کلمات لکھے جائیں پھر اسے پانی میں گھول کر اس عورت کو پلا دیا جائے۔

جبکہ اس کے برعکس دیگر احادیث میں کچھ اس طرح ہے۔

حدیث (۱): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو تمیمہ لٹکائے اللہ تعالی اس کا کام مکمل نہ کرے اور جو ودعہ لٹکائے تو اللہ تعالی اسے اس کے سپرد کر دے۔

حدیث (۲): عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی باندی کے گلے میں تعویز دیکھا تو اسے کھینچ کر توڑ دیا اور فرمایا آل مسعود شرک سے بیزار ہے۔

تعویزات کے شرک ہونے نہ ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض(۱): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو تمیمہ لٹکائے اللہ تعالیٰ اس کا کام مکمل نہ کرے اور جو ودعہ لٹکائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے سپرد کردے۔

جواب: اس جگہ ممانعت کی وجہ وہ لوگ تھے جن کا یہ عقیدہ ہے کہ دم اور تعویز موثر حقیقی ہے حالانکہ موثر حقیقی صرف اللہ کی ذات ہے دم اور تعویز صرف اسباب ہیں۔ اور تمیمہ وہ تعویزات ہیں جو زمانہ جاہلیت میں جادو کے لئے استعمال ہوتے تھے یا ایسے الفاظ پر مشتمل ہوتے جن کا کوئی معنی و مفہوم موجود نہیں تھا۔

تعارض(۲): عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی باندی کے گلے میں تعویز دیکھا تو اسے کھینچ کر توڑ دیا اور فرمایا آل مسعود شرک سے بیزار ہے۔

جواب: اس حدیث میں ممانعت کی وجہ وہ تعویز یا دم ہے جس میں شرکیہ کلمات ہوں کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ جھاڑ پھونک میں حرج نہیں اگر اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں ورنہ ان احادیث پاک کا کیا جواب ہوگا جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے خود دم کی اجازت اور حکم ارشاد فرمایا نیز آپ نے اس تعویز اور دم سے منع فرمایا جس کا معنی اور مفہوم معلوم نہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے ان کلمات میں کوئی کفریہ یا شرکیہ کلمات ہوں۔ الغرض بعض جگہ اس لئے منع فرمایا کہ وہ تعویزات اور دم جادو ٹونے پر مشتمل تھے اور یہ ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں۔ اور بعض جگہ ان تعویزات اور دم سے منع فرمایا جو برے کاموں کے لئے استعمال کئے جائیں مثلاً میاں بیوی کے درمیان پھوٹ ڈلوانا یا آپس میں دشمنیاں اور نفرتیں پیدا کرنا۔ اور بعض جگہ ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ پہلے دم اور تعویز ممنوع تھے لیکن بعد میں ان کی اجازت عطا فرمادی۔

﴿299﴾ کیا دم کرنا شرک ہے کی احادیث میں تعارض:

نبی کریم ﷺ کو ایک مرتبہ بخار ہوا تو جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ کو ان الفاظ کے ساتھ دم کیا جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی راویت میں ہے

باسم الله ارقيله من كل شئي يوذيك من شر كل نفس او عين حاسد الله يشفيك باسم الله ارقيك۔ صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۷۱۸

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ ﷺ پر دم کرتا ہوں ہر اس شئے سے جو آپ ﷺ کو اذیت دیتی ہے اور ہر اس شر کرنے والے سے اور حسد کرنے والے کی نظر سے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو شفا عطا فرمائے میں آپ پر اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں۔

عن عائشة قالت كان اذا اشتكى رسول الله ﷺ رقايه جبرئيل قال باسم الله يبريك و من كل داء يشفيك ومن شر حاسد اذا حسد و شر كل ذى عين ۔ صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۷۱۸

ترجمه: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کو اس طرح دم کرتے **باسم الله يبريك و من كل داء يشفيك ومن شر حاسد اذا حسد و شر كل ذى عين**،، اللہ کے نام سے جو آپ سے بیماری کو دور فرمائے آپ کو ہر بیماری سے شفا عطا فرمائے اور حاسد کے حسد سے اور ہر آنکھ والے کی نظر بد سے محفوظ فرمائے۔

عن اسماء بنت عميس قالت ان ولد جعفر تسرع اليهم العين افاسترقى لهم ؟ قال نعم فانه لو كان شئى سابق القدر لسبقته العين۔ جامع ترمذی ج۴ ص۳۹۵

ترجمه: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بے شک جعفر کی اولاد کو نظر لگ جاتی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کو دم کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر سے بڑھ جاتی تو اس پر نظر بڑھ جاتی۔

قال جابر لدغت رجلا منا عقربه و نحن جلوس مع رسول الله ﷺ فقال رجل يا رسول الله ﷺ ارقى ؟ قال من استطاع منكم ان ينفع اخاه فليفعل۔ صحیح مسلم ج۴ ص۱۷۲۶

ترجمه: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کو بچھو نے ڈنک مار دیا اس وقت ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اس کو دم کر دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو اپنے بھائی کو فائدہ دے سکتا ہو تو وہ اسے فائدہ پہنچائے۔

عن جابر رضى الله عنه قال رخص النبى ﷺ فى رقية الحية لبنى عمرو۔ صحیح مسلم ج۴ ص۱۷۲۶

ترجمه: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بنی عمرو کو سانپ کا دم کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

عن ام سلمه قالت ان النبى ﷺ راى فى بيتها جارية فى وجهها سفعة يعنى صفرة فقال استرقوا لها فان بها النظرة۔ صحیح بخاری ج۷ ص۱۳۲

ترجمه: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر زرد چھائیاں یعنی زردی تھی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کو نظر بد ہے اسے دم کر دو۔

جبکہ اس کے برعکس حدیث میں کچھ اس طرح ہے۔

حدیث (۱): مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منتر دم وغیرہ سے منع فرمایا اور اس کی نسبت شیطان کی طرف کی معلوم ہوا دم تعویز جائز نہیں ہیں۔

حدیث(۲): روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ہمیں دم کرنے سے منع فرمایا ہے۔

کیا دم کرنا شرک ہے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض (۱): مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منتر دم وغیرہ سے منع فرمایا اور اس کی نسبت شیطان کی طرف کی معلوم ہوا دم تعویز جائز نہیں ہیں۔

جواب: جس منتر سے آپ ﷺ نے منع فرمایا اسے عربی میں نشرہ کہتے ہیں اور یہ عمل عورت اور اس کے شوہر کے درمیان جدائی ڈلوانے کے لئے کیا جاتا ہے اور یہ قرآن وحدیث کے الفاظ سے ہٹ کر برے کلمات پر مشتمل ہوتا ہے یہ ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے۔

تعارض(۲): روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ہمیں دم کرنے سے منع فرمایا ہے۔

جواب: اس حدیث میں ممانعت کی وجہ وہ تعویز یا دم ہے جس میں شرکیہ کلمات ہوں کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ جھاڑ پھونک میں حرج نہیں اگر اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں ورنہ ان احادیث پاک کا کیا جواب ہوگا جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے خود دم کی اجازت اور حکم ارشاد فرمایا۔

﴿300﴾ انبیاء کی زندگی اور موت کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَإِنَّ أحدا لن يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ :قُلْتُ :وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ :إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْزَقُ .رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه

روایت ہے حضرت ابو درداء سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر جمعہ کے دن درود زیادہ پڑھو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر کوئی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے حتی کہ اس سے فارغ ہو جائے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کیا موت کے بعد بھی فرمایا کہ اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا کھانا حرام کردیا ہے لہذا اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔(ابن ماجہ) 1637

مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا کھانا حرام کردیا ہے لہذا اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ" بے شک آپ میت ہیں اور وہ بھی۔

انبیاء کی زندگی اور موت کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

مذکورہ آیت کریمہ "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ" اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ آیت میں موت سے مراد حسی موت ہے جس پر بعض احکام موت کے جاری ہو جاتے ہیں جیسے غسل، کفن، دفن، وغیرہ اور یہاں حدیث میں زندگی سے حقیقی زندگی مراد ہے، نیز وہاں آیات میں موت سے مراد ہے روح کا جسم سے علیحدہ ہو جانا اور یہاں زندگی سے مراد ہے روح کا جسم وغیرہ میں تصرف کرنا، جیسے ہماری سیلانی روح نیند میں جسم سے نکل کر جسم کو زندہ رکھتی ہے یوں ہی ان کی مقامی روح بوقت وفات جسم سے نکل کر بھی زندگی باقی رکھتی ہے۔ لہذا نہ تو آیات متعارض ہیں اور نہ حدیث وقرآن میں کچھ تعارض اس لیئے اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے میت الگ بولا گیا اور دوسرے کے لیئے میتون علیحدہ، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی دوسروں کی طرح ہوتی تو یوں فرمایا جاتا "اِنَّکَ وَاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ"۔

باب الاوراد والوظائف

﴿301﴾ بڑھاپے سے پناہ مانگنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمْسَى قَالَ :أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَسُوءِ الْكِبَرِ وَفِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَإِذَا أَصْبَحَ قَالَ أَيْضًا :أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلَّهِ .وَفِي رِوَايَةٍ :رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ .رَوَاهُ مُسْلِم

روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شام پاتے تو فرماتے ہم نے شام پائی اور اللہ کے ملک نے شام پائی سب تعریفیں اللہ کو ہیں اس اکیلے کے سواء کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اس کا ملک ہے، اس کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے الٰہی میں تجھ سے اس رات کی اور جو اس رات میں ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس رات کی اور جو اس میں ہے اس کی شر سے تیری پناہ لیتا ہوں خدایا میں سستی، بڑھاپے اور زیادتی عمر کی برائیوں سے اور دنیا کے فتنوں سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ لیتا ہوں اور جب سویرا پاتے تو ساتھ یہ بھی کہتے ہم نے سویرا پایا اور اللہ کے ملک نے سویرا پایا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ یارب میں آگ میں عذاب اور قبر میں عذاب سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا، خدایا میں سستی، بڑھاپے اور زیادتی عمر کی خرابیوں سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا قابل رشک ہے وہ آدمی جس کی عمر زیادہ ہو اور وہ نیکیوں سے بھرپور ہو۔

ایک حدیث میں بڑھاپے سے پناہ مانگی اور دوسری میں اس کی فضیلت بیان فرمائی تعارض واضح ہے۔

بڑھاپے سے پناہ مانگنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں بڑھاپے سے پناہ مانگی گئی یا اس کی مزمت کی گئی اس سے ہرم والا بڑھاپا ہے ہرم وہ بڑھاپا جس سے زندگی کا اصل مقصود فوت ہوجائے یعنی علم وعمل جاتے رہیں۔ اور حدیث میں بڑھاپے کی برائی سے مراد سٹھ جانا ہے کہ مت کٹ جائے اور انسان دوسروں پر بوجھ بن جائے کہ اپنے عزیز اس کی موت کی تمنا کرنے لگیں۔ اور جس بڑھاپے کی عظمت بیان کی گئی اس سے وہ بڑھاپا مراد ہے جو نیکیوں سے بھر پور اور دنیا کی محتاجیوں سے بے نیاز ہو اور ہر پل اللہ کی یاد میں گزرے۔ لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿302﴾ صبح شام کے وظائف کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :جاءَتْ فَاطِمَةُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَقَالَ :أَلَا أَدُلُّكِ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ خَادِمٍ؟ تُسَبِّحِينَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتَحْمَدِينَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتُكَبِّرِينَ اللَّهَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَعِنْدَ مَنَامِكِ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خادم مانگنے آئیں تو فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتادو جو خادم سے بہتر ہے ۳۳ بار سبحان اللہ پڑھا کرو اور ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر ہر نماز کے وقت اور سوتے وقت پڑھ لیا کرو۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں ہے کہ ہر نماز کے وقت پڑھ لیا کرو جبکہ اگلی حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح فرمایا،،

وَعَنْ عَلِيٍّ :أَن فَاطِمَة أَتَت النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْكُو إِلَيْهِ مَا تَلْقَى فِي يَدِهَا مِنَ الرَّحَى وَبَلَغَهَا أَنَّهُ جَاءَهُ رَقِيقٌ فَلَمْ تُصَادِفْهُ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ فَلَمَّا جَاءَ (ص738:) أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ قَالَ :فَجَاءَنَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا نَقُومُ فَقَالَ :عَلَى مَكَانِكُمَا فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمِهِ عَلَى بَطْنِي فَقَالَ :أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا؟ إِذَا أَخَذْتُمَا مَضْجَعَكُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَكَبِّرَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ

روایت ہے حضرت علی سے کہ جناب فاطمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس تکلیف کی شکایت کرنے جو ان کے ہاتھ کو چکی سے پہنچتی تھی انہیں جب خبر لگی تھی کہ حضور کے پاس غلام آئے ہیں انہوں نے حضور کو نہ پایا تو حضرت عائشہ سے کہہ آئیں جب حضور تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے یہ قصہ عرض کیا فرماتے ہیں کہ حضور ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ ہم بستر پکڑ چکے تھے تو ہم اٹھنے لگے تو فرمایا اپنی جگہ رہو تشریف لائے میرے اور فاطمہ زہرا کے درمیان بیٹھ گئے حتی کہ میں نے حضور کے قدم کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر محسوس کی فرمایا میں تمہیں تمہارے سوال سے بہتر چیز نہ بتادوں جب

تم اپنے بستر لوتو بار سبحان اللہ پڑھ لو اور بار الحمد للہ اور بار اللہ اکبر یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔ مسلم، بخاری

پچھلی حدیث میں مذکورہ وظائف کے لئے نماز کا ذکر تھا اور اس حدیث میں ہر صبح شام کا۔ تعارض واضح ہے۔

صبح شام کے وظائف کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو صرف صبح شام کا حکم دیا ہو بعد میں ہر نماز کے بعد یا اس کے برعکس بہرحال احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿303﴾ رخسار کے نیچے ہاتھ رکھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ رَأْسِهِ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ أَوْ تَبْعَثُ عِبَادَكَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَرَوَاهُ أَحْمد عَنِ الْبَرَاء

روایت ہے حضرت حذیفہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونا چاہتے تو اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھتے پھر فرماتے الٰہی مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے یا اپنے بندوں کو اٹھائے (ترمذی) اور احمد نے حضرت براء سے روایت کی۔

مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونا چاہتے تو اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھتے۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونا چاہتے تو اپنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

رخسار کے نیچے ہاتھ رکھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کی تطبیق یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ شریف کا بعض حصہ سر مبارک کے نیچے رہتا اور بعض حصہ رخسار مبارک کے نیچے یا کبھی سر کے نیچے ہاتھ رکھتے کبھی رخسار کے نیچے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں رخسار کے نیچے ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے۔

﴿304﴾ قرض لینے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ مَضْجَعِهِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا أَنْتَ آخِذٌ بناصيته اللهُمَّ أَنْت تكشِفُ المغرمَ والمأثم اللهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت علی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیٹتے وقت کہتے تھے الٰہی میں تیری ذات کریم کی اور تیرے کامل کلمات کی پناہ لیتا ہوں اس کے شرارت سے تو جس کی پیشانی پکڑے ہے الٰہی تو ہی قرض اور گناہ کو دور کرتا ہے الٰہی تیرا

لشکر کبھی شکست نہیں پاتا تیرا وعدہ تیرے خلاف نہیں ہوتا اور تیرے مقابل بختاور کو بخت نفع نہیں دیتا تو پاک ہے اور تیری ہی حمد ہے۔ ابوداؤد

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے قرض سے پناہ مانگی جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے وصال کے بعد مقروض تھے اور حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کا قرض ادا کیا اور آپ نے اپنی زرہ قرض میں گروی رکھی ہوئی تھی۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض سے اتنی پناہ مانگی ہے تو آپ پر قرض کیوں ہوتا تھا حتی کہ وفات کے وقت بھی آپ کی زرہ قرض میں گروی تھی۔ احادیث آپس میں متعارض ہیں۔

قرض لینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ جس قرض سے آپ نے پناہ مانگی اس قرض سے مراد اللہ تعالٰی کے فرض ہوں جیسے وہ فرض واجب عبادات جو ادا نہ کی گئیں اور ماثم سے مراد وہ گناہ ہوں جو نہ کرنے تھے اور کر لیے گئے یا مغرم سے مراد وہ ناجائز قرض ہیں جن سے رب ناراض ہے جیسے حرام کام میں خرچ کرنے کے لیے قرض لینا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض سے اتنی پناہ مانگی ہے تو آپ پر قرض کیوں ہوتا تھا حتی کہ وفات کے وقت بھی آپ کی زرہ قرض میں گروی تھی۔ بعض قرض ثواب ہیں اور بعض قرض گناہ، قرض گناہ سے پناہ مانگی۔ یا قرض سے وہ قرض مراد ہے جو ادا نہ ہو سکے، حضور کے تمام قرض ادا ہو گئے حتی کہ حضور کے بعد صدیق اکبر نے ادا کیے۔

﴿305﴾ شکر کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غَنَّامٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم " :من قَالَ حِينَ يُصْبِحُ: اللَّهُمَّ مَا أَصْبَحَ بِي مِنْ نِعْمَةٍ أَوْ بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ فَقَدْ أَدَّى شُكْرَ يَوْمِهِ وَمَنْ قَالَ مِثْلَ ذَلِكَ حِينَ يُمْسِي فَقَدْ أَدَّى شُكْرَ ليلته ."رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن غنام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صبح کے وقت یہ پڑھے الٰہی تیری جو نعمت مجھے یا تیری کسی مخلوق کو ملی وہ صرف تیرے اکیلے کی طرف سے ہے تیرا کوئی شریک نہیں لہذا تیری ہی حمد ہے اور تیرا ہی شکر تو اس نے آج کے دن کا شکریہ ادا کر دیا اور جو اسی طرح شام کے وقت کہہ لے تو اس نے اس رات کا شکریہ ادا کر دیا۔ ابوداؤد

مذکورہ حدیث میں ہے کہ شکر صرف اللہ کا ہی ہے جبکہ آیت کریمہ میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

"اَنِ اشْكُرْ لِىْ وَ لِوَالِدَيْكَ" میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرو۔ تعارض واضح ہے۔

شکر کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ حقیقی حمد اور حقیقی شکر تیرے ہی ہیں کہ حقیقی منعم تو ہی ہے، تیرے سواء جس کا بھی شکر و حمد ہوں گے

وہ مجازی ہوں گے لہذا یہ دعا قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں "اَنِ اشْکُرْ لِی وَ لِوَالِدَیْكَ" میرا اور اپنے ماں باپ کاشکریہ ادا کرو کہ وہاں ماں باپ کا شکریہ مجازی مراد ہے۔

﴿306﴾ حضور کے اوراد کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ یَقُولُ إِذَا أَوَی إِلَی فِرَاشِهِ :اللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَیْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَی مُنْزِلَ التوراةِ والإنجیل والقرآنِ أعوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِی شَرٍّ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِهِ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَكَ شَیْءٌ وَأَنْتَ الآخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَكَ شَیْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَیْسَ فَوْقَكَ شَیْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُونَكَ شَیْءٌ اقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَاغْنِنِی مِنَ الْفَقْرِ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَرَوَاهُ مُسلم مَعَ اخْتِلَاف یسیر

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ حضور جب اپنے بستر پر جاتے تو عرض فرماتے اے اللہ اے آسمانوں کے رب اے زمین کے رب اے ہر چیز کے رب اے دانہ اور گٹھلی کو پھاڑ نکالنے والے اے توریت انجیل اور قرآن کو اتارنے والے میں ہر اس کی شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کی پیشانی تیری گرفت میں ہے تو ہی اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہیں اور تو ہی آخر ہے کہ تیرے پیچھے کچھ نہیں تو ہی ظاہر ہے کہ تیرے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو ہی چھپا ہے کہ تیرے پیچھے کچھ نہیں میرا قرض ادا کردے اور مجھے فقیری سے غنا بخش (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) اسے مسلم نے کچھ تھوڑے فرق کے ساتھ روایت کیا۔

مذکورہ حدیث میں ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر جاتے تو یہ اوراد پڑھتے تھے۔ جبکہ دوسری حدیث جو حصن حصین میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ بستر پر لیٹ کر یہ اوراد پڑھتے تھے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

حضور کے اوراد کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کبھی بستر پر جاتے تو اوراد پڑھتے اور کبھی بستر پر لیٹ کر پڑھتے ہوں لہذا دونوں روایتوں میں تعارض نہیں۔

﴿307﴾ فقر کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ یَقُولُ إِذَا أَوَی إِلَی فِرَاشِهِ :اللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَیْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَی مُنْزِلَ التوراةِ والإنجیل والقرآنِ أعوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِی شَرٍّ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِهِ أَنت الْأَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَكَ شَیْءٌ

وَأَنْتَ الآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ البَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَاغْنِنِي مِنَ الفَقْرِ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَرَوَاهُ مُسلم مَعَ اخْتِلَاف يسير

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ حضور جب اپنے بستر پر جاتے تو عرض فرماتے اے اللہ اے آسمانوں کے رب اے زمین کے رب اے ہر چیز کے رب اے دانہ اور گٹھلی کو پھاڑ نکالنے والے اے توریت انجیل اور قرآن کو اتارنے والے میں ہر اس کی شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کی پیشانی تیری گرفت میں ہے تو ہی اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہیں اور تو ہی آخر ہے کہ تیرے پیچھے کچھ نہیں تو ہی ظاہر ہے کہ تیرے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو ہی چھپا ہے کہ تیرے پیچھے کچھ نہیں میرا قرض ادا کردے اور مجھے فقیری سے غنا بخش (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) اسے مسلم نے کچھ تھوڑے فرق کے ساتھ روایت کیا۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے دعا کی الہی مجھے فقر سے غنا عطا فرما،، جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا الفقر فخری،، فقر میرا فخر ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

فقر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں فقیری سے مراد مخلوق کی محتاجی ہے یا اس سے دلی فقر مراد ہے جس کے متعلق فرمایا گیا کہ فقر کفر تک پہنچا دیتا ہے لہذا یہ حدیث نہ اس آیت کے خلاف ہے "وَاللهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ" اور نہ اس حدیث کے مخالف الفقر فخری۔

﴿308﴾ ہر حال میں شکر کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَفَانِي وَآوَانِي وَأَطْعَمَنِي وَسَقَانِي وَالَّذِي مَنَّ عَلَيَّ فَأَفْضَلَ وَالَّذِي أَعْطَانِي فَأَجْزَلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ اللَّهُمَّ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ وَإِلَهَ كُلِّ شَيْءٍ أَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بستر اختیار فرماتے تو فرماتے شکر ہے اس اللہ کا جو میرے لیے کافی ہوا اور جس نے مجھے کھلایا اور پلایا اور جس نے مجھ پر احسان پھر فضل کیا اور جس نے مجھے دیا تو بہت زیادہ دیا ہر حال میں اللہ کا شکر ہے اے اللہ ہر چیز کے رب اور بادشاہ اے ہر چیز کے معبود میں آگ سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

،،مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ ہر حال میں اللہ کا شکر ہے،، جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ

شکر صرف نعمت پر ہوتا ہے۔ لہذا احادیث میں تعارض ہے۔

ہر حال میں شکر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ رب کی بھیجی ہوئی مصیبت وغم بھی نعمت ہے کہ اس کے ذریعے ہزار گناہ معاف ہو جاتے ہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ شکر تو صرف نعمت پر ہوتا ہے پھر ہر حال میں شکر کیسا۔

﴿309﴾ غصہ شیطانی فعل ہے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدَ قَالَ :اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ جُلُوسٌ وَأَحَدُهُمَا يَسُبُّ صَاحِبَهُ مُغْضَبًا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ .فَقَالُوا لِلرَّجُلِ :لَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ :إِنِّي لستُ بمجنون

روایت ہے سلیمان ابن صرد سے فرماتے ہیں کہ دو شخصوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپس میں گالی گلوچ کی ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے ان میں سے ایک شخص دوسرے کو غضب میں برا بھلا کہہ رہا تھا اس کا منہ سرخ ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایسی دعا جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص وہ کہہ دے تو اس کی یہ حالت جاتی رہے جسے محسوس کر رہا ہے میں مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں لوگوں نے اس سے کہا کیا تو سنتا نہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں وہ بولا میں دیوانہ نہیں ہوں۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ غصہ شیطانی چیز ہے،، جبکہ اس کے برعکس نبی کریم ﷺ نے کئی بار غصہ کیا اور اس غصے کی وجہ سے آپ کا چہرہ انور سرخ بھی ہوا اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔ تمام احادیث میں تعارض واضح ہے۔

غصہ شیطانی فعل ہے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ہر شیطانی اثر پر شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے مذکورہ بالا حدیث میں یہ غصہ بھی شیطانی تھا کیونکہ مسلمان بھائی پر تھا اور نفس اور دنیاوی وجہ سے تھا اور گالی گلوچ کرنا بھی شیطانی عمل تھا اس لیے اعوذ باللہ کا حکم دیا گیا۔ کفار پر غصہ یا مسلمان پر کسی دینی وجہ سے غصہ تو عبادت ہے لہذا حدیث شریف پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر غصہ شیطانی چیز ہے تو خود حضور نے بارہا غصہ فرمایا ہے کہ حضور کا غصہ عبادت ہے کیونکہ دین کے لیے تھا، اللہ تعالیٰ بھی مجرموں پر غضب فرماتا ہے۔

﴿310﴾ تمام نعمت کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ :سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُو يَقُولُ :اللهُمَّ إِنِّي أَسألُكَ تمامَ النعمةِ فَقَالَ :أَيُّ شَيْءٍ تَمَامُ النِّعْمَةِ؟ قَالَ :دَعْوَةٌ أَرْجُو بِهَا خَيْرًا فَقَالَ :إِنَّ مِنْ تَمَامِ النِّعْمَةِ دُخُولَ الْجَنَّةِ وَالْفَوْزَ مِنَ النَّارِ .وَسَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ :يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ فَقَالَ: قَدِ اسْتُجِيبَ لَكَ فَسَلْ .وَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا وَهُوَ يَقُولُ :اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الصَّبْرَ فَقَالَ :سَأَلْتَ اللَّهَ الْبَلَاءَ فَاسْأَلْهُ الْعَافِيَةَ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعا مانگتے ہوئے یہ کہتے ہوئے سنا الٰہی میں تجھ سے تمام یعنی پوری نعمت مانگتا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پوری نعمت کون چیز ہے وہ بولا کہ یہ ایک دعا ہے جس سے میں بھلائی کی امید کرتا ہوں تو فرمایا کہ پوری نعمت جنت کا داخلہ اور آگ سے نجات ہے اور ایک شخص کو کہتے سنا اے بزرگی واکرام والے تو فرمایا تیری قبول ہوگئی اب مانگ لے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا الٰہی میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں تو فرمایا کہ تو آفت مانگ رہا ہے اللہ سے عافیت مانگ۔ ترمذی

مذکورہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعا مانگتے ہوئے یہ کہتے ہوئے سنا الٰہی میں تجھ سے تمام یعنی پوری نعمت مانگتا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پوری نعمت کون چیز ہے وہ بولا کہ یہ ایک دعا ہے جس سے میں بھلائی کی امید کرتا ہوں تو فرمایا کہ پوری نعمت جنت کا داخلہ اور آگ سے نجات ہے،، جبکہ آیت کریمہ میں اسکے برعکس اللہ رب العزت نے کچھ اس طرح فرمایا،،"وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ "اور میں نے اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں،، آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

تمام نعمت کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

یعنی پہلے ہی جنت میں پہنچ جانا اس طرح کہ دوزخ میں بالکل نہ جائے یہ تمام نعمت ہے اور اگر دوزخ میں کچھ سزا پا کر پھر جنت میں جائے تو یہ بھی اگرچہ نعمت تو ہے مگر پہلی نعمت اس سے اعلی ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے من فرما کر یہ بتایا کہ اور چیزیں بھی تمام نعمت ہیں لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں"وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ "اور میں نے اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں،، اسلام پر جینا ایمان پر مرنا بھی تمام نعمت ہے۔ مقصد یہ ہے کہ صرف مال کی زیادتی تمام نعمت نہیں تو اس کی نیت ہی نہیں کیا کر بلکہ آگ سے نجات کی نیت کر۔

﴿311﴾ برائی پر پیدائش کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِذَا تَزَوَّجَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً أَوِ اشْتَرَى خَادِمًا فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ

شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَإِذَا اشْتَرَى بَعِيرًا فليأخذ بِذروةِ سنامِهِ وليُقل مِثْلَ ذَٰلِكَ .(ص756:) وَفِي رِوَايَةٍ فِي الْمَرْأَةِ وَالْخَادِمِ :ثُمَّ لِيَأْخُذْ بِنَاصِيَتِهَا وَلْيَدْعُ بِالْبَرَكَةِ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَابْن مَاجه

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی کسی عورت سے نکاح کرے یا غلام خریدے تو کہہ لے الٰہی میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس پر تو نے اسے پیدا کیا اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس کی شر سے اور اس کی شر سے جس پر تو نے اسے پیدا کیا اور جب اونٹ خریدے تو اس کا کوہان پکڑ کر اس طرح کہہ لے اور ایک روایت میں عورت و خادم کے متعلق ہے کہ پھر اس کی پیشانی پکڑے اور دعائے برکت کرے (ابوداؤد، ابن ماجہ)

مذکورہ حدیث میں فرمایا گیا کہ ہر بچہ شر پر پیدا ہوتا ہے،، جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

برائی پر پیدائش کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ عموماً ہر انسان فطری طور پر برائی کی طرف مائل ہے، بھلائی رب تعالیٰ کے فضل سے نصیب ہوتی ہے۔ جبلتھا سے یہی طبعی میلان مراد ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے اور یہاں فرمایا گیا کہ شر پر پیدا ہوتا ہے کیوں کہ وہاں پیدائشی حالت کا ذکر ہے کہ بچہ اس عہد و پیمان پر پیدا ہوتا ہے جو میثاق کے دن رب تعالیٰ سے کیے گئے تھے "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى" اور یہاں اس کے میلان طبع کا ذکر ہے خود ہمارا اپنا یہ میلان ہے اسی لیے ہر خطبہ کے اول سرکار پڑھا کرتے تھے "و نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا" رب تعالیٰ شر سے بچائے۔

﴿312﴾ بچھو کے کاٹے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن أبي الْيُسْرِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو :اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَدْمِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّي وَمِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَرَمِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ يَتَخَبَّطَنِي الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَمُوتَ فِي سَبِيلِكَ مُدْبِرًا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَمُوتَ لَدِيغًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى الْغَمِّ

روایت ہے حضرت ابوالیسر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے الٰہی میں تیری پناہ لیتا ہوں عمارت گرنے سے اور تیری پناہ لیتا ہوں اوپر سے گر جانے اور ڈوب جانے جل جانے اور بڑھاپے سے اور تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ شیطان مجھے وسوسے دے موت کے وقت اور تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تیری راہ میں پیٹھ پھیرتا مروں اور تیری پناہ لیتا

ہوں اس سے کہ سانپ سے ڈسا ہوا مروں (ابوداؤد، نسائی) اور دوسری روایت میں یہ زیادتی ہے کہ غم سے۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے بچھو کے کاٹے سے اللہ کی پناہ مانگی،،

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے کہ طبرانی نے سیدنا علی مرتضٰی سے نقل کیا کہ ایک بار حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو بچھو نے کاٹ لیا تو آپ نے اس پر پانی اور نمک لگایا اور سورہ کافرون، فلق وناس دم کی۔

بچھو کے کاٹے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ لدیغ ہر زہریلے جانور کے کاٹے ہوئے کو کہتے ہیں بچھو ہو یا سانپ۔ خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچھو کے کاٹے سے نہیں بلکہ اس موت سے پناہ مانگی ہے جو بچھو کے کاٹے سے ہو لہذا وہ واقعہ اس دعا کے خلاف نہیں جو طبرانی نے سیدنا علی مرتضٰی سے نقل کیا کہ ایک بار حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو بچھو نے کاٹ لیا تو آپ نے اس پر پانی اور نمک لگایا اور سورہ کافرون، فلق وناس دم کی۔

﴿313﴾ قرض سے پناہ کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْكُفْرِ وَالدَّيْنِ فَقَالَ رَجُلٌ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَعْدِلُ الْكُفْرَ بِالدَّيْنِ؟ قَالَ :نَعَمْ .وَفِي رِوَايَةٍ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ .قَالَ رَجُلٌ :وَيُعْدَلَانِ؟ قَالَ :نَعَمْ .رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں کفر اور قرض سے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ کفر کو قرض کے برابر سمجھتے ہیں فرمایا ہاں اور ایک روایت میں ہے الٰہی میں تیری پناہ لیتا ہوں کفر اور فقیری سے ایک شخص بولا کیا یہ دونوں برابر ہیں فرمایا ہاں۔ نسائی

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے دعا کی میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں کفر اور قرض سے،،

جبکہ دوسری حدیث میں ہے آپ نے قرض بھی لیا اور وصال کے وقت مقروض تھے آپ کا قرض صدیق اکبر نے ادا کیا۔

قرض سے پناہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جس قرض سے پناہ مانگی گئی اس قرض سے وہ قرض مراد ہے جو مقروض پر غالب آجائے جسے مقروض ادا نہ کر سکے اور اس کی وجہ سے وہ ذلیل اور رسواء ہو، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے قرض تو لیا ہے کیونکہ جس قرض سے پناہ مانگی ہے وہ اور قرض ہے اور جو لیا وہ اور ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ضرورۃً خصوصاً نکاح دوسری دینی ضرورتوں کے لیے قرض لینا سنت ہے جب کہ ادا کی پوری نیت ہو، نکاح کے قرض سے مراد بھاری جہیز یا حرام رسموں کے لیے قرض نہیں، یہ تو فضول خرچی ہے بلکہ وہ ضروری خرچ مراد ہیں جو حدیث شریف سے ثابت ہیں۔

كتاب الحج

﴿314﴾ حج وعمرہ کا احرام باندھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " :مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ أَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ

روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک حج یا عمرہ کا احرام باندھے تو اسکے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں یا اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے،، حاکم نے مستدرک میں عبداللہ ابن سلمہ مری سے روایت کیا۔ حضرت علی سے کسی نے اس آیت کے متعلق پوچھا "وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّهِ" کہ حج وعمرہ کا پورا کرنا کیا ہے فرمایا یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے احرام باندھ کر نکلو، مشکوۃ کی اس حدیث کو بیہقی وغیرہ نے بھی روایت کیا۔ دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

حج وعمرہ کا احرام باندھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ سے احرام باندھ لینا یا گھر سے احرام باندھ لینا دونوں افضل ہیں مراد یہ ہے کہ جس قدر دور سے احرام بندھے گا اسی قدر زیادہ ثواب ملے گا۔ بشرطیکہ احرام کی پابندیاں پوری کر سکے۔ دونوں کلاموں میں تعارض نہیں۔

﴿315﴾ اہل عراق کے میقات کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ :وَقَّتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَشْرِقِ الْعَقِيقَ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ

روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق (یعنی عراق) والوں کے لیے عقیق کو میقات بنایا اہل مشرق سے مراد عراق والے ہیں۔ اس حدیث میں نبی کریم نے انکے لئے عقیق کو میقات بنایا۔

جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے،،

وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عِرْقٍ .ابوداود، نسائی

روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عراق والوں کے لئے ذات عراق کو میقات بنایا۔

پہلی حدیث میں نبی کریم نے اہل عراق کے لئے عقیق کو میقات بنایا،، جبکہ دوسری میں ذات عرق کو میقات بنایا۔

اہل عراق کے میقات کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے بعض لوگوں نے فرمایا کہ عراق والوں کے لیے دو میقات ہیں: عقیق اور ذات عرق، جس سے عقیق پہلے ہے اور ذات عرق بعد میں لہذا اگر عراق والے حجاج عقیق سے ہی احرام باندھ لیں تو بہت بہتر ہے اور اگر ذات عرق سے احرام باندھیں تو گنہگار نہیں۔ عقیق عق سے بنا بمعنی قطع ہوجانا، چونکہ اس جگہ پانی کا سیلاب آتا رہتا ہے جس سے یہ علاقہ دوسری زمین سے کٹ جاتا ہے اس لیے اسے عقیق کہتے ہیں یہ عقیق وہ عقیق نہیں ہے جو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے، بلکہ یہ عقیق مکہ معظمہ سے شرقی جانب ہے ذات عرق کے مقابل۔

بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ جب عہد فاروقی میں عراق فتح ہوا تو عراقیوں نے فاروق اعظم کی خدمت میں عرض کیا کہ امیر المومنین ہمارا میقات کیا ہے کیونکہ نجد کا میقات قرن ہم سے بہت دور ہے تو آپ نے قرن کے مقابل ذات عرق مقرر کیا کہ انہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مقرر فرمادینے کی خبر نہ تھی۔

﴿316﴾ حج بدل کی احادیث میں تعارض:

مَرْفُوع وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ قَالَ :مَنْ شُبْرُمَةُ قَالَ :أَخٌ لِي أَوْ قَرِيبٌ لِي قَالَ :أَحَجَجْتَ عَنْ نَفْسِكَ؟ قَالَ :لَا قَالَ: حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ .رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَأَبُو دَاوُد وابنُ مَاجه

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یوں کہتے سنا لبیک (حاضر ہوں) شبرمہ کی طرف سے (فرمایا شبرمہ کون، عرض کیا میرا بھائی ہے یا عزیز ہے فرمایا کیا تم اپنا حج کر چکے ہو عرض کیا نہیں فرمایا اپنا حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرو (شافعی، ابوداود، ابن ماجہ)

(وہ صاحب شبرمہ کی طرف سے حج بدل کر رہے تھے اس لیے ان ہی کے نام سے تلبیہ کہہ رہے تھے)

وَعَنْ أَبِي رَزِينٍ الْعُقَيْلِيِّ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ لَا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ وَلَا الْعُمْرَةَ وَلَا الظَّعْنَ قَالَ: حُجَّ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

روایت ہے حضرت ابورزین عقیلی سے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد بہت بوڑھے ہیں جو نہ حج وعمرہ کی طاقت رکھتے ہیں نہ سوار ہونے کی فرمایا اپنے باپ کی طرف سے حج وعمرہ کرو (ترمذی، ابوداود، نسائی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

پہلی حدیث میں بیان ہوا کہ جس نے اپنا حج نہ کیا ہو وہ حج بدل ہرگز نہیں کر سکتا، اگر کرے گا تو وہ خود اس کا اپنا حج ادا ہوگا نہ کہ بدل والے کا۔ جبکہ دوسری حدیث میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے کی اجازت

دی اور یہ نہ پوچھا کہ تو اپنا حج کر چکا ہے یا نہیں۔ اس طرح ایک اور حدیث میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے کی اجازت دی اور یہ نہ پوچھا کہ تو اپنا حج کر چکی ہے یا نہیں۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

حج بدل کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث جس میں پہلے اپنا حج پھر باپ کی طرف سے حج کی تلقین کا ارشاد فرمایا وہ بیان استحباب کے لئے تھی اور جس میں باپ کی طرف سے ادا کرنے کی اجازت دی وہ حدیث بیان جواز کے لیے تھی۔ لہذا اب احادیث میں کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿317﴾ عمرہ کے واجب ہونے کی آیت اور احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي رَزِينٍ الْعُقَيْلِيِّ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ لَا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ وَلَا الْعُمْرَةَ وَلَا الظَّعْنَ قَالَ :حُجَّ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ :هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

روایت ہے حضرت ابورزین عقیلی سے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد بہت بوڑھے ہیں جو نہ حج وعمرہ کی طاقت رکھتے ہیں نہ سوار ہونے کی فرمایا اپنے باپ کی طرف سے حج و عمرہ کرو (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مسئلہ: خیال رہے کہ احادیث کی روشنی میں عمرہ فرض یا واجب نہیں بلکہ سنت ہے،، جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ اور حدیث مذکورہ میں اس کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے،، "وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلهِ "حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو،، آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

عمرہ کے واجب ہونے کی آیت اور احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ عمرہ فرض یا واجب نہیں سنت ہے لہذا حدیث میں دونوں کا حکم دینا استحبابا ہے، یعنی بہتر یہ ہے کہ دونوں ہی باپ کی طرف سے ادا کرو، اور آیت کریمہ میں جو ارشاد ہوا "وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلهِ "حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو،، اس میں عمرہ شروع کر دینے کے بعد اس کے پورا کر دینے کا حکم ہے یعنی جب حج و عمرہ شروع کر دیا تو انہیں ضرور پورا کرو کیونکہ ہر نفل شروع کر دینے سے فرض ہو جاتا۔ لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

مسئلہ: خیال رہے کہ حج بدنی و مالی عبادت کا مجموعہ ہے لہذا بوقت مجبوری دوسرا اس کی طرف سے کر سکتا ہے یعنی حج بدل مگر قدرت ہوتے ہوئے خود ہی کرنا ہوگا، محض بدنی عبادات میں نیابت مطلقاً ناجائز ہے اور محض مالی عبادت میں مطلقاً جائز لہذا کوئی کسی کی طرف سے نماز روزہ کبھی ادا نہیں کر سکتا اور زکوۃ قربانی بہر حال ادا کر سکتا ہے اس کی اجازت سے۔

﴿318﴾ اللہ ومخلوق کی طرف نسبت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُورَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةَ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَه عَنْ عُمَرَ إِلَى قَوْلِه :خبث الْحَدِيد

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حج وعمرہ ملا کر کرو کہ یہ دونوں غریبی اور گناہوں کو ایسے مٹا دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو اور مقبول حج کا ثواب جنت کے سوا اور کچھ نہیں (ترمذی، نسائی) اور احمد، ابن ماجہ نے حضرت عمر سے لوہے کے میل تک روایت کی

یہاں تعارض یہ ہے کہ گناہ وفقر دور کرنا رب کا کام ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا مگر یہاں اسے حج وعمرہ کی طرف نسبت کیا گیا ہے

اللہ ومخلوق کی طرف نسبت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ گناہ وفقر دور کرنا رب کا کام ہے مگر یہاں اسے حج وعمرہ کی طرف نسبت کیا گیا ہے کیونکہ یہ اس کا سبب ہے لہذا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول غنی کر دیتے ہیں، رب فرماتا ہے": أَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه مِنْ فَضْلِه"۔

یاد رہے قران یا تمتع یا حج وعمرہ ملا کر کرنے سے دل کی اور ظاہری فقیری بھی بفضلہٖ تعالیٰ دور ہوتی ہے اور گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اس کا تجربہ بھی ہے۔

﴿319﴾ حضور کے عمروں کی تعداد کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ :اعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ مَرَّتَيْنِ ."رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے ذیقعدہ میں دوبار عمرے کیے۔

جبکہ دوسری حدیث میں کچھ اس طرح بیان ہوا،،

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ :اعْتَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِي كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهِ :عُمْرَةٌ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةٌ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةٌ مِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَّمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةٌ مَعَ حَجَّتِهِ "

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے جو سب ذیقعدہ میں تھے سوائے اس

عمرہ کے جو آپ کے حج کیساتھ تھا حدیبیہ کا عمرہ ذیقعدہ میں سال آئیندہ کا عمرہ ذیقعدہ میں ہی اور جعرانہ کا عمرہ جہاں حنین کی غنیمتیں تقسیم فرمائیں وہ بھی ذیقعدہ میں اور ایک عمرہ آپ کے حج کے ساتھ والا۔ مسلم، بخاری

پہلی حدیث میں فرمایا کہ حضور نے دو عمرے کئے جبکہ دوسری حدیث میں چار عمروں کا ذکر ہوا۔ تعارض واضح ہے۔

حضور کے عمروں کی تعداد کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہاں حقیقی عمرے مراد ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقتاً کل تین عمرے کیے: دو تو حج سے پہلے، ایک حدیبیہ کی قضاء کا، دوسرا فتح حنین کے بعد جعرانہ سے احرام باندھ کر، تیسرا حج کے ساتھ جس کا احرام ذیقعدہ کی آخری تاریخوں میں باندھا اور افعال عمرہ چار ذی الحجہ کو ادا کیے جن راویوں نے چار عمروں کی روایت کی وہ حکمی عمرے کو بھی شامل کر کے ہے یعنی خود صلح حدیبیہ کے سال کا عمرہ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے: مکہ معظمہ سے نو میل دور جانب مدینہ منورہ ایک میدان اور وہاں کے ایک درخت کا نام حدیبیہ ہے اس کا اکثر حصہ حرم شریف میں داخل ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شروع ذی قعدہ پیر کے دن مدینہ منورہ سے چودہ سو صحابہ کے ہمراہ عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے جب حدیبیہ میں پہنچے تو قریش مکہ نے مسلمانوں کو عمرہ سے روک دیا، آخر کار اس پر صلح ہوئی کہ سال آئندہ عمرہ کریں، اس سال ویسے ہی بغیر عمرہ کیے واپس جائیں، پھر ذیقعدہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ قضاء کیا اگرچہ میں عمرہ نہ ہوسکا مگر اسے عمرہ ہی شمار کیا گیا کہ ثواب تو عمرہ کامل ہی گیا۔ غرضکہ بعد ہجرت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین عمرے حقیقی کیے اور ایک عمرہ حکمی کیا۔

﴿320﴾ میقات کے تقرر کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَالطَّرِيقُ الآخَرُ الْجُحْفَةُ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ وَمُهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت جابر سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا مدینہ والوں کا احرام گاہ ذوالحلیفہ سے ہے اور ان کا دوسرا راستہ جحفہ ہے اور عرق والوں کا احرام گاہ ذات عرق سے ہے اور نجد والوں کا احرام گاہ قرن ہے اور یمن والوں کا احرام گاہ یلملم ہے۔ مسلم

وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عِرْقٍ

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيّ

روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عراق والوں کے لئے ذات عراق کو میقات بنایا۔

جبکہ ان دونوں حدیثوں کے برعکس کچھ اس طرح ہے،، بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ جب عہد فاروقی میں عراق فتح ہوا تو عراقیوں نے فاروق اعظم کی خدمت میں عرض کیا کہ امیر المومنین ہمارا میقات کیا ہے کیونکہ نجد کا میقات قرن ہم سے بہت دور ہے تو آپ نے قرن کے مقابل ذات عرق مقرر کیا۔

پہلی اور دوسری حدیث میں بیان ہوا کہ عراق والوں کے لئے ذات عرق نبی کریم ﷺ نے مقرر کیا جبکہ تیسری حدیث میں ہے کہ حضرت عمر نے مقرر کیا، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

میقات کے تقرر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ذات عرق، قرن منازل کے مقابل واقع ہے، عراق کے مشہور مقامات بصرہ، بغداد، کربلا، نجف، موصل ہیں۔ اگرچہ عراق و شام عہد فاروقی میں فتح ہوئے مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ علاقے فتح ہوں گے اور یہاں سے حجاج آیا کریں گے اسی لیے ان کے میقات مقرر فرما دیئے، ان پر عمل عہد فاروقی سے ہوا، جن روایات میں ہے کہ ان دونوں میقاتوں کو حضرت عمر نے مقرر فرمایا وہاں عملی تقرر مراد ہے۔ اور جن احادیث میں ہے کہ حضور نے مقرر فرمائے وہاں قولی تقرر مراد ہے۔ لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔ ملا علی قاری علیہ الرحمہ اس کا دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضرت عمر کو حضور ﷺ کے تقرر کا علم نہیں تھا اس لئے مقرر فرمایا۔

﴿321﴾ عورتوں کے جہاد پر جانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ :اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجِهَادِ .فَقَالَ :جهادكن الْحَج

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کے متعلق اجازت مانگی تو فرمایا عورتوں کا جہاد حج ہے۔ مسلم، بخاری

مطلب یہ کہ مجھے بھی میدان جہاد میں اپنے ساتھ لے چلیں، مجاہدین کی مرہم پٹی و دیگر خدمات کروں گی اور اگر ضرورت پڑی تو کفار سے لڑوں گی بھی۔ یعنی عورتوں پر جہاد فرض نہیں حج فرض ہے اگر ان میں اس کی طاقت ہو۔

جبکہ دوسری احادیث میں عورتوں کا جہاد میں جانا ثابت ہے اور وہ جہاد میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی بھی کرتی تھیں، تعارض واضح ہے۔

عورتوں کے جہاد پر جانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی ہنگامی حالات ایسے نازک ہو جاتے ہیں کہ عورتوں کو بھی جہاد کرنا پڑتا ہے جب کہ مرد جہاد کے لیے ناکافی ہوں، کفار کا دباؤ بڑھ جائے۔ اور جن احادیث میں عورتوں کا جہاد میں جانا ثابت ہے وہ ہنگامی حالات میں ہے اور جہاں جہاد سے منع کیا گیا وہ حدیث نارمل (Normal) حالات کی ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿322﴾ نماز اور جہاد کی فضیلت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ :سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ :إِيمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ قِيلَ :ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ :الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ .قِيلَ :ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ :حَجٌّ مبرورٌ

روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل بہتر ہے فرمایا اللہ رسول پر ایمان لانا عرض کیا گیا پھر کون سا فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، عرض کیا گیا پھر کون سا فرمایا مقبول حج۔ مسلم، بخاری

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ :شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔

بخاری و مسلم

دوسری احادیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے مگر پہلی حدیث میں ایمان کے بعد جہاد کا ذکر آیا۔ تعارض واضح ہے۔

نماز اور جہاد کی فضیلت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض احادیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے مگر یہاں جہاد کا ذکر آیا اس لیے کہ جہاد فی سبیل اللہ اکثر نمازی ہی کرتے ہیں یا بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہو جاتا ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں زیادہ مشغولیت کی بنا پر پانچ نمازیں قضاء فرمادیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ہنگامی حالات اور ہوتے ہیں معمول پر پہنچنے کے بعد دوسرے حالات۔

﴿323﴾ عزت و ذلت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يُذِلَّ نَفْسَهُ . قَالُوا :وَكَيْفَ يُذِلُّ نَفْسَهُ؟ قَالَ :يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يُطِيقُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ .وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ :هٰذَا حَدِيثٌ حسن غَرِيبٌ

روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو یہ لائق نہیں کہ اپنے کو ذلیل کرے

لوگوں نے پوچھا حضور ذلیل کیسے کرے فرمایا اپنے کو ان آفتوں پر پیش کرے جن کی طاقت نہ رکھتا ہو (ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی شعب الایمان) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔

جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے کچھ اس طرح فرمایا،، کہ مؤمن علت وقلت یا ذلت سے خالی نہیں رہتا۔

پہلی حدیث میں فرمایا کہ مسلمان کو یہ لائق نہیں کہ اپنے کو ذلیل کرے،، اور دوسری میں فرمایا مؤمن علت وقلت یا ذلت سے خالی نہیں رہتا۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

عزت وذلت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں جو فرمایا کہ مسلمان کو یہ لائق نہیں کہ اپنے کو ذلیل کرے،، اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مومن اپنی خواہش اور مرضی سے اپنے کو ذلت میں نہ ڈالے لہذا یہ فرمان اس حدیث کے خلاف نہیں کہ مؤمن علت وقلت یا ذلت سے خالی نہیں رہتا، یہاں ذلت سے مراد عزت کیمقابلے میں ذلت نہیں بلکہ بے بسی مراد ہے۔

﴿324﴾ اپنے اوپر سختیاں کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يُذِلَّ نَفْسَهُ . قَالُوا :وَكَيْفَ يُذِلُّ نَفْسَهُ؟ قَالَ :يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يُطِيقُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ .وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ :هٰذَا حَدِيث حسن غَرِيب

روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو یہ لائق نہیں کہ اپنے کو ذلیل کرے لوگوں نے پوچھا حضور ذلیل کیسے کرے فرمایا اپنے کو ان آفتوں پر پیش کرے جن کی طاقت نہ رکھتا ہو (ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی شعب الایمان) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔

اس حدیث میں فرمایا کہ مومن کو یہ لائق نہیں کہ خود کو ذلیل کرے اور اپنے آپ کو آفتوں میں مبتلا کرے،،

جبکہ دوسری احادیث میں مسلمانوں پر جہاد کرنے جہاد کی صعوبتیں برداشت کرنے کا حکم دیا اور جو جہاد میں شامل نہ ہوئے ان کی سختی سے سرزنش کی اور ان کو سوشل بائیکاٹ کر کے انہیں سزائیں دی گئیں۔ لہذا احادیث میں تعارض ہے۔

اپنے اوپر سختیاں کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ (۱) یا تو رب سے سختیاں مانگ لے (۲) یا اپنے آپ کو بلاضرورت سختیوں میں ڈال لے لہذا یہ حدیث احکام جہاد کے خلاف نہیں۔ بدر میں بے سامان صحابہ ہزار ہتھیار بند کفار کے مقابلہ میں ڈٹ گئے کہ وہاں دینی ضرورت تھی۔ نہ تو انہوں نے خود سے سختی مانگی اور نہ بلاضرورت جنگ میں کود پڑے۔ لہذا کوئی تعارض نہیں۔

﴿325﴾ سب سے بڑے عابد کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوُدَ يَقُولُ :اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَمَالِي وَأَهْلِي وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ .قَالَ :وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَكَرَ دَاوُدَ يُحَدِّثُ عَنْهُ يَقُولُ :كَانَ أَعْبَدَ الْبَشَرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داؤد علیہ السلام کی دعا یہ تھی کہ آپ عرض کرتے تھے الٰہی میں تجھ سے تیری محبت اور تیرے محبوبوں کی محبت مانگتا ہوں اور وہ عمل مانگتا ہوں جو تیری محبت تک پہنچادے الٰہی مجھے اپنی محبت کو میری جان و مال گھربار اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب بنادے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب داؤد علیہ السلام کا ذکر فرماتے تو کہتے کہ وہ عابد ترین انسان تھے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ حضرت داود علیہ السلام سب سے بڑے عابد تھے حالانکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کوئی عابد نہیں۔احادیث میں تعارض ہے۔

سب سے بڑے عابد کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عابد تھے نہ کہ تمام انبیاء سے یا سرکار دو عالم ﷺ سے جیسے رب تعالیٰ بنی اسرائیل سے فرماتا ہے"اَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ "بے شک ہم نے تم کو عالمین پر فضیلت دی ،،اس کا مطلب یہ نہیں کہ بنی اسرائیل امت مصطفیٰ سے زیادہ فضیلت والی ہے مطلب یہ کہ وہ اپنے زمانے میں فضیلت والے تھے،،لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ داؤد علیہ السلام،حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام یا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عابد ہوں اور نہ یہ فرمان اس آیتِ کریمہ کے خلاف ہے جس میں نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں فرمایا گیا":اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا"۔

﴿326﴾رہبانیت کی احادیث میں تعارض:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو يَقُولُ :رَبِّ أَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ وَانْصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ وَامْكُرْ لِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ وَاهْدِنِي وَيَسِّرِ الْهُدَى لِي وَانْصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ رَبِّ اجْعَلْنِي لَكَ شَاكِرًا لَكَ ذَاكِرًا لَكَ رَاهِبًا لَكَ مِطْوَاعًا لَكَ مُخْبِتًا إِلَيْكَ أَوَّاهًا مُنِيبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي وَاغْسِلْ حَوْبَتِي وَأَجِبْ دَعْوَتِي وَثَبِّتْ حُجَّتِي وَسَدِّدْ لِسَانِي وَاهْدِ قَلْبِي وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ صَدْرِي .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَه

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے تو یوں عرض کرتے یارب میری مدد کر مجھ پر مدد اوروں کو نہ دے مجھے نصرت بخش میرے مقابل نصرت نہ دے میرے لیے تدبیر فرما میرے مقابل تدبیر نہ فرما مجھے ہدایت دے اور میرے لیے ہدایت آسان فرما مجھے ان پر فتح دے جو مجھ پر بغاوت کریں یارب مجھے اپنا شکر گزار اپنا ذاکر اپنے سے خوف کرنے والا اپنا مطیع تیری طرف رجوع کرنے والا آہ وزاری کرنے والا لوٹنے والا بنا یارب مری توبہ قبول کر میرے گناہ دھودے میری دعا قبول فرما میری دلیل مضبوط کر، میری زبان درست رکھ، میرے دل کو ہدایت دے میرے سینے کی سیاہی دور کردے۔ ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ

مذکورہ حدیث میں نبی کریم نے اپنے لئے ان الفاظ سے دعا فرمائی ،،**رَبِّ اجعَلنِی لَّكَ شَاكِرًا لَّكَ ذَاكِرًا لَّكَ رَاهِبًا لَّكَ**۔ اے رب مجھے اپنا شاکر ذاکر اور راہب بنا۔ جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت میں رہبانیت یعنی ترک دنیا منع ہے میری امت کی رہبانیت یعنی ترک دنیا مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنا ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

رہبانیت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ راہب کے معنے ہیں ظاہر و باطن ہر حال میں رب سے ڈرنے والا دنیا میں نہ پھنسنے والا۔ جس رہبانیت سے حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے وہ بمعنی ترک دنیا ہے کہ اسلام میں تارک الدنیا ہوکر جوگی سادھو بن جانا منع ہے لہذا حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿327﴾ احرام میں خوشبو لگانے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا قَالَتْ :كُنتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهِ قَبْلَ أَنْ يُحرِمَ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ بِطِيبِ فِيهِ مِسْكٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خوشبو تیار کررہی تھی آپ کے احرام کے لیے احرام باندھنے سے پہلے اور آپ کے کھولنے کے لیے طواف بیت اللہ سے پہلے ایسی خوشبو جس میں مشک ہوتا تھا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک بحالت احرام دیکھ رہی ہوں (مسلم، بخاری)

یعنی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حج یا عمرہ کے احرام کا ارادہ فرماتے تو میں خوشبو تیار رکھتی، آپ غسل فرما کر بغیر سلے کپڑے پہن کر خوشبو ملتے، پھر نفل پڑھ کر تلبیہ کہتے۔

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،، بخاری، مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص خوشبو میں لتھڑا ہوا

احرام باندھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور انور نے اس سے فرمایا کہ خوشبو دھو ڈال، اپنا جبہ اتار دے، پھر عمرہ کے ارکان ادا کر، دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

احرام میں خوشبو لگانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت جو خوشبو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم استعمال کرتے تھے وہ بعینہ آپ کی مانگ شریف میں بعد احرام بھی باقی رہتی تھی حضرت عائشہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ گویا میں تصور میں اب بھی اسے دیکھ رہی ہوں۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بحالت احرام خوشبو لگانا حرام ہے مگر احرام سے پہلے کی خوشبو کا بقا جائز ہے خواہ خوشبو کا جرم باقی رہے یا اثر۔ اور جس شخص کو خوشبو سے منع کیا اس شخص نے بعد احرام خوشبو لگائی تھی۔ لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿328﴾ احرام میں بال چپکانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا يَقُولُ :لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ .لَا يَزِيدُ عَلَى هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بال چمٹائے تلبیہ کہتے سنا کہ فرماتے تھے حاضر ہوں یا اللہ حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں، یقیناً حمد و نعمت تیری ہے اور ملک تیرا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ان کلمات پر زیادتی نہ فرماتے تھے۔ مسلم، بخاری

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّدَ رَأْسَهُ بِالْغِسْلِ . رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے لیے اپنے سر کے بال شریف خطمی سے چپکائے۔

ان دونوں احادیث میں بحالت احرام بالوں کو چپکانے اور سر کو ڈھکنے کا ثبوت ہے جبکہ دوسری حدیث میں حالت احرام میں نبی کریم ﷺ نے سر ڈھکنے سے منع فرمایا حدیثیں متعارض ہیں۔

احرام میں بال چپکانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ملبد تلبید سے بنا بمعنی بال چپکانا کسی گوند وغیرہ سے تاکہ بال نہ اڑیں اور ان میں گرد و غبار نہ بھرے، اور یہ سر ڈھکنے کے حکم میں ہے، امام اعظم کے نزدیک یہ تلبید لغوی معنی میں ہے یعنی بالکل مطلقاً جمع کر لینا، انہیں پریشان نہ رکھنا۔ اور انکے نزدیک یہ غسل اور بال شریف چپکانا احرام کے وقت نہ تھا بلکہ احرام سے پہلے تھا کیونکہ بحالت احرام بال چپکانا منع ہے۔ لہذا اب تعارض بھی نہیں رہا۔

﴿329﴾ تلبیہ کے الفاظ کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا يَقُولُ :لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ .لَا يَزِيدُ عَلَى هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بال چمٹائے تلبیہ کہتے سنا کہ فرماتے تھے حاضر ہوں یا اللہ حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں، یقیناً حمد ونعت تیری ہے اور ملک تیرا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ان کلمات پر زیادتی نہ فرماتے تھے۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں تلبیہ کے الفاظ یہ بیان کئے گئے ،،لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ .

جبکہ اس کے برعکس صحابہ وتابعین تلبیہ یوں کہتے تھے لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّه فِي يَدَيْكَ وَالرُّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ لَكَ لَبَّيْكَ اور بہت زیادتیاں فرماتے تھے جیسا کہ کتب احادیث میں موجود ہے۔ لہٰذا تلبیہ کے الفاظ میں احادیث کا تعارض واضح ہے۔

تلبیہ کے الفاظ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات تلبیہ میں ان الفاظ پر زیادتی نہ فرماتے تھے کبھی زیادتی بھی فرماتے تھے، دوسرے اماموں کے ہاں زیادتی جائز بلکہ مستحب ہے۔ چنانچہ صحابہ وتابعین تلبیہ یوں کہتے تھے لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّه فِي يَدَيْكَ وَالرُّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ لَكَ لَبَّيْكَ اور بہت زیادتیاں فرماتے تھے جیسا کہ کتب احادیث میں موجود ہے، ہاں منقولہ الفاظ سے کمی کرنا مکروہ ہے، مرد کو تلبیہ بلند آواز سے کہنا چاہیے اور عورت کو آہستہ آواز سے۔

﴿330﴾ نفل کے بعد تلبیہ کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ وَاسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ قَائِمَةً أَهَلَّ مِنَ عندِ مسجدِ ذی الحلیفة

روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا پاؤں شریف رکاب میں داخل فرمایا اور آپ کو لے کر آپ کی اونٹنی سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ نے ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس با آواز تلبیہ کہا (مسلم، بخاری)

یعنی حضور علیہ السلام نے ذوالحلیفہ (بیرعلی) پہنچ کر احرام کے نفل ادا کیے، پھر مکہ کی طرف روانگی کے لیے اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے، جب اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہوگئی۔ تو آپ نے ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس بآ واز تلبیہ کہا،،

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَعُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ النَّاقَةُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ أَهَلَّ بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَيَقُولُ: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ مُتفق عَلَيْهِ وَلَفظه لمُسلم

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ میں دورکعت نفل پڑھتے تھے پھر جب مسجد ذوالحلیفہ کے پاس آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوجاتی تو ان کلمات سے تلبیہ کہتے کہ فرماتے حاضر ہوں میں یا اللہ حاضر ہوں حاضر ہوں خدمت میں حاضر ہوں اور ساری بھلائی تیرے قبضہ میں ہے حاضر ہوں رغبت و اعمال تیرے لیے ہیں۔ مسلم، بخاری

بیہقی وترمذی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے نفل پڑھتے ہی تلبیہ ہی کہا اسے بیہقی نے تو ضعیف کہا مگر ترمذی نے حسن فرمایا۔ پہلی حدیث میں ناقہ پر سوار ہوتے وقت کا تلبیہ ذکر ہوا اور دوسری و تیسری میں حضور کا نفل کے بعد والا تلبیہ بیان ہوا احادیث میں تعارض واضح ہے۔

نفل کے بعد تلبیہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں عمل مختلف اوقات کے ہیں ایک بار سواری پر تلبیہ کہا دوسری بار نفل پڑھتے ہی کہا تھا، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ابوداؤد نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے ان دونوں حدیثوں کی تطبیق یوں روایت کی، بعض لوگوں نے حضور کا نفل کے بعد والا تلبیہ سنا انہوں نے وہ روایت کردیا اور دوسروں نے ناقہ پر سوار ہوتے وقت کا تلبیہ سنا انہوں نے وہ روایت کردیا، دونوں وقت تلبیہ کہنا سنت ہے۔ (ازمرقات المفاتیح) امام شافعی کے ہاں پہلے تلبیہ اونٹ پر سوار ہوکر کہے، امام اعظم کے ہاں نفل سے فارغ ہوتے ہی کہے، امام مالک واحمد، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ ہیں، یہ ہی عمل بہتر ہے۔

﴿331﴾ حج وعمرہ کی تلبیہ کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَأَهَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَحَلَّ وَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَحِلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال نکلے تو ہم میں بعض وہ تھے جنہوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا اور ہم میں بعض وہ تھے جنہوں نے حج و عمرہ کا احرام باندھا اور بعض وہ تھے جنہوں نے صرف حج کا احرام باندھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ تو کھل گئے لیکن جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج و عمرہ جمع کیا تھا وہ دسویں تاریخ تک نہ کھلے۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا جبکہ ایک حدیث میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا اور ایک حدیث میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

حج و عمرہ کی تلبیہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض راویوں نے حضور سے صرف عمرہ کی روایت کی ہے بعض نے صرف حج کی، بعض نے حج و عمرہ دونوں کی، حضرت ام المؤمنین نے یہاں صرف حج کی روایت کی، وجہ یہ ہے کہ حضور انور نے قران کیا تھا لہذا آپ تلبیہ میں کبھی صرف حج کا نام لیتے تھے کبھی صرف عمرہ کا اور کبھی حج و عمرہ دونوں کا جیسا کہ قارن کو اختیار ہے، ہر راوی نے جو سنا اسی کی روایت کی لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿332﴾ پیدل سعی کرنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ بِالْمَدِينَةِ تِسْعَ سِنِينَ لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ أَذَّنَ فِي النَّاسِ بالحجِّ فِي الْعَاشِرَةِ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ بَشَرٌ كَثِيرٌ فَخَرَجنَا مَعَهُ حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَوَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بن أَبِي بَكْرٍ فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :كَيفَ أصنعُ؟ قَالَ :اغتسِلي واستثفري بِثَوْبٍ وَأَحْرِمِي فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالتَّوْحِيدِ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ .قَالَ جَابِرٌ :لَسْنَا نَنْوِي إِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَطَافَ سَبْعًا فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا ثُمَّ تَقَدَّمَ إِلَى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ فَقَرَأَ :(وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إبراهيمَ مُصَلًّى(فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ وَفِي رِوَايَةٍ :أَنَّهُ قَرَأَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ :(ص784:) (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ و (قُلْ يَا أَيُّهَا الكافِرونَ(ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ إِلَى الصَّفَا فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَأَ:

(إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعائِرِ اللَّهِ(أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللَّهُ بِهِ فَبَدَأَ بِالصَّفَا فَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتَّى رَأَى الْبَيْتَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبلَةَ فَوَحَّدَ اللَّهَ وَكَبَّرَهُ وَقَالَ :لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ .ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذَلِكَ قَالَ مِثْلَ هَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ نَزَلَ وَمَشَى إِلَى الْمَرْوَةِ حَتَّى انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِي بَطْنِ الْوَادِي ثُمَّ سَعَى حَتَّى إِذَا صَعِدْنَا مَشَى حَتَّى أَتَى الْمَرْوَةَ فَفَعَلَ عَلَى الْمَرْوَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا حَتَّى إِذَا كَانَ آخِرُ طَوَافٍ عَلَى الْمَرْوَةِ نَادَى وَهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ وَالنَّاسُ تَحْتَهُ فَقَالَ :لَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً .-رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو برس مدینہ پاک میں مقیم رہے کہ حج نہ کیا پھر دسویں سال لوگوں میں حج کا اعلان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے جانے والے ہیں چنانچہ بہت ہی لوگ مدینہ پاک میں آ گئے ہم آپ کے ہمراہ نکلے حتی کہ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو حضرت اسماء بنت عمیس کے ہاں محمد ابن ابو بکر صدیق پیدا ہوئے ان بی بی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ اب میں کیا کروں فرمایا نہالو اور کوئی کپڑا باندھ لو اور احرام باندھ لو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز ادا کی پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے حتی کہ جب اونٹنی آپ کو لے کر میدان میں سیدھی کھڑی ہوئی تو حضور نے کلمہ توحید بلند آواز سے پکارا حاضر ہوں الٰہی میں حاضر ہوں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بے شک تعریف نعمت ملک تیرے ہیں تیرا کوئی شریک نہیں حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم صرف حج ہی کی نیت سے تھے عمرہ کو جانتے بھی نہ تھے حتی کہ ہم جب کعبہ شریف میں حضور انور کے ساتھ پہنچے تو حضور نے رکن کو بوسہ دیا پھر سات پھیرے طواف کیا جس میں تین چکروں میں رمل فرمایا اور چار میں معمولی چال چلے پھر مقام ابراہیم پر تشریف لائے تو یہ آیت تلاوت کی کہ مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ مقام کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کر لیا ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے ان دونوں رکعتوں میں قل ھواللہ احد اور قل یاایھا الکافرون پڑھیں پھر رکن اسود کی طرف لوٹے اسے چوما پھر دروازے سے صفا پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے جب صفا سے قریب ہوئے تو یہ آیت تلاوت کی کہ صفا و مروہ اللہ کی دینی نشانیوں میں سے ہیں ہم اس سے ابتداء کریں گے جس سے رب نے ابتداء کی چنانچہ آپ نے صفا سے سعی شروع کی اس پر چڑھے حتی کہ کعبہ معظمہ کو دیکھ لیا تو کعبہ کو منہ کیا اللہ کی توحید و تکبیر بیان کی اور فرمایا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اپنے بندے کی مدد کی اس اکیلے نے احزاب کو بھگایا پھر ان ذکروں

کے درمیان دعا مانگی تین بار یہ فرمایا پھر اترے پھر مروہ کی طرف چلے حتی کہ بطن وادی میں آپ کے قدم شریف برابر سید ھے ہو گئے پھر دوڑے حتی کہ جب آپ کے قدم چڑھنے لگے تو معمولی چال چلے حتی کہ مروہ پہنچے پھر مروہ پر وہ ہی کیا جیسا صفا پر کیا تھا حتی کہ جب مروہ پر آخری چکر ہوا تو آپ نے آواز دی حالانکہ آپ مروہ پر تھے اور لوگ آپ سے نیچے تو فرمایا اگر ہم اس کام کا پہلے سے خیال کرتے جس کا بعد میں خیال آیا تو ہم ہدی نہ لاتے اور اسے عمرہ قرار دیتے لہذا تم میں سے جس کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ احرام کھول دے اور اسے عمرہ بنالے۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صفاء مروہ کی پیدل سعی فرمائی جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے،، مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر سعی فرمائی۔

دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

پیدل سعی کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدل سعی فرمائی سواری پر نہ کی، یہ ہی سنت ہے بلا عذر سواری پر سعی کرنا خلاف سنت ہے۔ مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر سعی فرمائی وہ عمرہ قضاء کا واقعہ ہے اور وہ سوار ہونا بھی دشواری و معذوری کی وجہ سے تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لیے مکہ والے ہجوم بن کر آئے اور حضور کے پاس سے ہٹتے نہ تھے، پیدل سعی ناممکن ہو گئی تھی لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿333﴾ طواف قدوم و زیارت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا قَالَت :خَرَجنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيَحْلِلْ وَمَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَأَهْدَى فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ العُمرة ثُمَّ لَا يحل حَتَّى يحل مِنْهَا .وَفِي رِوَايَةٍ :فَلَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ بِنَحرِ هَدْيِهِ وَمَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهُ .قَالَتْ :فَحِضْتُ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَروَةِ فَلَمْ أَزَلْ حَائِضًا حَتَّى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ أُهْلِلْ إِلَّا بِعُمْرَةٍ فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَنْقُضَ رَأْسِي وَأَمْتَشِطَ وَأُهِلَّ بِالْحَجِّ وَأَتْرُكَ الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ حَتَّى قَضَيْتُ حَجِّي بَعَثَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ وَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَمِرَ مَكَانَ عُمْرَتِي مِنَ التَّنْعِيمِ قَالَتْ :فَطَافَ الَّذِينَ كَانُوا أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوا ثُمَّ طَافُوا بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں روانہ ہوئے تو ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا ہم جب مکہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور ہدی نہ لایا ہو وہ حلال ہو جائے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور ہدی لایا ہو وہ عمرہ کے ساتھ حج کا احرام باندھ لے پھر حلال نہ ہو حتی کہ ان دونوں سے حلال ہو اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پھر حلال نہ ہو حتی کہ ہدی کی قربانی کر لے اور جس نے حج کا احرام باندھا ہو وہ اپنا حج پورا کرے فرماتی ہیں کہ میں کپڑوں سے ہو گئی حالانکہ میں نے بیت اللہ کا طواف نہ کیا تھا نہ صفا اور مروہ کی سعی تو میں کپڑوں سے ہی رہی، حتی کہ عرفہ کا دن آ گیا اور میں نے صرف عمرہ کا ہی احرام باندھا ہوا تھا تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں اپنے بال کھول دوں اور کنگھی کر لوں اور حج کا احرام باندھ لوں عمرہ چھوڑ دوں میں نے ایسا ہی کیا حتی کہ میں نے اپنا حج پورا کر لیا میرے ساتھ عبدالرحمان ابن ابوبکر صدیق کو بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے چھوٹے ہوئے عمرہ کی جگہ مقام تنعیم سے عمرہ کروں فرماتی ہیں کہ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی پھر حلال ہو گئے پھر منٰی سے لوٹنے کے بعد ایک طواف کیا لیکن جنہوں نے حج و عمرہ جمع کیا تھا انہوں نے ایک ہی طواف کیا۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے،، کہ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی پھر حلال ہو گئے پھر منٰی سے لوٹنے کے بعد ایک طواف کیا لیکن جنہوں نے حج و عمرہ جمع کیا تھا انہوں نے ایک ہی طواف کیا،، جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے،،

روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے مگر آپ نے عمرہ کے بعد طواف قدوم کیا، نیز دار قطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے مگر آپ نے عرفہ سے دو طواف کئے اور دو سعی، ایک طواف و سعی عمرہ کا، دوسرا طواف و سعی حج کا، نیز طحاوی نے عمران ابن حصین، علی، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ قارن دو طواف کرے اور دو سعی،، احادیث میں تعارض ہے۔

طواف قدوم و زیارت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یعنی قران والوں نے بھی منٰی سے واپس ہو کر صرف ایک طواف ہی کیا، طواف زیارت انہوں نے قران کی وجہ سے اب دو طواف نہ کئے لہذا یہ حدیث نہ تو احناف کے خلاف ہے نہ شوافع کی دلیل۔ خیال رہے کہ قارن احناف کے نزدیک بعد ادائے عمرہ عرفات جانے سے پہلے طواف قدوم اور صفا مروہ کی سعی کرے گا اور بعد عرفات طواف زیارت کرے گا، امام شافعی کے ہاں قارن طواف قدوم نہیں کرتا، صرف بعد عرفات طواف زیارت کرتا ہے ان کی دلیل یہ پہلی حدیث ہے، حنفیوں کی دلیل یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے مگر آپ نے عمرہ کے بعد طواف قدوم کیا، نیز

دار قطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے مگر آپ نے عرفہ سے دو طواف کئے اور دو سعی، ایک طواف و سعی عمرہ کا، دوسرا طواف و سعی حج کا، نیز طحاوی نے عمران ابن حصین، علی، عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ قارن دو طواف کرے اور دو سعی لہذا اس حدیث عائشہ کے یہ ہی معنی ہیں کہ عرفات کے بعد قارن صحابہ رضی اللہ عنھم نے ایک طواف کیا تا کہ تمام احادیث جمع ہو جائیں اور یہ حدیث ہماری پیش کردہ احادیث کے خلاف نہ ہو۔

﴿334﴾ سواری پر طواف کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بعير يستلم الرُّكن بمحجن

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر طواف کیا اور رکن اسود کو چھڑی سے چومتے تھے۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سواری پر طواف کیا،، جبکہ دوسری احادیث میں اس کے برعکس سواری پر طواف کرنے سے منع کیا گیا اور پیدل طواف کرنا واجب ہے،، تعارض واضح ہے

اری پر طواف کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ں کا جواب یہ ہے کہ بلا مجبوری و معذوری سواری پر طواف کرنا ممنوع ہے، طواف میں چلنا واجب ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ پر طواف لوگوں کی تعلیم کے لیے تھا تا کہ تمام لوگ یہ طواف دیکھ کر طواف کرنا سیکھ لیں لہذا یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے اور یہ حضور کا معجزہ ہے کہ اونٹ نے اس وقت پیشاب پاخانہ نہ کیا۔ ہم لوگ مجبوری کی حالت میں بھی اونٹ، گھوڑا حرم شریف میں نہیں لے جا سکتے، ریڑھی ویل چیئر میں طواف کریں گے جیسا کہ بیمار اور بوڑھے لوگ کرتے ہیں۔

﴿335﴾ دوران طواف سواری اور رمل کی احادیث میں تعارض:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ بِالْمَدِينَةِ تِسْعَ سِنِينَ لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ أَذَّنَ فِي النَّاسِ بالحجّ فِي الْعَاشِرَةِ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ بَشَرٌ كَثِيرٌ فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَوَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :كَيْفَ أَصنعُ؟ قَالَ :اغتسِلي واستثفري بِثَوْبٍ وَأَحْرِمِي فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالتَّوْحِيدِ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ

إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ. قَالَ جَابِرٌ: لَسْنَا نَنْوِي إِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَطَافَ سَبْعًا فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا رَوَاهُ مُسْلِم

روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو برس مدینہ پاک میں مقیم رہے کہ حج نہ کیا پھر دسویں سال لوگوں میں حج کا اعلان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے جانے والے ہیں چنانچہ بہت ہی لوگ مدینہ پاک میں آگئے ہم آپ کے ہمراہ نکلے حتی کہ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو حضرت اسماء بنت عمیس کے ہاں محمد ابن ابوبکر صدیق پیدا ہوئے ان بی بی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ اب میں کیا کروں فرمایا نہالو اور کوئی کپڑا باندھ لو اور احرام باندھ لو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز ادا کی پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے حتی کہ جب اونٹنی آپ کو لے کر میدان میں سیدھی کھڑی ہوئی تو حضور نے کلمہ توحید بلند آواز سے پکارا حاضر ہوں الٰہی میں حاضر ہوں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بے شک تعریف نعمت ملک تیرے ہیں تیرا کوئی شریک نہیں حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم صرف حج ہی کی نیت سے تھے عمرہ کو جانتے بھی نہ تھے حتی کہ ہم جب کعبہ شریف میں حضور انور کے ساتھ پہنچے تو حضور نے رکن کو بوسہ دیا پھر سات پھیرے طواف کیا جس میں تین چکروں میں رمل فرمایا اور چار میں معمولی چال چلے۔

مذکورہ حدیث میں ہے،، کہ ہم جب کعبہ شریف میں حضور انور کے ساتھ پہنچے تو حضور نے رکن کو بوسہ دیا پھر سات پھیرے طواف کیا جس میں تین چکروں میں رمل فرمایا اور چار میں معمولی چال چلے۔

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بعير يَسْتَلِم الرُّكْنَ بِمِحْجَن

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر طواف کیا اور رکن اسود کو چھڑی سے چومتے تھے۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سواری پر طواف کیا،، اور پہلی حدیث میں ہے کہ آپ نے طواف میں رمل کیا،،

یہاں تعارض یہ ہے کہ رمل اکڑ کر چلنے کو کہتے ہیں جبکہ سواری پر رمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا سواری پر طواف اور طواف میں رمل دونوں میں تعارض واضح ہے۔

دوران طواف سواری اور رمل کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف قدوم تو پیدل کیا اور طواف زیارت سواری پر لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف میں رمل کیا اور سواری پر رمل ناممکن ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس حدیث

میں رمل کا ذکر ہے وہ طواف قدوم تھا اور جس میں سواری کا ذکر ہے وہ طواف زیارت تھا، اب کوئی تعارض نہیں۔

﴿336﴾ بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی احادیث میں تعارض:

عَنِ الْمُهَاجِرِ الْمَكِّيِّ قَالَ :سُئِلَ جَابِرٌ عَنِ الرَّجُلِ يَرَى الْبَيْتَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَقَالَ قَدْ حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَكُنْ نَفْعَلُهُ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ

روایت ہے حضرت مہاجر مکی سے فرماتے ہیں کہ حضرت جابر سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو بیت اللہ کو دیکھ کر اپنے ہاتھ اٹھائے فرمایا ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا ہم تو یہ نہ کرتے تھے۔ ترمذی، ابوداود

مذکورہ حدیث میں فرمایا،، ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا ہم تو یہ نہ کرتے تھے (یعنی بیت اللہ کو دیکھ کر دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے) جبکہ دوسری احادیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

فتح القدیر و مرقات میں بیہقی سے ہے کہ فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ جب بیت اللہ شریف کو دیکھو تو ہاتھ اٹھا کر پڑھو ،، **اللهم انت السلام** ،، اسی طرح حضرت ابن جریج سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ معظمہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھاتے اور یہ دعا کرتے تھے "اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيفًا وَّ تَعْظِيمًا" الٰہی اس گھر کی عزت و شرف اور بڑھا دے۔

ایک حدیث میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی نفی ہے اور دوسری میں اس کا ثبوت ہے، دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جب ثبوت و نفی کی روایات میں تعارض ہو تو ثبوت کی روایت کو ترجیح ہوگئی، دعا کی نفی کرنے والوں کو اس حدیث کی خبر نہ ہوئی جس میں دعا کا ثبوت ہے یا یوں کہو کہ اول نظر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے پھر جب بھی کعبہ نظر آئے بغیر ہاتھ اٹھائے دعا کرے، اس طرح دونوں روایتیں جمع ہیں۔ بہر حال احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿337﴾ طواف وضو کی طرح ہے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :الطَّوَافُ حَوْلَ الْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلَاةِ إِلَّا أَنَّكُمْ تَتَكَلَّمُونَ فِيهِ فَمَنْ تَكَلَّمَ فِيهِ فَلَا يَتَكَلَّمَنَّ إِلَّا بِخَيْرٍ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَذَكَرَ التِّرْمِذِيُّ جَمَاعَةً وَقَفُوهُ عَلَى ابْنِ عباس

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت اللہ کے گرد طواف نماز کی طرح ہے بجز اس کے کہ تم اس میں بات کر سکتے ہو تو جو طواف میں کلام کرے تو اچھا ہی کلام کرے (ترمذی، نسائی، دارمی) اور ترمذی نے اس جماعت کا ذکر کیا جنہوں نے اسے ابن عباس پر موقوف کیا۔

مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ طواف نماز کی طرح ہے جبکہ آیت کریمہ میں نماز کے لئے وضو فرض ہے لہذا طواف میں بھی فرض ہونا چاہئے۔ تعارض واضح ہے۔

طواف وضو کی طرح ہے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ظنی ہے اور ظنیات سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ طواف کو نماز سے صرف عبادت ہونے میں تشبیہ دی گئی ہے، نہ کہ شرائط وارکان کے اشتراط میں۔

﴿338﴾ سواری پر سعی کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن صفية بنت شيبة قَالَت :أَخبرَتنِي بنتُ أَبِي تُجرَاةَ قَالَت :دَخلتُ مَعَ نِسوَةٍ مِن قُرَيش دَارَ آلِ أَبِي حُسَينٍ نَنظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسعَى بَينَ الصَّفَا وَالمَروَةِ فَرَأَيتُهُ يَسعَى وَإِنَّ مِئزَرَهُ لَيَدُورُ مِن شِدَّةِ السَّعيِ وَسَمِعتُهُ (ص794:) يَقُولُ :اسعَوا فَإِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَيكُمُ السَّعيَ .رَوَاهُ فِي شَرحِ السُّنَّةِ وَرَوَاهُ أَحمد مَعَ اختِلَاف

روایت ہے حضرت صفیہ بنت شیبہ سے فرماتے ہیں مجھے ابی تجارہ کی بیٹی نے خبر دی فرماتی تھیں کہ میں چند قرشی بیبیوں کے ساتھ ابی حسین کے خاندان کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے گئی جب کہ آپ صفا و مرہ کے درمیان سعی کر رہے تھے تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کا تہبند شریف تیز دوڑنے کے باعث گردش کر رہا تھا اور میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ لوگو سعی کرو اللہ نے تم پر سعی واجب کی (شرح سنہ) اور احمد نے کچھ اختلاف سے روایت کی۔

اس حدیث میں پیدل سعی کرنے کا ثبوت ہے جبکہ دوسری روایات میں ہے کہ آپ نے اونٹ پر سعی کی جیسا کہ حدیث میں،

وَعَن قُدَامَةَ بنِ عَبدِ اللَّهِ بنِ عَمَّارٍ قَالَ :رَأَيتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَسعَى بَينَ الصَّفَا وَالمَروَةِ عَلَى بَعِيرٍ لَا ضرب وَلَا طرد وَلَا إِلَيكَ .رَوَاهُ فِي شرح السّنة

روایت ہے حضرت قدامہ ابن عبداللہ ابن عمار سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفا مروہ کے درمیان اونٹ پر سعی کرتے دیکھا جس میں نہ اونٹ کا مارنا پیٹنا تھا نہ لوگوں کو ہٹانا نہ ہٹو بچو فرمانا۔ شرح سنہ

دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

سواری پر سعی کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پہلی حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی پیدل کی نہ کہ سواری پر، یہ ہی سنت ہے بلا عذر سواری پر سعی کرنا مکروہ و خلاف سنت ہے۔ جن روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر سعی کی وہ کسی عمرے میں تھی جو بیماری وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے یا لوگوں کی تعلیم کے لیے تھی جیسے حضور انور نے بغرض تعلیم سواری پر طواف بھی کیا۔

اور دوسری حدیث جو سواری پر ہوئی یہ سعی حجۃ الوداع کی سعی نہیں بلکہ کسی عمرہ کی سعی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سواری پر سعی کرنا کسی سخت مجبوری یا بیماری کی وجہ سے ہے لہذا یہ حدیث گزشتہ اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور کا تہبند شریف زیادہ تیز دوڑنے کی وجہ سے گھوم رہا تھا کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

﴿339﴾ صفا مروی کی سعی کے واجب ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن صفية بنتِ شيبةَ قَالَتْ :أَخبَرَتنِي بِنتُ أَبِي تُجرَاةَ قَالَتْ :دَخَلتُ مَعَ نِسوَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ دَارَ آلِ أَبِي حُسَيْنٍ نَنظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَرَأَيْتُهُ يَسْعَى وَإِنَّ مِئْزَرَهُ لَيَدُورُ مِنْ شِدَّةِ السَّعْيِ وَسَمِعْتُهُ (ص794:) يَقُولُ :اسْعَوْا فَإِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ .رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَاهُ أَحمد مَعَ اخْتِلَاف

روایت ہے حضرت صفیہ بنت شیبہ سے فرماتے ہیں مجھے ابی تجارہ کی بیٹی نے خبر دی فرماتی تھیں کہ میں چند قرشی بیبیوں کے ساتھ ابی حسین کے خاندان کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے گئی جب کہ آپ صفا و مرہ کے درمیان سعی کررہے تھے تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کا تہبند شریف تیز دوڑنے کے باعث گردش کررہا تھا اور میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ لوگو سعی کرو اللہ نے تم پر سعی واجب کی (شرح سنہ) اور احمد نے کچھ اختلاف سے روایت کی۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا یَقُولُ :اسْعَوْا فَإِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ۔

سعی کرو بے اللہ تعالی نے سعی کو (كَتَبَ عَلَيْكُم) تم پر فرض کر دیا ہے۔

صفا مروی کی سعی واجب ہے جیسا کہ دوسری روایات سے ثابت ہے جبکہ اس حدیث کتب کا لفظ ہے جسکے معنی فرض ہے۔اسی طرح حضرت ابن عباس، ابن زبیر، انس ابن مالک رضی اللہ تعالی عنہم سعی کو نفل ہی مانتے ہیں۔احادیث میں تعارض واضح ہے۔

صفا مروی کی سعی کے واجب ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حج میں سعی واجب ہے کہ اس کے رہ جانے پر دم واجب ہوگا، اور جس حدیث میں کتب آیا یعنی سعی فرض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

﴿340﴾ مغربین کی تکبیر کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ (ص802:) بِجَمْعٍ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِإِقَامَةٍ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَلَا عَلَى إِثْرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا .رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھیں کہ ان میں سے ہر نماز علیحدہ تکبیر سے ادا کی اور نہ ان کے درمیان نفل پڑھے اور نہ ان میں سے کسی نماز کے پیچھے۔بخاری

اس حدیث میں فرمایا کہ ہر نماز الگ الگ تکبیر سے ادا کی جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں کچھ اس طرح ہے،،
مسلم شریف نے حضرت سعید ابن جبیر سے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک اذان ایک اقامت سے دونوں نمازیں پڑھیں۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

مغربین کی تکبیر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ مغربین میں اذان بھی ایک ہوگی اور تکبیر بھی ایک، جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا اور یہ احادیث مطابق قیاس ہیں اور وہ حدیث جس میں الگ الگ تکبیر کا بیان ہے وہ خلاف قیاس ہے لہذا ان روایات کو ترجیح ہے جن میں ایک تکبیر ہے کیونکہ تکبیر لوگوں کو جمع کرنے کے لیے ہوتی ہے لوگ پہلی اذان و تکبیر پر جمع ہو چکے ہیں اور نماز عشاء کا وقت بھی ہے تو ظاہر ہے کہ بغیر عشاء پڑھے لوگ متفرق نہیں ہوں گے۔

یاد رہے کہ ظہرین میں الگ الگ تکبیر ہیں کیونکہ عرفات میں ظہر اپنے وقت میں ہے اندیشہ ہے کہ لوگ سلام پھیرتے ہی چل دیں گے اس لیے تکبیر فوراً ہی کہہ دی جائے کہ عصر بھی ابھی ہو رہی ہے جاؤ مت، بہر حال احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿341﴾ دو نمازیں جمع کر کے پڑھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ :مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةً إِلَّا لِمِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ :صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ وَصَلَّى الْفَجْرَ يومئذٍ قبلَ ميقاتها مسلم، بخاری

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز غیر وقت میں پڑھی ہو سواء دو نمازوں کے مزدلفہ میں تو مغرب وعشاء اور اس دن نماز فجر اپنے وقت معہود سے پہلے پڑھ لی

اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سوائے مزدلفہ کے کہیں بھی دو نمازوں کو جمع نہیں کیا، جبکہ دوسری احادیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک سفر میں ظہر اور عصر جمع کر کے ادا کیں۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ غزوہ خندق میں بھی آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے کئی نمازیں جمع کر کے ادا کیں،، احادیث آپس میں متعارض ہیں۔

دو نمازیں جمع کر کے پڑھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سفر میں جمع بین الصلوتین نہ کیا یعنی چند نمازیں بیک وقت نہ پڑھیں، جس حدیث میں ہے کہ آپ نے ظہر اور عصر جمع کر کے ادا کیں وہاں جمع صوری تھا یعنی صورتاً جمع تھیں نہیں مطلب یہ کہ ظہر کو ظہر کے آخر وقت میں پڑھی اور عصر کو عصر کے اول وقت میں، اس کو جمع صوری کہتے ہیں، رہا غزوہ خندق میں چند نمازیں یکدم پڑھنا وہ جمع نہ تھا بلکہ قضاء پڑھی گئی تھیں، جمع اور ہے قضاء کچھ اور اور قضا نمازیں کسی بھی وقت کسی بھی نماز کے ساتھ جمع کر کے پڑھی جا سکتی ہیں۔ لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿342﴾ صبح کے وقت رمی کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :قَدَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ أُغَيْلِمَةَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَى حُمُرَاتٍ فَجَعَلَ يَلْطَحُ أَفْخَاذَنَا وَيَقُولُ :أُبَيْنِيَّ لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجه

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم بنی عبدالمطلب کے بچوں کو خچروں پر سوار کر کے آگے روانہ کر دیا حضور انور ہماری رانوں کو ہاتھ لگاتے اور فرماتے تھے بچو سورج نکلنے سے پہلے جمرہ کو کنکر نہ مارنا اس حدیث میں صبح سے پہلے رمی کرنے سے منع فرمادیا جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں کچھ اس طرح ہے۔

وَعَن عَائِشَة قَالَت :أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأُمِّ سَلَمَةَ ليلة النَّحر فرمت (ص804:) الجمرة قبلَ الْفَجْرِ ثُمَّ مَضَتْ فَأَفَاضَتْ وَكَانَ ذَلِكَ الْيَوْمُ الْيَوْمَ الَّذِي يَكُونَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِندها .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کو بقرعید کی رات بھیج دیا انہوں نے فجر سے پہلے جمرہ کے کنکر مار لیے پھر وہ چلی گئیں تو طواف زیارت کرلیا یہ دن وہ تھا جس دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس قیام فرما ہوتے تھے۔ ابوداؤد

پہلی حدیث میں رات سے صبح تک رمی کرنے سے منع فرمادیا جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں حضرت عائشہ نے اس وقت رمی جمار کی، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

صبح کے وقت رمی کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں فجر کے وقت حضرت ام سلمہ نے رمی کی ظاہر یہ ہے کہ فجر سے مراد نماز فجر ہے نہ کہ وقت فجر یعنی حضرت ام سلمہ نے پو پھٹنے کے بعد پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کی پھر نماز فجر پڑھی لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا تھا کہ آفتاب نکلنے سے پہلے رمی نہ کرنا کہ وہاں بیان استحباب تھا اور یہاں جواز پر عمل ہے۔

﴿343﴾ عرفات کی طرف پیدل چلنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُرْوَةَ أَنَّهُ سمع الشَّرِيدَ يَقُولُ :أَفَضْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا مَسَّتْ قَدَمَاهُ الْأَرْضَ حَتَّى أَتَى جَمعاً .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت یعقوب ابن عاصم ابن عروہ سے کہ انہوں نے حضرت شرید کوفرماتے سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ عرفات چلا تو آپ کے قدم شریف زمین سے نہ لگے (یعنی سواری سے نہ اترے) حتّٰی کہ مزدلفہ میں پہنچ گئے۔

اس حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سواری سے نیچے نہ اترے جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے،، روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس راہ میں ایک جگہ پیشاب کے لیے اترے، استنجاء فرما کر وضو کیا، عرض کیا گیا، حضور نماز مغرب؟ فرمایا نماز آگے ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

عرفات کی طرف پیدل چلنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں فرمایا کہ سواری سے نہ اترے اس کا مطلب یہ ہے کہ سرکار مدینہ عرفات سے مزدلفہ تک پیدل چلنے کے لیے کہیں نہ اترے سواری پر ہی رہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پیشاب وغیرہ کے لئے کہیں نہ اترے لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس راہ میں ایک جگہ پیشاب کے لیے اترے، استنجاء فرما کر وضو کیا، عرض کیا گیا، حضور نماز مغرب؟ فرمایا نماز آگے ہے، خلاصہ یہ کہ پہلی حدیث میں چلنے کے لیے اترنے کی نفی ہے اور دوسری حدیث میں حاجت کے لیے اترنے کا ثبوت ہے۔ لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

نوٹ: خیال رہے کہ پیدل حج کا بہت ثواب ہے کہ ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں کا وعدہ ہے اور سواری پر حج سنت رسول ہے ثواب اس کا زیادہ تقرب اس میں زیادہ جیسے بعد وتر نفل کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ اور بیٹھ کر پڑھنے کا تقرب زیادہ کہ سرکار یہ نفل بیٹھ کر ہی پڑھتے تھے، یہاں پیدل حج سے مراد مکہ مکرمہ سے عرفات جانا آنا ہے نہ کہ گھر سے پیدل جانا۔

﴿344﴾ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ وَرَمَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَمَى الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے کہ وہ بڑے جمرہ پر پہنچے تو بیت اللہ کو اپنے بائیں اور منٰی کو اپنے دائیں رکھا اور سات کنکریاں ماریں کہ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے تھے پھر فرمایا اسی طرح انہوں نے رمی کی جن پر سورہ بقرہ اتری۔ مسلم، بخاری

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے،، روایت ہے کہ وہ بڑے جمرہ پر پہنچے تو بیت اللہ کو اپنے بائیں اور منٰی کو اپنے دائیں رکھا اور سات کنکریاں ماریں کہ ہر کنکری کے بعد تکبیر کہتے تھے۔

پہلی حدیث میں فرمایا کہ ہر کنکری کے ساتھ آپ ﷺ تکبیر کہتے تھے،، جبکہ دوسری حدیث میں فرمایا کہ ہر کنکری کے بعد تکبیر کہتے تھے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں ساتھ کا ذکر ہے وہاں ساتھ سے مراد متصل ہے یعنی کنکری کے فوراً بعد ملا کر لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ ہر کنکری کے بعد تکبیر کہی، رب تعالیٰ بلقیس کا قول نقل فرماتا ہے "اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ" یہاں بھی معیت سے اتصال مراد ہے، سیدنا عبداللہ ابن عمر ہر کنکر پر یہ پڑھتے تھے "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُوْرًا وَذَنْبًا مَغْفُوْرًا وَ عَمَلًا مَشْكُوْرًا" اور فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔

﴿345﴾ گائے کی قربانی کے شرکاء کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جابِرٍ قَالَ :نَحَرْنا مَعَ رَسولِ اللّٰهِ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَة.

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے سال سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ اور سات کی طرف سے گائے ذبح کی۔ مسلم

مذکورہ حدیث اور دیگر احادیث سے ثابت ہے کہ گائے سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے اس سے زیادہ افراد کی شرکت جائز نہیں، جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں کچھ اس طرح ہے۔

وَعنهُ قَالَ :نَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ بَقَرَةً فِي حَجَّتِهِ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں اپنی تمام بیویوں کی طرف سے ایک گائے قربانی کی۔ مسلم

گائے کی قربانی کے شرکاء کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

گائے کی قربانی کے شرکاء کی تعداد سات مقرر کی گئی ہے لیکن اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے ایک گائے قربان کی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں مذکور ہوا تو یہ حضور کی خصوصات میں سے ہے۔ لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿346﴾ قربانی کے جانور پر سواری کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ :ارْكَبْهَا فَقَالَ :إِنَّهَا بَدَنَةٌ .قَالَ :ارْكَبْهَا .فَقَالَ :إِنَّهَا بَدَنَةٌ. قَالَ :ارْكَبْهَا وَيلك فِي الثَّانِيَةِ أَوِ الثَّالِثَة

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ہدی کا ایک اونٹ ہانک رہا ہے فرمایا اس پر سوار ہو جاوہ بولا یہ تو بدنہ ہے فرمایا سوار ہو جاوہ پھر بولا یہ بدنہ ہے تو دوسری یا تیسری بار میں فرمایا تجھ پر افسوس ہے ارے سوار ہو جا۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور پر سوار ہونے کا حکم دیا جبکہ دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے

جانور پر سواری کرنے سے منع فرمایا۔احادیث میں تعارض واضح ہے۔

قربانی کے جانور پر سواری کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں سواری کا حکم دیا اس شخص کے پاس کوئی اور سواری نہیں تھی پیدل چل رہا تھا، سخت مشقت میں تھا اور ہدی کو ہانکتا ہوا لے جا رہا تھا جس سے اس کی اذیت اور بڑھ گئی تھی اس لئے اس کو سواری کی اجازت دی ۔لہذا اس سے معلوم ہوا کہ مجبوراً اورضرورۃً سواری جائز ہے اور بلاضرورت و مجبوری منع۔

﴿347﴾ ابوجہل کے اونٹ کے سر کی بالی کی احادیث میں تعارض:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْدَى عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي هَدَايَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلًا كَانَ لِأَبِي جَهْلٍ فِي رَأْسِهِ بُرَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَفِي رِوَايَةٍ مِنْ ذَهَبٍ يَغِيظُ بِذَلِكَ الْمُشْرِكِين .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال ہدی بھیجی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدیوں میں ابوجہل کا اونٹ بھی تھا جس کے سر میں چاندی کی بالی تھی اور ایک روایت میں ہے سونے کی بالی تھی جس سے مشرکین کو جلائیں۔ابوداؤد

مذکورہ حدیث میں بیان ہوا کہ اونٹ کے سر میں چاندی کی بالی تھی دوسری روایت میں ہے کہ سونے کی بالی تھی جبکہ ایک اور حدیث میں ہے کہ اس کے سر میں تانبے کی بالی تھی احادیث میں تعارض واضح ہے۔

ابوجہل کے اونٹ کے سر کی بالی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ابوجہل کا یہ اونٹ جنگ بدر میں بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لیا تھا اس سال مکہ معظمہ اسے لے جانا مشرکین کو جلانے کے لیے تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی ناک کان وغیرہ میں مختلف سوراخ ہوں کسی سوراخ میں سونے کی بالی ہو،کسی میں چاندی کی، کسی میں تانبے کی،لہذا روایات متعارض نہیں ہیں۔

﴿348﴾ دن کی فضیلت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُرْطٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ .قَالَ ثَوْرٌ :وَهُوَ الْيَوْمُ الثَّانِي .قَالَ :وَقُرِّبَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ أَوْ سِتٌّ فطفِقْنَ يَزْدَلِفنَ إِلَيهِ بأيتهِنَّ يبدأُ قَالَ :فَلَمَّا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا .قَالَ فَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ خَفِيَّةٍ لَمْ أَفْهَمْهَا فَقُلْتُ :مَا قَالَ؟ قَالَ :مَنْ شَاءَ اقْتَطَعَ .رَوَاهُ أَبُو

دَاوُدَ وَذَكَرَ حَدِيثَا ابْنِ عَبَّاسٍ وجابِرٍ فِي بَابِ الْأُضْحِيَة

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن قرط سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اللہ کے نزدیک بہت عظمت والا دن بقرعید کا دن ہے پھر قرار کا دن، ثور فرماتے ہیں وہ دوسرا دن ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانچ چھ اونٹ ذبح کے لیے پیش کیے گئے تو وہ اپنے کو حضور کے آگے کرنے لگے کہ کس سے حضور ذبح شروع کریں پھر جب وہ کروٹوں کے بل گر گئے تو حضور نے آہستہ سے کچھ فرمایا جسے میں سمجھ نہ سکا، میں نے پوچھا کہ حضور نے کیا فرمایا تو بتایا کہ یہ فرمایا جو چاہے اسے کاٹ لے (ابوداؤد) اور حضرت ابن عباس وجابر کی حدیث قربانی کے باب میں ذکر کی گئی۔

مذکورہ حدیث میں فرمایا قربانی کے دنوں میں سب سے افضل دن دسویں بقرعید ہے، جبکہ ایک حدیث میں ہے کہ عرفہ کا دن افضل ہے بعض روایات میں ہے کہ ماہ رمضان کا عشرہ افضل ہے،، احادیث آپس میں متعارض ہیں۔

دن کی فضیلت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں فرمایا کہ دسویں بقرعید کا دن افضل ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ذی الحجہ کے عشرہ میں یہ دن افضل ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ رمضان سے یا یوم عرفہ سے افضل ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ان میں سے سب ہی افضل ہوں مختلف جہات سے لہذا احدیث واضح ہے، کوئی تعارض نہیں۔

﴿349﴾ حج میں بال کٹوانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :قَالَ لِي مُعَاوِيَةُ :إِنِّي قَصَّرْتُ مِنْ رَأْسِ النَّبِيِّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عِنْد الْمَرْوَة بمشقص

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں نے مروہ کے پاس تیر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کاٹے تھے۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں بیان ہوا کہ مروہ پہاڑ پر حضورﷺ کے بال کاٹے گئے جبکہ حجۃ الوداع میں حضور انور نے قران کیا تھا اور قارن منٰی میں بال اتروا تا ہے نہ کہ مروہ پہاڑ پر جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ لہذا احادیث میں تعارض ہے۔

حج میں بال کٹوانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حکیم الامت فرماتے ہیں محدثین نے اس حدیث کو بہت مشکل فرمایا ہے کیونکہ حجۃ الوداع میں حضور انور نے قران کیا تھا اور قارن منٰی میں بال اتروا تا ہے نہ کہ مروہ پہاڑ پر اور جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ قضا کیا تھا تو امیر معاویہ اسلام نہ لائے تھے، آپ تو فتح مکہ کے دن ایمان لائے اس لیے بعض شارحین نے کہا کہ شاید یہ عمرہ جعرانہ میں ہوگا، جب غزوہ حنین سے فارغ ہو کر حضور نے راتوں رات عمرہ کیا تھا، ہم نے اپنی کتاب امیر معاویہ،، پر ایک نظر میں ثابت کیا ہے کہ یہ واقعہ عمرہ

قضاء میں ہوا اور امیر معاویہ صلح حدیبیہ کے دن ایمان لا چکے تھے مگر ایمان کا اظہار فتح مکہ کے دن کیا جیسے حضرت عباس ابن عبدالمطلب قدیم الاسلام تھے مگر اظہار فتح مکہ میں کیا۔ (مراۃ المناجیح کتاب الحج)

﴿350﴾ حضور کے حج کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا قَالَتْ :كُنتُ أُطَيِّبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ أَنْ يُحْرِمَ وَيَوْمَ النَّحْرِ قَبلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ بِطِيبٍ فِيهِ مِسْكٌ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھنے سے پہلے اور بقرعید کے دن بیت اللہ کے طواف سے پہلے وہ خوشبو ملتی تھی جس میں مشک ہوتا تھا۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں: كُنتُ أُطَيِّبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار خوشبو ملتی تھی، جس سے معلوم ہو رہا کہ حضور نے متعدد حج کیے اور آپ ہر بار ان کو خوشبو ملتی تھیں۔

جبکہ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زندگی میں صرف ایک بار حج کیا، تعارض واضح ہے۔

حضور کے حج کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ حضور انور نے حج تو صرف ایک ہی کیا مگر عمرہ چار کیے ہیں لہذا ام المومنین کا فرمانا کہ خوشبو ملتی تھی مجموعہ کے لحاظ سے ہے، لہذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

﴿351﴾ منی میں ظہر ادا کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَاضَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ رجعَ فصلّى الظهْرَ بمنى .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کے دن طواف زیارت کیا پھر لوٹ کر نماز ظہر منیٰ میں پڑھی۔

مذکورہ حدیث میں ارشاد ہوا کہ حضور انور نے منٰے میں ظہر ادا کی جب کہ اس کے برعکس حضرت عائشہ و جابر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضور انور نے مکہ معظمہ میں ہی ظہر ادا کی تھی، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

منی میں ظہر ادا کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ظہر تو مکہ معظمہ میں ہی پڑھی ہو، منیٰ میں واپسی پر جماعت ظہر تیار ہو اور بہ نیت نفل یہاں بھی شرکت فرمالی ہو، لہذا دونوں روایتیں درست ہوگئیں یا فرائض ظہر تو مکہ میں پڑھے ہوں اور سنن و نوافل منی میں، بہر حال احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿352﴾ اللہ و رسول کو ایک ذکر کرنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ :إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ وَقَالَ :أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟ قُلْنَا :اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ فَقَالَ :أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟ قُلْنَا :بَلَى .قَالَ :أَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قُلْنَا :اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ :أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ؟ قُلْنَا :بَلَى قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قُلْنَا :اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ .قَالَ :أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قُلْنَا :بَلَى .قَالَ :فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضُلَّالًا يَضْرِبُ (ص817:) بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوا :نَعَمْ .قَالَ :اللّٰهُمَّ اشْهَدْ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ

روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں کہ بقرعید کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا فرمایا کہ زمانہ گھوم پھر کر اپنی اسی حالت پر آ گیا جس پر اللہ نے اسے آسمان وزمین بنانے کے دن کیا تھا سال بارہ مہینے کا ہے جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں تین تو مسلسل ہیں ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم چوتھا قبیلہ مضر کا ماہ رجب جو دو جمادوں اور شعبان کے درمیان ہے فرمایا یہ کون مہینہ ہے ہم نے عرض کیا اللہ ورسول جانیں حضور انور خاموش رہے حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ حضور اس کا اس کے نام کے سوا کوئی اور نام رکھیں گے تو فرمایا کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا یہ کون سا شہر ہے ہم نے عرض کیا اللہ رسول جانیں حضور خاموش رہے حتی کہ ہم سمجھے آپ اس کے نام کے علاوہ کوئی اور نام رکھیں گے فرمایا کیا یہ مکہ معظمہ شہر نہیں ہے ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا اچھا یہ کون دن ہے ہم نے عرض کیا اللہ رسول جانیں حضور خاموش رہے حتی کہ ہم سمجھے کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے (اصلی نام کے سوا) فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا تو تمہارے خون تمہارے مال تمہاری آبروئیں تم میں سے ایک دوسرے پر ایسی حرام ہیں جیسے ہمارے اس دن کی حرمت ہمارے اس شہر اور اس مہینہ میں تم عنقریب اپنے رب سے ملو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا تو خبردار میرے بعد گمراہ ہو کر نہ لوٹ جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں مارنے لگیں خبردار رہو کیا میں نے تبلیغ کر دی سب بولے ہاں فرمایا الٰہی گواہ ہو جا لازم ہے کہ حاضرین غائبوں کو پہنچا دیں بہت سے پہنچائے ہوئے سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں گے۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں صحابہ کرام نے اللہ ورسول کوایک ساتھ ذکر کیااور یوں کہا،، قُلْنَا :اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَم،،
جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح فرمایا،،حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے اس طرح خطبہ پیش کیا جس نے اللہ ورسول کی کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم برے خطیب ہو بلکہ تم اس طرح کہو جس نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسول کی نافرمانی کی۔صحیح مسلم

لہذاان دونوں احادیث میں بظاہر تعارض نظر آرہا ہے۔

اللہ ورسول کوایک ذکر کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان متعارض احادیث کی تطبیق اس طرح قائم کی جاسکتی ہے کہ جس حدیث میں اللہ ورسول کوایک ذکر کرنے سے منع کیا گیا اس سے مراد برابری کا احتمال ہے یعنی اگر اللہ ورسول میں برابری والا احتمال موجود ہے تو وہاں اللہ ورسول کے لئے ایک ساتھ نام یا ضمیر ذکر نہ کی جائے اور اگر یہ احتمال نہ ہوتو پھر اللہ ورسول کہنے یا ایک ضمیر ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔
اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر رب کے ساتھ کرنا شرک نہیں عین ایمان ہے،اللہ رسول کے ملانے کا نام ایمان ہے الگ کرنے کا نام کفر،رب تعالی فرماتا ہے":يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِه" یہ چاہتے ہیں کہ اللہ و رسول کو الگ کردیں اور فرماتا ہے":اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا"۔یہی لوگ پکے کافر ہیں۔

﴿353﴾ آب زمزم پینے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقَى .فَقَالَ الْعَبَّاسُ :يَا فَضْلُ اذْهَبْ إِلَى أُمِّكَ فَأْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص818:) بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِهَا فَقَالَ :اسْقِنِي فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُمْ يَجْعَلُونَ أَيْدِيَهُمْ فِيهِ قَالَ :اسْقِنِي .فَشرب مِنْهُ ثُمَّ أَتَى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُونَ وَيَعْمَلُونَ فِيهَا .فَقَالَ :اعْمَلُوا فَإِنَّكُمْ عَلَى عَمَلٍ صَالِحٍ .ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوا لَنَزَلْتُ حَتَّى أَضَعَ الْحَبْلَ عَلَى هَذِهِ .وَأَشَارَ إِلَى عَاتِقِهِ .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ
روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم کے سقایہ (منٰی) پرتشریف لائے پانی مانگا تو حضرت عباس نے فرمایا اے فضل اپنی والدہ کے پاس جاؤ ان کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی لے آؤ حضور انور نے فرمایا مجھے پانی پلاؤ عرض کیا یارسول اللہ اس میں لوگ ہاتھ ڈالتے ہیں فرمایا ہم کو پانی پلاؤ چنانچہ حضور نے اس ہی سے پیا پھر چاہ زمزم پرتشریف لائے جب کہ وہ پانی بھر رہے تھے اور اس میں کام کاج کررہے تھے تو فرمایا کیے جاؤ تم لوگ اچھے کام میں لگے ہوئے ہو پھر فرمایا اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مغلوب ہوجاؤ گے تو ہم خوداترتے حتی کہ رسی اس پر رکھتے اور

اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا۔بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم کے سقایہ (مٹی) پر تشریف لائے پانی مانگا تو حضرت عباس نے پانی منگوایا تو حضور انور نے اس سے پیا، جبکہ دوسری روایات میں اس کے برعکس ہے کہ حضور انور نے ڈول بھرا اور ڈول سے ہی زمزم پیا پھر کچھ پانی ڈول میں ڈالا وہ ڈول کنویں میں ڈال دیا (مرقاۃ المفاتیح باب الھدی)۔تعارض واضح ہے۔

آب زمزم پینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جن روایات میں ہے کہ حضور انور نے ڈول بھرا اور ڈول سے ہی زمزم پیا پھر کچھ پانی ڈول میں ڈالا وہ ڈول کنویں میں ڈال دیا، یہ دوسرے موقعہ پر ہے اور حضرت عباس کا واقعہ کسی اور موقعہ کا ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿354﴾ اللّٰہُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ کہنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ :إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ وَقَالَ :أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟ قُلْنَا :اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ فَقَالَ :أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ؟ قُلْنَا :بَلَى .قَالَ :أَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟ قُلْنَا :اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ :أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ؟ قُلْنَا :بَلَى قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قُلْنَا :اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ .قَالَ :أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قُلْنَا :بَلَى .قَالَ :فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضُلَّالًا يَضْرِبُ (ص817:) بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوا :نَعَمْ .قَالَ :اللَّهُمَّ اشْهَدْ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ

روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں کہ بقر عید کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا فرمایا کہ زمانہ گھوم پھر کر اپنی اسی حالت پر آ گیا جس پر اللہ نے اسے آسمان و زمین بنانے کے دن کیا تھا سال بارہ مہینے کا ہے جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں تین تو مسلسل ہیں ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم چوتھا قبیلہ مضر کا ماہ رجب جو دو جمادوں اور شعبان کے درمیان ہے فرمایا یہ کون مہینہ ہے ہم نے عرض کیا اللہ و رسول جانیں حضور انور خاموش رہے حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ حضور اس کا اس کے نام کے سوا کوئی اور نام رکھیں گے تو فرمایا کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا یہ کون سا شہر ہے ہم نے

عرض کیا اللہ رسول جانیں حضور خاموش رہے حتی کہ ہم سمجھے آپ اس کے نام کے علاوہ کوئی اور نام رکھیں گے فرمایا کیا یہ مکہ معظمہ شہر نہیں ہے ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا اچھا یہ کون دن ہے ہم نے عرض کیا اللہ رسول جانیں حضور خاموش رہے حتی کہ ہم سمجھے کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے (اصلی نام کے سوا) فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا تو تمہارے خون تمہارے مال تمہاری آبروئیں تم میں سے ایک دوسرے پر ایسی حرام ہیں جیسے ہمارے اس دن کی حرمت ہمارے اس شہر اور اس مہینہ میں تم عنقریب اپنے رب سے ملو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا تو خبردار میرے بعد گمراہ ہو کر نہ لوٹ جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں مارنے لگیں خبردار رہو کیا میں نے تبلیغ کر دی سب بولے ہاں فرمایا الٰہی گواہ ہو جا لازم ہے کہ حاضرین غائبوں کو پہنچا دیں بہت سے پہنچائے ہوئے سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں گے۔ مسلم، بخاری

اس حدیث میں صحابہ کرام نے حضور نبی کریم ﷺ کے ہر سوال کا جواب دینے کی بجائے اللہ و رسولہ اعلم کہا جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح کہا،،

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ :أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوا :يَوْمُ النَّحْرِ الْأَكْبَرِ .قَالَ :فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا أَلَا لَا يَجْنِي جَانٍ عَلَى نَفْسِهِ وَلَا يَجْنِي جَانٍ عَلَى وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ عَلَى وَالِدِهِ أَلَا وَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يُعْبَدَ فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا أَبَدًا وَلَكِنْ سَتَكُونُ لَهُ طَاعَةٌ فِيمَا تَحْتَقِرُونَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَسَيَرْضَى بِهِ .رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه وَالتِّرْمِذِيّ وَصَحَحَهُ

روایت ہے حضرت عمرو ابن احوص سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع میں فرماتے سنا یہ کون دن ہے صحابہ نے عرض کیا حج اکبر کا دن فرمایا تمہارے خون تمہارے مال تمہاری آبروئیں آپس میں ایک دوسرے پر ایسے حرام ہیں جیسے اس شہر میں اس دن کی حرمت خبردار کوئی مجرم اپنی جان پر ظلم نہ کرے خبردار کوئی مجرم اپنی اولاد پر ظلم نہ کرے اور نہ کوئی فرزند اپنے باپ پر خبردار شیطان اس سے تو مایوس ہو چکا کہ تمہارے اس شہر میں کوئی اسے پوجے مگر جن گناہوں کو تم معمولی سمجھتے ہو ان میں اس کی اطاعت ہو جایا کرے گی جس سے وہ راضی ہوتا رہے گا (ابن ماجہ، ترمذی)

پہلی حدیث میں صحابہ کرام نے حضور نبی کریم ﷺ کے ہر سوال کا جواب دینے کی بجائے اللہ و رسولہ اعلم کہا جبکہ دوسری حدیث میں اللہ و رسولہ کی بجائے عرض کیا یہ حج اکبر کا دن ہے، تعارض واضح ہے۔

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ کہنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ بعض صحابہ نے یہ جواب دیا اور بعض نے عرض کیا اللہ و رسولہ اعلم! یا یہ دونوں واقعہ مختلف

ہوں لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿355﴾ طواف میں رمل کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرْمُلْ فِي السَّبْعِ الَّذِي أَفَاضَ فِيهِ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے سات چکروں میں رمل نہ کیا۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طواف میں رمل نہیں کیا،، جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے،،

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ بِالْمَدِينَةِ تِسْعَ سِنِينَ لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ أَذَّنَ فِي النَّاسِ بالحجِّ فِي الْعَاشِرَةِ :أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ بَشَرٌ كَثِيرٌ فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَوَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :كَيْفَ أصنعُ؟ قَالَ :اغتسِلي واستثفري بِثَوْبٍ وَأَحرِمِي فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالتَّوْحِيدِ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ .قَالَ جَابِرٌ :لَسْنَا نَنْوِي إِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَطَافَ سَبْعًا فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو برس مدینہ پاک میں مقیم رہے کہ حج نہ کیا پھر دسویں سال لوگوں میں حج کا اعلان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے جانے والے ہیں چنانچہ بہت ہی لوگ مدینہ پاک میں آگئے ہم آپ کے ہمراہ نکلے حتی کہ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو حضرت اسماء بنت عمیس کے ہاں محمد ابن ابوبکر صدیق پیدا ہوئے ان بی بی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ اب میں کیا کروں فرمایا نہالو اور کوئی کپڑا باندھ لو اور احرام باندھ لو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز ادا کی پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے حتی کہ جب اونٹنی آپ کو لے کر میدان میں سیدھی کھڑی ہوئی تو حضور نے کلمہ توحید بلند آواز سے پکارا حاضر ہوں الٰہی میں حاضر ہوں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بے شک تعریف نعمت ملک تیرے ہیں تیرا کوئی شریک نہیں حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم صرف حج ہی کی نیت سے تھے عمرہ کو جانتے بھی نہ تھے حتی کہ ہم جب کعبہ شریف میں حضور انور کے ساتھ پہنچے تو حضور نے رکن کو بوسہ دیا پھر سات پھیرے طواف کیا جس میں تین چکروں میں رمل فرمایا اور چار میں معمولی چال چلے۔

پہلی حدیث میں ہے کہ طواف میں رمل نہیں کیا جبکہ مذکورہ حدیث میں ہے،، کہ ہم جب کعبہ شریف میں حضور انور کے ساتھ پہنچے تو حضور نے رکن کو بوسہ دیا پھر سات پھیرے طواف کیا جس میں تین چکروں میں رمل فرمایا اور چار میں معمولی چال چلے ۔رمل کرنے اور نہ کرنے کی احادیث میں تعارض واضح ہے۔

طواف میں رمل کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ رمل نہ تو طواف زیارت میں ہے نہ طواف وداع میں صرف طواف قدوم میں ہوتا ہے اور جس حدیث میں رمل نہیں کیا گیا وہ طواف زیارت ہے اور جس میں رمل کیا گیا وہ طواف قدوم ہے۔ لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

نوٹ: رمل کے معنے پہلے عرض کیے جا چکے ہیں کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں سینہ تان کر اکڑتے ہوئے چلنا رمل کہلاتا ہے۔

﴿356﴾ ظہر کے وقت طواف کرنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ بِالْمَدِينَةِ تِسْعَ سِنِينَ لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ أَذَّنَ فِي النَّاسِ بالحجِّ فِي الْعَاشِرَةِ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ بَشَرٌ كَثِيرٌ فَخَرَجنا مَعَهُ حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَوَلَدَتْ أَسماءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :كَيفَ أَصنعُ؟ قَالَ :اغتسِلي واستثفري بثوبٍ وَأَحرِمِي فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالتَّوْحِيدِ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ .قَالَ جَابِرٌ :لَسْنَا نَنْوِي إِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَطَافَ سَبْعًا فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا ثُمَّ تَقَدَّمَ إِلَى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ فَقَرَأَ :(وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إبراهيمَ مُصَلًّى(فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْت وَفِي رِوَايَةٍ :أَنَّهُ قَرَأَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ :(ص784:) (قُلْ هوَ اللَّهُ أَحدٌ و (قُلْ يَا أَيُّها الكافِرونَ(ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ إِلَى الصَّفَا فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَأَ: (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شعائِرِ اللَّهِ(أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللَّهُ بِهِ فَبَدَأَ بِالصَّفَا فَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتَّى رَأَى الْبَيْتَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَوَحَّدَ اللَّهَ وَكَبَّرَهُ وَقَالَ :لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَنْجزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ .ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذَلِكَ قَالَ مِثْلَ هَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ نَزَلَ وَمَشَى إِلَى الْمَرْوَةِ حَتَّى انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِي بَطْنِ الْوَادِي ثُمَّ سَعَى حَتَّى إِذَا صَعِدْنَا مَشَى حَتَّى أَتَى الْمَرْوَةَ فَفَعَلَ عَلَى الْمَرْوَةِ

كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا حَتَّى إِذَا كَانَ آخِرُ طَوَافٍ عَلَى الْمَرْوَةِ نَادَى وَهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ وَالنَّاسُ تَحْتَهُ فَقَالَ :لَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً .فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلِعَامِنَا هَذَا أَمْ لِأَبَدٍ؟ فَشَبَّكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَهُ وَاحِدَةً فِي الْأُخْرَى وَقَالَ :دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ مَرَّتَيْنِ لَا بَلْ لِأَبَدِ أَبَدٍ .وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ بِبُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ :مَاذَا قُلْتَ حِينَ فَرَضْتَ الْحَجَّ؟ قَالَ :قُلْتُ :اللهُمَّ إِنِّي أُهِلُّ بِمَا أَهَلَّ بِهِ (ص785:) رسولك قَالَ :فَإِنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ فَلَا تَحِلَّ .قَالَ :فَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِي قَدِمَ بِهِ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ وَالَّذِي أَتَى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً قَالَ :فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَقَصَّرُوا إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم وَمن كَانَ مَعَه من هدى فَمَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوا إِلَى مِنًى فَأَهَلُّوا بِالْحَجِّ وَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ مَكَثَ قَلِيلًا حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَأَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعَرٍ تُضْرَبُ لَهُ بِنَمِرَةَ فَسَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَجَازَ رَسُول الله صلي حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا حَتَّى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَهُ فَأَتَى بَطْنَ الْوَادِي فَخَطَبَ النَّاسَ وَقَالَ :إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَكَانَ مُسْتَرْضَعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَهُ هُذَيْلٌ وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ مِنْ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللَّهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابَ اللَّهِ وَأَنْتُمْ (ص786:) تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟ قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ .فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ :اللَّهُمَّ اشْهَدِ اللَّهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى

الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى أَتَى الْمَوْقِفَ فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ إِلَى الصَّخَرَاتِ وَجَعَلَ حَبْلَ الْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيلًا حَتَّى غَابَ الْقُرْصُ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ وَدَفَعَ حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلَّى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ فَصَلَّى الْفَجْرَ حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ وَوَحَّدَهُ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى أَسْفَرَ جِدًّا فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ حَتَّى أَتَى بَطْنَ مُحَسِّرٍ فَحَرَّكَ قَلِيلًا ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيقَ الْوُسْطَى الَّتِي تَخْرُجُ عَلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى حَتَّى أَتَى الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الشَّجَرَةِ فَرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِنْهَا مِثْلَ حَصَى الْخَذْفِ رَمَى مِنْ بَطْنِ الْوَادِي ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْحَرِ فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ بَدَنَةً بِيَدِهِ ثُمَّ أَعْطَى عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ وَأَشْرَكَهُ فِي (ص787:) هَدْيِهِ ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ فَجُعِلَتْ فِي قِدْرٍ فَطُبِخَتْ فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَفَاضَ إِلَى الْبَيْتِ فَصَلَّى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ فَأَتَى عَلَى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَسْقُونَ عَلَى زَمْزَمَ فَقَالَ :انْزِعُوا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَوْلَا أَنْ يَغْلِبَكُمُ النَّاسُ عَلَى سِقَايَتِكُمْ لَنَزَعْتُ مَعَكُمْ .فَنَاوَلُوهُ دَلْوًا فَشَرِبَ مِنْهُ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو برس مدینہ پاک میں مقیم رہے کہ حج نہ کیا پھر دسویں سال لوگوں میں حج کا اعلان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے جانے والے ہیں چنانچہ بہت ہی لوگ مدینہ پاک میں آ گئے ہم آپ کے ہمراہ نکلے حتی کہ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو حضرت اسماء بنت عمیس کے ہاں محمد ابن ابوبکر صدیق پیدا ہوئے ان بی بی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ اب میں کیا کروں فرمایا نہالو اور کوئی کپڑا باندھ لو اور احرام باندھ لو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز ادا کی پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے حتی کہ جب اونٹنی آپ کو لے کر میدان میں سیدھی کھڑی ہوئی تو حضور نے کلمہ توحید بلند آواز سے پکارا حاضر ہوں الٰہی میں حاضر ہوں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بے شک تعریف نعمت ملک تیرے ہیں تیرا کوئی شریک نہیں حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم صرف حج ہی کی نیت سے تھے عمرہ کو جانتے بھی نہ تھے حتی کہ ہم جب کعبہ شریف میں حضور انور کے ساتھ پہنچے تو حضور نے رکن کو بوسہ دیا پھر سات پھیرے طواف کیا جس میں تین چکروں میں رمل فرمایا اور چار میں معمولی چال چلے پھر مقام ابراہیم پر تشریف لائے تو یہ آیت تلاوت کی کہ مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ مقام کو

اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کرلیا ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے ان دونوں رکعتوں میں قل ھواللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون پڑھیں پھر رکن اسود کی طرف لوٹے اسے چوما پھر دروازے سے صفا پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے جب صفا سے قریب ہوئے تو یہ آیت تلاوت کی کہ صفا و مروہ اللہ کی دینی نشانیوں میں سے ہیں ہم اس سے ابتداء کریں گے جس سے رب نے ابتداء کی چنانچہ آپ نے صفا سے سعی شروع کی اس پر چڑھے حتیٰ کہ کعبہ معظّمہ کو دیکھ لیا تو کعبہ کو منہ کیا اللہ کی توحید و تکبیر بیان کی اور فرمایا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کردیا اپنے بندے کی مدد کی اس اکیلے نے احزاب کو بھگایا پھر ان ذکروں کے درمیان دعا مانگی تین بار یہ فرمایا پھر اترے پھر مروہ کی طرف چلے حتیٰ کہ بطن وادی میں آپ کے قدم شریف برابر سیدھے ہوگئے پھر دوڑے حتیٰ کہ جب آپ کے قدم چڑھنے لگے تو معمولی چال چلے حتیٰ کہ مروہ پہنچے پھر مروہ پر وہ ہی کیا جیسا صفا پر کیا تھا حتیٰ کہ جب مروہ پر آخری چکر ہوا تو آپ نے آواز دی حالانکہ آپ مروہ پر تھے اور لوگ آپ سے نیچے تو فرمایا اگر ہم اس کام کا پہلے سے خیال کرتے جس کا بعد میں خیال آیا تو ہم ہدی نہ لاتے اور اسے عمرہ قرار دیتے لہٰذا تم میں سے جس کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ احرام کھول دے اور اسے عمرہ بنالے تب حضرت سراقہ ابن مالک بن جعشم کھڑے ہوکر بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ حکم ہمارے اس ہی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمائیں اور دوبارہ فرمایا کہ عمرہ حج میں داخل ہوگیا یہ حکم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے جناب علی یمن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدی کے اونٹ لے کر آئے تو ان سے حضور نے پوچھا کہ جب تم نے حج کی نیت کی تو کیا کہا تھا عرض کیا میں نے کہا تھا الٰہی میں اس کا احرام باندھتا ہوں جس کا احرام تیرے رسول نے باندھا فرمایا میرے ساتھ تو ہدی ہے لہٰذا تم حلال نہ ہونا راوی فرماتے ہیں کہ مجموعہ ان ہدیوں کا جو جناب علی یمن سے لائے اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لائے کل سو تھا فرماتے ہیں پھر تمام لوگ حلال ہوگئے اور بال کٹوا لیے سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان حضرات کے جن کے ساتھ ہدی جانور تھا پھر جب آٹھویں بقرعید ہوئی تو لوگوں نے منیٰ کا رخ کیا تب حج کا احرام باندھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے تو منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر پڑھی پھر تھوڑا ٹھہرے حتیٰ کہ سورج نکل آئے اور حضور نے حکم دیا تھا تو نمرہ میں حضور کے لیے اونی خیمہ لگا دیا گیا تھا چنانچہ رسول اللہ چلتے رہے قریش کو اس میں شک و تردد ہی نہ تھا کہ آپ مشعر حرام کے پاس قیام کریں گے ٹھہر جائیں گے جیسے اسلام سے پہلے قریش کرتے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے آگے بڑھ گئے حتیٰ کہ عرفہ پہنچ گئے تو آپ نے مقام نمرہ میں خیمہ لگا ہوا پایا وہاں ہی اتر پڑے حتیٰ کہ سورج ڈھل گیا تو اونٹنی قصواء کا حکم دیا اسے کجاوا کس دیا گیا آپ بطن وادی میں تشریف لائے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ تمہارے خون تمہارے آپس کے مال تم پر یوں ہی حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی اس مہینہ اور اس شہر میں حرمت خبردار

رہو زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں میرے قدم کے نیچے روند دی گئیں اور جاہلیت کے زمانہ کے خون ختم کر دیئے گئے میں اپنے خونوں میں سے پہلا خون ختم کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ ابن حارثہ کا خون ہے یہ بنی سعد میں شیر خوار تھے تو انہیں قوم ہذیل نے قتل کر دیا تھا اور جاہلیت کے زمانہ کے سود ختم ہیں میں اپنے سودوں میں سے پہلا سود ختم کرتا ہوں وہ عباس ابن عبدالمطلب کا سود ہے وہ سارا ہی ختم عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو کہ تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی امان میں لے لیا ہے اور کلمہ الہیہ سے ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے تمہارے ان پر یہ حقوق ہیں کہ وہ تمہارے بستروں کو ان سے پامال نہ کرائیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو پھر اگر وہ عورتیں ایسا کریں تو تم انہیں غیر مہلک مار مارو اور عورتوں کی تم پر بھلائی سے ان کی روزی اور بھلائی سے ان کا کپڑا ہے میں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اس کے ہوتے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے جب تک تم اسے تھامے رہے یعنی قرآن کریم اور تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے، سب بولے ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے تبلیغ فرمادی اور امانت ادا کر دی اور خیر خواہی فرمائی تو آپ نے اپنے کلمہ کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف جھکائی فرمایا خدایا گواہ ہو جاؤ خدایا گواہ ہو جاؤ (تین بار) پھر حضرت بلال نے اذان دی پھر تکبیر کہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھی پھر تکبیر کہی تو عصر پڑھ لی ان دو نمازوں کے درمیان کچھ نہ پڑھا پھر سوار ہوئے حتی کہ عرفات کے جائے قیام پر تشریف لائے تو اپنی قصواء کا پیٹ بڑے پتھروں کی طرف کر دیا اور حبل مشاۃ کو اپنے سامنے لیا اور قبلہ کو منہ کیا پھر وہاں اتنا ٹھہرے رہے کہ سورج ڈوب گیا اور کچھ زردی غائب ہو گئی تا آنکہ سورج کی ٹکیہ پوری چھپ گئی اور حضرت اسامہ کو ردیف بنایا اور روانہ ہو گئے حتی کہ مزدلفہ پہنچ گئے پھر وہاں ایک اذان اور دو تکبیروں سے نماز مغرب و عشاء پڑھی درمیان میں نوافل کچھ نہ پڑھے پھر کچھ لیٹ گئے حتی کہ فجر طلوع ہو گئی تو سویرا چمکتے ہی اذان و تکبیر کے ساتھ فجر پڑھی پھر قصواء پر سوار ہو لیے حتی کہ مشعر پہاڑ کے پاس تشریف لائے پھر قبلہ کو منہ کیا اور رب سے دعا مانگی تکبیر و تہلیل و توحید کہتے رہے وہاں ٹھہرے رہے حتی کہ خوب اجیالا ہو گیا تو سورج نکلنے سے پہلے روانہ ہو گئے اور حضرت فضل ابن عباس کو اپنے پیچھے سوار کر لیا حتی کہ بطن وادی میں آئے تو اپنی اونٹنی کو کچھ حرکت دی پھر درمیانی راستے پر پڑ گئے جو بڑے جمرے پر نکلتا ہے حتی کہ اس جمرہ پر پہنچے جو درخت کے پاس ہے تو اسے سات کنکر مارے جن میں سے ہر کنکر کے ساتھ تکبیر کہتے تھے جو کنکر ٹھیکری جیسے تھے بطن وادی سے رمی کی پھر قربانی گاہ کی طرف لوٹے تو تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے قربانی کئے پھر حضرت علی کو مرحمت فرمائے تو بقیہ انہوں نے قربانی کئے اور حضور نے انہیں اپنی ہدی میں شریک کر لیا پھر حکم دیا تو ہر اونٹ کی ایک بوٹی لے کر ہانڈی میں ڈالی اور پکائی گئی تو ان دونوں صاحبوں نے وہ گوشت کھایا اس کا شوربا پیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور بیت اللہ شریف چلے تو نماز ظہر مکہ میں پڑھی پھر بنی عبدالمطلب کے پاس تشریف لائے جو زمزم پر پانی کھینچ رہے تھے فرمایا اے بنی عبدالمطلب کھینچے جاؤ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ سب لوگ تمہارے پاس کھینچنے میں تم پر غلبہ کر لیں گے تو میں تمہارے ساتھ پانی کھینچتا لوگوں نے حضور کو ڈول

پیش کیا آپ نے اس سے پیا۔ مسلم

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت نماز ظہر پڑھ کر کیا جبکہ اگلی حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ :أَفَاضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ حِينَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مِنًى فَمَكَثَ بِهَا لَيَالِيَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ يَرْمِي الْجَمْرَةَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ كُلَّ جَمْرَةٍ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ وَيَقِفُ عِنْدَ الْأُولَى وَالثَّانِيَةِ فَيُطِيلُ الْقِيَامَ وَيَتَضَرَّعُ وَيَرْمِي الثَّالِثَةَ فَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے آخری حصہ میں جب کہ ظہر پڑھ چکے تو طواف زیارت کیا پھر منیٰ لوٹ آئے پھر تشریق کے زمانہ میں وہاں ہی قیام فرمایا کہ سورج ڈھل جانے پر جمرہ کی رمی کرتے تھے ہر جمرہ کی ساتھ کنکریوں سے ہر کنکری پر تکبیر کہتے تھے پہلے اور دوسرے جمروں کے پاس کچھ ٹھہرتے تھے تو دراز قیام کرتے تھے عاجزی زاری کرتے تھے اور تیسرے جمرہ کی رمی کرتے تو وہاں نہ ٹھہرتے۔ ابوداؤد

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت نماز ظہر پڑھ کر کیا جبکہ پچھلی حدیث میں گزر چکا کہ حضور انور نے نماز ظہر سے پہلے طواف کیا بعد میں ظہر پڑھی۔ دونوں حدیثیں آپس میں متعارض ہیں۔

ظہر کے وقت طواف کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کے دو جواب ہیں پہلا یہ کہ حضور انور نے ظہر سے پہلے تو خود آپ نے طواف زیارت کیا پھر بعد نماز ظہر اپنی ازواج مطہرات کو طواف کرانے لے گئے، ان گزشتہ احادیث میں اپنے طواف کرنے کا ذکر ہے اور یہاں ازواج پاک کو طواف کرانے کا تذکرہ ہے۔ لہذا احادیث میں اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿357﴾ مقام جعرانہ سے احرام باندھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ :كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالجعرانة إِذْ (ص822:) جَاءَ رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِالْخَلُوقِ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَحْرَمْتُ بِالْعُمْرَةِ وَهٰذِهِ عَلَيَّ .فَقَالَ :أَمَّا الطِّيبُ الَّذِي بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ

روایت ہے حضرت یعلی ابن امیہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام جعرانہ میں تھے کہ آپ کے پاس ایک بدوی حاضر ہوئے جن پر قبا تھی اور وہ خلوق خوشبو میں لتھڑے ہوئے تھے تو بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں

نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور مجھ پر یہ ہے فرمایا اپنی خوشبو تو تین بار دھوڈ الو رہا جبہ تو اسے اتار ڈالو، پھر عمرہ میں وہ ہی کرو جو حج میں کرتے ہو۔ مسلم، بخاری

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ کا احرام مقام جعرانہ سے باندھنا چاہئے جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے،،

کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے احرام باندھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ تعارض واضح ہے۔

مقام جعرانہ سے احرام باندھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جعرانہ حرم شریف سے خارج ہے، طائف کے راستہ پر ہے، آج کل اس کا نام سہل ہے۔ اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ جعرانہ سے احرام کا عمل حضور نے فرمایا تھا اور تنعیم سے احرام باندھنے کا حضرت عائشہ صدیقہ کو حکم دیا اور حکم عمل سے اعلیٰ ہوتا ہے، اب تنعیم والے عمرہ کو چھوٹا عمرہ کہتے ہیں اور جعرانہ والے کو بڑا عمرہ۔ لہذا تنعیم سے احرام باندھنا افضل ہوا۔

﴿358﴾ حالت احرام میں نکاح کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم نہ نکاح کرے نہ کرائے اور نہ نکاح کا پیغام دے۔

مذکورہ حدیث میں حالت احرام میں نکاح کرنے سے منع کیا گیا جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ محرم

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی میمونہ سے بحالت احرام نکاح کیا۔ مسلم، بخاری

پہلی حدیث میں نکاح کی ممانعت دوسری میں نکاح کا ثبوت احادیث کا تعارض واضح ہے۔

حالت احرام میں نکاح کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

یہ نکاح عمرہ قضا میں ہوا، بمقام سرف جو مکہ معظمہ سے قریباً چھ میل فاصلہ پر ہے وادی فاطمہ کے قریب۔ خیال رہے کہ حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ ہیں، ان کی سگی بہن لبابہ کبریٰ ام الفضل حضرت عباس کے نکاح میں ہیں اور اخیافی بہن اسماء بنت عمیس حضرت جعفر کے نکاح میں اور دوسری اخیافی بہن سلمٰی بنت عمیس جناب حمزہ کے نکاح میں ہیں، لہذا حضرت میمونہ ابن عباس کی سگی خالہ ہیں، حضرت میمونہ کے اس نکاح میں حضرت عباس وکیل میمونہ تھے، انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا نکاح کیا، واپسی پر اسی مقام میں زفاف ہوا اور اسی جگہ حضرت میمونہ کی وفات وقبر ہوئی لوگ زیارت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس نکاح کا حال جس قدر حضرت ابن عباس کو معلوم ہوسکتا ہے دوسرے کو نہیں کہ یہ خود ان کی خالہ کا معاملہ ہے اور آپ کے والد ماجد اس نکاح میں وکیل ہیں، یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ محرم بحالت

احرام نکاح کرسکتا ہے، نکاح کرنے کا عمل بیان جواز کے لیے ہے اور گزشتہ بیان استحباب کے لیے، مطلب یہ کہ حالت احرام میں نکاح کرنا جائز لیکن نہ کرنا مستحب ہے۔ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿359﴾ حضور نبی کریم کے بحالت احرام نکاح کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ ابْنِ أُخْتِ مَيْمُونَةَ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ .رَوَاهُ مُسْلِم

روایت ہے حضرت یزید ابن الاصم سے جو حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں وہ جناب میمونہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے بحالت حلال (یعنی احرام کے بغیر) نکاح کیا (مسلم)

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ محرم

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی میمونہ سے بحالت احرام نکاح کیا۔ مسلم، بخاری

پہلی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت میمونہ سے احرام کے بغیر نکاح کیا جبکہ دوسری میں فرمایا کہ احرام کی حالت میں نکاح ہوا،، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

حضور نبی کریم کے بحالت احرام نکاح کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق کے لئے پہلے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ حضرت یزید ابن اصم نے احرام میں نکاح کی نفی کی اور حضرت ابن عباس نے احرام میں نکاح کا ثبوت بیان کیا۔ یزید ابن اصم بھی حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں اور حضرت ابن عباس بھی مگر یزید ابن اصم تابعی اور ابن عباس فقیہ صحابی ہیں لہٰذا یزید ابن اصم سن کر فرما رہے ہیں اور حضرت ابن عباس وہ نکاح دیکھ کر کیونکہ وہ خود اس نکاح میں موجود تھے، ان کے والد حضرت عباس وکیل نکاح تھے، یہ نہیں خبر کہ یزید ابن اصم نے یہ واقعہ کس کس سے سنا، خود حضرت میمونہ سے یا کسی اور سے، انہوں نے حضرت میمونہ سے یہاں عن میمونہ ہے سمعت میمونۃ نہیں ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نکاح احرام میں ہی ہوا۔

امام زہری نے جب یزید ابن اصم کی حدیث عمرو ابن دینار پر پیش کی تو عمرو نے فرمایا کہ یزید جو دیہات کے باشندے تھے حضرت ابن عباس کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں، حدیث ابن عباس کو صحاح ستہ نے روایت کیا اور حدیث یزید کو مسلم نے۔ اور اگر یہ روایات متعارض مان لی جائیں تو دونوں قسم کی حدیثیں نا قابلِ عمل ہوں گی اور قیاس پر عمل ہوگا جیسا کہ تعارض کا حکم ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ نکاح محرم درست ہو کیونکہ نکاح دوسرے عقود بیع، اجارہ وغیرہ کی طرح ایک عقد ہے، جب محرم بیع اجارہ کرسکتا ہے تو نکاح بھی کرسکتا ہے، نیز اصل اشیاء اباحت ہے اور حرمت عارضی، حدیث ابن عباس نکاح محرم کی

اباحت (جواز) ثابت کر رہی ہے لہذا اسی کو ترجیح ہے کہ اباحت اصلیہ کو ترجیح ہوتی ہے، نیز حدیث ابن عباس مثبت ہے یعنی نکاح کو ثابت کرتی ہے، جبکہ دوسری حدیث نافی یعنی نکاح کی نفی کر رہی ہے اور اصول یہ ہے کہ مثبت کو نفی پر ترجیح ہوتی ہے۔

﴿360﴾ حالت احرام میں نقاب کرنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ :أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا يلبس مِنَ الثِّيَابِ؟ فَقَالَ :لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَيَلْبَسُ خُفَّيْنِ وليقطعهما أَسْفَلَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ .مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ الْبُخَارِيُّ فِي رِوَايَةٍ :وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تلبس القفازين

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ محرم کون سے کپڑے پہنے تو فرمایا کہ نہ قمیص پہنو، نہ پگڑیاں، نہ پائجامے اور نہ ٹوپیاں نہ موزے بجز اس کے جو جوتے نہ پائے تو وہ موزے پہن لے اور انہیں ٹخنوں کے نیچے کاٹ لے اور نہ وہ کپڑے پہنو جنہیں زعفران لگا ہو نہ وہ جنہیں ورس لگا ہو (مسلم، بخاری) اور ایک روایت میں بخاری نے زیادہ کیا کہ محرمہ عورت منہ پر نقاب نہ ڈالے اور نہ دستانے پہنے۔

ایک اور حدیث میں ہے،،

عَنِ ابْنِ عُمَرَ :أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى النِّسَاءَ فِي إِحْرَامِهِنَّ عَنِ الْقُفَّازَيْنِ وَالنِّقَابِ وَمَا مَسَّ الْوَرْسُ وَالزَّعْفَرَانُ مِنَ الثِّيَابِ وَلْتَلْبَسْ بَعْدَ ذَلِكَ مَا أَحَبَّتْ من أَلْوَانِ الثِّيَابِ معصفر أَوخز أَو حلي أَو سروايل أَو قميصٍ أَو خُفٍّ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ عورتوں کو بحالت احرام دستانوں اور نقاب سے اور ان کپڑوں سے جنہیں ورس یا زعفران لگا ہو منع فرماتے تھے ہاں احرام کے بعد جو رنگ برنگے کپڑے سرخ یا ریشمی یا زیور یا پائجامہ یا کرتہ یا موزہ چاہے پہنے۔ ابوداؤد

یعنی عورت کو بحالت احرام تین چیزیں منع ہیں (۱) دستانہ پہننا، (۲) چہرے پر نقاب اس طرح ڈالنا کہ کپڑا منہ کو لگے، (۳) بدن یا کپڑے پر خوشبو ملنا۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ حالت احرام میں عورت نقاب نہ کرے جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ :كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّونَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمَاتٌ فَإِذَا جَاوَزُوا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلَى وجهِها فَإِذا جاوزونا كشفناهُ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد ولابْن مَاجَه مَعْنَاهُ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ہم پر قافلے گزر رہے تھے جب کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھے جب قافلے ہم پر گزرتے تو ہم میں سے ہر ایک اپنے سر سے چہرے پر چادر ڈال لیتی پھر جب وہ آگے بڑھ جاتے تو ہم منہ کھول لیتے تھے (ابوداؤد) ابن ماجہ کی روایت میں اس کے معنی ہیں۔

پہلی حدیث میں بیان ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے عورتوں کو حالت احرام میں چہرے پر نقاب ڈالنے سے منع فرمایا، جبکہ دوسری میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں حالت احرام میں ہم مردوں کے قافلوں کے پاس گزرتی تو چادر کو سر سے چہرے پر ڈال لیتی تھیں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

حالت احرام میں نقاب کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے یہ مسلہ ذہن میں رکھا جائے کہ چہرے پر نقاب اس طرح ڈالنا کہ کپڑا منہ کو لگے یہ منع ہے جس حدیث میں حضرت عائشہ نے چادر منہ پر کر لی اس کا طریقہ یہ تھا کہ چادر کا یہ حصہ چہرے سے مس نہ کرے اس سے علیحدہ رہے کہ اس میں پردہ بھی ہو گیا، نقاب چہرے سے مس بھی نہ ہوا، لہذا یہ حدیث گزشتہ نقاب کی ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿361﴾ بحالت احرام خوشبودار تیل لگانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدَّهِنُ بالزيت وَهُوَ محرمٌ غيرَ المقتّتِ يَعنى غيرَ المطيَّبِ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيَ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بحالت احرام روغن زیتون لگا لیتے تھے جو کسی خوشبو سے مہکایا نہ جاتا تھا جبکہ دوسری حدیث میں روغن زیتون سے حالت احرام میں منع کیا گیا، تعارض واضح ہے

بحالت احرام خوشبودار تیل لگانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ خوشبودار تیل عضو کامل پر لگانے سے محرم پر بالاتفاق قربانی واجب ہے جس حدیث میں تیل لگانے سے منع کیا گیا وہ یہی خوشبودار تیل تھا مگر خالص تل یا زیتون کے تیل لگانے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اسے خوشبو مانتے ہیں کہ اس کے لگانے سے امام صاحب کے ہاں قربانی اور صاحبین کے ہاں صدقہ واجب ہے مگر جب کہ خوشبو کے لیے ملا جائے، اگر دواءً استعمال یا اس کی مالش کی جائے تو ہمارے یہاں بھی کچھ واجب نہیں، دیگر آئمہ کے ہاں ان تیلوں سے کچھ واجب نہیں۔

﴿362﴾ بحالت احرام پچھنے لگوانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكِ بن بُحَينَة قَالَ :احْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ مِنْ طريقِ مكة فِي وسط رأسه

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مالک ابن بحینہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام اپنے سر کے وسط میں مکہ معظمہ کے راستہ میں لحی جمل میں پچھنے لگوائے۔ مسلم، بخاری

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ محرم

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام پچھنے لگوائے۔ مسلم، بخاری

دونوں حدیثوں میں نبی کریم ﷺ نے احرام کی حالت میں پچھنے لگوائے جب دوسری احادیث میں نبی کریم ﷺ نے حاجی کو فصد لینے یا بال منڈانے سے منع فرمایا۔ احادیث میں تعارض ہے

بحالت احرام پچھنے لگوانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

یادرہے کہ بال اکھیڑنا، مونڈنا بحالت احرام جرم ہے لیکن جس حدیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام میں پچھنے لگوائے وہ ضرورۃً یہاں کے بال علیحدہ کر کے فصد کھلوائی ہوگی اور بعد میں فدیہ بھی ادا کر دیا ہوگا، یہاں فدیہ کا ذکر نہیں ہے، سر منڈانے پر فدیہ واجب ہونا آیت قرآنی سے ثابت ہے۔ ہماری اس توجیہ کی بنا پر نہ تو حدیث قرآنی آیت کے خلاف ہے اور نہ ان احادیث کے جن میں حاجی کو فصد لینے یا بال منڈانے سے منع فرمایا گیا ہے کہ یہ عمل ضرورۃً تھا اور وہ فرمان بلاضرورت کی صورت میں ہے۔ لہٰذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿363﴾ حالت احرام میں نکاح و جماع کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ :تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ حَلَالٌ وَبَنَى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ وَكُنْتُ أَنَا الرَّسُولَ بَيْنَهُمَا .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

روایت ہے حضرت ابو رافع سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے حلال ہونے کی صورت میں نکاح کیا اور حلال ہی ہونے کی حالت میں ان سے زفاف فرمایا میں ہی دونوں کے درمیان پیغام رساں تھا (احمد، ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے،، وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ محرم

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی میمونہ سے بحالت احرام نکاح کیا۔ مسلم، بخاری

پہلی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت میمونہ سے احرام کے بغیر نکاح اور جماع کیا جبکہ دوسری میں فرمایا کہ احرام کی حالت میں نکاح ہوا،، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

حالت احرام میں نکاح و جماع کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کی تحقیق ابھی کچھ پہلے حضرت ابن عباس کی حدیث کے ماتحت ہو چکی کہ مسلم، بخاری نے حضرت ابن عباس سے روایت

کی کہ حضور نے یہ نکاح بحالت احرام کیا لہذا اس حدیث ابورافع میں تزوّج کے معنے ہیں تیاری نکاح فرمائی اور ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ رسالت و پیغام رسانی نکاح کے وقت نہیں بلکہ نکاح سے پہلے ہوتی ہے۔ اَنَا الرَّسُوْلُ سے معلوم ہو رہا ہے کہ نکاح سے پہلے کا واقعہ ہے۔ وکیل نکاح حضرت عباس تھے، ان کے فرزند فرماتے ہیں کہ نکاح بحالت احرام ہوا لہذا احق یہی ہے کہ نکاح احرام میں ہوا ہے اور محرم کو نکاح کرنا جائز ہے لیکن جماع کرنا حرام۔

﴿364﴾ زندہ اور مردہ گورخر کی احادیث میں تعارض:

عَن الصعب بن جثامة أنه أهدى رَسُول اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَلَمَّا رأى مَا فِي وَجْهِهٖ قَالَ: إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ

روایت ہے حضرت صعب ابن جثامہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (زندہ) گورخر پیش کیا جب کہ حضور انور مقام ابواء یا وڈان میں تھے تو آپ نے وہ واپس فرمادیا پھر جب حضور نے ان کے چہرے کی حالت دیکھی تو فرمایا کہ ہم نے صرف اس لیے واپس کیا کہ ہم محرم ہیں۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ آپ کی بارگاہ میں زندہ گورخر پیش کیا گیا جبکہ دوسری حدیث میں ہے،،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذبح کیا ہوا گورخر پیش کیا جب کہ حضور انور مقام ابواء یا وڈان میں تھے تو آپ نے وہ واپس فرمادیا پھر جب حضور نے ان کے چہرے کی حالت دیکھی تو فرمایا کہ ہم نے صرف اس لیے واپس کیا کہ ہم محرم ہیں۔ مسلم۔ احادیث میں تعارض ہے۔

زندہ اور مردہ گورخر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

بعض روایات میں ہے کہ زندہ جانور پیش کیا تھا اور بعض میں ہے کہ ذبح کر کے اس کا کوئی عضو پاؤں سرین وغیرہ، ہوسکتا ہے کہ پہلے زندہ گورخر پیش کیا ہو بعد میں ذبح کر کے اس کا کوئی عضو لہذا احادیث میں تعارض نہیں، حمار وحشی کا فارسی میں نام گورخر ہے اردو میں بھی یہی ہے۔

﴿365﴾ حالت احرام میں شکار کرنے کی احادیث میں تعارض:

عَن الصعب بن جثامة أنه أهدى رَسُول اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَلَمَّا رأى مَا فِي وَجْهِهٖ قَالَ: إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ

روایت ہے حضرت صعب ابن جثامہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گورخر پیش کیا جب کہ حضور انور مقام ابواء یا وڈان میں تھے تو آپ نے وہ واپس فرمادیا پھر جب حضور نے ان کے چہرے کی حالت دیکھی تو فرمایا کہ ہم نے صرف اس لیے واپس کیا کہ ہم محرم ہیں۔ مسلم، بخاری

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَخَلَّفَ مَعَ بَعْضِ أَصْحَابِهِ وَهُمْ مُحْرِمُونَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَأَوْا حِمَارًا وَحْشِيًّا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ فَلَمَّا رَأَوْهُ تَرَكُوهُ حَتَّى رَآهُ أَبُو قَتَادَةَ فَرَكِبَ فَرَسًا لَهُ فَسَأَلَهُمْ أَنْ يُنَاوِلُوهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا فَتَنَاوَلَهُ فَحَمَلَ عَلَيْهِ فَعَقَرَهُ ثُمَّ أَكَلَ فَأَكَلُوا فَنَدِمُوا فَلَمَّا أَدْرَكُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوهُ .قَالَ :هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟ قَالُوا: مَعَنَا رِجْلُهُ فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلم فَأَكَلهَا وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا :فَلَمَّا أَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :أَمِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهَا؟ أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا؟ قَالُوا :لَا قَالَ: فَكُلُوا مَا بَقِيَ مِنْ لَحمهَا

روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے تو اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ پیچھے رہ گئے تھے وہ ساتھی تو محرم تھے یہ محرم نہ تھے انہوں نے حضرت ابوقتادہ کی نظر پڑنے سے پہلے ایک گورخر دیکھا، دیکھا تو چھوڑ دیا حتی کہ اسے ابوقتادہ نے دیکھ لیا تو آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے ساتھیوں سے کہا کہ ان کا کوڑا اٹھا دیں انہوں نے انکار کیا آپ نے خود اٹھا لیا شکار پر حملہ کیا اس کے پاؤں کاٹ دیئے پھر ابوقتادہ نے کھایا اور ساتھیوں نے بھی پھر اس پر نادم ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو آپ سے مسئلہ پوچھا حضور نے فرمایا کیا تمہارے پاس اس کا کچھ ٹکڑا ہے بولے ہمارے ساتھ اس کا پاؤں ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پاؤں لیا اور کھایا (مسلم، بخاری) ان دونوں کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ جب وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے انہیں حملہ کرنے کو کہا تھا، اس طرف اشارہ کیا تھا بولے نہیں فرمایا تو بقیہ گوشت بھی کھالو۔

پہلی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حالت احرام میں شکار کے گوشت کو کھانے سے انکار کر دیا جبکہ دوسری حدیث میں حالت احرام میں خود بھی کھایا اور صحابہ کو بھی اجازت عطا فرمائی،، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

حالت احرام میں شکار کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پہلی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا شکار واپس کیا تو انہیں رنج ہوا جس کا اثر ان کے چہرے پر محسوس ہوا تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی اس ارشاد عالی سے فرمادی کہ میں احرام میں ہوں، اگر زندہ شکار کو واپس فرمایا ہے تب تو حدیث بالکل ظاہر ہے کہ محرم کو زندہ شکار پکڑنا بھی درست نہیں ہے اور پکڑا ہوا رکھنا یا ذبح کرنا بھی درست نہیں ہے۔ اور اگر اس کا گوشت واپس فرمایا ہے تو احناف کے ہاں اس لیے رد فرمایا کہ اس شکار میں کسی محرم نے کوئی مدد کی تھی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پتہ تھا۔ اور دوسری حدیث میں خود کھایا اور احرام والے صحابہ کو بھی

اجازت دی وجہ یہی تھی کہ وہ شکار کسی احرام والے نے نہیں کیا تھالہذا احرام والے اس کا گوشت کھا سکتے ہیں۔پہلی حدیث میں شکار احرام والے کی مدد سے ہوا اس لئے نہیں کھایا دوسری حدیث میں شکار نہ تو احرام والے نے کیا اور نہ احرام والے نے اس میں کوئی مدد کی اس لئے کھالیا، اب احادیث میں تعارض بھی نہ رہا۔

ایک ضروری مسئلہ:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَحْمُ الصَّيْدِ لَكُمْ فِي الْإِحْرَامِ حَلَالٌ مَا لَمْ تَصِيدُوهُ أَوْ يُصَادُ لَكُمْ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيَ وَالنَّسَائِيَ

روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لیے شکاری گوشت حلال ہے جب تک کہ تم نے اسے شکار نہ کیا ہو یا تمہارے لیے شکار نہ کیا گیا ہو۔ابوداؤد، ترمذی، نسائی

محرم کے شکار کی دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ محرم بذات خود شکار کو قتل کرے یہ جانور تو تمام مسلمانوں کے لیے حرام ہے کہ محرم کا شکار کسی کو حلال نہیں۔دوسرے یہ کہ محرم حلال کو شکار بتائے یا مدد کرے، یہ شکار حلال تو کھا سکتا ہے محرم نہیں کھا سکتا مگر ان دونوں صورتوں میں محرم پر شکار کی قیمت خیرات کرنی ہوگی۔

ایک شبہ کا ازلہ:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ قَالَ :كُنَّا مَعَ طَلْحَةَ بنِ عُبَيدِ اللّٰهِ وَنَحْنُ حُرُمٌ فَأُهْدِيَ لَهُ طَيْرٌ وَطَلْحَةُ رَاقِدٌ فِمِنَّا مَنْ أَكَلَ وَمِنَّا مَنْ تَوَرَّعَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ طَلْحَةُ وَافَقَ مَنْ أَكَلَهُ قَالَ :فَأَكَلْنَاهُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابن عثمان تیمی سے فرماتے ہیں ہم طلحہ ابن عبید اللہ کے ساتھ تھے اور ہم احرام باندھے تھے تو ان کے لیے پرندے لائے گئے اور حضرت طلحہ سورہے تھے تو ہم میں سے بعض نے وہ کھالیئے اور بعض نے احتیاط برتی پھر جب طلحہ جاگے تو آپ نے کھانے والوں کی موافقت کی کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پرندے کھائے۔مسلم

یعنی چڑیوں کا بھنا ہوا گوشت لایا تو گیا تھا حضرت طلحہ کے لیے مگر وہ سورہے تھے ان کے بعض ساتھیوں نے یہ سمجھ کر کہ چونکہ انہیں حلال نے شکار کیا ہے نہ کہ محرم نے لہذا ہمارے لیے ان کا کھانا درست ہے اور یہ بھی خیال کیا کہ حضرت طلحہ ہمارے کھالینے پر ناراض نہ ہوں گے کھائے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب یہ چڑیاں حضرت طلحہ کے لیے لائی گئیں تھیں تو دوسروں نے کیوں کھائیں کیونکہ یہ کھانے والے ان کے بے تکلف دوست تھے۔

غالبًا فاکلنا کی ف تعلیلیہ ہے یعنی آپ نے فرمایا کہ یہ گوشت ہمارے لیے حلال ہے کیونکہ ہم نے اس قسم کے ہدایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھائے ہیں۔اس سے بھی مذہب حنفی ثابت ہوتا ہے کہ جس شکار میں محرم نے مدد نہ دی ہو محرموں کو

اس کا کھانا حلال ہے۔

﴿366﴾ بحالت احرام مارنے والے جانوروں کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلَى من قتلَهُنَّ (ص826:) فِي الْحل وَالْإِحْرَامِ :الْفَأْرَةُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ "

روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا پانچ جانور وہ ہیں جنہیں احرام میں قتل کرنے والے پر گناہ نہیں: چوہا، کوّا، چیل، بچھو اور دیوانہ کتا۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں پانچ موذی جانوروں کو قتل کرنے کی اجازت ہے۔ جبکہ اس کے برعکس دوری حدیث میں ان کی تعداد کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ: الْحَيَّةُ وَالْغُرَابُ الْأَبْقَعُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْحُدَيَّا "

روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا پانچ جانور موذی ہیں حل وحرم میں قتل کیے جائیں سانپ چتکبرا، کوا، چوہا، دیوانہ کتا اور چیل۔ مسلم، بخاری

پہلی حدیث میں مختلف جانور ذکر کئے گئے،، چوہا، کوّا، چیل، بچھو اور دیوانہ کتا۔

جبکہ دوسری حدیث میں کچھ اور،، سانپ چتکبرا، کوا، چوہا، دیوانہ کتا اور چیل۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

بحالت احرام مارنے والے جانوروں کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

یعنی یہ پانچ جانور چونکہ موذی ہیں کہ ابتداءً لوگوں کو ستاتے ہیں اور بغیر اپنے نفعے کے لوگوں کا نقصان کر دیتے ہیں لہذا انہیں ہر جگہ حل وحرم اور ہر حالت حلال وحرام میں قتل کر سکتے ہو۔ خیال رہے کہ ان پانچ کا ذکر حصر کے لیے نہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ جانور کا ذکر ہے۔ چنانچہ سانپ، درندہ شکاری موذی جانور جیسے شیر، بھیڑیا وغیرہ بھی حل وحرم میں، احرام واحلال میں قتل کیا جائے۔ بعض علماء نے شیر وغیرہ میں حملہ کی قید لگائی کہ اگر یہ حملہ کریں تو دفاعی طور پر انہیں مارا جاسکتا ہے۔

﴿367﴾ بجو کے حلال وحرام ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمَّارٍ قَالَ :سَأَلت جابرَ بنَ عَبدِ اللَّهِ عَنِ الضَّبُعِ أَصَيْدٌ هِيَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ فَقُلْتُ :أَيُؤْكَلُ؟ فَقَالَ :نَعَمْ فَقُلْتُ :سَمِعْتُهُ (ص827:) مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

قَالَ :نَعَمْ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ :هٰذَا حديثٌ حَسنٌ صَحِيح

روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن ابی عمار سے فرماتے ہیں میں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے بجّو کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ شکار ہے فرمایا ہاں میں نے کہا کیا اسے کھایا جاسکتا ہے فرمایا ہاں میں نے کہا کہ یہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے فرمایا ہاں (ترمذی، نسائی، شافعی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث میں بجو کا حلال ہونا بیان کیا گیا جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

وَعَن خُزَيمَةَ بنَ جَزىٍّ قَالَ :سَأَلتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَن أَكلِ الضَّبعِ .قَالَ" : أَوَ يَأْكُلُ الضَّبعَ أَحَدٌ؟ .وَسَأَلتُهُ عَنْ أَكلِ الذِّئبِ .قَالَ :أَوَ يَأكُلُ الذِّئبَ أَحَدٌ فِيهِ خَيرٌ؟ .رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ وَقَالَ :لَيسَ إِسنَاده بِالْقَوِيّ

روایت ہے حضرت خزیمہ ابن جزی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجّو کھانے کے متعلق پوچھا تو فرمایا کوئی بجّو بھی کھاتا ہے اور آپ سے بھیڑیا کھانے کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ جس میں بھلائی ہو کیا وہ بھیڑیا کھاسکتا ہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد قوی نہیں۔

بجو کے حلال وحرام ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ امام اعظم و مالک کے ہاں بجو حرام ہے، نیز صحیح حدیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کیل والے جانور سے منع فرمایا اور بجّو کیل دار جانور ہے لہذا حرام ہے اور جس حدیث میں اس کا حلال ہونا بیان کیا گیا وہ حدیث منسوخ ہے۔ لہذا اب تعارض بھی نہ رہا۔

﴿368﴾ نفلی عبادت شروع کردینے سے واجب ہوجاتی ہے کی احادیث میں تعارض:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :قَدْ أُحصِرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَحَلَقَ رَأْسَهُ وَجَامَعَ نِسَاءَهُ وَنَحَرَ هَديَهُ حَتَّى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلا .رَوَاهُ البُخَارِيّ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روک دیئے گئے تھے تو آپ نے سر شریف منڈادیا تھا اور اپنی بیویوں سے جماع فرمایا اپنی ہدی قربان کردی حتی کہ اگلے سال عمرہ کیا۔ بخاری

جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ جس سال حدیبیہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ پر روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ چودہ سو صحابہ تھے اور جب عمرہ کی قضا کے لئے گئے تو آپ کے ساتھ سات سو صحابہ بھی نہ تھے، اگر قضا واجب ہوتی تو سب کرتے معلوم ہوا کہ نفلی عبادت شروع کرنے یا اس کی قضا واجب نہیں ہوتی (مرقاۃ المفاتیح کتاب الحج) لہذا ماننا پڑے گا کہ یہ دوسرا عمرہ نفلی تھا اس لیے سب نے ادا نہ کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک روایت سے قضا کا ثبوت ہے اور دوسری سے عدم ثبوت۔

نفلی عبادت شروع کر دینے سے واجب ہو جاتی ہے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پہلی حدیث کی تفصیل یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا، حدیبیہ کے میدان میں کفار مکہ نے آپ کو عمرہ سے روک دیا تب آپ اس میدان میں حلال ہو گئے اور وہاں ہی قربانی احصار دے دی، سال آئندہ میں آپ نے اس فوت شدہ عمرہ کی قضا کی۔ اس قضا سے معلوم ہوا کہ نفلی عبادت شروع کر دینے سے واجب ہو جاتی ہے کہ اس کی قضا ہوتی ہے۔ اور جس حدیث میں ہے کہ سب نے قضا نہیں کی تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ سب نے قضا کی بعض نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قضا کی اور بعض نے بعد میں۔ لہٰذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿369﴾ تا قیامت ہجرت کی احادیث میں تعارض:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ :لَا هِجرةَ وَلَكِن جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنفِرْتُم فَانفِرُوا .وَقَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ :إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللَّهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ القتالُ فيهِ لأحدٍ قبلي وَلم يحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا .فَقَالَ الْعَبَّاسُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوتِهِمْ؟ فَقَالَ :إِلَّا الْإِذْخِرَ وَفِي رِوَايَةٍ لأبي هريرةَ :لَا يُعضدُ شجرُها وَلَا يلتَقطُ ساقطتَها إِلَّا مُنشِدٌ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا اب ہجرت نہ رہی لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب جہاد کے لیے بلائے جاؤ تو نکل پڑو اور فتح مکہ کے دن فرمایا کہ اس شہر کو اللہ نے اس دن ہی حرم بنا دیا جس دن آسمان وزمین پیدا کیے لہٰذا یہ قیامت تک اللہ کے حرم فرمانے سے حرام ہے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس شہر میں جنگ جائز نہ ہوئی اور مجھے بھی ایک گھڑی دن کی حلال ہوئی چنانچہ اب وہ تا قیامت اللہ کے حرام کئے سے حرام ہے کہ نہ یہاں کے کانٹے توڑے جائیں اور نہ یہاں کا شکار بھڑکایا جائے اور نہ یہاں کی گری چیز اٹھائی جائے ہاں جو اس کا اعلان کرے وہ اٹھائے اور نہ یہاں کی خشک گھاس کاٹی جائے حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ اذخر کے سواء کہ وہ تو ہاروں اور یہاں کے گھروں میں کام آتی ہے فرمایا سوائے اذخر کے (مسلم، بخاری) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہاں کے درخت نہ کاٹے جائیں اور سوا تلاش کرنے والے کے وہاں کی گری چیز کوئی نہ اٹھائے۔

مذکورہ حدیث میں بیان ہوا کہ اب ہجرت نہ رہی،، جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس فرمایا کہ ہجرت قیامت تک ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

تا قیامت ہجرت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ معظّمہ سے مدینہ پاک کی طرف ہجرت فرما جانے کے بعد مکہ کے مسلمانوں پر ہجرت فرض تھی اور مکہ معظّمہ میں بلا عذر رہنا حرام تھا کہ وہ جگہ دار الحرب ہوگئی تھی فتح مکہ سے وہ جگہ دار الاسلام بن گئی اور اب اس ہجرت کی فرضیت ختم ہوگئی یہاں یہ ہی ارشاد ہے یعنی مکہ معظّمہ سے ہجرت کر جانا اب فرض نہ رہا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ہجرت قیامت تک ہے وہاں دوسرے دار الحرب سے ہجرتیں مراد ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ خبر غیبی ہے کہ اب مکہ معظّمہ تا قیامت کبھی دار الحرب نہ بنے گا اور نہ یہاں سے ہجرت فرض ہوگی، الحمد للہ ایسا ہی ہوا۔

﴿370﴾ مکہ مکرمہ کو حرم کس نے بنایا کی احادیث میں تعارض:

عَن أَبِي شُرَيحِ العَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمرِو بنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبعَثُ البُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ :ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ (ص833:) صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الغدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ :حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ " :إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ يَسفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ بِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا لَهُ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذِنَ لرَسُوله وَلم يَأْذَن لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أُذِنَ لِي فِيهَا سَاعَة نَهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمسِ وَلْيُبَلِغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ."فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيحٍ :مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ :قَالَ :أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيحٍ أَنَّ الحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ .مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .وَفِي الْبُخَارِيِّ :الْخَرْبَةُ :الْجِنَايَة

روایت ہے حضرت ابو شریح عدوی سے انہوں نے عمرو ابن سعید سے فرمایا جب کہ وہ مکہ معظّمہ پر لشکر بھیج رہا تھا کہ اے امیر مجھے اجازت دے کہ میں تجھے وہ فرمان پاک سناؤں جسے کل فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا جسے میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میری آنکھوں نے کلام کرتے وقت دیکھا اپنے اللہ کی حمد و ثنا کی بھی فرمایا کہ مکہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے کسی انسان نے نہ بنایا تو کسی بھی اس شخص کو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ وہاں خون بہائے اور نہ وہاں کا درخت کاٹے اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد سے اجازت سمجھے تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالٰی نے اپنے رسول کو اس کی اجازت دے دی تھی اور تم کو نہ دی رب نے مجھے دن کی ایک گھڑی اجازت دی تھی اب آج اس کی حرمت کل کی طرح ہی لوٹ آئی حاضرین غائبین کو پہنچادیں ابو شریح سے کہا گیا کہ پھر تم سے عمرو نے کیا کہا فرمایا وہ بولا اے ابو شریح میں تم سے یہ زیادہ جانتا ہوں کہ حرم شریف نہ تو مجرم کو پناہ دے

سکتا ہے نہ خون کر کے بھاگے ہوئے کو نہ فساد کر کے بھاگے کو (مسلم، بخاری) اور بخاری میں ہے کہ حزبہ خیانت ہے۔

مذکورہ حدیث میں،، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا کہ مکہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے کسی انسان نے نہ بنایا جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح فرمایا،،

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ فَجَعَلَهَا حَرَامًا وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ حَرَامًا مَا بَيْنَ مَأْزِمَيْهَا أَنْ لَا يُهْرَاقَ فِيهَا دَمٌ وَلَا يُحْمَلَ فِيهَا سلاحٌ لقتالٍ وَلَا تُخبَطَ فِيهَا شجرةٌ إِلَّا لعلف .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابوسعید سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اسی کے لیے احرام بنایا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اس کے گوشوں کے درمیان کو کہ اس میں نہ خون بہایا جائے نہ اس میں جنگ کے لیے ہتھیار اٹھایا جائے نہ بجز چارے کے یہاں کا درخت کاٹا جائے۔ مسلم

پہلی حدیث میں ہے کہ مکہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے کسی انسان نے نہ بنایا، اور دوسری میں فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں،، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

مکہ مکرمہ کو حرم کس نے بنایا کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ اس شہر پاک کا حرم شریف ہونا صرف اسلام میں نہیں ہے بلکہ بڑا پرانا مسئلہ ہے، ہر دین میں یہ جگہ محترم تھی۔ وہ جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا وہاں یہ مطلب ہے کہ اس کے حرم ہونے کا اعلان ابراہیم علیہ السلام نے کیا کیونکہ طوفان نوح میں جب بیت المعمور آسمان پر اٹھالیا تو لوگ یہاں کی حرمت وغیرہ بھول گئے حضرت خلیل نے پھر اس کا اعلان فرمایا لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ حرم اللہ نے بنایا اعلان خلیل اور حبیب نے کیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم ہونے کی دعا کی رب نے اسے حرم بنا دیا وہاں اسناد مجازی ہے اور پہلی حدیث میں اسناد حقیقی۔

﴿371﴾ فتح مکہ میں داخلے کے وقت عمامہ اور خود پہننے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ وَقَالَ :إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ .فَقَالَ :اقتله

روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے دن مکہ معظمہ میں اس طرح تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر خود تھا پھر جب خود اتارا تو ایک شخص آیا اور بولا کہ ابن خطل کعبہ شریف کے پردوں سے لٹکا ہوا ہے فرمایا اسے قتل کردو۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے وقت کعبہ میں خود پہن کر داخل ہوئے،، جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں کچھ اس طرح بیان ہوا،،

وَعَنْ جَابِرٍ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ معظمہ میں اس طرح تشریف لائے کہ بغیر احرام کے تھے اور آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ مسلم

پہلی حدیث میں خود پہننے کے ذکر ہے جبکہ دوسری میں عمامہ پہننے کا ثبوت ہے،، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

فتح مکہ میں داخلے کے وقت عمامہ اور خود پہننے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض میں تطبیق یہ ہوگی کہ یا تو حدود حرم میں داخلہ کے وقت حضور انور نے خود بھی پہنا ہوا تھا یعنی لوہے کی ٹوپی اور عمامہ شریف بھی یا حدود حرم شریف میں داخلہ کے وقت تو خود پہنے تھے اور بیت اللہ شریف میں یعنی مسجد حرام میں داخلہ کے وقت خود اتار دیا تھا اور عمامہ پہن لیا تھا لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿372﴾ کعبہ میں قتال کرنے کی احادیث میں تعارض:

عَن أَبِي شُرَيْحٍ العَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ :ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ (ص833:) صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الغدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ :حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ " :إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ بِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا لَهُ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُولِه وَلم يَأْذَن لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أُذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةَ نَهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ."فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ :مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ :قَالَ :أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ أَنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ .مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .وَفِي الْبُخَارِيِّ :الْخَرْبَةُ :الْجِنَايَة

روایت ہے حضرت ابو شریح عدوی سے انہوں نے عمرو ابن سعید سے فرمایا جب کہ وہ مکہ معظمہ پر لشکر بھیج رہا تھا کہ اے امیر مجھے اجازت دے کہ میں تجھے وہ فرمان پاک سناؤں جسے کل فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا جسے میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میری آنکھوں نے کلام کرتے وقت دیکھا

اپنے اللہ کی حمد و ثنا کی بھی فرمایا کہ مکہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے کسی انسان نے نہ بنایا تو کسی بھی اس شخص کو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ وہاں خون بہائے اور نہ وہاں کا درخت کاٹے اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد سے اجازت سمجھے تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کی اجازت دے دی تھی اور تم کو نہ دی رب نے مجھے دن کی ایک گھڑی اجازت دی تھی اب آج اس کی حرمت کل کی طرح ہی لوٹ آئی حاضرین غائبین کو پہنچا دیں ابوشریح سے کہا گیا کہ پھر تم سے عمرو نے کیا کہا فرمایا وہ بولا اے ابوشریح میں تم سے یہ زیادہ جانتا ہوں کہ حرم شریف نہ تو مجرم کو پناہ دے سکتا ہے نہ خون کر کے بھاگے ہوئے کو نہ فساد کر کے بھاگے کو (مسلم، بخاری) اور بخاری میں ہے کہ خزبہ خیانت ہے۔

مذکورہ حدیث میں بیت اللہ میں خون ریزی سے منع کیا گیا جبکہ اس حدیث میں ہے،،

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ وَقَالَ :إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ .فَقَالَ :اقتله

روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے دن مکہ معظمہ میں اس طرح تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر خود تھا پھر جب خود اتارا تو ایک شخص آیا اور بولا کہ ابن خطل کعبہ شریف کے پردوں سے لٹکا ہوا ہے فرمایا اسے قتل کر دو۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ابن خطل کو بیت اللہ کے اندر ہی قتل کر دینے کا حکم فرمایا،، جبکہ حدیث اول اور اس آیت کریمہ میں کچھ اس طرح بیان ہوا،،" وَمَنْ دَخَلَه كَانَ اٰمِنًا"،، جو بیت اللہ میں داخل ہو جائے اس کے لئے امن ہے۔ آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

کعبہ میں قتال کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ابن خطل کا نام عبد اللہ اور لقب غالب تھا، یہ پہلے مسلمان ہوا پھر اپنے ایک خادم مسلمان کو قتل کر کے مرتد ہو کر مکہ معظمہ بھاگ آیا تھا، آج ڈر کے مارے غلاف کعبہ میں چھپ گیا، چونکہ آج زمین حرم میں قتال جائز تھا اور اللہ رب العزت نے کعبہ معظمہ کو پاک کرنے کے لئے اس کی اجازت فرمائی اس لیے اسے قصاصاً یا مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کرا دیا گیا۔

لہذا آیت اور احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿373﴾ افضل ترین زمین کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ حَمْرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا عَلَى الْحَزْوَرَةِ فَقَالَ :وَاللَّهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللَّهِ وَأَحَبُّ اللَّهِ إِلَى اللَّهِ وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجه

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عدی ابن حمراء سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام حزورہ پر کھڑے ہوئے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ کی قسم تو اللہ کی ساری زمین میں بہترین زمین ہے اور اللہ کی تمام زمین میں خدا کو زیادہ پیاری ہے اگر میں تجھ سے نکالا نہ جاتا تو کبھی نہ نکلتا (ترمذی، ابن ماجہ)

مذکورہ حدیث میں فرمایا نبی کریم ﷺ نے کعبی کی زمین کے بارے میں فرمایا اللہ کی قسم تو اللہ کی ساری زمین میں بہترین زمین ہے،، جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے،،

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ ومنبری علی حَوْضِي

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ مسلم، بخاری

اس طرح اپنی قبر انور سے منبر اقدس تک کی جگہ کو افضل زمین قرار دیا۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

افضل ترین زمین کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ افضلیت میں یہ اختلاف بستیوں کے متعلق ہے، حضور کی قبر انور کا وہ حصہ جو جسم اطہر سے متصل ہے وہ مکہ معظمہ، کعبہ معظمہ بلکہ عرش معلے سے بھی افضل ہے۔ لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿374﴾ حدود مدینہ کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :مَا كَتَبْنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْقُرْآنَ وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم :الْمَدِينَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ فمنْ أحدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدلٌ ذِمَّةُ المسلمينَ واحدةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُم فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدلٌ وَمَنْ وَالَى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عدل وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا :مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوْ تَوَلَّى غَيْرَ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقبَلُ مِنْهُ صرف وَلَا عدل۔

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے قرآن کے اور اس کے جو اس کتاب میں ہے کچھ اور نہ لکھا فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مدینہ منورہ عیر سے ثور تک کے درمیان حرم ہے تو جو اس میں کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس

کے نہ فرائض قبول ہوں نہ نفل مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے کہ ان کا ادنی آدمی بھی کوشش کرسکتا ہے جو کسی مسلمان کی عہد شکنی کرے اس پر اللہ، فرشتوں اور سارے انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کے فرض قبول نہ نفل جو اپنے کو اپنے دوستوں کی بغیر اجازت کسی قوم سے عقد دوستی باندھے اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے نہ اس کے فرض قبول ہوں نہ نفل (مسلم، بخاری) انہی کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ جو اپنے کو اپنے غیر باپ کی طرف منسوب کرے یا اپنے غیر مولاؤں سے ولاء کرے تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے نہ اس کے فرض قبول ہوں اور نہ نفل۔

حدود مدینہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حکیم الامت فرماتے ہیں عیر وثور کے متعلق شارحین کے بہت اقوال ہیں۔ حضرت شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ یہ دونوں پہاڑ ہیں جو مدینہ منورہ کے کناروں پر واقع ہیں، بعض نے فرمایا کہ یہ دونوں پہاڑ مکہ معظمہ میں ہیں۔ ثور پہاڑ وہ ہے جس کے غار میں ہجرت کی رات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع صدیق اکبر چھپے تھے اس لیے اسے غار ثور کہتے ہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جتنا فاصلہ مکہ کے دو پہاڑوں عیر وثور کے درمیان ہے اتنا فاصلہ مدینہ منورہ کا حرم ہے، بعض نے فرمایا کہ عیر تو مدینہ منورہ میں ہے اور ثور مکہ معظمہ میں، بعض کے خیال میں ہے کہ عیر وثور پہاڑ نہیں بلکہ اطراف مدینہ کے دو میدانوں کا نام ہے جنہیں حرتین کہتے ہیں، بعض روایات میں عیر و اُحد ہے راوی نے غلطی سے بجائے احد کے ثور کہا، بہر حال مدینہ منورہ کے حدود مراد ہیں۔

﴿375﴾ بدعت کے جواز وعدم جواز کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :مَا كَتَبْنَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْقُرْآنَ وَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم :الْمَدِينَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ فمَنْ أَحدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ ذِمَّةُ المسلمينَ واحدةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَمَنْ وَالَى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عدل وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا :مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوْ تَوَلَّى غَيْرَ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صرف وَلَا عدل

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے قرآن کے اور اس کے جو اس کتاب میں ہے کچھ اور نہ لکھا فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مدینہ منورہ عیر سے ثور تک کے درمیان حرم ہے تو جو اس میں کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس

کے نہ فرائض قبول ہوں نہ نفل مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے کہ ان کا ادنی آدمی بھی کوشش کر سکتا ہے جو کسی مسلمان کی عہد شکنی کرے اس پر اللہ، فرشتوں اور سارے انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کے فرض قبول نہ نفل جو اپنے کو اپنے دوستوں کی بغیر اجازت کسی قوم سے عقد دوستی باندھے اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے نہ اس کے فرض قبول ہوں نہ نفل (مسلم، بخاری) انہی کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ جو اپنے کو اپنے غیر باپ کی طرف منسوب کرے یا اپنے غیر مولاؤں سے ولاء کرے تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے نہ اس کے فرض قبول ہوں اور نہ نفل۔

مذکورہ حدیث میں فرمایا،، جو مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے،، جبکہ دوسری حدیث میں فرمایا،،

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حمد صلاۃ کے بعد بے شک بہترین چیز کتاب اللہ اور بہترین طریقہ محمد عربی ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین چیز دین کی بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور جگہ فرمایا تم میری اور خلفائے راشدین کی سنت مضبوطی سے پکڑے رکھنا اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو نئی باتوں سے دور رہو کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

پہلی حدیث میں فرمایا کہ جو مدینہ میں بدعت ایجاد کرے اس پر لعنت جبکہ دوسری حدیث میں مطلقا بدعت کی مزمت فرمائی۔

بدعت کے جوازِ وعدم جواز کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ بدعت ہر جگہ ہر مقام اور ہر علاقہ میں مذموم ہے لیکن مدینہ پاک میں بدعتیں ایجاد کرنا بدعتیوں کو مدینہ میں جگہ دینا سخت گناہ ہے کہ اس میں مدینہ منورہ کی بے حرمتی بھی ہے اور دین میں فساد بھی۔ مطلب یہ کہ اگرچہ ہر جگہ ہی بدعتیں بری ہیں مگر مدینہ پاک میں زیادہ بری۔

بدعت کے بارے میں چند ضروری باتیں:

من سر فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شئي و من سن فی السلام سنة سئية كان عليه وزرها و وزر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اوزاهم شئي ،صحيح مسلم

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اسلام میں بدعت حسنہ یعنی کسی اچھے طریقے کو ایجاد کرے گا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اوران لوگوں کے عمل کا بھی ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اور جو

شخص اسلام میں بدعت سئیہ یعنی کسی برے طریقے کو ایجاد کرے گا تو اس کو اس کا گناہ ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی گناہ ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والے کے گناہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ ایک اور حدیث میں،،

فاروق اعظم نے فرمایا **نعمت البدعة منه** تراویح کی جماعت کیا ہی اچھی بدعت ہے۔

بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام: وہ نیا کام جو زمانہ نبوی کے بعد ایجاد ہوا یہ عام ہے کہ اس نئے کام کا تعلق اعتقاد سے ہو یا اعمال سے دینی ہو یا دنیاوی بدعت کہلاتا ہے۔

بدعت کی اقسام: بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)۔ **بدعت حسنہ:** وہ نیا کام جو حضور نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد ایجاد ہوا اور وہ خلاف سنت نہ ہو اور نہ ہی کسی سنت کو مٹانے والا ہو بدعت حسنہ کہلاتا ہے مثلاً میلاد النبی منانا وغیرہ

صحابہ وتابعین سے بدعت کی چند مثالیں: تراویح کی جماعت قائم کرنا فاروق اعظم کی بدعت ہے مساجد کو مزین کرنا حضرت عثمان کی بدعت ہے مساجد کے محراب بنانا عمر بن عبد العزیز کی بدعت ہے قرآن پر اعراب لگانا حجاج بن یوسف کی بدعت ہے اس کے علاوہ بھی بدعت حسنہ کی کافی مثالیں موجود ہیں۔

(۲) **بدعت سئیہ:** وہ نیا کام جو خلاف سنت ہو اور کسی سنت کو مٹانے والا ہو جیسے بزرگان دین کے عرس کے موقعہ پر ڈھول پیٹنا مزاروں پر عورتوں مردوں کا اختلاط میلا دیا شادی بیاہ کے موقعہ پر موسیقی بجانا وغیرہ وغیرہ۔

جس بدعت کی نبی کریم ﷺ نے مذمت کی اس سے مراد بدعت سئیہ ہے اور اور جس بدعت کی حدیث میں تحسین کی گئی اس سے مراد بدعت حسنہ ہے۔

﴿376﴾ حرم مدینہ میں شکار کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ": إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ (ص835:) الْمَدِينَةِ: أَنْ يُقْطَعَ عِضَاهُهَا أَوْ يُقْتَلَ صَيْدُهَا "وَقَالَ: الْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يعلمونَ لَا يَدَعُهَا أَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا إِلَّا أَبْدَلَ اللَّهُ فِيهَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ وَلَا يَثْبُتُ أَحَدٌ عَلَى لَأْوَائِهَا وَجَهْدِهَا إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں مدینہ کے دو کناروں کے درمیان یہاں سے کانٹے کاٹنا یا یہاں کا شکار قتل کرنا حرام کرتا ہوں فرمایا مدینہ مسلمانوں کے لیے بہتر ہے اگر وہ جانتے ہوتے ایسا کوئی نہیں جو مدینہ سے رغبتی کرتے ہوئے اسے چھوڑے مگر اللہ اس مدینہ میں اس کو اچھا رہنے والا بسائے گا اور کوئی شخص مدینہ کی سختی اور بھوک پر صبر نہ کرے گا مگر میں قیامت کے دن اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حرم مدینہ میں شکار کرنے کو منع فرمایا جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں اس کی حلت کو بیان کیا گیا ہے،، تعارض واضح ہے۔

حرم مدینہ میں شکار کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق اس طرح ہوگی کہ شکار کی حلت قرآنی آیات سے ثابت ہے لہذا اس کی حرمت اس جیسی ظنی حدیث سے ثابت نہیں ہوسکتی۔ لہذا حدیث پر عمل کو چھوڑ دیا جائے گا۔

﴿377﴾ حرم مدینہ کی گھاس وغیرہ کاٹنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ :أَنَّ سَعْدًا رَكِبَ إِلَى قَصْرِهِ بِالْعَقِيقِ فَوَجَدَ عَبْدًا يَقْطَعُ شَجَرًا أَوْ يَخْبِطُهُ فَسَلَبَهُ فَلَمَّا رَجَعَ سَعْدٌ جَاءَهُ أَهْلُ الْعَبْدِ (ص836:) فَكَلَّمُوهُ أَنْ يَرُدَّ عَلَى غُلَامِهِمْ أَوْ عَلَيْهِمْ مَا أَخَذَ مِنْ غُلَامِهِمْ فَقَالَ :مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ أَرُدَّ شَيْئًا نَفَّلَنِيهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِى أَنْ يرد عَلَيْهِم .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت عامر ابن سعید سے کہ جناب سعد اپنے ڈیرے کی طرف سوار ہوئے جو عقیق میں تھا تو ایک غلام کو درخت کاٹتے یا پتے جھاڑتے دیکھا تو اس کے کپڑے چھین لیے جب حضرت سعد لوٹے تو ان کے پاس غلام والے لوگ آئے اور عرض کیا کہ ان کے غلام کو یا ان کو وہ سامان واپس کردیں جو ان کے غلام سے لیا ہے تو آپ نے فرمایا معاذ اللہ کہ میں وہ چیز واپس کروں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمۃً عطا فرمائی ہے اور واپس کرنے سے انکار کردیا۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں حضرت سعد نے مدینہ کی گھاس کاٹنے والے کا سامان چھین لیا،، جبکہ دوسری احادیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے،، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت وہاں کی کھجوریں وغیرہ کاٹ کاٹ دیں، مشرکین کی قبریں اکھیڑ دیں اور وہاں مسجد بنادی، حضرت ابن مسعود اور ابن زبالہ نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسلمہ سے فرمایا تھا کہ اگر تم عقیق میں شکار کھیلو تو ہم تمہاری امداد کریں جیسا کہ ابن ابی شیبہ طبرانی منذری نے باسناد حسن روایت کی، نیز طبرانی میں حضرت انس سے مرفوعًا منقول ہے کہ حضور انور نے فرمایا جب تم احد پہاڑ پر جاؤ تو وہاں کے درخت یا کچھ گھاس کھالو اور کھانا بغیر اکھیڑے یا کاٹے ناممکن ہے، حضرت ابن مسعود، ابن عمر، عائشہ صدیقہ کا یہی مذہب ہے، (مرقات باب الحرم) احادیث میں تعارض واضح ہے۔

حرم مدینہ کی گھاس وغیرہ کاٹنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تمام صحابہ کا مذہب یہ ہی ہے کہ حرم مدینہ کے درخت کاٹنے یا پتے جھاڑنے پر ضمان نہیں ہے، حضرت سعد ابن ابی وقاص نے جو اس غلام کے کپڑے اور سامان چھین لیا وہ یا تو سیاسۃً ہے یا انہوں نے اس حدیث کا مطلب سمجھا نہیں جس میں سامان

چھین لینے کا حکم ہے، ورنہ یہ حضرات حضرت سعد ابن ابی وقاص سے سامان واپس نہ مانگتے بلکہ ان کی تائید کرتے کہ احکام شرعیہ پر عمل ضروری ہے اس کے خلاف کا مشورہ دینا گناہ ہے، یہ واپسی کا مطالبہ قابل غور ہے۔
خیال رہے کہ امام مالک وشافعی کے ہاں مدینہ کے شکار اور درخت کاٹنا حرام تو ہیں مگر ان کی جزاء واجب نہیں، ہمارے ہاں نہ جزاء ہے نہ یہ کام حرام مکروہ ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا،
یاد رہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے حدود مکہ معظمہ کو اپنی دعا سے حرم بنایا یا اس کی حرمت کو ظاہر فرمایا اور حضور ﷺ نے حدود مدینہ کو اپنے اختیار خداداد سے حرم بنایا اس سے پہلے مدینہ حرم نہ تھا نہ اس کی حرمت قرآن پاک میں مذکور ہے۔ مدینہ کو حرم بنانے کے معنے وہ ہی ہیں جو پہلے عرض کیے گئے کہ اس مقدس مقام کی تعظیم وتوقیر واجب ہے، اسے اجاڑنے ویران کرنے کی کوشش کرنا حرام ہے، یہاں شکار وغیرہ مکروہ ہے۔

﴿378﴾ مدینہ کی چیزیں کاٹنے کی ضمان پر احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ :أَنَّ سَعْدًا رَكِبَ إِلَى قَصْرِهِ بِالْعَقِيقِ فَوَجَدَ عَبْدًا يَقْطَعُ شَجَرًا أَوْ يَخْبِطُهُ فَسَلَبَهُ فَلَمَّا رَجَعَ سَعْدٌ جَاءَهُ أَهْلُ الْعَبْدِ (ص836:) فَكَلَّمُوهُ أَنْ يَرُدَّ عَلَى غُلَامِهِمْ أَوْ عَلَيْهِمْ مَا أَخَذَ مِنْ غُلَامِهِمْ فَقَالَ :مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ أَرُدَّ شَيْئًا نَفَّلَنِيهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِى أَنْ يرد عَلَيْهِم .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت عامر ابن سعید سے کہ جناب سعد اپنے ڈیرے کی طرف سوار ہوئے جو عقیق میں تھا تو ایک غلام کو درخت کاٹتے یا پتے جھاڑتے دیکھا تو اس کے کپڑے چھین لیے جب حضرت سعد لوٹے تو ان کے پاس غلام والے لوگ آئے اور عرض کیا کہ ان کے غلام کو یا ان کو وہ سامان واپس کردیں جو ان کے غلام سے لیا ہے تو آپ نے فرمایا معاذ اللہ کہ میں وہ چیز واپس کروں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمۃً عطا فرمائی ہے اور واپس کرنے سے انکار کردیا۔ مسلم
حضرت سعد کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم کسی کو حرم مدینہ کے درخت یا پتے کاٹتے دیکھو تو بطور غنیمت سامان چھین لو اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس سامان کی قیمت دے دوں مگر سامان نہ دوں گا۔

مدینہ کی چیزیں کاٹنے کی ضمان پر احادیث میں تعارض کی تطبیق:

یہ حدیث تمام آئمہ کے ہاں واجب التاویل ہے کسی کا اس پر عمل نہیں کیونکہ یہ کوئی نہیں کہتا کہ درخت کاٹنے والے کا سامان کپڑے وغیرہ چھین لو، حرم مکہ میں بھی شکار یا درخت کی قیمت خیرات کرنا ہوتی ہے کوئی شکاری کا سامان چھین نہیں سکتا لہذا یہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ سرکار عالی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اس کے کپڑے چھین لو تشدیداً ہے جیسے فرمایا گیا کہ جو نمازی کے

آگے سے گزرنے لگے اس سے جنگ کرو یا نوحہ کرنے والی عورتوں کے منہ میں خاک ڈال دو یا جو کسی کی تعریف اس کے سامنے کرے تو اس کے منہ میں خاک جھونک دو، یہ احادیث اپنے ظاہری معنے پر نہیں ایسے ہی یہاں سامان چھیننے کے ظاہری معنے مراد نہیں بلکہ مراد ہے سختی سے منع کر دینا۔ حضرت سعد کا یہ اجتہادی حکم ہے کافر حربی کا مال غنیمت ہوتا ہے ذمی کافر کا مال بھی غنیمت نہیں ہوتا چہ جائیکہ مسلمان کا۔

خیال رہے کہ اسلام میں کسی جرم پر مالی جرمانہ کرنا حرام ہے کہ مجرم سے کچھ پیسے لیکر اپنے خرچ میں لاؤ پھر آپ کا یہ فرمانا کہ میں اس کی قیمت واپس دے سکتا ہوں یہ اور بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ حرم مدینہ کے شکار کے احکام مکہ معظّمہ کے شکار کے سے نہیں کہ وہاں کا شکاری فقراء کو صدقہ دے کر صدقہ کی قیمت ان سے نہیں لے سکتا۔

﴿379﴾ جہاں وباء ہو وہاں جانا منع ہے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فِي رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَدِينَةِ " :رَأَيْتُ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِينَةِ حَتَّى نَزَلَتْ مَهْيَعَةَ فَتَأَوَّلْتُهَا :أَنَّ وَبَاءَ الْمَدِينَةِ نُقِلَ إِلَى مَهْيَعَةَ وَهِيَ الْجُحْفَةُ ."رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب کے متعلق جو مدینہ کے بارے میں دیکھی فرمایا میں نے ایک کالی بال بکھیرے عورت دیکھی کہ مدینہ سے نکلی حتی کہ مہیعہ ہی اتر گئی ہم نے اس کی تعبیر یہ کی کہ مدینہ منورہ کی وباء مہیعہ کی طرف منتقل ہوگئی، مہیعہ جحفہ کا نام ہے۔ بخاری

اس کے برعکس دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا،، جہاں وباء ہو وہاں جانا منع ہے۔ احادیث میں تعارض ہے۔

جہاں وباء ہو وہاں جانا منع ہے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

مذکورہ پہلی حدیث میں وباء سے مراد طاعون، ہیضہ وغیرہ وبائی بیماریاں نہیں بلکہ خرابی آب وہوا کی بنا پر عام بیماریاں مراد ہیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جہاں وباء ہو وہاں جانا منع ہے، پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کیوں تشریف لائے؟

یہاں صاحب مرقات نے فرمایا کہ اب جحفہ کا یہ حال ہے کہ وہاں ایک مقام غدیر خمہ ہے وہاں کوئی شخص بلوغ تک زندہ نہیں رہتا، اس سے پہلے ہی بیماریوں کا شکار ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے لہذا اب وہ جگہ ویران ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے کفار کی بستیوں پر بمباری و تیراندازی کر سکتے ہیں ایسے ہی وہاں کے لیے بیماری کی بد دعا بھی کر سکتے ہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مدینہ کی وباء دوسروں پر کیوں منتقل فرمادی۔

﴿380﴾ مدینہ کی کانٹ چھانٹ کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ :أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصَابَ الْأَعْرَابِيَّ وَعْكٌ بِالْمَدِينَةِ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :يَا مُحَمَّدُ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ :أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ :أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى فَخَرَجَ الْأَعْرَابِيُّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّمَا الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خبثها وتنصع طيبها

روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے کہ ایک بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی پھر اسے مدینہ منورہ میں بخار آ گیا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری بیعت فسخ فرما دیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا وہ پھر حاضر ہوا بولا میری بیعت فسخ کر دیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا وہ پھر آیا بولا میری بیعت فسخ فرما دیجئے حضور نے انکار کیا وہ بدوی آخر چلا گیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ بھٹی کی طرح ہے جو لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے اور اچھے کو خالص کر لیتی ہے۔ مسلم، بخاری

جبکہ دوسری حدیث میں ہے،،

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَنْفِيَ الْمَدِينَةُ شِرَارَهَا كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيد .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ مدینہ منورہ برے لوگوں کو یوں نکال دے گا جیسے بھٹی لوہے کا میل نکال دیتی ہے۔ مسلم

مدینہ کی کانٹ چھانٹ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ زمین مدینہ میں کھوٹوں کو نکالنے، کھروں کو چھانٹ لینے کی تاثیر اول ہی سے ہے اور آخر تک رہے گی صرف قریب قیامت نہ ہوگی، جو منافقین یا یہود وہاں ہی مر کر وہاں ہی دفن ہو گئے ان کی نعشیں وہاں سے نکال دی گئیں۔ غرضکہ زمین مدینہ کسی خبیث کو اس کی زندگی میں ہی نکال دیتی ہے کسی کو بعد موت لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، ہاں قریب قیامت اس چھانٹ کا خصوصی اثر نمودار ہوگا جسے ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا لہذا یہ حدیث دوسری حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿381﴾ جزیرہ عرب میں شیطان کی عبادت نہیں ہوسکتی کی احادیث میں تعارض

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَيْسَ مِنْ بلدٍ إلا سَيَطَؤهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ لَيْسَ نَقْبٌ مِنْ أَنْقَابِهَا إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّينَ (ص:838) يَحْرُسُونَهَا فَيَنْزِلُ

السَّبِخَة فَتَرْجُفُ الْمَدِينَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی شہر نہیں جسے دجّال روند نہ ڈالے سوائے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے اس کے راستوں میں سے ایسا کوئی راستہ نہیں جس میں صف بستہ فرشتے نہ ہوں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں چنانچہ وہ زمین شور میں اترے گا پھر مدینہ اپنے باشندوں پر تین بار کانپے گا تو دجّال کی طرف ہر کافر و منافق نکل جائے گا۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث کے برعکس نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا کہ جزیرہ عرب میں شیطان کی عبادت نہیں ہوسکتی۔

جزیرہ عرب میں شیطان کی عبادت نہیں ہوسکتی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں مدینہ طیبہ میں کفار ہوں گے چھپے یا کھلے یا وہ لوگ جو اسلام کا دعویٰ کریں گے مگر ہوں گے کافر، مشرک نہ ہوں گے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ جزیرہ عرب میں شیطان کی عبادت نہیں ہوسکتی۔

﴿382﴾ مدینہ کو مسکن بنانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :إِنَّ اللَّهَ أَوْحَى إِلَيَّ :أَيَّ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ نَزَلْتَ فَهِيَ دَارُ هِجْرَتِكَ الْمَدِينَةِ أَوِ الْبَحْرَيْنِ أَوْ قِنَّسْرِينَ ."رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی ان تینوں بستیوں میں سے جہاں بھی آپ قیام فرمائیں وہ ہی آپ کا مقام ہجرت ہے مدینہ منورہ یا بحرین یا قنسرین (ترمذی)

مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی ان تینوں بستیوں میں سے جہاں بھی آپ قیام فرمائیں،،

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس نبی کریم ﷺ نے اس طرح فرمایا،، کہ مجھے خواب میں مدینہ دکھایا گیا اور فرمایا گیا کہ آپ کا دار الہجرت یہ ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

مدینہ کو مسکن بنانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ حق یہ ہے کہ پہلے رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا کہ ان تین شہروں میں سے جہاں چاہیں ہجرت فرمادیں، پھر مدینہ پاک کو معین فرمادیا لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں فرمایا گیا کہ مجھے خواب میں مدینہ دکھایا گیا اور فرمایا گیا کہ آپ کا دار الہجرت یہ ہے۔ مدینہ پاک حجاز کا شہر ہے،، بحرین ایک شہر کا نام بھی ہے اور علاقہ کا بھی جو عمان کے قریب ہے، قنسرین شام کا ایک مشہور شہر ہے۔

﴿383﴾ فضائل مکہ کی احادیث میں تعارض:

عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ اللهم اجعل بالمدينة ضعفي ما بمكة من البركة

صحیح مسلم ج ا ص ۴۳۵

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ تو نے جتنی برکتیں مکہ میں نازل فرمائی ہیں مدینہ میں اس سے دگنی برکتیں نازل فرما۔

عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ اللهم حبب الینا المدینة کما حببت مکة او اشد۔ صحیح مسلم ج ا ص ۴۴۷

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ مدینہ کو ہمارے نزدیک مکہ سے زیادہ محبوب بنا دے۔

ان احادیث کی رو سے مدینہ مکہ سے افضل ہے جبکہ اس کے برعکس احادیث میں کچھ اس طرح ہے،،

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکہ تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے۔ اس حدیث کی رو سے مکہ افضل ہے نہ کہ مدینہ۔

فضائل مکہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکہ تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ہجرت سے پہلے کے زمانے پر محمول ہے کیونکہ آپ کی ہجرت سے پہلے مکہ سب سے زیادہ محبوب تھا اور آپ کی ہجرت کے بعد مدینہ سب سے زیادہ محبوب ہو گیا۔

اعتراض: مکہ میں عبادات کا ثواب مدینہ سے دگنا ہوتا ہے لہذا مکہ مدینہ سے افضل ہے۔

جواب: اجر میں زیادتی مفضولیت کے منافی نہیں ہے کیونکہ جو شخص میدان عرفات جا رہا ہے اس کے لئے منی میں پانچ نمازیں پڑھنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اگرچہ اجر مسجد حرام میں زیادہ ہے۔ دوسرا یہ کہ حضور نے دعا کی اے اللہ مدینہ کی برکتیں مکہ سے دگنی کر دے تو اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مکہ میں ایک لاکھ نماز کا ثواب تو مدینہ میں دو لاکھ نمازوں کا ہونا چاہئے۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ مکہ میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب اور مدینہ میں پچاس ہزار کا ثواب ہے تو یاد رکھیں مدینہ میں پڑھی ہوئی نمازوں کا اجر بلحاظ عدد کم ہے لیکن قدر و قیمت کے لحاظ سے یہ پچاس ہزار نمازیں مکہ کی ایک لاکھ نمازوں سے بہت زیادہ ہیں جیسے سو روپے کا ایک نوٹ ایک ایک کے دس نوٹوں سے فضیلت اور قیمت میں کہیں زیادہ ہے۔

﴿384﴾ مکہ میں نیکی کے ثواب کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعفَی مَا جعلت بِمَكَّة من الْبَرَكَة

روایت ہے حضرت انسؓ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا الٰہی جو برکتیں تو نے مکہ مکرمہ میں دی ہیں اس سے دوگنی برکتیں مدینہ منورہ میں دے۔ مسلم، بخاری

جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مدینہ منورہ میں ایک نیکی کا اجر ۵۰ ہزار ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

مکہ میں نیکی کے ثواب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض علماء نے برکت سے ظاہری و باطنی برکت مراد لی ہے یعنی مدینہ کی عبادات اور یہاں کے رزقوں میں برکت مکہ معظمہ سے دوگنی دے کہ یہاں کی عبادات کا ثواب مکہ معظمہ کی عبادات سے دوگنا ہو اور یہاں کے غلہ و میوے میں برکتیں مکہ معظمہ سے دوگنی ہوں، اس بنا پر انہوں نے مدینہ منورہ کو مکہ معظمہ سے افضل مانا اور یہاں کی عبادات کا ثواب مکہ معظمہ کی عبادات سے زیادہ قرار دیا، بعض نے فرمایا کہ یہاں رزق کی برکتیں مراد ہیں یعنی حسی برکتیں، وہ فرماتے ہیں کہ ثواب کی برکتیں مکہ معظمہ میں دوگنی ہیں اور روزی کی برکتیں مدینہ پاک میں دُوگنا لہذا حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مدینہ منورہ میں ۵۰ ہزار مدینہ پاک کی رزق کی برکتیں تو آج بھی آنکھوں دیکھی جارہی ہیں کہ وہاں پھل فروٹ میسر ہوتے ہیں اور وہاں کی آب و ہوا ایسی پیاری ہے کہ مکہ مکرمہ کی نہیں۔ فیصلہ عشق یہ ہے کہ مکہ معظمہ کی عبادت کا ثواب زیادہ اور مدینہ پاک کی عبادات کا قرب زیادہ، درجہ اعلٰی لہذا برکت قرب و درجہ مدینہ پاک میں دوگنا ہے برکت ثواب مکہ معظمہ میں دوگنا، دونوں حدیثیں درست و صحیح ہیں۔

﴿385﴾ مدینہ میں مرنے کی فضیلت پر احادیث میں تعارض:

لإرساله وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا وَقَبْرٌ يُحْفَرُ بِالْمَدِينَةِ فَاطَّلَعَ رَجُلٌ فِي الْقَبْرِ فَقَالَ: بِئْسَ مَضْجَعِ الْمُؤْمِنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِئْسَ مَا قُلْتَ قَالَ الرَّجُلُ إِنِّي لَمْ أُرِدْ هَذَا إِنَّمَا أَرَدْتُ الْقَتْلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا مِثْلَ الْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا عَلَى (ص841:) الْأَرْضِ بُقْعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَكُونَ قَبْرِي بِهَا مِنْهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا

روایت ہے حضرت یحیی ابن سعید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور مدینہ منورہ میں ایک قبر کھودی جارہی تھی تو ایک شخص قبر میں جھانک کر بولا کہ یہ مؤمن کا بڑا ابرا ٹھکانہ ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ غلط کہا وہ صاحب بولے میری یہ نیت نہ تھی اللہ کی راہ میں شہادت میری مراد تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہاں کا دفن) شہادت فی سبیل اللہ کے برابر بھی نہیں زمین کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں مجھے اپنی قبر کا ہونا اس جگہ سے زیادہ پیارا ہو تین

بار فرمایا (مالک) مرسلاً

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ پاک میں مرنا یہاں دفن ہونا دوسری جگہ شہید ہونے اور نعش پامال ہونے سے بھی افضل ہے، جبکہ دوسری روایات میں اس کے برعکس اس طرح بیان ہوا کہ شہادت اور غربت کی موت دوسری اموات سے افضل ہے، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

مدینہ میں مرنے کی فضیلت پر احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ جن روایات سے شہادت اور غربت کی موت کی افضلیت ثابت ہے وہ افضلیت جزوی ہوگی اور اور مدینہ پاک میں مرنے کی افضلیت کلیہ ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ مذکورہ فوائد مسلمانوں کے لیے ہیں لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ ابوجہل وغیرہ کفار بھی وہاں ہی مرے۔ لہذا اب احادیث میں کوئی تعارض نہ رہا اور اگر مدینہ منورہ میں شہادت و غربت کی موت نصیب ہو جائے تو پوچھنا ہی کیا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی،

اللھم ارزقنا الموت فی بلد حبیبك صلی الله علیه وسلم۔

﴿386﴾ عورتوں کے لئے اکیلے سفر کرنیکی احادیث میں تعارض:

مذکورہ حدیث میں فرمایا، کوئی عورت ایک دن ورات کا سفر اس کے بغیر نہ کرے کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو، جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب ہے کہ عورت اکیلی بصرہ سے بیت اللہ آئے گی اور بجز رب تعالی کے کسی سے خوف نہ کرے گی۔ (بخاری)،

اس حدیث میں مہاجرہ اور کفار کی قید سے چھوٹنے والی عورت کے لئے بغیر محرم سفر کی اجازت ہے، لہذا احادیث میں تعارض ہے۔

عورتوں کے لئے اکیلے سفر کرنیکی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں ممانعت کے حکم سے مہاجرہ اور کفار کی قید سے چھوٹنے والی عورت خارج ہے کہ یہ دونوں عورتیں بغیر محرم اکیلی ہی دار السلام کی طرف سفر کر سکتی ہیں بلکہ یہ سفر ان پر واجب ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب ہے کہ عورت اکیلی بصرہ سے بیت اللہ آئے گی اور بجز رب تعالی کے کسی سے خوف نہ کرے گی۔ (بخاری) لہذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے مخالف ہے نہ حکم فقہاء اس حدیث کے خلاف۔ لہذا تعارض نہیں۔

﴿387﴾ سفر کی مقدار کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو محرم

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی عورت ایک دن ورات کا سفر اس کے بغیر نہ کرے کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کوئی عورت ایک دن ورات کا سفر اس کے بغیر نہ کرے کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو،، جبکہ دوسری احادیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،، بعض روایات میں دو دن دو رات کا ذکر ہے، بعض میں تین دن تین رات کا ذکر ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

سفر کی مقدار کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ یہاں تو ایک دن رات کا ذکر ہوا اور بعض روایات میں دو دن دو رات کا ذکر ہے، بعض میں تین دن تین رات کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا کہ ان احادیث میں حد بندی مقصود نہیں، مطلب یہ ہے کہ چھوٹا بڑا کوئی سفر اکیلے نہ کرے یا یہ احکام مختلف حالات میں ہیں، نازک حالات میں ایک دن رات کا سفر بھی اکیلے نہ کرے، بعض نارمل (normal) حالات میں تین دن سے کم کا سفر اکیلے کر سکتی ہے۔

﴿388﴾ فوری حج فرض ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيُعَجِّلْ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد والدارمی

روایت ہے ان ہی سے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حج کا ارادہ رکھتا ہو تو جلدی کرے۔ ابوداؤد، دارمی)

مذکورہ حدیث میں فرمایا،، کہ جو حج کا ارادہ رکھتا ہو تو جلدی کرے،، جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حج کی فرضیت ۵ھ یا ۶ھ یا ۹ھ میں ہے، جبکہ نبی کریم ﷺ نے ۱۰ھ میں حج فرمایا، پہلی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فوری حج کرنے کا حکم بیان فرمایا جبکہ آپ ﷺ نے خود اس کی ادائیگی میں تاخیر فرمائی، تعارض واضح ہے۔

فوری حج فرض ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حج فرض ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنے عرصہ تک حج نہ کرنا اس لیے تھا کہ آپ کو اپنی زندگی اور اپنے حج کرنے کا علم تھا اس لئے تاخیر کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ جبکہ ہمیں اپنی زندگی اور اپنے حج کرنے کا کوئی علم نہیں اس لئے ہم پر علی الفور حج کرنا لازم ہے،، اب احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿389﴾ حضور نبی کریم کے احرام باندھنے کے مقام کی احادیث میں تعارض:

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَرَادَ الْحَجَّ أَذَّنَ فِي النَّاسِ فَاجْتَمَعُوا فَلَمَّا

أَتَى الْبَيْدَاءَ أَحْرَمَ .رَوَاهُ الْبُخَارِيَ

روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج کا ارادہ فرمایا تو لوگوں میں اعلان فرمایا پھر لوگ جمع ہو گئے پھر جب میدان میں پہنچے تو احرام باندھا۔ بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج کا ارادہ فرمایا تو لوگوں میں اعلان فرمایا پھر لوگ جمع ہو گئے پھر جب میدان میں پہنچے تو احرام باندھا،، اس حدیث میں میدان ذوالحلیفہ میں احرام باندھنے کا ذکر ہے جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے،،

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَعُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ النَّاقَةُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ أَهَلَّ بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَيَقُولُ :لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ .مُتَّفق عَلَيْهِ وَلَفظه لمُسلم

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد ذوالحلیفہ میں (احرام کے لیے) دو رکعت نفل پڑھتے تھے پھر جب مسجد ذوالحلیفہ کے پاس آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تو ان کلمات سے تلبیہ کہتے کہ فرماتے حاضر ہوں میں یا اللہ حاضر ہوں حاضر ہوں خدمت میں حاضر ہوں اور ساری بھلائی تیرے قبضہ میں ہے حاضر ہوں رغبت و اعمال تیرے لیے ہیں (مسلم، بخاری) اور لفظ مسلم کے ہیں۔

اس حدیث میں مسجد ذوالحلیفہ میں احرام باندھنے کا ذکر ہے جبکہ سابقہ حدیث میں مسجد ذوالحلیفہ میں احرام باندھنے کا ثبوت ہے، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

حضور نبی کریم کے احرام باندھنے کے مقام کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ یوں تو بیداء ہر میدان کو کہتے ہیں مگر یہاں ذوالحلیفہ کا خاص میدان ہے۔ ذوالحلیفہ میں احرام کے معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام نے یہاں اپنے احرام کا اظہار فرمایا ورنہ اصل احرام تو مسجد ذوالحلیفہ میں بندھ چکا تھا جیسا کہ پچھلی روایتوں میں گزر چکا، لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿390﴾ حضور نبی کریم کے حج تمتع اور قران کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ :تَمَتَّعَ رَسُولُ اللَّهِ (ص788:) صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَبَدَأَ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَكَانَ مِنَ

النَّاسِ مَنْ أَهْدَى وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُهْدِ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَالَ لِلنَّاسِ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَجَّهُ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ وليهد فمن لم يجد هديا فيلصم ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ فَطَافَ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشَى أَرْبَعًا فَرَكَعَ حِينَ قَضَى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ ثُمَّ لَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى قَضَى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاقَ الْهَدْيَ من النَّاس

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وداعیہ حج میں حج وعمرہ کا تمتع کیا تو اپنے ساتھ ذوالحلیفہ سے ہدی لے گئے تو ابتداء یوں فرمائی کہ پہلے عمرہ کا پھر حج کا احرام باندھا لوگوں نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج وعمرہ کا تمتع کیا بعض لوگ تو ہدی لے گئے تھے اور بعض نہ لے گئے تھے تو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو لوگوں سے فرمایا کہ تم سے جو ہدی لایا ہو وہ کسی حرام شدہ چیز سے حلال نہ ہوتا آنکہ حج پورا کرلے اور جو ہدی نہ لایا ہو وہ کعبہ کا طواف کرے اور صفا مروہ میں دوڑے اور بال کٹوائے حلال ہو جائے پھر حج کا احرام باندھے اور قربانی دے جو قربانی نہ پائے وہ تین روزے زمانہ حج میں رکھے اور سات روزے گھر لوٹتے وقت پھر جب حضور انور مکہ آئے تو طواف کیا سب سے پہلے سنگ اسود چوما پھر تین چکروں میں رمل فرمایا اور چار میں عام رفتار سے چلے پھر جب طواف کعبہ پورا کر چکے تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا پھر لوٹے تو صفا پر آئے صفا مروہ کا سات بار طواف کیا پھر آپ کسی حرام شدہ چیز سے حلال نہ ہوئے حتیٰ کہ حج پورا فرمالیا اور قربانی کے ہدی ذبح کردیئے اور منیٰ سے چلے بیت اللہ کا طواف کیا پھر تمام حرام شدہ چیزوں سے حلال ہو گئے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سے کام تمام ہدی لانے والے لوگوں نے کیے۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وداعیہ حج مین حج وعمرہ کا تمتع کیا تو اپنے ساتھ ذوالحلیفہ سے ہدی لے گئے،، مذکورہ حدیث میں ہے کہ حضور نے حج تمتع کیا جبکہ دوسری دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے،، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً حج کا احرام باندھا پھر عمرہ کا بھی باندھ لیا جس سے قران ہو گیا،، تعارض واضح ہے۔

حضور نبی کریم کے حج تمتع اور قران کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور نے حج قران کیا ہے جس میں ہے کہ آپ نے تمتع کیا وہاں تمتع بمعنی لغوی میں ہے یعنی حج وعمرہ دونوں سے نفع حاصل کرنا تمتع عرفی یعنی قران کا مقابل مراد نہیں لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿391﴾ حجر اسود کے نافع ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ :رَأَيت عمر يقبل الحجر وَيَقُول :وَإِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقبل مَا قبلتك.

روایت ہے حضرت عابس ابن ربیعہ سے فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر کو دیکھا کہ آپ سنگِ اسود چومتے تھے اور کہتے تھے میں جانتا ہوں تو پتھر ہے نہ نفع دے نہ نقصان اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ حضرت عمر سنگِ اسود کو چومتے تھے اور کہتے تھے میں جانتا ہوں تو پتھر ہے نہ نفع دے نہ نقصان،، جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے کہ،،

وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجَرِ :وَاللَّهِ لَيَبْعَثَنَّهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهِ يَشْهَدُ عَلَى مَنِ اسْتَلَمَهُ بِحَقٍّ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَابْن مَاجه والدارمی

روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر کے متعلق فرمایا رب کی قسم اللہ اسے قیامت کے دن ایسے اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھتا ہوگا اور ایک زبان ہوگی جس سے بولتا ہوگا حق سے چومنے والوں کو گواہی دے گا۔ ترمذی، ابن ماجہ، دارمی

پہلی حدیث میں ہے کہ حجر اسود نفع نہ دے گا جبکہ دوسری حدیث میں ثابت ہے کہ وہ نفع دے گا اور اپنے چومنے والوں کی سفارش کرے گا،، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

حجر اسود کے نافع ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں نفع نقصان سے مراد بالذات نفع پہنچانا ہے ورنہ اسود بحکم پروردگار بہت نافع ہے کہ اس کا چومنا عبادت اور باعث ثواب ہے اور ابھی کچھ پہلے عبداللہ ابن عباس کی روایت گزر چکی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں اس کی آنکھیں بھی ہوں گی اور زبان بھی، اپنے اخلاص سے چومنے والوں کے ایمان کی گواہی دے گا۔ لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

ملا علی قاری کا ایمان افروز تبصرہ:

اس جگہ ملا علی قاری نے مرقاۃ میں اور شیخ عبدالحق نے اشعۃ اللمعات میں، مولانا عبدالحی لکھنوی نے فدایۃ الھدایہ اور ابن حمام نے بروایت حاکم فرمایا کہ فاروق اعظم کے اس فرمان پر حضرت علی مرتضٰی نے فرمایا اے امیر المؤمنین یقیناً سنگ اسود مفید بھی ہے اور مضر بھی، رب العالمین نے تمام روحوں سے جو اپنی وحدانیت کا اقرار لیا تھا وہ اقرار نامہ اسی پتھر مین محفوظ ہے اور یہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی آنکھیں و ہونٹ ہوں گے، مخلصین کی گواہی دے گا، یہ اللہ کا امین ہے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ ابوالحسن جس زمین میں تم نہ ہو مجھے خدا وہاں نہ رکھے۔

صاحب مرقات نے فرمایا کہ حدیث بشرط شیخین نہیں ہے کیونکہ اس کی اسناد میں ابو ہارون عبدی ہیں جن سے مسلم و بخاری حدیث نہیں لیتے (یعنی حدیث صحیح ہے اگر چہ بشرط شیخین نہیں) اسی جگہ مرقات نے فرمایا مستحب یہ ہے کہ سنگ اسود کو چومنے کے بعد اس پر پیشانی رکھ کر سجدہ بھی کریا ور ابن حمام نے فرمایا کہ ابن ماجہ میں بروایت حضرت ابن عمر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگِ اسود پر ہونٹ مبارک رکھے اور بہت دیر تک روتے رہے پھر فاروق اعظم سے فرمایا کہ اے عمر اس جگہ آنسو بہائے جاتے ہیں۔ (مرقات باب الطّواف) حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس زمانہ کے جہلا کا انتظام فرماتے ہوئے سنگ اسود سے یہ فرمایا اور حضرت علی مرتضٰی نے قیامت تک کے بدمذہبوں کا انتظام فرماتے ہوئے اس کے یہ فضائل بیان فرمائے دونوں بزرگوں کے کلام برحق ہیں اور مسلمانوں کو مفید۔

﴿392﴾ رکن یمانی اور حجر اسود کے پاس دعا مانگنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا بِ :سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ مُحِيَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَكُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ .وَمَنْ طَافَ فَتَكَلَّمَ وَهُوَ فِي تِلْكَ الْحَالِ خَاضَ فِي الرَّحْمَةِ بِرِجْلَيْهِ كَخَائِضِ الماءِ برجليه ."رَوَاهُ ابْن مَاجه

روایت ہے ان ہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیت اللہ کا طواف سات چکر کرے اور اس کے سوا اور بات چیت نہ کرے کہ اللہ پاک ہے، اللہ کی تعریف ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ کے سوا نہ طاقت ہے نہ قوت تو اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے لیئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس درجے بلند ہوں گے اور جو شخص طواف کرے اور اسی حالت مین باتیں کرے تو رحمت میں اپنے دونوں پاؤں سے ایسے گھس جائے گا جیسے پانی مین پاؤں سے گھس جاتا ہے۔ ابن ماجہ

مذکورہ حدیث میں فرمایا جو شخص بیت اللہ کا طواف سات چکر کرے اور اس کے سوا اور کوئی کلام نہ کرے کہ اللہ پاک ہے، اللہ کی تعریف ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ کے سوا نہ طاقت ہے نہ قوت تو اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے،، جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں اس طرح بیان ہوا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :وُكِّلَ بِهِ سَبْعُونَ مَلَكًا

يَعْنِي الرُّكْنَ الْيَمَانِيَ "فَمَنْ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالُوا: آمِين." رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر یعنی رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں تو جو کہتا ہے الٰہی میں تجھ سے معافی اور امن وعافیت دینی و دنیاوی مانگتا ہوں اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے تو فرشتے کہتے ہیں آمین۔ ابن ماجہ

رکن یمانی اور حجر اسود کے پاس دعا مانگنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ نہ دنیاوی بات کرے نہ تلاوت قرآن یا یہ مطلب ہے کہ سوائے اس کے اور کوئی دعا ہی نہ مانگے۔ خیال رہے کہ رکن یمانی اور سنگ اسود کا درمیانی فاصلہ اس حکم سے علیحدہ ہے، وہاں وہ دعا مانگے جو ابھی گزر چکی لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿393﴾ دعا حلق مانگنے کے مقام کی احادیث میں تعارض:

مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں (منی میں یا احرام کھولتے وقت) فرمایا اے اللہ سر منڈانے والوں پر رحم کر، جبکہ دوسری احادیث میں اس کے برعکس یہ ہے کہ حضور نے حدیبیہ کے دن یہ دعا کی تھی، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

دعا حلق مانگنے کے مقام کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ علماء نے فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ دعا دونوں موقعہ پر مانگی ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿394﴾ سوال کرنے یعنی کچھ مانگنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقَى. فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا فَضْلُ اذْهَبْ إِلَى أُمِّكَ فَأْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص818): بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِهَا فَقَالَ: اسْقِنِي فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُمْ يَجْعَلُونَ أَيْدِيَهُمْ فِيهِ قَالَ: اسْقِنِي. فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ أَتَى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُونَ وَيَعْمَلُونَ فِيهَا. فَقَالَ: اعْمَلُوا فَإِنَّكُمْ عَلَى عَمَلٍ صَالِحٍ. ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوا لَنَزَلْتُ حَتَّى أَضَعَ الْحَبْلَ عَلَى هَذِهِ. وَأَشَارَ إِلَى عَاتِقِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم کے سقایہ (مٹی) پر تشریف لائے پانی مانگا تو حضرت عباس نے فرمایا اے فضل اپنی والدہ کے پاس جاؤ ان کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی لے آؤ حضور انور نے فرمایا مجھے پانی پلاؤ عرض کیا یا رسول اللہ اس میں لوگ ہاتھ ڈالتے ہیں فرمایا ہم کو پانی پلاؤ چنانچہ حضور نے اس ہی سے پیا پھر چاہ زمزم پر تشریف لائے جب کہ وہ پانی بھر رہے تھے اور اس میں کام کاج کر رہے تھے تو فرمایا کیے جاؤ تم لوگ

اچھے کام میں لگے ہوئے ہو پھر فرمایا اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مغلوب ہو جاؤ گے تو ہم خود اترتے حتی کہ رسی اس پر رکھتے اور اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا۔ بخاری

حضور انور نے فرمایا مجھے پانی پلاؤ عرض کیا یارسول اللہ اس میں لوگ ہاتھ ڈالتے ہیں فرمایا ہم کو پانی پلاؤ،، جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں اس طرح فرمایا،،

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ يَكْفُلُ لِي أَنْ لَا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا فَأَتَكَفَّلَ لَهُ بِالْجَنَّةِ؟ فَقَالَ ثَوْبَانُ :أَنَا فَكَانَ لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيّ

روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھے اس کی ضمانت دے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں حضرت ثوبان نے کہا میں تو کسی سے کچھ نہ مانگتا تھا۔

ابوداؤد 1643، نسائی

سوال کرنے یعنی کچھ مانگنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ مانگنا دو قسم کا ہوتا ہے ایک ذلت کا مانگنا اور اور دوسرا خدمت کا مانگنا جس حدیث میں مانگنے سے منع کیا گیا وہاں ذلت کا مانگنا مراد ہے جیسے بھیک وغیرہ اور جس حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ نے خود پانی مانگا وہ خدمت کا مانگنا ہے لہذا آپ ﷺ کا پانی وغیرہ مانگنا ممنوع نہیں اور یہ ان سوالات سے نہیں جن میں ذلت ہے اور جن سے شریعت میں ممانعت ہے، لہذا کہنا پڑے گا کہ سوال ذلت اور ہے سوال خدمت کچھ اور، لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿395﴾ حضور نبی کریم کے آب زمزم پینے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقَى .فَقَالَ الْعَبَّاسُ :يَا فَضْلُ اذْهَبْ إِلَى أُمِّكَ فَأْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص818:) بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِهَا فَقَالَ :اسْقِنِي فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُمْ يَجْعَلُونَ أَيْدِيَهُمْ فِيهِ قَالَ :اسْقِنِي .فشرب مِنْهُ ثُمَّ أَتَى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُونَ وَيَعْمَلُونَ فِيهَا .فَقَالَ :اعْمَلُوا فَإِنَّكُمْ عَلَى عَمَلٍ صَالِحٍ .ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوا لَنَزَلْتُ حَتَّى أَضَعَ الْحَبْلَ عَلَى هَذِهِ .وَأَشَارَ إِلَى عَاتِقِهِ .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم کے سقایہ (مٹی) پر تشریف لائے پانی مانگا تو حضرت عباس نے فرمایا اے فضل اپنی والدہ کے پاس جاؤ ان کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی لے آؤ حضور انور نے فرمایا مجھے پانی پلاؤ عرض کیا یارسول اللہ اس میں لوگ ہاتھ ڈالتے ہیں فرمایا ہم کو پانی پلاؤ چنانچہ حضور نے اس ہی سے پیا پھر چاہ زمزم پر تشریف لائے جب کہ وہ پانی بھر رہے تھے اور اس میں کام کاج کر رہے تھے تو فرمایا کیے جاؤ تم لوگ اچھے کام میں لگے ہوئے ہو پھر فرمایا اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مغلوب ہو جاؤ گے تو ہم خود اترتے حتی کہ رسی اس پر رکھتے اور اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا۔ بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ،، حضور انور نے فرمایا مجھے پانی پلاؤ عرض کیا یارسول اللہ اس میں لوگ ہاتھ ڈالتے ہیں فرمایا ہم کو پانی پلاؤ،، جبکہ دوسری بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے ڈول بھرا اور ڈول سے ہی زمزم پیا پھر کچھ پانی ڈول میں ڈالا وہ ڈول کنوئیں میں ڈال دیا،، احادیث میں تعارض ہے۔

حضور نبی کریم کے آب زمزم پینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا مختصر جواب ہے کہ یہ دو مختلف واقعات ہیں ایک موقعہ پر آپ نے پانی مانگا اور دوسرے موقعہ پر آپ نے خود پانی لیا، لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ :سألتُ أنسَ بنَ مالكٍ .قُلْتُ :أَخبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يومَ التروِيةِ؟ قَالَ :بمنى .قِلت :فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ :بِالْأَبْطَحِ .ثُمَّ قَالَ افعَلْ كَمَا يَفعَلُ أُمَرَاؤُكَ

روایت ہے حضرت عبدالعزیز ابن رفیع سے فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک سے پوچھا میں نے کہا مجھے وہ چیز بتائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھی یاد کی ہو، حضور انور نے آٹھویں بقرعید کو ظہر کہاں پڑھی فرمایا منٰی میں عرض کیا پھر واپسی کے دن عصر کہاں پڑھی فرمایا مقام ابطح میں پھر فرمایا جیسا تمہارے امیر کریں ویسا تم بھی کرو۔ مسلم

معلوم ہوا کہ آٹھویں بقرعید کو بعد نماز فجر مکہ معظمہ سے منٰی روانہ ہو جانا سنت ہے ظہر منٰی میں پڑھے۔

(396) مقام محصب یعنی ابطح میں نماز عصر پڑھنے کی احادیث میں تعارض:

مذکورہ حدیث میں ہے حضور انور نے آٹھویں بقرعید کو ظہر کہاں پڑھی فرمایا منٰی میں عرض کیا پھر واپسی کے دن عصر کہاں پڑھی فرمایا مقام ابطح میں،، جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے،،

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعَشَاءَ ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ .رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام محصب میں ظہر و عصر مغرب اور عشاء پڑھی پھر کچھ سوئے پھر بیت اللہ کی طرف سوار ہوگئے تو اس کا طواف کیا۔ بخاری

مقام محصب یعنی ابطح میں نماز عصر پڑھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

نفر دو قسم کے ہیں نفر اول یہ دسویں بقرعید کو ہے جب منٰی سے مکہ معظمہ طواف کرنے آتے ہیں اور نفر دوم تیرھویں بقرعید کو جب منٰی کے افعال سے فارغ ہو کر لوٹتے ہیں، یہاں نفر دوم کے متعلق سوال ہے۔ جب معلوم ہو رہا ہے کہ حضور انور نے آج عصر محصب یعنی ابطح میں پڑھی اور گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا کہ ظہر یہاں پڑھی، ہو سکتا ہے کہ آج تیرھویں کو بعد زوال رمی کی ہو اور عصر کے قریب یہاں پہنچ کر ظہر و عصر یہاں ہی پڑھی ہو۔ لہذا اب کوئی تعارض نہیں۔

وَعَنْ رافِعِ بنِ عمرٍو والمُزَنِي قَالَ :رَأَيتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ

بِمِنًى حِينَ ارْتَفَعَ الضُّحَى عَلَى بَغْلَةٍ شَهْبَاءَ وَعَلِيٌّ يُعَبِّرُ عَنْهُ وَالنَّاسُ بَين قَائِم وقاعد .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت رافع ابن عمرو مزنی سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ منیٰ میں اپنے چتکبرے خچر پر خطبہ پڑھ رہے تھے جب کہ دن چڑھ چکا تھا اور جناب علی اس کی تفسیر و تعبیر کر رہے تھے لوگ کچھ بیٹھے تھے کچھ کھڑے تھے۔ ابوداؤد

﴿397﴾ خچر اور اونٹنی پر خطبہ دینے کی احادیث میں تعارض:

مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم نے منیٰ میں چتکبرے خچر پر خطبہ ارشاد فرمایا جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے،،

عَنْ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ :رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحرِ عَلَى نَاقَةٍ صَهْبَاءَ لَيسَ ضَرْبٌ وَلَا طَرْدٌ وَلَيسَ قِيلُ :إِلَيْكَ إِلَيك .رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجه وَالدَّارِمِيُّ

روایت ہے حضرت قدامہ ابن عبداللہ ابن عمار سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بقرعید کے دن سرخ اونٹنی پر منیٰ میں جمرہ کوری کرتے دیکھا نہ اونٹنی کو مارتھی نہ ہانک اور نہ ہٹو بچو فرمانا۔ شافعی، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، دارمی

پہلی حدیث میں خچر کا ذکر ہے جبکہ دوسری حدیث میں اونٹنی کا ذکر ہے احادیث میں تعارض ہے۔

خچر اور اونٹنی پر خطبہ دینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ غالبًا یہ وعظ دسویں بقرعید کو فرمایا، جس حدیث میں اونٹنی کا ذکر ہے وہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی اونٹنی پر کی اور جس حدیث میں خچر کا ذکر ہے وہاں وعظ خچر پر کیا، احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿398﴾ اللہ تعالیٰ کو بیداری میں دیکھنے کی احادیث میں تعارض:

سبحان الذی اسری بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الذی باركنا حوله لنريه من آياتنا انه هو السميع البصير۔ سورہ بنی اسرائیل ا

ترجمہ : پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

عن انس رضی الله عنه قال حتى جاء سدرة المنتهى و دنا الجبار رب العزة فتدلى حتى كان منه قاب قوسين او ادنی ۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۰

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ آئے اور اللہ رب العزت آپ کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ قریب۔

عن عبد الله بن شقيق قال قلت لابی ذر لو رايت رسول الله ﷺ لسئلته فقال عن ای شئی

كنت تسئله قال كنت أسئله هل رايت ربك قال ابو ذر سالته فقال رايت نورا۔
صحیح مسلم ج ۲ص ۹۹۔

ترجمه: حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے عرض کی اگر میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تو آپ سے ضرور ایک سوال پوچھتا انہوں نے کہا تم کس کے متعلق سوال کرتے میں آپ ﷺ سے یہ سوال کرتا کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟ تو حضرت ابوذر نے فرمایا میں نے یہ سوال حضور ﷺ سے کیا تھا تو آپ نے فرمایا میرا رب نور ہی نور تھا۔

عن عكرمه عن ابن عباس قال راى محمد ربه قلت ا ليس الله يقول لا تدركه الابصار وهويدرك الابصار قال ويحك اذا تجلى بنوره الذى هو نوره وقد راى محمد ربه مرتين۔
جامع ترمذی ص ۴۷۲

ترجمه: حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا محمد عربی ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے میں نے کہا اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتی اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا تم پر افسوس ہے یہ اس وقت ہے جب اللہ تعالی اپنے نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا نور ہے یعنی غیر متناہی نور اور بے شک محمد ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔

ابراہیم کے لئے خلیل موسی کے لئے کلیم محمد کے لئے دیدار

عن ابن عباس قال ا تعجبون ان يكون الخلة لابراهيم والكلام لموسى والروية لمحمد ﷺ۔
جامع ترمذی ۳۲۷۸ المستدرک ج ۱ ص ۶۵

ترجمه: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کیا تم کو اس بات پر تعجب نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے خلیل ہونا اور موسی علیہ السلام کے لئے کلیم ہونا اور محمد عربی ﷺ کے لئے دیدار خدا ہے۔

عن ابن عباس انه كان يقول ان محمدا ﷺ راى ربه مرتين مرة ببصره مرة بفواده۔
مجمع الزوائد ص ۷۹

ترجمه: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ اپنی آنکھ کے ساتھ اور ایک مرتبہ اپنے دل کے ساتھ۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو ان کے جسم کے ساتھ بیداری کی حالت میں بیت اللہ سے بیت المقدس اور پھر زمین سے تمام آسمانوں تک اور آسمانوں سے سدرۃ المنتہی تک اور پھر وہاں سے لا مکان تک اور پھر جہاں چاہا سیر

کرائی اور حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے سر کی آنکھوں کے ساتھ اپنے رب کا دیدار کیا اسے معراج کہتے ہیں،، جبکہ اس کے برعکس آیت اور حدیث میں کچھ اس طرح ہے،،

تعارض(۱): قرآن پاک میں ہے آنکھیں اللہ تعالی کو نہیں دیکھ سکتیں جیسا کہ قرآن میں ہے کہ،،" **لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصٰرُ**" آنکھیں اللہ کا ادراک نہیں کر سکتیں، یہ آیت دیدار کی نفی کر رہی ہے۔آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔ ،جب آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں تو پھر حضور نے اللہ کا دیدار کیسے کیا۔

تعارض(۲): اگر حضور ﷺ نے اللہ کو دیکھا تو پھر اللہ کے لئے جہت ماننی پڑے گی کیونکہ جس کو دیکھا جائے وہ سامنے اور مقابل ہو اور اس کی جہت ہو حالانکہ اللہ تعالی جہت سے پاک ہے۔

تعارض(۳): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے سر کی آنکھوں کے ساتھ دیکھنے کی نفی کی ہے پھر آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سر کی آنکھوں سے اللہ کو دیکھا۔

اللہ تعالی کو بیداری میں دیکھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض(۱): قرآن پاک میں ہے آنکھیں اللہ تعالی کو نہیں دیکھ سکتیں جیسا کہ قرآن میں ہے کہ،، آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں،، پھر حضور نے اللہ کا دیدار کیسے کیا۔

جواب: اس آیت کا مطلب ہے کہ آنکھیں اللہ تعالی کا احاطہ نہیں کر سکتیں یعنی آنکھیں اللہ تعالی کو گھیر نہیں سکتیں اللہ تعالی کو دیکھنا ممکن ہے لیکن اس کا آنکھوں سے احاطہ کرنا محال ہے۔حضور ﷺ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن آنکھوں نے احاطہ نہیں کیا۔

تعارض(۲): اگر حضور ﷺ نے اللہ کو دیکھا تو پھر اللہ کے لئے جہت ماننی پڑے گی کیونکہ جس کو دیکھا جائے وہ سامنے اور مقابل ہو اور اس کی جہت ہو حالانکہ اللہ تعالی جہت سے پاک ہے۔

جواب: آپ کے قاعدے کے مطابق پھر اللہ تعالی کی رویت کا بھی انکار کرنا پڑے گا لہذا آپ اللہ کے دیکھنے کا بھی انکار کر دیں کیونکہ دیکھنے والا بھی دکھائی دینے والی چیز کی جانب مخالف ہوتا ہے اور دیکھنے والے کے لئے بھی جہت ثابت ہو جائے گی اب کیا کہیں گے۔

تعارض(۳): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے سر کی آنکھوں کے ساتھ دیکھنے کی نفی کی ہے پھر آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سر کی آنکھوں سے اللہ کو دیکھا۔

جواب: جمہور علما، فقہا اور محدثین اس بات کے قائل ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالی کا دیدار کیا اور اس کا بڑا ثبوت حضرت عبداللہ ابن عباس کی حدیث ہے جس میں انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سر کی

آنکھوں سے اللہ کا دیدار کیا اور ابن عباس نے جو کہا وہ حضور ﷺ سے سن کر کہا اور حضرت عائشہ نے جو انکار کیا ہے وہ قرآن کی آیت سے استدلال کیا ہے جس کا جواب ہم پیچھے دے چکے ہیں کہ آیت میں نظر کے احاطہ کی نفی ہے دیکھنے کی نفی نہیں ۔ ورنہ جنت میں تو سب مانتے ہیں کہ اللہ کا دیدار ہوگا تو پھر منکرین وہاں دیکھنے کا کیا جواب دیں گے۔

﴿399﴾ کامل درود کی احادیث میں تعارض:

ان الله وملائکته یصلون علی النبی یا ایها الذین آمنوا صلوا علیه و سلموا تسلیما ۔

ترجمه: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے غیب بتانے والے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم میں درود اور خوب سلام بھیجو۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں درود اور سلام دونوں کا ذکر ہے اور حکم بھی مطلق ہے کہ جو مرضی درود پڑھیں،،
جبکہ اس کے برعکس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے درود ابراہیمی کی فضیلت بیان فرمائی ہے جس میں درود تو ہے لیکن سلام نہیں ہے،، آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

اعتراض: حدیث میں درود ابراہیمی کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ہر نماز میں بھی یہی درود پڑھا جاتا ہے لہذا درود صرف درود ابراہیمی ہے اسی کو پڑھنا چاہیے۔

کامل درود کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جواب: قرآن پاک میں درود اور سلام پڑھنے کا حکم ہے حدیث میں مذکور درود ابراہیمی میں درود تو ہے لیکن سلام نہیں نماز کے اندر درود ابراہیمی تو کامل درود ہے کیونکہ تشہد میں سلام کا ذکر آ گیا جیسے،، السلام علیک ایها النبی،، لیکن نماز سے باہر درود ابراہیمی کامل درود نہیں، کیونکہ درود تو لیکن سلام نہیں ۔لہذا نماز سے باہر وہی درود پڑھا جائے جس میں صلاۃ کے ساتھ سلام بھی ہو اور اس کے لئے الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ بہترین اور کامل درود ہے۔ اور یہ درود پاک جامع بھی ہے مختصر اور کامل بھی ہے کہ اس میں درود کا بھی ذکر ہے اور سلام کا بھی اور قرآن پاک بھی ایسے ہی درود کا متقاضی ہے کہ جس میں درود بھی ہو اور سلام بھی ۔لہذا اب آیت اور حدیث میں تعارض بھی نہ رہا۔

﴿400﴾ طلاق ثلاثہ کی احادیث میں تعارض:

حضرت عویمر کا اپنی بیوی سے لعان کا جھگڑا ہوا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کہا اگر میں نے اس عورت کو اپنے پاس رکھا تو میں جھوٹا ہوں گا پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم دینے سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالیں۔

صحیح بخاری ۵۳۰۸ ۔صحیح مسلم ۲۲۵۰

ابو داوود کی روایت میں هے فطلقها ثلاثا فانفذه رسول الله ﷺ ۔ابوداود ج ا ص ۳۰۶

ترجمه: پھر انہوں نے اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے ڈالیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں نافذ کر دیا۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں حضرت ابن عباس خاموش رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ ابن عباس اس کی بیوی کو اس پر لوٹا دیں گے پھر ابن عباس نے فرمایا تم میں سے ایک شخص چلتا ہے پھر جہالت کے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے پھر کہتا ہے اے ابن عباس اے ابن عباس اور بے شک اللہ تعالی نے فرمایا، ،اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے،، اور اے شخص تو،، تین طلاقیں دے کر،، اللہ سے نہیں ڈرا لہذا اللہ نے تیرے لئے نجات کا راستہ بھی نہیں نکالا تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی۔ سنن ابی داود ۲۱۹۷

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے بعض آباء نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دیں اس کے بیٹے نبی کریم کے پاس گئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے باپ نے ہماری ماں کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں نجات کا کوئی ذریعہ موجود ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا باپ اللہ سے نہیں ڈرا کہ اللہ تعالی اس کے لئے کوئی نجات کی راہ نکالتا خلاف سنت تین طلاقوں سے اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی اور نوسوستانوے طلاقیں اس کے گلے میں گناہ ہیں۔

سنن دار قطنی ۳۸۷۷

حضرت سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں حفص بن مغیرہ نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں اپنی بیوی فاطمہ کو ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دے دیں تو نبی کریم ﷺ نے اس کی بیوی کو ان سے علیحدہ کر دیا۔

سنن دار قطنی ۳۸۵۸۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲۹

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں تو آپ نے فرمایا اس کی جدائی کے لئے تمہیں تین طلاقیں کافی ہیں اور نوسوستانوے طلاقیں تم چھوڑ دو۔ سنن دار قطنی ۳۸۵۹۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۷

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عویمر نے اپنی بیوی کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا۔ سنن ابوداود ۲۲۵۰

سوید بن غفلہ سے روایت ہے کہ عائشہ خثعمیہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو عائشہ نے حضرت حسن کو کہا آپ کو خلافت مبارک ہو تو حضرت حسن نے کہا میرے والد محترم کی شہادت ہوگئی ہے اور تم خوشی منا رہی ہو اسی وقت تین طلاقیں دے ڈالی بعد میں انہیں بہت دکھ ہوا اور کہا اگر میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی جس میں آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں الگ الگ دیں یا بیک وقت تین طلاقیں دیں تو وہ عورت اس وقت تک اس شوہر کے لئے حلال نہیں ہو سکتی جب تک وہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے

،،اگر آپ کا یہ ارشاد نہ ہوتا تو میں بیوی سے رجوع کر لیتا۔

سنن دار قطنی ج ۴ ص ۳۰۔ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۹۔ سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۶

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس کے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کا ایک ہزار طلاقیں دی ہیں تو حضرت ابن عباس نے فرمایا تین طلاقوں سے تمہاری بیوی تم پر حرام ہوگئی اور بقیہ طلاقوں سے تم نے اللہ تعالی کی آیات کا مذاق اڑایا۔ سنن ابی داود ۲۱۹۷۔ سنن دار قطنی ۳۸۶۰۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۷

عن جعفر ابن محمد عن ابیه عن علی رضی الله عنه فیمن طلق امراته ثلاةقبل ان ید خل بهاقال لا تحل له حتی تنکح زوجا غیره۔ سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۵

ترجمه: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے جد امجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاقیں دے دے تو وہ اس وقت تک اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی جب تو کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ قریش کا ایک شخص حضرت عبداللہ ابن عباس کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی اے ابن عباس میں نے غصے میں آکر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں آپ کوئی نجات کی راہ پیدا کریں حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا بے شک ابن عباس کے پاس یہ طاقت نہیں کہ تمہارے لئے اس چیز کو حلال کر دے جسے اللہ تعالی نے حرام کر دیا تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اپنے اوپر اپنی بیوی کو حرام کر دیا۔ سنن دار قطنی ۳۸۶۲۔ مصنف عبدالرزاق ۱۱۳۵۲

حبیب بن ابی طالب سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں حضرت علی نے فرمایا تین طلاقوں نے تیری بیوی کو تجھ پر حرام کر دیا اور باقی طلاقوں کو تو اپنی عورتوں میں تقسیم کر دے۔ سنن دار قطنی ۳۸۸۰۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۵ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۶

عن محمود بن لبید قال اخبر رسول الله ﷺ عن رجل ثلاث تطلیقات جمیعا فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب الله وانا بین اظهرکم حتی قام رجل فقال یا رسول الله ﷺ الا اقتله نسائی شریف ۳۴۳۰

ترجمه: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں تو رسول اللہ ﷺ غصہ میں کھڑے ہو گئے فرمایا کیا اللہ تعالی کی کتاب سے ٹھٹھہ کرتے ہو حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اسے قتل نہ کر دوں۔

عن عبد الله ابن عمر رضی الله عنه انه طلق امراته و هی حائض ثم اراد ان یتبعها

بتطليقتين اخرتين فبلغ ذلك رسول الله فقال يا ابن عمر ما هكذا امرك الله انك قد اخطات السنة والسنة ان تستقبل الطهر قال ابن عمر ارايت لو طلقتها ثلاثا اكان يحل لي ان اراجعها؟ قال لا ۔ كانت تبين منك و تكون معصية ۔ دار قطنی ج ۴ ص ۳۱

ترجمه: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی زوجہ کو حالت حیض میں ایک طلاق دے دی پھر جب دوسری طلاق دینے کا ارادہ کیا تو یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابن عمر اللہ تعالی نے اس طرح تو حکم نہیں دیا تو نے ،،حیض میں طلاق دے کر،، سنت کی خلاف ورزی کی ہے سنت یہ ہے کہ تم طہر یعنی پاکی کا انتظار کرتے تو حضرت عبداللہ ابن عمر نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر میں تینوں دے دیتا تو پھر کیا وہ میرے لئے حلال تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ تم سے جدا ہو جاتی اور تم گناہ گار ہوتے ۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی پھر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے کر رجوع کر سکتا ہوں تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا تین طلاقیں دینے کے بعد تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو جائے گی اور تمہاری اپنی بیوی کو اکٹھی تین دینا گناہ ہے ۔ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۶

تشریح: مذکورہ احادیث سے ثابت ہوا کہ اکٹھی تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں اور اگر اکٹھی تین طلاقوں سے ایک واقع ہوتی تو حضور ﷺ اس قدر ناراضگی کا اظہار نہ کرتے اور فرما دیتے کہ چلو رجوع کر لو ۔ جبکہ اس کے برعکس اس حدیث میں کچھ اس طرح ہے ۔

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں حضرت رکانہ بن عبید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں بعد میں وہ غمگین ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نے کیسے طلاق دی عرض ایک ہی وقت میں تین اکٹھی طلاقیں دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک طلاق کہلائے گی تم اس سے رجوع کر لو ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین اکٹھی طلاقیں ایک ہی طلاق ہوتی ہے ۔

پہلی تمام احادیث میں تین طلاق سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں جبکہ اس حدیث میں فرمایا کہ تین دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے احادیث میں تعارض واضح ہے ۔

طلاق ثلاثہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تین طلاقیں واقع کرنے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں مذکورہ تعارض کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس سے یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ وہ ایک حدیث میں تین طلاقوں کا فتوی دیں اور دوسری حدیث میں ایک طلاق کا اور یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ جمہور صحابہ کے مسلک سے ہٹ کر فتوی دیں لہذا ماننے پڑے گا کہ یہ روایت شاذ ہے اور اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

حضرت ابن عباس کی تین طلاقوں والی حدیثیں ملاحظہ ہوں:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے عرض کیا اے ابو عباس میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہوگئی۔ مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۳۹۷

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ قریش کا ایک شخص حضرت عبداللہ ابن عباس کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی اے ابن عباس میں نے غصے میں آکر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں آپ کو نجات کی راہ پیدا کریں حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا بے شک ابن عباس کے پاس یہ طاقت نہیں کہ تمہارے لئے اس چیز کو حلال کردے جسے اللہ تعالی نے حرام کردیا تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اپنے اوپر اپنی بیوی کو حرام کردیا۔ سنن دار قطنی ۳۸۶۲۔ مصنف عبدالرزاق ۱۱۳۵۲

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس کے کے ایک آدمی آیا اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کا ایک ہزار طلاقیں دی ہیں تو حضا بن عباس نے فرمایا تین طلاقوں سے تمہاری بیوی تم پر حرام ہوگئی اور بقیہ طلاقوں سے تم نے اللہ تعالی کی آیات کا مذاق اڑایا۔ سنن ابی داود ۲۱۹۷۔ سنن دار قطنی ۳۸۶۰۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۷

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پس ایک شخص نے آکر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں تو آپ نے فرمایا اس کی جدائی کے لئے تمہیں تین طلاقیں کافی ہیں اور نوسو ستانوے طلاقیں تم چھوڑ دو۔ سنن دار قطنی ۳۸۵۹۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۷

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں حضرت ابن عباس خاموش رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ ابن عباس اس کی بیوی کو اس پر لوٹا دیں گے پھر ابن عباس نے فرمایا تم میں سے ایک شخص چلتا ہے پھر جہالت کے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے پھر کہتا ہے اے ابن عباس اے ابن عباس اور بے شک اللہ تعالی نے فرمایا ،، اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ پیدا کردیتا ہے ،، اور اے شخص تو ،، تین طلاقیں دے کر ،، اللہ سے نہیں ڈرا لہذا اللہ نے تیرے لئے نجات کا راستہ بھی نہیں نکالا تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی۔ سنن ابی داود ۲۱۹۷

امام بیہقی اور علامہ خطابی کا رد: حضرت ابن عباس کی ایک طلاق والی حدیث کا رد کرتے ہوئے امام بیہقی فرماتے ہیں ،، اس حدیث کی سند حجت نہیں ہے جبکہ ابن عباس کے آٹھ شاگردوں نے اس ایک طلاق والی حدیث کے خلاف حضرت ابن عباس کا تین طلاقوں کا فتوی روایت کیا ہے اور حضرت رکانہ کی اولاد ان کے اقوال سے زیادہ واقف تھی اور انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت رکانہ نے ایک طلاق دی تھی۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۹

اور علامہ خطابی نے کہا کہ اس حدیث کی سند پر اعتراض ہے کیونکہ ابن جریج نے اس حدیث کو ابو رافع کے بعض بیٹوں سے روایت کیا ہے اور ان کا نام نہیں لیا اور مجہول شخص کی روایت حجت نہیں ہوتی۔ معالم السنن ج ۳ ص ۲۳۶۔

اس پوری تقریر سے تمام تعارضات خودختم ہو گئے لہذا وہ احادیث جس میں اکٹھی تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں قابل عمل اور قیاس کے عین مطابق ہیں۔

﴿401﴾ نور وبشر کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم فأسند رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَقَالَ :يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ قَالَ " :الْإِسْلَامُ :أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ."قَالَ :صَدَقْتَ .فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ .قَالَ :فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ. قَالَ :أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ .قَالَ صَدَقْتَ .قَالَ :فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ .قَالَ :أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ .قَالَ :فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ .قَالَ :مَا المسؤول عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ .قَالَ :فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا .قَالَ :أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ .قَالَ :ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِي :يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ ؟ قُلْتُ :اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ .قَالَ :فَإِنَّهُ جِبْرِيل أَتَاكُم يعلمكم دينكُمْ .رَوَاهُ مُسلم

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ ایک آدمی ہمارے سامنے نمودار ہوا جس کے کپڑے بہت سفید اور بال بہت کالے تھے ان پر سفر کے بھی کوئی آثار نہیں تھے اور ہم میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہیں تھا یہاں تک کہ وہ آدمی حضور کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنے حضور نبی کریم ﷺ کے گھٹنے کے ساتھ مس کر دیئے اور اپنے ہاتھ اپنے زانوں پر رکھ دئے اور عرض کی اے محمد ﷺ مجھے اسلام کے بارے میں کچھ خبر دیجئے آپ نے فرمایا کہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، حج کرنا اگر تمہیں اس کی طاقت ہو تو اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہمیں بہت تعجب ہوا کہ سوال بھی کرتا ہے اور اس کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ اس نے پھر کہا مجھے ایمان کے بارے میں کچھ خبر دیجئے آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لانا اور ہر اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانا اس نے پھر کہا آپ نے سچ فرمایا اس نے عرض کی مجھے احسان کے بارے میں خبر دیں فرمایا اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ

رہے ہو اور اگر یہ نہ کر سکو تو یہ خیال ضرور کر لو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اس نے عرض کی قیامت کے بارے میں خبر دیجئے فرمایا مسئول سائل سے زیادہ نہیں جانتا عرض کی قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیں فرمایا لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور تو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں ننگے بدن اور بکریاں چرانے والے بڑے بڑے محلات میں فخر کریں گے راوی کہتے ہیں وہ سائل چلا گیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عمر کیا تو جانتا ہے کہ یہ سائل کون تھا میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا یہ جبرئیل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے سوال کرنے والے آدمی کے بارے میں کہا کہ وہ جبرائیل تھے جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے کہ تمام ملائکہ بشمول جبرائیل نور ہیں اور اللہ کی نوری مخلوق ہیں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

نور و بشر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جو خود نوری ہیں لیکن بشری شکل اختیار کر کے آئے تھے نوری مخلوق لباس بشری اختیار کر سکتی ہے جیسا کہ ہاروت و ماروت فرشتے تھے لیکن بشری لباس میں دنیا میں رہے، کھاتے، پیتے، سوتے، جاگتے تھے جماع بھی کر سکتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ نور کے لئے بشری لبادہ میں دنیا میں جلوہ افروز ہونا ممکن ہے اسی سے اہل سنت کا یہ عقیدہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نوری بشر ہیں آپ کی حقیقت نور ہے لیکن دنیا میں بشری لباس میں تشریف لائے۔ لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿402﴾ خبر جبرئیل کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم فأسند رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَقَالَ :يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ قَالَ " :الْإِسْلَامُ :أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ."قَالَ :صَدَقْتَ .فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ .قَالَ :فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ. قَالَ :أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ .قَالَ صَدَقْتَ .قَالَ :فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ .قَالَ :أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ .قَالَ :فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ .قَالَ :مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ .قَالَ :فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا .قَالَ :أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي

الْبُنْيَانِ .قَالَ :ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِي :يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ ؟ قُلْتُ :اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ .قَالَ :فَإِنَّهُ جِبْرِيل أَتَاكُم يعلمكم دينكُمْ .رَوَاهُ مُسلم

ترجمه: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ ایک آدمی ہمارے سامنے نمودار ہوا جس کے کپڑے بہت سفید اور بال بہت کالے تھے ان پر سفر کے بھی کوئی آثار نہیں تھے اور ہم میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہیں تھا یہاں تک کہ وہ آدمی حضور کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنے حضور نبی کریم ﷺ کے گھٹنے کے ساتھ مس کر دیئے اور اپنے ہاتھ اپنے زانوں پر رکھ دئے اور عرض کی اے محمد ﷺ مجھے اسلام کے بارے میں کچھ خبر دیجئے آپ نے فرمایا کہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، حج کرنا اگر تمہیں اس کی طاقت ہو تو اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہمیں بہت تعجب ہوا کہ سوال بھی کرتا ہے اور اس کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ اس نے پھر کہا مجھے ایمان کے بارے میں کچھ خبر دیجئے آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لانا اور ہر اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانا اس نے پھر کہا آپ نے سچ فرمایا اس نے عرض کی مجھے احسان کے بارے میں خبر دیں فرمایا اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ کر سکو تو یہ خیال ضرور کر لو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اس نے عرض کی قیامت کے بارے میں خبر دیجئے فرمایا مسئول سائل سے زیادہ نہیں جانتا عرض کی قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیں فرمایا لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور تو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں ننگے بدن اور بکریاں چرانے والے بڑے بڑے محلات میں فخر کریں گے راوی کہتے ہیں وہ سائل چلا گیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عمر کیا تو جانا ہے کہ یہ سائل کون تھا میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا یہ جبرئیل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

یہاں تعارض یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث جو امام ترمذی اور ابو داود نے روایت کی ہے اس میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تین دن بعد بتایا کہ یہ سائل حضرت جبرئیل ہیں جبکہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو فرمایا کہ جاؤ اس شخص کو واپس بلاؤ جب وہ گئے تو وہاں کوئی نہیں تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ کوئی اور نہیں بلکہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔

خبر جبرئیل کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان احادیث میں حضرت جبرئیل کی خبر کے بارے میں بظاہر تعارض ہے جس کی تطبیق اس طرح ہوگی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت مجلس سے اٹھ کر چلے گئے ہوں گے اور اس وقت آپ کو اس کی خبر حاصل نہیں ہو سکی جبکہ دیگر موجود صحابہ کو اس وقت معلوم ہو گیا تھا کہ یہ جبرئیل تھے پھر تین دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر معلوم ہوئی ہو گی لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿403﴾شرک کی آیات میں تعارض:

قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے،،**ان الله سميع بصير**،، بے شک اللہ سننے دیکھنے والا ہے۔ سورہ لقمان
جب کہ اس کے برعکس دوسری آیت کریمہ میں اس طرح ہے،،
فجعلته سميعا بصيرا،، بے شک ہم نے انسان کو سننے دیکھنے والا بنایا۔ سورہ دھر
اسی طرح ایک اور آیت کریمہ میں ہے،،**ان الله رؤف رحيم**،، بے شک اللہ تعالی روف ورحیم ہے۔ سورہ نور
جبکہ اس کے برعکس دوسری آیت کریمہ میں ہے،،
وبالمومنين رئوف رحيم،، اور رسول اللہ مومنین پر رووف رحیم ہیں۔
جو صفات اللہ کے لئے بیان ہوئیں وہی صفات انسان کے لئے بھی بیان کی گئیں حالانکہ جس طرح اللہ کی ذات میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے اسی طرح اللہ کی صفات میں بھی کسی کو شریک کرنا شرک ہے آیات میں تعارض واضح ہے۔

شرک کی آیات میں تعارض کی تطبیق:

آیات میں کوئی تعارض نہیں اس کو سمجھنے کے لئے پہلے شرک کی تعریف اور اس کی اقسام کا ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہے۔

شرک کی تعریف اور اس کی اقسام

رک یہ ہے کہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی کو واجب الوجود ماننا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے یا اللہ تعالی کے علاوہ کسی کو لائق عبادت جاننا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔
شرک کا حکم: شرک کفر کی بدترین قسم ہے لہذا مشرک کی کوئی بخشش نہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔
شرک کی اقسام: شرک کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔ شرک فی الذات ۲۔ شرک فی الصفات۔
ا۔ شرک فی الذات: یعنی اللہ تعالی کی ذات میں کسی غیر کو شریک ٹھہرانا مطلب یہ کہ جیسے اللہ تعالی کی ذات واجب الوجود ہے ایسا کسی کو واجب الوجود جاننا شرک فی الذات ہے۔
واجب الوجود کی تعریف: اس ذات کو کہتے ہیں جو اپنے موجود ہونے میں کسی دوسرے کی محتاج نہ ہو اور نہ ہی اس کی ابتداء ہو اور نہ انتہاء جیسے اللہ تعالی کی ذات پاک اللہ تعالی کے سوا ہر مخلوق اپنے وجود میں اللہ کی محتاج ہے اور ہر مخلوق کی ابتداء بھی ہے اور انتہاء بھی۔
قدیم کی تعریف: ایسی ذات جس کی نہ کوئی ابتداء ہو اور نہ انتہاء ازل سے ابد تک رہے جیسے اللہ تعالی۔
حادث کی تعریف: ایسی ذات کہ جس کی کوئی ابتداء بھی ہو اور انتہاء بھی۔ جیسے مخلوق۔

۲۔شرک فی الصفات: اللہ تعالی کی صفات میں کسی غیر کو شریک ٹھہرانا یعنی جس طرح اللہ کی صفات قدیم ہیں اس طرح کسی دوسرے کی صفات بھی قدیم ہیں اور جیسی اللہ کی صفات ہیں ایسی صفات دوسرے کی بھی ہیں یہ شرک فی الصفات ہے۔
قرآن پاک کی رو سے اللہ تعالی سمیع وبصیر ہے اور انسان بھی سمیع وبصیر ہے اور اللہ تعالی نے سمیع وبصیر کی صفات اپنے لئے بھی بیان فرمائی ہیں اور انسان کے لئے بھی لیکن اللہ تعالی اور انسان کی صفات میں یہ فرق ہے کہ اللہ تعالی کی یہ صفات ذاتی ،قدیم اور ازلی وابدی ہیں اور بندوں کی یہ صفات اللہ تعالی کی محتاج اور اس کی عطا کردہ ہیں اور حادث ہیں اسی طرح علیم و رووف ہونا اللہ تعالی کی صفات ہیں لیکن قرآن پاک میں انبیاء کے لئے بھی یہ صفات بیان ہوئی ہیں لہذا فرق یہ ہوگا کہ اللہ تعالی کی یہ صفات ذاتی، ازلی وابدی ہیں اور انبیاء و بندوں کی یہ صفات عطائی اور حادث ہیں لہذا اس فرق کے بعد اب یہ شرک نہ رہا۔اور آیات میں تعارض بھی نہ رہا۔

﴿10﴾ کتاب البیوع

﴿404﴾ فصد کی اجرت جائز ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کتے کی قیمت خسیس ہے اور زانیہ کی خرچی حرام اور فصد لینے والے کی اجرت خبیث ہے۔مسلم

مذکورہ حدیث میں فصد کی اجرت کو خبیث کہا گیا جب دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح بیان ہوا،،

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُمِرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خراجه

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ابوطیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فصد لی تو حضور نے اس کے لیے ایک صاع کھجوروں کا حکم دیا اور اس کے مالکوں کو حکم دیا تو انہوں نے اس کے وظیفہ آمد سے کمی کر دی۔مسلم، بخاری

پہلی حدیث میں فصد کی اجرت کو خبیث کہا گیا جبکہ دوسری میں آپ نے فصد والے کو خود اجرت عطا فرمائی، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

فصد کی اجرت جائز ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خبیث طیب کا مقابل ہے، طیب کے دو معنے ہیں حلال اور نفیس لہذا اس کے مقابل خبیث کے بھی دو معنے ہیں حرام اور خسیس ،فصد لینے والی کی اجرت بالاتفاق ناپسند یا مکروہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فصد لے کر اس کی اجرت عطا فرمائی اور

یہاں اسے خبیث فرمایا بمعنی ناپسندیدہ، دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ فصد کی اجرت جائز ہے، جہاں جہاں ممانعت آئی ہے وہاں تنزیہی کراہت مراد ہے، وہ فرمان عالی کراہت کے بیان کے لیے ہے اور یہ عمل شریف بیان جواز کے لیے لہذا احادیث متعارض نہیں۔ایک اور حدیث میں ہے،،

وَعَن محیصة أَنَّهُ اسۡتَأۡذَنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فِي أُجۡرَةِ الۡحَجَّامِ فَنَهَاهُ فَلَمۡ يَزَلۡ يَسۡتَأۡذِنُهُ حَتّٰى قَالَ :اعۡلِفۡهُ نَاضِحَكَ وَأَطۡعِمۡهُ رَقِيقَكَ .رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرۡمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابۡنُ مَاجَه

روایت ہے حضرت محیصہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پچھنے لگانے والے کی مزدوری کی اجازت مانگی تو آپ نے انہیں منع فرمادیا وہ اجازت مانگتے ہی رہے تب فرمایا کہ وہ اپنی اونٹنی کو چرا دو اور اپنے غلام کو کھلادو ۔مالک، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ

حضرت محیصہ خود یہ کام نہ کرتے تھے، غالب یہ ہے کہ ان کا غلام کرتا ہوگا جس کا خراج یہ لیتے ہوں گے اس لیے مسئلہ پوچھا کہ آیا اس میرے غلام کو اجرت لینا اور مجھے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ غلام کا مال اپنا ہوتا ہے اس لیے یہ حکم ہوا ورنہ اگر کسی کی آمدنی کا ذریعہ غیر درست ہو تو اس کے ہاتھ ہم چیز فروخت کرسکتے ہیں، اس سے کرایہ مکان وغیرہ لے سکتے ہیں جب کہ وہ اس روپیہ کا مالک ہوگیا ہو۔سود، شراب کی قیمت، جوئے کی آمدنی کا حکم اور ہے، ناجائز پیشوں کی آمدنی کا حکم دوسرا۔

حضرت محیصہ یا تو یہ سمجھ گئے تھے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے میرے بار بار دریافت کرنے سے۔ممکن ہے کہ یہ بھی جاتی رہے یا ان کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باذن پروردگار مالک احکام شرعیہ ہیں اس لیے بار بار عرض کرتے رہے ورنہ حضور کے منع فرمادینے کے بعد پھر پوچھتے رہنا اور اصرار کرنا ممانعت فرمان کی وجہ سے نہ تھا، رب تعالیٰ فرماتا ہے" : وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّ لَا مُؤۡمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوۡلُهٗۤ اَمۡرًا اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ "جیسے حضرت عباس نے فرمان عالی سن کر عرض کیا تھا کہ حضور اذخر گھاس کاٹنے کی اجازت دے دیں اور حرم شریف کے حکم سے اسے مستثنیٰ فرما دیں۔بہرحال اس حدیث سے روافض کا اعتراض نہیں پڑسکتا اور صحابہ کرام کی سرتابی ثابت نہیں ہوسکتی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممانعت کراہت تنزیہی کی ہے ورنہ آزاد غلام میں فرق نہ ہوتا یعنی آزاد لوگوں کو ایسے ادنی و خسیس پیشے کی کمائی کھانا اچھا نہیں معلوم ہوتا، اس لیے تم خود تو وہ کمائی نہ کھاؤ تمہاری شان کے لائق نہیں، البتہ اپنے غلاموں یا جانوروں کو کھلادو کہ ان کا وہ احترام نہیں جو آزاد مسلمانوں کا ہے، پھر یہ بھی گزر چکا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد کی اجرت ایک غلام کو عطا فرمائی، وہ عمل شریف بیان جواز کے لیے تھا اور یہ فرمان عالی بیان کراہت کے لیے ہے لہٰذا دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں۔

﴿405﴾ کتے کی اجرت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي مَسْعُودِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ

روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت زانیہ کی خرچی اور نجومی کی مٹھائی سے منع فرمایا۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں کتے کی قیمت سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا جبکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ کتا پالنا بعض صورتوں میں جائز ہے اور صحابہ کرام نے کتوں سے شکار بھی کیا اور حفاظت کے لئے کتے پالے بھی ہیں جب کتا پالنا جائز تو اس کی قیمت بھی جائز ہونی چاہئے تعارض واضح ہے۔

کتے کی اجرت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ کتے کی قیمت کی ممانعت یا تو تنزیہی ہے یا اس وقت کی ہے جب کتا پالنا اسلام میں مطلقاً ممنوع تھا، جب شکار وحفاظت کے لیے اس کی اجازت ہوگئی تو یہ ممانعت بھی منسوخ ہوگئی۔

﴿406﴾ بلی کی اجرت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ. رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں کتے کی طرح بلی کی قیمت سے بھی نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا جبکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ کتا اور بلی پالنا بعض صورتوں میں جائز ہے اور صحابہ کرام نے گھروں میں بلیاں رکھی ہیں، جب بلی پالنا جائز تو اس کی قیمت بھی جائز ہونی چاہئے تعارض واضح ہے۔

بلی کی اجرت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو کتے بلی سے مراد غیر نافع کتے بلی ہیں جیسے دیوانہ کتا، وحشی بلی کہ اگر اسے باندھ کر رکھو تو چوہوں کا شکار نہ کر سکے اور اگر کھول دو تو بھاگ جائے اور یا مطلقاً کتا بلی مراد ہے اور نہی کراہت تنزیہی کے لیے ہے یعنی ان کا فروخت کرنا غیر مناسب ہے، یہ جانور تو یوں ہی بطور ہبہ دے دینا چاہئیں۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ کتے کی بیع جائز ہے کیونکہ بلی کی بیع تمام آئمہ کے ہاں درست ہے اور یہاں ممانعت میں کتے بلی دونوں کو ملا دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ کتے کی بیع بھی بلی کی طرح جائز مگر غیر مناسب ہے، اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿407﴾ سود کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: جَاءَ بِلَالُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ أَيْنَ هَذَا؟ قَالَ: كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيءٌ (ص857:) فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ: أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخر ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ

روایت ہے حضرت ابی سعید سے فرماتے ہیں کہ حضرت بلال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجوریں لائے تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہاں سے آئے عرض کیا ہمارے پاس ردی کھجوریں تھیں تو میں نے اس کے دو صاع ایک صاع کے عوض بیچ دیئے فرمایا ہائے بالکل سود بالکل سود یوں نہ کرو لیکن جب خریدنا چاہو تو چھوہارے دوسری بیع سے بیچ دو پھر اس سے خرید لو۔ مسلم، بخاری

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،، روایت میں آتا ہے کہ رزین ابن ارقم کی ام ولد نے عائشہ صدیقہ سے عرض کیا کہ میں نے زید کے ہاتھ آٹھ سو میں ایک لونڈی ادھار بیچی اور شرط یہ لگائی کہ جب بھی تم بیچو میرے ہاتھ بیچنا۔ چنانچہ قرض ادا ہونے سے پہلے میں نے یہ لونڈی زید ابن ارقم سے چھ سو میں خرید لی تو ام المؤمنین نے فرمایا زید ابن ارقم سے کہہ دینا کہ تمہارے سارے نیک اعمال باطل ہو گئے تم نے یہ بیع ناجائز کی۔ (مالک واحمد)

دونوں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

سود کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پہلی حدیث میں آپ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ اولاً دو صاع ردی کھجوریں ایک روپیہ کے عوض فروخت کر دو، پھر اس روپیہ سے ایک صاع اعلیٰ کھجوریں لے لو یہ دو بیعیں ہو جائیں گی اور سود نہ بنے گا۔ اور وہ جو حضرت عائشہ کی روایت میں آیا ہے، اس بیع کو ناجائز کہنے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں: ادائے قرض کی صحیح مدت مقرر نہ ہونا، دوسری بیع بالشرط ہونا لہٰذا وہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿408﴾ سود کے اونٹوں کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُجَهِّزَ جَيْشًا فنفدتِ الْإِبِلُ فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ عَلَى قَلَائِصِ الصَّدَقَةِ فَكَانَ يَأْخُذُ الْبَعِيرَ بِالْبَعِيرَيْنِ إِلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک لشکر کے سامان تیار کرنے کا حکم

دیا تو اونٹ ختم ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ صدقہ کی اونٹنیوں کے عوض لے لیں تو وہ صدقہ کے اونٹ آنے تک ایک اونٹ دو اونٹوں کے عوض لیتے تھے۔ ابوداؤد

جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں فرمایا،،

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ :جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مِنْ أَيْنَ هٰذَا؟ قَالَ :كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيءٌ (ص857:) فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ :أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ

روایت ہے حضرت ابی سعید سے فرماتے ہیں کہ حضرت بلال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجوریں لائے تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہاں سے آئے عرض کیا ہمارے پاس ردی کھجوریں تھیں تو میں نے اس کے دو صاع ایک صاع کے عوض بیچ دیئے فرمایا ہائے بالکل سود بالکل سود یوں نہ کرو لیکن جب خریدنا چاہو تو چھوہارے دوسری بیع سے بیچ دو پھر اس سے خریدلو۔ مسلم، بخاری

سود کے اونٹوں کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پہلی حدیث کی صورت یہ ہے کہ آج لوگوں سے اونٹ خریدلو اور ان تاجروں سے وعدہ کرلو کہ جب زکوۃ کے اونٹ آئیں تو تم کو ایک کے عوض دو اور دو کے عوض چار دیئے جائیں گے۔ یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے کہ جو جانور کے ادھار کی بیع جائز کہتے ہیں، ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ اولاً تو یہ حدیث ہی ضعیف ہے، اس ضعیف حدیث سے استدلال درست نہیں اور اگر صحیح بھی ہو تو منسوخ ہے، یہ حکم اس وقت تھا جب کہ اسلام میں سود حرام نہ ہوا تھا، ہماری دلیل حضرت سمرہ کی حدیث ہے جو ابھی گزر گئی کہ وہ حدیث صحیح بھی ہے اور غیر منسوخ بھی۔ اس حدیث میں ایک اشکال یہ بھی ہے کہ ادھار کی بیع میں وقت ادا مقرر ہونا چاہیے اور زکوۃ کے اونٹوں کی وصولی کا وقت مقرر نہیں، ہر شخص اپنا سال گزرنے پر زکوۃ دیتا ہے زکوۃ کے لیے کوئی مہینہ یا تاریخ مقرر نہیں ہو سکتی، غرضکہ یہ حدیث کسی طرح قابل عمل نہیں ضعیف ہے منسوخ ہے یا مجمل یا مشکل ہے، حدیث سمرہ اس پر ترجیح رکھتی ہے۔

﴿409﴾ مثلاً بمثلٍ اور یداً بید کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ .وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ :لَا رِبًا فِيمَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ

روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود ادھار میں ہے ایک روایت میں یوں ہے جو

ہاتھ بہ ہاتھ نقد ہو اس میں سود نہیں۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ید بید فرمایا جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح فرمایا،،

وَعَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ :كُنْتُ أَسمعَ رَسُول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :اَلطَّعَامُ بِالطَّعَامِ مِثْلاً بِمِثْلٍ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت معمر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنتا تھا غلہ کی غلہ سے بیع برابر برابر کرو۔ مسلم

مثلاً بمثلٍ اور ید ا بید کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کو برابر برابر فروخت کرنے کے متعلق دریافت کیا ہوگا، یا مختلف الجنس کو زیادتی کمی سے بچنے کے بارے میں پوچھا ہوگا تو فرمایا ان صورتوں میں سود صرف ادھار میں ہوگا نقد میں نہیں، ایک سیر گندم دو سیر جو کے عوض یا ایک سیر گندم ایک سیر گندم کے عوض نقد بیچ سکتے ہیں ادھار نہیں لہذا الربو میں الف لام عہدی ہے یعنی ان کا ربوٰ صرف ادھار میں ہے اور ہوسکتا ہے کہ الف لام استغراقی ہو یعنی ادھار میں مطلقاً زیادہ حرام ہے خواہ دونوں کے عوض وقدر میں یکساں ہوں یا صرف جنس میں یا صرف قدر میں یکساں ہوں، نقد کی تجارت میں ربوٰ جب حرام ہوگا جب کہ دونوں عوض جنس میں بھی ایک ہوں وزن میں بھی لہذا یہ حدیث گزشتہ مثلاً بمثلٍ کے خلاف نہیں۔

﴿410﴾ آخری آیت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّ آخِرَ مَا نَزَلَتْ آيَةُ الرِّبَا وَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَلَمْ يُفَسِّرْهَا لَنَا فَدَعُوا الرِّبَا وَالرِّيبَةَ .رَوَاهُ ابْن مَاجه والدارمی

روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے کہ جو آخری آیت اتری وہ سود کی آیت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی سود کی پوری تشریح نہ کی لہذا بچو سود سے بھی اور شک وشبہ سے بھی۔ ابن ماجہ، دارمی

مذکورہ حدیث میں ہے کہ،، جو آخری آیت اتری وہ سود کی آیت ہے۔ جبکہ آیت کریمہ میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ارشاد ہوا،، آیت "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" آخری آیت کے بارے میں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

آخری آیت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ احکام کی آیات میں سب سے آخر سود کی آیت اتری، اس کے بعد احکام شرعیہ کی کوئی آیت نہ آئی لہذا یہ محکم ہے منسوخ نہیں، اور احکام شرعیہ کی آخری آیت یہ ہے "اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا" لخ لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سب سے آخری آیت "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" الخ ہے کہ مطلقاً آخری یہ آیت ہے اور معاملات واحکام آخری آیت سود کی آیت ہے۔

﴿411﴾ اسلام کامل دین ہے کہ احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ آخِرَ مَا نَزَلَتْ آيَةُ الرِّبَا وَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَلَمْ يُفَسِّرْهَا لَنَا فَدَعُوا الرِّبَا وَالرِّيبَةَ .رَوَاهُ ابْن مَاجه والدارمی

روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے کہ جو آخری آیت اتری وہ سود کی آیت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی سود کی پوری تشریح نہ کی لہذا بچو سود سے بھی اور شک وشبہ سے بھی۔ ابن ماجہ، دارمی

مذکورہ حدیث میں ہے کہ،، جو آخری آیت اتری وہ سود کی آیت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی سود کی پوری تشریح نہ کی۔ جبکہ آیت کریمہ میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ارشاد ہوا،، آیت "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" دین اسلام کے مکمل دین ہونے کے بارے میں احادیث اور آیت میں تعارض واضح ہے۔

اسلام کامل دین ہے کہ احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حضرت عمر کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حضور انور اس آیت کے نزول کے بعد بہت کم ظاہری حیات سے دنیا میں رہے اور جس قدر زمانہ حضور انور کو ملا وہ دوسرے اہم کاموں میں گزرا اس لیے اس آیت سود کی تفصیلی تفسیر نہ ہوسکی، صرف چھ چیزوں میں سود کی حرمت کی تفصیل فرمائی، نیز سود کی تفصیل قدرے واضح بھی تھی اور حضور انور نے چھ چیزوں کی تصریح فرما کر علماء امت کو قوانین سود کی رہبری بھی فرمادی تھی، اصول مقرر کردیئے تھے ان وجوہ سے تفصیل کی چنداں ضرورت نہ رہی تھی، پھر بعد میں علماء امت نے اس مسئلہ کو بھی بالکل واضح کردیا لہذا احدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دین اسلام پورا واضح نہ ہوا کہ ایک مسئلہ مخفی رہ گیا، اصول تو اس کے بھی واضح ہوگئے، فروع مسائل بعد میں واضح ہوئے۔

﴿412﴾ بیع مخابرہ اور مزارعہ کے جواز پر احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ :نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةُ :أَنْ يَبِيعَ الرَّجُلُ الزَّرْعَ بِمِائَةِ فَرَقٍ حِنطةٌ والمزابنةُ :أَنْ يبيعَ التمرَ فِي رؤوسِ النَّخلِ بِمِائَةِ فَرَقٍ وَالْمُخَابَرَةُ :كِرَاءُ الْأَرْضِ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مخابرہ، محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا محاقلہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنا کھیت سو فرق گندم کے عوض بیچے اور مزابنہ یہ ہے کہ درخت میں لگے چھوہارے سو فرق کے عوض بیچے اور مخابرہ زمین کو کرایہ پر دینا ہے تہائی یا چوتھائی پر۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں بیع مخابرہ اور مزارعہ سے منع فرمایا جبکہ اس کے برعکس فتح خیبر کے موقع پر ان دونوں بیعوں کو جائز قرار دیا

گیا،، جیسا کہ حدیث میں ہے،،

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَ إِلَى يَهُودِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَأَرْضَهَا عَلَى أَنْ يَعْتَمِلُوهَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَلِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَطْرُ ثَمَرِهَا .رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَعْمَلُوهَا ويزرعوها وَلَهُم شطر مَا يخرج مِنْهَا

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہود کو خیبر کے کھجور کے باغ اور وہاں کی زمین اس شرط پر دی کہ اس میں اپنے مالوں سے کام کریں اور اس کے آدھے پھل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوں (مسلم) اور بخاری کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر یہود کو اس شرط پر دیا کہ کام کاج کریں اسے جوتیں بوئیں اور پیداوار کا آدھا ان کا ہوگا۔ دونوں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

بیع مخابرہ اور مزارعہ کے جواز پر احادیث میں تعارض کی تطبیق:

مخابرہ خیبر سے بنا یعنی خیبر والا معاملہ کرنا جو حضور انور نے خیبر کے یہود سے کیا کہ باغات حضور انور کے اور کام کاج یہود کا، پیداوار نصف نصف، یا خبار سے بنا بمعنی نرم زمین، جس میں زمین ایک کی ہو اور اس کا نرم کر کے جوتنا بونا دوسرے کے ذمے۔ محاقلہ حقل سے بنا بمعنی اچھی وزرخیز زمین، کھیت کو اسی لیے حقل کہتے ہیں کہ بیج حتی الامکان اچھی زمین میں بویا جاتا ہے۔ مخابرہ اور مزارعہ قریباً ہم معنے ہیں یعنی زمین کاشت کے لیے کرایہ پر دینا، ان میں فرق یہ ہے کہ مخابرہ میں تخم کرایہ دار کا ہوتا ہے اور مزارعہ میں تخم مالک زمین کا، صرف کام کرایہ دار کا۔ مخابرہ یا مزارعہ کو صاحبین جائز کہتے ہیں واقعہ خیبر کی وجہ سے، صاحبین یہ حدیث منسوخ مانتے ہیں اور حدیث خیبر کو ناسخ، فتویٰ قول صاحبین پر ہے۔ اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿413﴾ قبضہ سے پہلے بیچنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :كَانُوا يَبْتَاعُونَ الطَّعَامَ فِي أَعْلَى السُّوقِ فيبيعُونَه فِي مكانهِ فَنَهَاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِهِ فِي مَكَانِهِ حَتَّى يَنْقِلُوهُ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَلم أَجِدهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ لوگ غلہ بازار کے اونچے حصے میں خریدتے تھے پھر اسی جگہ بیچ دیتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسی جگہ بیچ دینے سے منع فرما دیا حتی کہ اسے وہاں سے منتقل کر دیں (ابوداؤد)

جبکہ اگلی حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيه

وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ :حَتَّى يَكْتَالَه

روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو غلہ خریدے تو اس پر قبضہ کیے بغیر نہ بیچے اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یوں کہ اسے ماپ لے۔ مسلم، بخاری

قبضہ سے پہلے بیچنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پہلی حدیث کی تفصیل یہ ہے کہ بازار مدینہ میں ایک طرف سے لوگ آتے تھے دوسری طرف سے نکلتے تھے، آنے والے حصہ کو اعلیٰ سوق کہتے تھے، جدھر سے تاجر مال کے اونٹ داخل کرتے تھے، نکلنے والے حصہ کو اسفل سوق یہاں وہ ہی مراد ہے ورنہ زمین مدینہ ہموار ہے وہاں اونچائی نیچائی نہیں۔ بعض ائمہ نے فرمایا کہ منقول چیزیں بغیر منتقل کیے خریدار کے قبضہ میں نہیں آتیں یعنی ان پر قبضہ کرنے میں وہاں سے منتقل کردینا ضروری ہے، وہ اس حدیث کے ظاہر سے دلیل پکڑتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ یہاں نقل سے مراد نقل مکانی نہیں بلکہ نقل قبضہ ہے یعنی اسی جگہ پڑی ہوئی چیز پر بغیر قبضہ کیے فروخت کرنا منع ہے، اگر چیز وہاں ہی رہی مگر اسے اپنے قبضہ و کنٹرول میں لے لیا تو اس کی بیع درست ہے دوسری حدیث اس پہلی حدیث کی شرح ہے کہ وہاں حتّٰی یستوفیہ اور حتّٰی یکتالہ ہے لہذا یہ حدیث دوسری حدیث کے متعارض نہیں۔

﴿414﴾ دوبار غلہ تولنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَه

وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ :حَتَّى يَكْتَالَه

روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو غلہ خریدے تو اس پر قبضہ کیے بغیر نہ بیچے اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یوں کہ اسے ماپ لے۔ مسلم، بخاری

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح بیان ہوا کہ،،

نبی کریم ﷺ نے حدیث شریف میں فرمایا کہ غلے کی بیع جائز نہیں جب تک کہ تاجر خریدار دونوں کے وزن علیحدہ علیحدہ نہ ہوجائیں۔ دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

دوبار غلہ تولنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیز ناپ تول سے خریدی جائے اس کا تولنا ناپنا مشتری کا قبضہ ہوتا ہے۔ مگر جو چیز اندازًا فروخت و خرید کی جائے جیسے دانہ کے ڈھیر کی تجارت وہاں ناپ تول ضروری نہیں۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ غلے کی بیع جائز نہیں جب تک کہ تاجر خریدار دونوں کے وزن علیحدہ علیحدہ نہ ہوجائیں یعنی تاجر بھی تول لے اور خریدار الگ تول لے وہاں وہ صورت مراد ہے جہاں دو بیع جمع ہوں جیسے بیع سلم میں تاجر کسی سے غلہ خریدے اور سلم کے خریدار سے کہے کہ تو اس پر قبضہ

کرتو اب ایک بار وہ تولے جس نے مسلم الیہ یعنی بائع کو غلہ دیا اور دوبارہ رب السلم یعنی خریدار تولے، عام بیعوں میں صرف ایک تول ہی کافی ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوالہذا یہ حدیث اس دوبار تول کی حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿415﴾ کمی بیشی کے ساتھ بیچنے کی ایک آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :لَا تَلَقُّوا الرُّكْبَانَ لِبَيْعٍ وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمِنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يحلبها :إِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تمر "وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ " :مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ :فَإِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا صَاعا من طَعَام لَا سمراء"

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجارتی قافلے سے آگے ہی نہ جاملو اور کوئی دوسرے کی خریداری پر خریداری نہ کرے اور نہ نرخ بڑھاؤ اور نہ شہری دیہاتی کے لیے تجارت کرے اور اونٹ و بکری کو نہ روکو پھر جو اس کے بعد جانور خریدے اسے دوھنے کے بعد دونوں میں سے بہتر چیز کا اختیار ہے اگر اس سے راضی ہو تو رکھ لے اور اگر ناراضی ہو تو اسے واپس کردے ایک صاع چھوہاروں کے ساتھ (مسلم، بخاری) اور مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جو روکی ہوئی بکری خرید لے تو اسے تین دن تک اختیار ہے پھر اگر اسے واپس کرے تو اس کے ساتھ گندم کے سواء اور کوئی غلہ ایک صاع دے۔

جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے،،"فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُم"

آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

کمی بیشی کے ساتھ بیچنے کی ایک آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر جانور رکھنا ہے تو خیر اور اگر رکھنا نہیں ہے تو اس دودھ کے عوض جو اس نے پیا ساڑھے چار سیر خرمے جانور فروخت کرنے والے کو دے دے، اس دودھ کے عوض جو خریدتے وقت جانور کے ساتھ لیا تھا کہ وہ تاجر کے مملوکہ جانور کا تھا لہذا تاجر کی ملک تھا۔ اس حدیث کے ظاہر پر امام شافعی کا عمل ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ دودھ تھوڑا ہو یا زیادہ اس کے عوض ایک صاع چھوہارے ہی دیئے جائیں گے جیسے نفس کی دیت سو اونٹ ہیں کہ قاتل مقتول کی دیت سو اونٹ دے گا، نفس مقتول خواہ کیسا ہی ادنی یا اعلی ہو اور خریدار کو مصرات جانور کے واپس کردینے کا حق ہوگا، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث قابل عمل نہیں کہ قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہے"فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُم" جس سے دودھ مصرات کی قیمت یا مثل دینا معلوم ہوتا ہے یا یہ حدیث سود حرام ہونے سے پہلے کی ہے کہ اس وقت

معاملات میں اس قسم کی کمی بیشی درست تھی۔امام اعظم کے مذہب پر عمل کرنے سے آیت اور حدیث کا تعارض بھی ختم ہو جائے گا۔حدیث کا یہ مذکورہ جز و امام شافعی کے بھی خلاف ہے کہ ان کے ہاں مصرات جانور کے ساتھ صرف ایک صاع کھجوریں ہی دی جاتی ہیں، کھجور یا چھوہارے کے سوا کوئی اور چیز نہیں دے سکتے مگر اس جزء سے معلوم ہوا کہ سوا گندم کے اور غلے بھی دے سکتے ہیں، ہمارے امام صاحب کے ہاں یہ حدیث یا منسوخ ہے حرمت سود کی احادیث سے یا متروک العمل قرآن کریم کی مخالفت کی وجہ سے۔

﴿416﴾ اکڑوں بیٹھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ :نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ :نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ والمُنابذَةِ فِي البيعِ وَالْمُلَامَسَةُ :لَمْسُ الرَّجُلِ ثَوْبَ الْآخَرِ بِيَدِهِ بِاللَّيْلِ أَو بالنَّهارِ وَلَا يقلِبُه إِلَّا بِذَلِكَ وَالْمُنَابَذَةُ :أَنْ يَنْبِذَ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ بِثوْبِهِ وَيَنْبِذَ الْآخَرُ ثَوْبَهُ وَيَكُونُ ذَلِكَ بَيْعَهُمَا عَنْ غَيرِ نَظَرٍ وَلَا تَرَاضٍ وَاللِّبْسَتَيْنِ :اشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ وَالصَّمَّاءُ :أَنْ يَجْعَلَ ثَوْبَهُ عَلَى أَحدِ عَاتِقَيهِ فَيَبْدُوَ أَحدُ شِقَّيْهِ لَيْسَ عَلَيْهِ ثَوْبٌ وَاللِّبْسَةُ الْأُخْرَى :احتِبَاؤُهُ بِثوْبِهِ وَهُوَ جَالِسٌ ليسَ على فرجه مِنْهُ شَيْءٌ

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پہناوں سے منع فرمایا اور دو تجارتوں سے چھونے اور پھینکنے کی تجارت سے منع فرمایا اور چھونے کی بیع یہ ہے کہ ایک شخص کا دن رات میں دوسرے کا کپڑا اپنے ہاتھ سے چھولینا ہے کہ سوا چھونے کے اور طرح نہ الٹے پلٹے اور پھینکنے کی بیع یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کی طرف اپنا کپڑا پھینک دے اور دوسرا اس کی طرف اپنا کپڑا پھینک دے ان کی بیع ہو جائے بغیر دیکھے بھالے اور بغیر آپس کی پسندیدگی کے، رہے دو ممنوع پہناوے ایک تو صماء پہناوا ہے صماء یہ ہے کہ اپنا کپڑا ایک کندھے پر اس طرح ڈالے کہ دوسری کروٹ کھلی رہے کہ اس کے اوپر کپڑا بالکل نہ ہو اور دوسرا پہناوا اپنے کپڑے سے احتباء کرنا ہے جب کہ وہ بیٹھا ہو کہ شرمگاہ پر کپڑا بالکل نہ ہو۔مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ،، نبی کریم ﷺ نے احتباء سے منع فرمایا۔جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کعبہ کے سایہ میں احتباء فرمائے بیٹھے تھے۔اشعۃ اللمعات

اکڑوں بیٹھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

احتباء اکڑوں بیٹھنے کو کہتے ہیں اس طرح کہ چوتر زمین پر لگے ہوں، دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور دونوں ہاتھ گھٹنوں کا حلقہ باندھے ہوں، اگر صرف ایک کپڑا اوڑھ کر احتباء کیا گیا ہو تو شرمگاہ برہنہ ہو جائے گی لہذا ممنوع ہے لیکن اگر تہبند بندھا ہو تو

چونکہ ستر نہیں کھلتا لہذا جائز ہے۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ حضور انور کعبہ کے سایہ میں احتباء فرمائے بیٹھے تھے وہاں یہ دوسری صورت تھی لہذا یہ حدیث اس عمل شریف کے خلاف نہیں، دونوں حدیثیں حق ہیں، کسی میں تعارض نہیں

﴿417﴾ بیع بالشرط کی ممانعت والی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرٍ :أَنَّهُ كَانَ يَسِيرُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قد أعيى فَمَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ فَضَرَبَهُ فَسَارَ سَيْرًا لَيْسَ يَسِيرُ مِثْلَهُ ثُمَّ قَالَ :بِعْنِيهِ بِوُقِيَّةٍ قَالَ :فَبِعْتُهُ فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ وَفِي رِوَايَةٍ فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ .مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِبِلَالٍ :اقْضِهِ وَزِدْهُ فَأَعْطَاهُ وَزَادَهُ قِيرَاطًا

روایت ہے حضرت جابر سے کہ آپ ایک اونٹ پر سفر کر رہے تھے جو تھک گیا تھا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو اسے مارا تو وہ اونٹ ایسی رفتار سے چلنے لگا کہ ایسا کبھی نہ چلتا تھا پھر حضور نے فرمایا اسے میرے ہاتھ ایک اوقیہ میں بیچ دو میں نے بیچ دیا مگر اپنے گھر تک اس کی سواری کی شرط لگائی پھر جب میں مدینہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹ لایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی قیمت کھری کر دی اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی قیمت عطا فرمائی اور اونٹ بھی واپس دے دیا (مسلم، بخاری) اور بخاری کی ایک روایت ہے کہ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ انہیں قیمت ادا کر دو کچھ زیادہ بھی دے دو تو انہوں نے ایک قیراط زیادہ دیا۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ،، حضور نے فرمایا اسے میرے ہاتھ ایک اوقیہ میں بیچ دو میں نے بیچ دیا مگر اپنے گھر تک اس کی سواری کی شرط لگائی،، جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم نے بیع بالشرط سے مطلقا منع فرمایا، جیسا کہ اس حدیث میں ہے،،

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ :جَاءَتْ بَرِيرَةُ فَقَالَتْ :إِنِّي كَاتَبْتُ عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ وُقِيَّةٌ فَأَعِينِينِي فَقَالَتْ عَائِشَةُ :إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ عُدَّةً وَاحِدَةً وَأُعْتِقَكِ فَعَلْتُ وَيَكُونُ وَلَاؤُكِ لِي فَذَهَبَتْ إِلَى أَهْلِهَا فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :خُذِيهَا وَأَعْتِقِيهَا ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ :أَمَّا أبعد (ص871:) فَمَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ فَقَضَاءُ اللَّهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللَّهِ أَوْثَقُ وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہ آئیں بولیں کہ میں نو اوقیہ پر مکاتبہ ہوگئی ہوں ہر سال میں ایک اوقیہ آپ میری امداد فرمائیں تو حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تمہارے مولی یہ پسند کریں کہ میں انہیں سارا روپیہ ایک دم گن

دوں اور تمہیں آزاد کروں اور تمہاری ولا میرے لیے رہے وہ اپنے مولاؤں کے پاس گئیں انہوں نے اس کا انکار کیا مگر یہ کہ ولاء ان کے لیے ہو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم انہیں لے لو اور آزاد کردو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے مجمع میں قیام فرمایا اللہ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا بعد حمد وثناء کے لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں جو شرط بھی ایسی ہو جو اللہ کی کتاب میں نہیں وہ باطل ہے، اگرچہ سو شرطیں ہوں لہذا اللہ کا فیصلہ لائق عمل ہے اور اللہ کی شرط بہت مضبوط ہے ولاء اسی کے لیے ہے جو آزاد کرے۔ مسلم، بخاری

دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

بیع بالشرط کی ممانعت والی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ امام اعظم وشافعی کے ہاں یہ شرط مطلقاً ناجائز ہے کیونکہ دوسری احادیث میں بیع بالشرط سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ لہذا یہ حدیث منسوخ ہے اور بیع بالشرط کی ممانعت والی حدیث ناسخ، اب احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿418﴾ مذکورہ حدیث کے متعدد تعارضات کا جواب:

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ :جَاءَتْ بَرِيرَةُ فَقَالَتْ :إِنِّي كَاتَبْتُ عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ وُقِيَّةٌ فَأَعِينِينِي فَقَالَتْ عَائِشَةُ :إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ عُدَّةً وَاحِدَةً وَأُعْتِقَكِ فَعَلْتُ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَذَهَبَتْ إِلَى أَهْلِهَا فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :خُذِيهَا وَأَعْتِقِيهَا ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ :أَمَّا أبعد (ص:871) فَمَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ فَقَضَاءُ اللَّهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللَّهِ أَوْثَقُ وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہ آئیں بولیں کہ میں نو اوقیہ پر مکاتبہ ہوگئی ہوں ہر سال میں ایک اوقیہ آپ میری امداد فرمائیں تو حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تمہارے مولی یہ پسند کریں کہ میں انہیں سارا روپیہ ایک دم گن دوں اور تمہیں آزاد کروں اور تمہاری ولا میرے لیے رہے وہ اپنے مولاؤں کے پاس گئیں انہوں نے اس کا انکار کیا مگر یہ کہ ولاء ان کے لیے ہو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم انہیں لے لو اور آزاد کردو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے مجمع میں قیام فرمایا اللہ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا بعد حمد وثناء کے لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں جو شرط بھی ایسی ہو جو اللہ کی کتاب میں نہیں وہ باطل ہے، اگرچہ سو شرطیں ہوں لہذا اللہ کا فیصلہ لائق عمل ہے اور اللہ کی شرط بہت مضبوط ہے ولاء اسی کے لیے ہے جو آزاد کرے۔ مسلم، بخاری

اس حدیث پر بہت ہی اعتراضات ہیں اس لیے بعض محدثین نے اس ساری حدیث ہی کا انکار کر دیا ہے، بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اشترطی لھم اے عائشہ ان کی شرط قبول کرلو اور خرید لو، ولاء تمہارے لیے ہی ہوگی۔ اس حدیث پر حسب ذیل اعتراض پڑ جاتے ہیں: (۱) مکاتب غلام کی بیع جو شرعاً ناجائز ہے (۲) بائع کی شرط کو قبول کر لینا، یہ بیع بالشرط ہوئی یہ بھی فاسد ہے (۳) بشرط عتق بیع یہ بھی فاسد ہے (۴) بائع کو دھوکا دینا کہ اس کی شرط ولاء منظور کر لینا حالانکہ ولاء اسے نہ ملے بلکہ خریدار کو ملے، کیسے ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کی اجازت دیں۔

بعض شارحین نے اس حدیث کو درست مانا مگر واشترطی لھم لام کو علی کے معنی میں لیا اور معنی یہ کیے کہ ان کے خلاف شرط لگالو کہ ولاء اس کے ہوگی جیسے وَمَنْ اَسَاءَ فَلَهَا میں لام علی کے معنی میں ہے مگر صحیح بات وہ ہے جو یہاں مرقات نے فرمائی کہ چونکہ عرب شریف میں اس قسم کی بیع بالشرط کا عام رواج تھا، اس رواج کو توڑنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کو اس بیع کی خصوصی اجازت دی تاکہ آئندہ اس بیع کا سلسلہ ہی ختم ہوجائے اب یہ بیع جائز نہیں جیسے حضور انور نے حجۃ الوداع میں حج کے احرام کو عمرہ میں تبدیل کرادیا تاکہ یہ عقیدہ ختم ہوجائے کہ زمانہ حج میں عمرہ حرام ہے ایسے ہی یہاں ہوا ورنہ یہ حدیث ظاہری معنی پر کسی مذہب کے موافق نہیں اور دیگر تمام احادیث کے خلاف ہے۔ (مرقات کتاب البیع)

﴿419﴾ جھگڑے کے وقت گواہ اور قسم کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ وَالْمُبْتَاعُ بِالْخِيَارِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَهْ وَالدَّارِمِيِّ قَالَ: الْبَيِّعَانِ إِذَا اخْتَلَفَا وَالْمَبِيعُ قَائِمٌ بِعَيْنِهِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ فَالْقَوْلُ مَا قَالَ الْبَائِعُ أَو يترادان البيع

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بائع وخریدار جھگڑ پڑیں تو بائع کی بات معتبر ہے اور خریدار کو اختیار ہے (ترمذی) اور ابن ماجہ و دارمی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ بائع وخریدار جب جھگڑ پڑیں اور چیز ویسی ہی موجود ہو اور ان کے درمیان گواہ کوئی ہو نہیں تو قول وہ ہی ہوگا جو بائع کہے یا دونوں بیع واپس کرلیں۔

مذکورہ حدیث میں فرمایا، جب بائع وخریدار جھگڑ پڑیں تو بائع کی بات معتبر ہے اور خریدار کو اختیار ہے۔

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح فرمایا، گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

جھگڑے کے وقت گواہ اور قسم کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر مبیع چیز موجود ہے اور قیمت میں اختلاف ہوگیا تو فیصلہ گواہی پر ہوگا اور اگر گواہی دونوں کے پاس ہو تو زیادتی قیمت کی گواہی مانی جائے گی اور اگر کسی کے پاس گواہی نہ ہو تو دونوں قسم کھائیں گے اور بیع فسخ ہوجائے گی اور اگر قیمت و مبیع دونوں میں جھگڑا ہے تو قیمت کے بارے میں بائع کی گواہی قبول ہوگی اور مبیع کے متعلق خریدار

کی لیکن اگر مدت یا شرط خیار یا بعض قیمت پر قبضہ کرنے میں اختلاف ہو جائے تو قسم کسی پر نہیں۔ اس بارے میں جو مختلف احادیث مروی ہیں وہ صحیح نہیں لہذا اس حدیث مشہور پر اعتماد چاہیے کہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر۔

﴿420﴾ گروی چیز سے نفع حاصل کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :الظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَعَلَى الَّذِي يركب ويشرب النَّفَقة .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سواری گروی ہو تو اس کے خرچ کے عوض اس پر سوار ہوا جا سکتا ہے اور جب جانور گروی ہو تو اس کا دودھ خرچ کے عوض پیا جا سکتا ہے اور سوار ہونے والے اور دودھ پینے والے کے ذمہ خرچ ہے۔ بخاری

مذکورہ حدیث میں فرمایا،، جب سواری گروی ہو تو اس کے خرچ کے عوض اس پر سوار ہوا جا سکتا ہے اور جب جانور گروی ہو تو اس کا دودھ خرچ کے عوض پیا جا سکتا ہے۔

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح فرمایا،،

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَا يَغْلَقُ الرَّهْنُ الرَّهْنَ مِنْ صَاحِبِهِ الَّذِي رَهَنَهُ لَهُ غنمه وَعَلِيهِ غرمه .رَوَاهُ الشَّافِعِي مُرْسلا

روایت ہے حضرت سعید ابن مسیّب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گروی رکھنا مرہون چیز کو اس کے گروی رکھنے والے مالک سے نہیں روکتا اس کے لیے اس مرہون کا نفع ہے اور اس ہی پر مرہون کا تاوان۔

(یعنی گروی چیز کے منافعے مالک کے ہوں گے اور اس کے تمام مصارف مالک ہی پر ہوں گے وہ رہن قرض خواہ کے پاس بطور امانت مقبوض رہے گا)۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمایا،، کہ جو قرض نفع کا ذریعہ ہو وہ حرام ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

گروی چیز سے نفع حاصل کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ مالک یعنی مقروض اپنی گروی چیز کا خرچہ برداشت کرے اور اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے لہذا اگر وہی بھینس یا گھوڑے کا خرچ مالک یعنی مقروض دے گا اور دودھ یا سواری کا حق بھی مقروض ہی کو ہوگا، اس صورت میں حدیث ظاہر ہے۔ اگر یہ مطلب ہو کہ قرض خواہ گروی پر خرچ کرے اور اس کے دودھ سواری سے فائدہ اٹھائے تو احادیث ربا سے یہ حدیث منسوخ ہے کہ جو قرض نفع کا ذریعہ ہو وہ حرام ہے۔ اور

حضرت سعید بن مسیّب کی حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے کہ مالک راہن مرہون کے نفعے حاصل کرے گا اور اس پر ہی اس کے خرچے ہوں گے۔ مرتہن یعنی قرض خواہ کو نفع لینے کا حق ہے نہ اس پر خرچ، یہ ہی جمہور علماء اسلام کا مذہب ہے اور یہ حدیث ان کی مؤید ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رہن پر قرض خواہ کا قبضہ تو ضروری ہے مگر قبضہ کا دوام ضروری نہیں، مالک کچھ دیر کے لیے قرض خواہ سے مرہون لے سکتا ہے کہ بغیر ملے اس سے نفع کیسے اٹھائے گا۔

﴿421﴾ صدقہ کے اونٹ سے قرض ادا کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ :اسْتَسْلَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرًا فَجَاءَتْهُ إِبِلٌ مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ :أَبُو رَافِعٍ فَأَمَرَنِي أَنْ أَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ فَقُلْتُ :لَا أَجِدُ إِلَّا جَمَلًا خِيَارًا رَبَاعِيًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَعْطِهِ إِيَّاهُ فَإِنَّ خَيْرَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابورافع سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوان اونٹ قرض لیا پھر آپ کے پاس صدقہ کے اونٹ آئے ابورافع کہتے ہیں کہ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس شخص (قرض خواہ) کا اونٹ ادا کردوں میں نے عرض کیا کہ میں تو اس سے اچھا رباعی دانت والا اونٹ ہی پا رہا ہوں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے وہ ہی دے دو کہ بہترین شخص وہ ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے۔ مسلم

ممانعت کے باوجود حضور نبی کریم ﷺ نے صدقہ کے اونٹ سے قرض کیسے ادا فرمایا؟

صدقہ کے اونٹ سے قرض ادا کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ حضور نے فقراء پر خیرات کرنے کو قرض لیا ورنہ آپ صدقہ کے اونٹ سے ادا نہ فرماتے اور ہوسکتا ہے کہ اپنے لیے قرض لیا ہو پھر صدقہ کا اونٹ اپنی جیب سے خرید کرادا کر دیا اور وہ قیمت خیرات کر دی ہو۔ ہمارے امام اعظم اس حدیث کو منسوخ فرماتے ہیں۔

اگر فقیر کے لیے قرض لیا تھا تب تو اس کے معنی ظاہر ہیں اور اگر اپنے لیے قرض لیا تھا تو مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ صدقہ کے اونٹ کی قیمت فقیر کو دے دی اونٹ قرض خواہ کو عطا فرمادیا جیسے آج ہم قربانی کی کھال کی قیمت خیرات کر دیتے ہیں، اس صدقہ کی فروخت جائز ہے۔

خیال رہے کہ یہاں حضور انور نے اعلیٰ درجہ کا اونٹ قرض خواہ کو دیا اور اس کی قیمت اپنی طرف سے فقیر کو دی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صدقہ کا مال اس طرح رعایۃً یا مروت کر کے دینا کیسے درست ہے۔ متولی کو چاہیے کہ صدقہ کی بہتری کی تدبیر کرے، گویا یہ اونٹ حضور انور نے خود قرض لے کر ادا فرمایا پھر اس کی قیمت صدقہ میں دی۔

﴿422﴾ رضا مندی سے زیادہ دینے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرٍ :أَنَّهُ كَانَ يَسِيرُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قد أعيى فَمَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ فَضَرَبَهُ فَسَارَ سَيْرًا لَيْسَ يَسِيرُ مِثْلَهُ ثُمَّ قَالَ :بِعْنِيهِ بِوُقِيَّةٍ قَالَ :فَبِعْتُهُ فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ وَفِي رِوَايَةٍ فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ .مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِبِلَالٍ :اقْضِهِ وَزِدْهُ فَأَعْطَاهُ وَزَادَهُ قِيرَاطًا

روایت ہے حضرت جابر سے کہ آپ ایک اونٹ پر سفر کر رہے تھے جو تھک گیا تھا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو اسے مارا تو وہ اونٹ ایسی رفتار سے چلنے لگا کہ ایسا کبھی نہ چلتا تھا پھر حضور نے فرمایا اسے میرے ہاتھ ایک اوقیہ میں بیچ دو میں نے بیچ دیا مگر اپنے گھر تک اس کی سواری کی شرط لگائی پھر جب میں مدینہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹ لایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی قیمت کھری کر دی اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی قیمت عطا فرمائی اور اونٹ بھی واپس دے دیا (مسلم، بخاری) اور بخاری کی ایک روایت ہے کہ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ انہیں قیمت ادا کر دو کچھ زیادہ بھی دے دو تو انہوں نے ایک قیراط زیادہ دیا۔

مذکورہ حدیث میں اصل قرض سے زیادہ دیتے ہوئے آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ انہیں قیمت ادا کر دو کچھ زیادہ بھی دے دو تو انہوں نے ایک قیراط زیادہ دیا۔

جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اصل مال سے زیادہ دینا سود ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

رضا مندی سے زیادہ دینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مقروض بغیر شرط لگائے قرض سے کچھ زیادہ دے دے خواہ وصف کی زیادتی ہو یا تعداد میں زیادتی ہو وہ سود نہیں۔ سود وہ ہے جو قولاً یا عادتاً مشروط ہو۔ لہذا اب احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿423﴾ قرض کے گناہ ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ :قَالَ رَجُلٌ :يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقبلا غير مُدبر يكفر اللَّهُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :نَعَمْ .فَلَمَّا أَدْبَرَ نَادَاهُ فَقَالَ :نَعَمْ إِلَّا الدَّيْنَ كَذَلِكَ قَالَ جِبْرِيلُ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ فرمایئے اگر میں اللہ کی راہ میں صبر کرتے اور طلب اجر کرتے پیچھے ہٹتے نہیں بلکہ آگے بڑھتا مارا جاؤں تو کیا اللہ میری خطائیں مٹا دے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایاہاں جب وہ شخص چل دیا تو اسے پکارا اور فرمایاہاں قرض کے سواء حضرت جبرائیل نے یوں ہی کہا ہے۔ مسلم
مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے قرض کو بظاہر گناہ قرار دیا جبکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ قرض گناہ نہیں اور نبی کریم ﷺ نے خود بھی قرض لیا جیسا کہ حدیث میں ہے،، لہذا قرض کے گناہ اور عدم گناہ کی احادیث میں تعارض واضح ہے

قرض کے گناہ ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اے شخص میرے فرمان کا مطلب غلط نہ سمجھنا ان تمام صفات سے گناہ معاف ہوں گے نہ کہ حقوق خصوصًا حقوق العباد وہ تو ادا کرنے سے ہی معاف ہوں گے، مطلب یہ کہ حضور نے قرض کو گناہ نہیں فرمایا بلکہ حقوق العباد کے طور پر ذکر کیا۔ لہذا اب یہ اعتراض نہیں پڑسکتا ہے کہ قرض گناہوں میں داخل ہی نہ تھا قرض تو حضور نے بھی لیا ہے پھر اس کے استثناء فرمانے کی کیا ضرورت تھی۔

﴿424﴾ حج اور جہاد میں قرض معاف ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن أبي قَتَادَة قَالَ :قَالَ رَجُلٌ :يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيت إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ صَابِرًا مُحتَسِبًا مُقبلا غير مُدبر يكفر اللَّهُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :نَعَم .فَلَمَّا أَدْبَرَ نَادَاهُ فَقَالَ :نَعَمْ إِلَّا الدَّيْنَ كَذَلِكَ قَالَ جِبرِيلُ .رَوَاهُ مُسلِمٌ

روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا رسول اللہ فرمایئے اگر میں اللہ کی راہ میں صبر کرتے اور طلب اجر کرتے پیچھے ہٹتے نہیں بلکہ آگے بڑھتا مارا جاؤں تو کیا اللہ میری خطائیں مٹادے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہاں جب وہ شخص چل دیا تو اسے پکارا اور فرمایاہاں قرض کے سواء حضرت جبرائیل نے یوں ہی کہا ہے۔ مسلم

ایک اور حدیث میں ہے،،

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَحْشٍ قَالَ :كُنَّا جُلُوسًا بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ حَيْثُ يُوضَعُ الْجَنَائِزُ وَرَسُولُ الله جَالِسٌ بَيْنَ ظَهْرَيْنَا فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصره قبل السَّمَاءِ فَنظر ثُمَّ طَأْطَأَ بَصَرَهُ وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ قَالَ :سُبْحَانَ الله سُبْحَانَ الله مَا نَزَلَ مِنَ التَّشْدِيدِ؟ قَالَ :فَسَكَتْنَا يَوْمَنَا وَلَيْلَتَنَا فَلَمْ نَرَ إِلَّا خَيْرًا حَتَّى أَصْبَحْنَا قَالَ مُحَمَّدٌ :فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا التَّشْدِيدُ الَّذِي نَزَلَ؟ قَالَ :فِي الدَّيْنِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ عَاشَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتَّى يُقْضَى دَيْنُهُ .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَفِي شَرْحِ السُّنَّةِ نَحْوَهُ

روایت ہے حضرت محمد ابن عبداللہ ابن جحش سے فرماتے ہیں ہم مسجد کے صحن میں بیٹھے تھے جہاں جنازے رکھے جاتے ہیں

27/27

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی پھر کچھ دیکھا پھر اپنی نگاہ شریف جھکالی اور اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا فرمایا سبحان اللہ، سبحان اللہ کیسی سختی نازل ہوئی فرماتے ہیں ہم ایک دن رات خاموش رہے ہم نے بھلائی کے سواء کچھ نہ دیکھا حتی کہ سویرا ہو گیا محمد (راوی) فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون سی سختی تھی جو نازل ہوئی فرمایا قرض کے متعلق اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں مارا جائے پھر زندہ ہو پھر اللہ کی راہ میں مارا جائے، پھر زندہ ہو، پھر اللہ کی راہ میں مارا جائے، پھر زندہ حالانکہ اس پر قرض ہو تو جنت میں نہیں جا سکتا حتی کہ اس کا قرض ادا کر دیا جائے (احمد) اور شرح سنہ میں اس کی مثل ہے۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے شہادت کے باوجود قرض معاف نہ ہونے کا حکم بیان فرمایا،،

جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا،، حاجی کے قرض بھی معاف ہو جاتے ہیں۔

حج اور جہاد میں قرض معاف ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں شہید کے لئے قرض معاف نہ ہونے کا ذکر فرمایا یہاں نفس قرض کی معافی کا ذکر ہے یعنی نفس قرض معاف نہیں ہوگا یہاں تک کہ جہاد و شہادت سے بھی نہیں ہوگا اور حج کے بیان میں جو قرض کی معافی کا حکم بیان فرمایا وہاں قرض میں ٹال مٹول، جھوٹے وعدے، وقت پر ادا نہ کرنا مراد ہے جیسے بخشش کا وعدہ فرمایا گیا کہ حاجی کے قرض بھی معاف ہو جاتے ہیں یعنی قرض کے یہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿425﴾ حضور کے قرض کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَعْظَمَ الذُّنُوبِ عِنْدَ اللَّهِ أَنْ يَلْقَاهُ بِهَا عَبْدٌ بَعْدَ الْكَبَائِرِ الَّتِي نَهَى اللَّهُ عَنْهَا أَنْ يَمُوتَ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ لَا يَدَعُ لَهُ قَضَاءً. رَوَاهُ أَحْمد وَأَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان بڑے گناہوں کے بعد جن سے اللہ نے منع کیا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ انسان مقروض ہو کر مرے جس کی ادا نہ چھوڑے۔

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،، مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا،، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان بڑے گناہوں کے بعد جن سے اللہ نے منع کیا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ انسان مقروض ہو کر مرے جس کی ادا نہ چھوڑے،، جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے وصال کے بعد مقروض تھے اور حضرت ابو بکر صدیق نے آپ کا قرض ادا کیا اور آپ نے اپنی زرہ قرض میں گروی رکھی ہوئی تھی۔ احادیث میں بہت بڑا تعارض ہے۔

حضور کے قرض کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ قرض لینا گناہ کبیرہ نہیں کیونکہ اسے فرمایا گیا بعد الکبائر اور نہ بذات خود ممنوع ہے۔ قرض اس وقت منع ہے جب کہ ان کے ذریعہ لوگوں کے حقوق مارے جائیں اور ممکن ہے کہ یہاں قرض سے وہ قرض مراد ہوں جو انسان بلاضرورت یا حرام رسمیں پوری کرنے کے لیے لے اور ادا کرنے کی نیت نہ ہو، ورنہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو آپ کی زرہ قرض میں گروی تھی اور آپ نے کچھ مال میراث یا ادائے قرض کے واسطے نہ چھوڑا۔ حجرہ وغیرہ جو کچھ تھا وہ وقف تھا صدیق اکبر نے آپ کا قرض ادا کیا، لہذا پہلی حدیث دوسری حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿426﴾ اطاعت مصطفیٰ کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :صَاحِبُ الدَّيْنِ مَأْسُوْرٌ بِدَيْنِهٖ يَشْكُوْ إِلَى رَبِّهٖ الْوَحْدَةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .رَوَاهُ فِي شرح السنة وَرُوِيَ أَنَّ مُعَاذًا كَانَ يَدَّانُ فَأَتَى غُرَمَاؤُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَاعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهُ كُلَّهُ فِي دَيْنِهٖ حَتّٰى قَامَ مُعَاذٌ بِغَيْرِ شَيْءٍ .مُرْسَلٌ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيحِ .وَلَمْ أَجِدْهُ فِي الْأُصُوْلِ إِلَّا فِي الْمُنْتَقٰى وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ :كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ شَابًّا سَخِيًّا وَكَانَ لَا يُمْسِكُ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ يَدَّانُ حَتّٰى أَغْرَقَ مَالَهُ كُلَّهُ فِي الدَّيْنِ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ لِيُكَلِّمَ غُرَمَاءَهُ فَلَوْ تَرَكُوْا لِأَحَدٍ لَتَرَكُوْا لِمُعَاذٍ لِأَجْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَاعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهُ حَتّٰى قَامَ مُعَاذٌ بِغَيْرِ شَيْءٍ .رَوَاهُ سَعِيد فِي سننه مُرْسَلًا

روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن مقروض اپنے قرض میں گرفتار رہے گا حتی کہ اپنے رب سے تنہائی کی شکایت کرے گا (شرح سنہ) اور مروی ہے کہ حضرت معاذ مقروض ہو جاتے تھے ان کے قرض خواہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قرض میں ان کا سارا مال بیچ دیا حتی کہ حضرت معاذ خالی ہاتھ اٹھ گئے یہ مصابیح کے لفظ ہیں اسے میں نے منتقیٰ کے سوا کسی اصول کی کتاب میں نہ پایا وہاں عبدالرحمان ابن کعب ابن مالک سے روایت کی فرمایا حضرت معاذ ابن جبل سخی جوان تھے کچھ بچاتے نہ تھے وہ قرض لیتے رہے حتی کہ ان کا سارا مال قرض میں ڈوب گیا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ حضور انکے قرض خواہوں سے کچھ کہہ سنا دیں تو اگر وہ لوگ کسی کے لیے چھوڑنے والے ہوتے تو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر معاذ کے لیے ضرور چھوڑ تے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وجہ سے معاذ کا سارا مال بیچ دیا حتی کہ حضرت معاذ کسی چیز کے بغیر اٹھ کھڑے ہوئے۔ سعید نے ارسالا اپنی سنن سے روایت کی۔

مذکورہ حدیث میں قرض خواہوں نے حضور ﷺ کے کہنے کے باوجود حضرت معاذ کو رعایت نہ دی،، جبکہ اس کے برعکس قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا حکم اس طرح ارشاد فرمایا،،

،،اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ،، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

اطاعت مصطفٰی کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں قرض خواہوں نے حضور انور کی سفارش نہ مانی نہ تو قرض معاف کیا، اور نہ ہی مہلت دی۔ خیال رہے کہ حضور انور نے قرض خواہوں سے سفارش فرمائی تھی، حکم نہ دیا تھا اور پیغمبر کی سفارش یا مشورہ ماننا بہتر ہے واجب نہیں، حکم ماننا واجب ہے۔ حدیث میں سفارش کا ذکر ہے اور آیت میں حکم کا، صحابہ نے حضور کی سفارش سے معذرت کی حضور کے حکم سے انکار نہیں کیا۔ لہذا آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿427﴾ قرض کا عوض شکریہ ہے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن عبد الله بن أبي ربيعة قَالَ :اسْتَقْرَضَ مِنِّي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ أَلْفًا فَجَاءَهُ مَالٌ فَدَفَعَهُ إِلَيَّ وَقَالَ :بَارَكَ اللَّهُ تَعَالَى فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ إِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَالْأَدَاءُ . رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی ربیعہ سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم نے چالیس ہزار قرض لیے پھر آپ کے پاس مال آیا تو مجھے ادا فرمادیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے گھر بار اور مال میں برکت دے قرض کا عوض شکریہ اور ادا ہے۔ نسائی

مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ قرض کا عوض شکریہ اور ادا ہے،، جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں اسطرح ہے

وَعَنْ جَابِرٍ :أَنَّهُ كَانَ يَسِيرُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قد أعيى فَمَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ فَضَرَبَهُ فَسَارَ سَيْرًا لَيْسَ يَسِيرُ مِثْلَهُ ثُمَّ قَالَ :بِعْنِيهِ بِوُقِيَّةٍ قَالَ :فَبِعْتُهُ فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ وَفِي رِوَايَةٍ فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ .مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِبِلَالٍ :اقْضِهِ وَزِدْهُ فَأَعْطَاهُ وَزَادَهُ قِيرَاطًا

روایت ہے حضرت جابر سے کہ آپ ایک اونٹ پر سفر کر رہے تھے جو تھک گیا تھا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو اسے مارا تو وہ اونٹ ایسی رفتار سے چلنے لگا کہ ایسا کبھی نہ چلتا تھا پھر حضور نے فرمایا اسے میرے ہاتھ ایک اوقیہ میں بیچ دو

میں نے بیچ دیا مگر اپنے گھر تک اس کی سواری کی شرط لگائی پھر جب میں مدینہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹ لایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی قیمت کھری کر دی اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی قیمت عطا فرمائی اور اونٹ بھی واپس دے دیا (مسلم، بخاری) اور بخاری کی ایک روایت ہے کہ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ انہیں قیمت ادا کر دو کچھ زیادہ بھی دے دو تو انہوں نے ایک قیراط زیادہ دیا۔

مذکورہ حدیث میں اصل قرض سے زیادہ دیتے ہوئے آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ انہیں قیمت ادا کر دو کچھ زیادہ بھی دے دو تو انہوں نے ایک قیراط زیادہ دیا۔ احادیث میں تعارض واضح ہے

قرض کا عوض شکریہ ہے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پہلی حدیث سے اشارۃً معلوم ہوا کہ قرض پورا ادا کرے زیادہ نہ دے کیونکہ اِنَّمَا حصر کے لیے آتا ہے لیکن یہاں وجوب ولزوم کا ذکر ہے کہ مقروض پر ادا اور دعا دونوں لازم ہیں۔ رہی زیادتی وہ مقروض کی مہربانی ہے لہذا یہ حدیث زیادہ دینے کی احادیث کے خلاف نہیں اور نہ ہی ان میں کوئی تعارض ہے۔ معلوم ہوا کہ مقروض دلی تنگی سے قرض ادا نہ کرے بلکہ خوش دلی سے دے اور دعائیں بھی دے کہ قرض خواہ نے قرض دے کر اس پر مہربانی کی۔

﴿428﴾ بدلہ لینے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ

روایت ہے ان ہی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ حضور نے فرمایا کہ جو تم سے امانتداری کرے اس کی امانت ادا کرو اور جو تم سے خیانت کرے اس سے تم خیانت نہ کرو (ترمذی، ابوداود، دارمی)

مذکورہ حدیث میں فرمایا جو تم سے خیانت کرے اس سے تم خیانت نہ کرو،، جب کہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے،،

"اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ" جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان (کاٹا جائے)۔ آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

بدلہ لینے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کے جواب میں علماء فرماتے ہیں کہ حدیث فتویٰ پر شامل ہو سکتی ہے اور تقویٰ پر بھی، فتویٰ یہ ہے کہ خائن سے بقدر خیانت بدلہ لے سکتے ہیں، اگر کسی نے تمہارے سو روپے مار لیے تو جب کبھی وہ تمہارے پاس اپنی کچھ رقم امانت یا قرض دے تو اپنا حق وضع کر کے باقی مال اسے دو کہ یہ وضع خیانت نہیں بلکہ اپنا حق وصول کرنا ہے، مگر تقویٰ یہ ہے کہ ایسے شخص سے بھی بدلہ میں یہ معاملہ نہ کرے، اپنا حق علیحدہ مانگے مگر اس کا یہ حق پورا ادا کرے، یہ اعلیٰ درجہ کا اخلاق ہے، حدیث پاک میں تقویٰ کا

درس دیا گیا ہے اور آیت کریمہ میں فتوی کا دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ رب تعالی فرماتا ہے": اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ "۔ حضور فرماتے ہیں" واحسن اِلى من اساءَ اليك" جوتم سے برائی کرے تم اس سے بھلائی کرو۔ خیال رہے کہ کافر حربی کی بھی خیانت جائز نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر ان خون کے پیاسے دشمنوں کی امانتیں ادا کیں جنہوں نے قتل کے ارادے سے حضور کا گھر گھیر لیا تھا، حضرت علی کو حضور نے مکہ معظمہ چھوڑا اور آپ صدیق اکبر کے ساتھ روانہ ہو گئے، حضرت علی سے فرما گئے کہ ان ہی لوگوں کی میرے پاس امانتیں ہیں تم وہ ادا کر کے مدینہ آ جانا۔

﴿429﴾ سات زمینوں کے طوق کی احادیث میں تعارض:

عَن سعيد بْنِ زَيْدٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سبع أَرضين

روایت ہے حضرت سعد ابن زید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بالشت بھر زمین ظلمًا لے لے تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا،، جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح بیان ہوا،،

عَن سَالم عَنْ أَبِيهِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سبع أَرضين .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت سالم سے وہ اپنے باپ سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زمین کا کچھ حصہ ناحق لے لے اسے قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔ بخاری

سات زمینوں کے طوق کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ پہلے تو اس غاصب کو زمین کے سات طبق کا طوق پہنایا جائے گا، پھر اسے زمین میں دھنسایا جائے گا لہذا جن احادیث میں ہے کہ اسے زمین میں دھنسایا جائے گا وہ احادیث اس حدیث کے خلاف نہیں، یہ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کہ کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

﴿430﴾ بغیر اجازت دودھ دوہنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِءٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يُؤْتى مشربته فتكسر خزانته فَيَنْتَقل طَعَامُهُ وَإِنَّمَا يَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوعُ مَوَاشِيهِمْ أَطعِمَاتِهِمْ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی کسی کا جانور بغیر اس کی اجازت کے نہ

دوہے کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ کوئی اس کے بالا خانہ پر گھس آئے پھر اس کا خزانہ توڑ کر غلہ لے جائے اور لوگوں کے جانوروں کے تھن ان کی غذاؤں کے خزانہ ہیں۔ مسلم

مذکورہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اہل عرب اس طرح دودھ کی چوری بھی کرتے تھے کہ کسی کا جانور پکڑا دودھ دوہ لیا یہ حرام ہے۔ جبکہ دوری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

حدیث ہجرت ہے کہ صدیق اکبر نے بحالت سفر ایک قریش کے غلام سے اس کی بکری کا دودھ دوہلوایا اور خرید کر حضور کو پلایا، حالانکہ بکری کا مالک وہاں موجود نہ تھا، ایک اور حدیث میں ہے،،

وَعَنِ الحسن عَن سَمُرَة أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ عَلَى مَاشِيَةٍ فَإِنْ كَانَ فِيهَا صَاحِبُهَا فَلْيَسْتَأْذِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا فَلْيُصَوِّتْ ثَلَاثًا فَإِنْ أَجَابَهُ أَحَدٌ فَلْيَسْتَأْذِنْهُ وَإِنْ لَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ وَلَا يَحْمِلْ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت حسن سے وہ حضرت سمرہ سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جانوروں پر آئے تو اگر ان میں ان کا مالک موجود ہو تب تو اس سے اجازت لے لے اور اگر وہاں مالک نہ ہو تو تین آوازیں دے اگر کوئی اس کی آواز کا جواب دے تو اس سے اجازت لے لے اور اگر کوئی جواب نہ دے تو دوہ لے اور پی لے مگر لے نہ جائے ابوداؤد۔ احادیث آپس میں متعارض ہیں۔

بغیر اجازت پھل اور دودھ دوہنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کی تطبیق یہ ہے کہ جیسے کسی کا مال بغیر اجازت اس کے گھر سے لینا حرام ہے ایسے ہی کسی کے جانور کا دودھ مالک کی اجازت کے بغیر دوہ لینا حرام ہے، کسی کا جانور بغیر اجازت نہ دوہے، ہاں مخمصہ یعنی سخت بھوک کی حالت میں اجازت ہے کہ اس طرح دوہ کر پی لے اور جان بچالے۔ مطلب یہ کہ جس حدیث میں دوہنے سے منع کیا گیا وہ عام حالت ہے اور جس میں دوہ کر پینے کی اجازت دی گئی وہ اضطراری حالت ہے لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

بعض احادیث میں بلا اجازت پھل کھانے کی بھی اجازت دی گئی ہے یہ حدیث بھی مخمصہ کی حالت کے لیے ہے جب کہ بھوک سے جان نکل رہی ہو تو بلا اجازت پھل کھا لینا جائز ہے، ورنہ غیر کا مال بغیر اجازت لینا کس طرح درست ہوسکتا ہے، یوں ہی کسی کے باغ کے پھل اس کی اجازت کے بغیر نہ توڑے نہ کھائے، نہ اٹھائے نہ لے جائے۔ جن احادیث میں اجازت ہے کہ کھائے مگر لے نہ جائے وہاں بھی مخمصہ کی حالت مراد ہے کہ بھوکے کی جان پر بن گئی ہے وہ یہ کھا کر جان بچائے، ہاں جنگلی پھل کسی کی ملک نہیں جیسے کوکن بیر وہ شکار کے جانور کی طرح کسی کی ملک نہیں جو چاہے کھائے۔

﴿431﴾ جسم کا مثلہ کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن عبد الله بن يزيد عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَنَّهُ نهى عَن النهبة والمثلة .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے عبداللہ ابن یزید سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور نے لوٹ مار کرنے اور ناک کان کاٹنے سے منع فرمایا۔ بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے،، حضور انور نے ناک کان کاٹنے سے منع فرمایا۔ جبکہ آیت کریمہ میں ہے،،"اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ" جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان (کاٹا جائے)۔

جسم کا مثلہ کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ کسی کے ظلما ناک کان کاٹنا قطعا جائز نہیں لیکن علاجا وقصاصا ناک کان کاٹنا جائز کہ وہ مثلہ نہیں بلکہ علاج یا قصاص ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں"اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ"الخ۔ اہل عرب جنگوں میں مقتولین کے ناک کان کاٹ ڈالتے تھے اور ایک دو مہمانوں کی آمد پر زندہ بکری کا ہاتھ یا پیر کاٹ کر پکا لیتے تھے یہاں اس سے منع فرمایا گیا۔

﴿432﴾ بنجر زمین کو آباد کرنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ سعيد بِنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :من أَحيى أَرضًا مَيتَةً فَهِيَ لَهُ وَلَيس لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حق .رَوَاهُ أَحْمد وَالتِّرْمِذِيّ وَأَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت سعید ابن زید سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حضور نے فرمایا جو بنجر زمین کو آباد کرے وہ اس کی ہے کسی ظالم رگ کا اس میں کوئی حق نہیں (احمد، ترمذی، ابوداؤد) اور مالک نے ارسالاً حضرت عروہ سے روایت کی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنها عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَنْ عَمَرَ أَرْضًا لَيْسَت لِأَحدٍ فَهُوَ أَحقُّ .قَالَ عُرْوَةُ :قَضَى بِهِ عُمَرُ فِي خِلَافَتِهِ .رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا جو کسی ایسی زمین کو آباد کرے جو کسی کی ملک نہ ہو تو وہ ہی اس کا حقدار ہے، عروہ فرماتے ہیں کہ جناب عمر نے اپنی خلافت میں اسی پر فیصلہ کیا (بخاری)

مذکورہ حدیثوں میں ہے،، جو بنجر زمین کو آباد کرے وہ اس کی ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے،،

دوسری روایت میں ہے ،، للمرأ الا مَاطَابَت بِه نفس بِه،، انسان اس زمین کا مالک ہے جس پر سلطان راضی ہو۔

بنجر زمین کو آباد کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

زمین میت وہ زمین ہے جو نہ تو کسی کی ملکیت ہو نہ اس سے بستی کے فوائد وابستہ ہوں ایسی زمین کو آباد کرنے والا اس کا مالک ہو جائے گا۔ صاحبین اور امام شافعی اس حدیث کو مطلق رکھتے ہیں حاکم کی اجازت کی قید نہیں لگاتے مگر امام اعظم سلطان کی اجازت ضروری فرماتے ہیں یعنی اگر حکومت کی اجازت سے آباد ہوئی ہے تو آباد کار اس کا مالک ہے ورنہ نہیں، ان حضرات کے ہاں یہ فرمان عالی مذہبی قانون ہے، امام اعظم کے ہاں سیاسی حکم تھا یعنی حضور انور سلطان تھے آپ نے لوگوں کو اجازت دی تھی کہ بنجر زمینیں آباد کرو تم مالک ہو، اگر اب بھی بادشاہ یہ اعلان کردے تو حکم نافذ ہوگا۔

﴿433﴾ زمین میں احاطہ بنانے اور آباد کرنے کی احادیث میں تعارض:

عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَنْ أَحَاطَ حَائِطًا عَلَى الْأَرْضِ فَهُوَ لَهُ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

روایت ہے حضرت حسن سے وہ حضرت سمرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں فرمایا جو کسی زمین پر احاطہ بنائے تو وہ زمین اسی کی ہوگی۔ ابوداؤد

عَن سعيد بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :من أحيى أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حق .رَوَاهُ أَحْمد وَالتِّرْمِذِيّ وَأَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت سعید ابن زید سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حضور نے فرمایا جو بنجر زمین کو آباد کرے وہ اس کی ہے کسی ظالم رگ کا اس میں کوئی حق نہیں (احمد، ترمذی، ابوداؤد) اور مالک نے ارسالاً حضرت عروہ سے روایت کی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔ پہلی حدیث میں ہے،، فرمایا جو کسی زمین پر احاطہ بنائے تو وہ زمین اسی کی ہوگی۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے،، فرمایا جو بنجر زمین کو آباد کرے وہ اس کی ہے۔

زمین میں احاطہ بنانے اور آباد کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

احاطہ سے مراد اپنے یا اپنے جانوروں کے رہنے کے مکان کے لیے احاطہ ہے یعنی جو شخص غیر مملوک زمین میں اپنے مکان یا اصطبل کے لیے دیوار کھینچ لے وہ زمین اس کی ہوگی کہ یہ بھی آباد کرنے کے معنی میں آتی ہے۔ دونوں احادیث کا مقصد ایک ہی ہے لہذا کوئی تعارض نہیں ہے۔

﴿434﴾ چوری کے جواز کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ عَلَى مَاشِيَةٍ فَإِنْ

كَانَ فِيهَا صَاحِبُهَا فَلْيَسْتَأْذِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا فَلْيُصَوِّتْ ثَلَاثًا فَإِنْ أَجَابَهُ أَحَدٌ فَلْيَسْتَأْذِنْهُ وَإِنْ لَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ وَلَا يَحْمِلْ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت حسن سے وہ حضرت سمرہ سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جانوروں پر آئے تو اگر ان میں ان کا مالک موجود ہو تب تو اس سے اجازت لے لے اور اگر وہاں مالک نہ ہو تو تین آوازیں دے اگر کوئی اس کی آواز کا جواب دے تو اس سے اجازت لے لے اور اگر کوئی جواب نہ دے تو دودھ لے اور پی لے مگر لے نہ جائے اور اجازت لیکر جانور دوہے، دودھ پیئے کہ مالک کی اجازت بغیر کسی کی چیز استعمال کر سکتے ہیں۔

چوری کے جواز کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کی تطبیق یہ ہے کہ یہ حکم اس مجبور و مضطر کے لیے ہے جو بھوک سے مر رہا ہو اور کوئی کھانے کی چیز میسر نہ ہو وہ ایسی مجبوری میں اس جانور کا دودھ بغیر مالک کی اجازت بھی پی لے بلکہ اگر مالک موجود ہو اور اجازت نہ دے تب بھی پی لے کہ جان جارہی ہے اس کا بچانا ضروری ہے، پھر جب خدا دے تو اس کی قیمت مالک کو ادا کر دے اور یہ پینا بھی بقدر ضرورت جائز ہے جس سے جان بچ جائے، بلا ضرورت یا ضرورت سے زیادہ ہرگز نہ پیئے۔ ایسی مجبوری میں تو مردار بلکہ سور وغیرہ حرام گوشت بھی حلال ہو جاتے ہیں، رب فرماتا ہے "فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ" اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے نہ جائے کہ یہ ضرورت سے زیادہ ہے لہذا حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿435﴾ زمین میں دھنسائے جانے کی احادیث میں تعارض:

عَن سَالِم عَنْ أَبِيهِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سبع أرضين .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت سالم سے وہ اپنے باپ سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زمین کا کچھ حصہ ناحق لے لے اسے قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔ بخاری

عَن سعيد بن زَيْدٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سبع أرضين

روایت ہے حضرت سعد ابن زید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بالشت بھر زمین ظلماً لے لے تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا مسلم، بخاری

زمین میں دھنسائے جانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کے دو جواب ہیں (ا) پہلا جواب یہ ہے کہ بعض غاصبین زمین کو دھنسانے کی سزا دی جائے گی اور بعض کے گلے میں

طوق بنا کر ڈالی جائے گی لہذا یہ حدیث طوق والی حدیث کے خلاف نہیں۔(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ایک ہی غاصب کو دو وقت میں یہ دو عذاب ہوں۔ایک اور حدیث میں کچھ اس طرح ہے،،

وَعَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :أَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ كَلَّفَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَحْفِرَهُ حَتَّى يَبْلُغَ آخِرَ سَبْعِ أَرَضِينَ ثُمَّ يُطَوَّقَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ .رَوَاهُ أَحْمد

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص ظلمًا بالشت بھر زمین لے لے اللہ اسے اس کا مکلّف کرے گا اسے سات زمینوں کی تہ تک کھودے پھر قیامت کے دن تک اس کا طوق پہنائے گا حتی کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔احمد

یہ غاصب زمین کا تیسرا عذاب ہے یا ایک ہی شخص کو یہ تینوں عذاب تین وقت میں دیئے جائیں گے یا کسی کو وہ گزشتہ عذاب اور کسی کو یہ یعنی یہ شخص خود سات تہ زمین تک بورنگ (Boring) کرے اور خود ہی اپنے گلے میں طوق بنا کر پہنے پھرے۔

﴿436﴾ بروز حشر اعلانیہ سزا کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :أَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ كَلَّفَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَحْفِرَهُ حَتَّى يَبْلُغَ آخِرَ سَبْعِ أَرَضِينَ ثُمَّ يُطَوَّقَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ .رَوَاهُ أَحْمد

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص ظلمًا بالشت بھر زمین لے لے اللہ اسے اس کا مکلّف کرے گا اسے سات زمینوں کی تہ تک کھودے پھر قیامت کے دن تک اس کا طوق پہنائے گا حتی کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔احمد

مذکورہ حدیث میں ہے کہ غاصب کو اعلانیہ سزا دی جائے گی،، جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے،،

کہ بروز حشر اللہ تعالی چھپ کر اپنے بندوں کا احتساب کرے گا۔

بروز حشر اعلانیہ سزا کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ بروز قیامت مؤمن کے بعض علانیہ گناہوں کی سزا اعلانیہ ہوگی اور بعض گناہوں کی سزا پوشیدہ جو گناہ اعلانیہ کیے ہوں گے ان کی سزا اعلانیہ اور جو چھپ کر کیے ہوں گے ان کی سزا بھی چھپ کر دی جائے گی،لہذا یہ حدیث پردہ پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں۔

﴿437﴾ پڑوسی کو حق شفعہ حاصل ہونے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ :قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس زمین پر شفعہ کا فیصلہ فرمایا جو تقسیم نہ کی گئی ہو مگر جب حدیں مقرر ہوگئیں اور راستے پھیر دیئے گئے تو شفعہ نہیں ۔ بخاری

وَعَنْهُ قَالَ :قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ شَرِكَةٍ لَمْ تُقْسَمْ رَبْعَةٍ أَوْ حَائِطٍ :لَا يَحِلُّ لَهُ أَن يَبِيع حَتَّى يُؤْذن شَرِيكه فَإِن شَاءَ أَخَذَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ فَإِذَا بَاعَ وَلَمْ يُؤْذِنْهُ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مشترکہ زمین میں جو تقسیم نہ کی گئی ہو شفعہ کا حکم دیا گھر ہو باغ کہ اپنے ساجھی کو خبر دیئے بغیر اسے بیچنا جائز نہیں پھر وہ ساجھی اگر چاہے لے لے اگر چاہے چھوڑ دے اور اگر اسے بغیر خبر دیئے بیچ دیا تو وہ ہی اس کا حق دار ہوگا۔ مسلم

ان دونوں حدیثوں میں پڑوسی کے حق شفعہ کی نفی ہے جبکہ ان احادیث کے برعکس اگلی دونوں حدیثوں میں کچھ اس طرح ہے

وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت ابو رافع سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنا پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے حق دار ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :الْجَارُ أَحَقُّ بِشُفْعَتِهِ يُنْتَظَرُ لَهَا وَإِنْ كَانَ غَائِبًا إِذَا كَانَ طَرِيقُهُمَا وَاحِدًا .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ .والدارمی

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پڑوسی اپنے شفعہ کا حق دار ہے اس کا انتظار کیا جائے اگرچہ وہ غائب ہو جب کہ دونوں کا راستہ ایک ہو (احمد، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ، دارمی)

پڑوسی کو حق شفعہ حاصل ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

آخری دونوں حدیثوں میں ہے کہ پڑوسی کو حق شفعہ ملتا ہے، اور پہلی دونوں حدیثیں جو ابھی پیچھے گزری ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر ایک زمین یا مکان میں کوئی شریک ہے اور دوسرا پڑوسی تو اس کا حق شفعہ شریک کو ملے گا نہ کہ پڑوسی کو یہی اس پہلی حدیث کا مطلب ہے۔ یعنی پہلی دونوں حدیثوں کے معنی یہ ہیں کہ شفعہ شرکت نہ رہا کیونکہ شرکت تو ختم ہوچکی، رہا شفعہ جوار یعنی پڑوسی کی وجہ سے حق شفعہ یہ دوسری احادیث سے ثابت ہے لہذا یہ جملہ ان احادیث کے خلاف نہیں کہ اس میں مطلقاً شفعہ کی

نفی نہیں شفعہ شرکت کی نفی ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

سب سے پہلی حدیث میں یہ بات بھی ہے کہ جس زمین میں دو شخص شریک ہیں ان میں سے ایک شخص اپنا حصہ فروخت کر رہا ہے تو دوسرا شریک ہی خریدے گا، اگر یہ نہ خریدے تو دوسرا خرید سکتا ہے، اگر اس شریک کی بے خبری میں یہ زمین وغیرہ فروخت ہوگئی تو شریک مطلع ہو کر وہ بیع ختم کرا سکتا ہے۔ اس حدیث کا عموم بتا رہا ہے کہ زمین قابل تقسیم ہو یا نہ ہو بہر حال حق شفعہ اس میں ہوگا، امام شافعی کے ہاں نا قابل تقسیم میں شفعہ نہیں، یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔

ایک اور حدیث میں پیدا ہونے والے شبہ کا ازلہ:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :إِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فِي الْأَرْضِ فَلَا شُفْعَةَ فِيهَا .وَلَا شُفْعَةَ فِي بِئْرٍ وَلَا فَحلِ النَخلِ .رَوَاهُ مَالِكٌ

روایت ہے حضرت عثمان ابن عفان سے فرماتے ہیں جب زمین میں حدیں مقرر کر دی جائیں تو اس میں شفعہ نہیں اور نہ کنوئیں میں شفعہ ہے نہ نر کھجور میں۔ مالک

یعنی اگر مشترک زمین کو تقسیم کر کے ہر حصہ کی حدود قائم کر لی جائیں تو شرکت کا شفعہ جاتا رہا، اب اگر ہوگا تو شفعہ جوار ہوگا، اس کی بحث پہلے ہو چکی لہذا یہ حدیث شفعہ جوار کی احادیث کے خلاف نہیں۔

﴿438﴾ منقولہ چیزوں میں شفعہ کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :الشَّرِيكُ شَفِيعٌ وَالشُّفْعَةُ فِي كُلِ شَيْءٍ . رَوَاهُ التِّرمِذِيّ قَالَ: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَهُوَ أَصَح

روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ساجھی شفیع ہے اور شفعہ ہر چیز میں ہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث ابن ابی ملیکہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق ارسال مروی ہے یہ ہی زیادہ صحیح ہے۔

مذکورہ حدیث میں فرمایا، ،شفعہ ہر چیز میں ہے، ،یعنی منقولی اور غیر منقولی ہر چیز میں شفعہ ہے، ،جبکہ اگلی حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح فرمایا، ،

وَعَنْهُ قَالَ :قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ شَرِكَةٍ لَمْ تُقْسَمْ رَبْعَةٍ أَوْ حَائِطٍ :لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَبِيعَ حَتَّى يُؤْذِنَ شَرِيكَه فَإِنْ شَاءَ أَخَذَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ فَإِذَا بَاعَ وَلَمْ يُؤْذِنْهُ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مشترکہ زمین میں جو تقسیم نہ کی گئی ہو شفعہ کا حکم دیا گھر

ہو باغ کہ اپنے ساجھی کو خبر دیئے بغیر اسے بیچنا جائز نہیں پھر وہ ساجھی اگر چاہے لے لے اگر چاہے چھوڑ دے اور اگر اسے بغیر خبر دیئے بیچ دیا تو وہ ہی اس کا حق دار ہوگا۔ مسلم

اس سے معلوم ہوا کہ شفعہ صرف غیر منقول چیزوں میں ہوگا جیسے گھر، باغ کھیت وغیرہ، منقولی چیز میں شفعہ نہیں جیسے جانور، سامان وغیرہ۔ جبکہ پہلی حدیث میں منقولی چیز میں بھی شفعہ کا ثبوت ہے،، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

منقولہ چیزوں میں شفعہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کی تطبیق یہ ہے کہ پہلی حدیث میں جو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شفعہ ہر چیز میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر غیر منقولی یا ہر قابل شفیع چیز میں شفعہ ہے، منقولی چیزوں میں شفعہ نہیں۔ اب احادیث میں تعارض بھی نہیں۔

﴿439﴾ مساقات ومزارعت کی احادیث میں تعارض:

پہلی یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ کسی سے اپنے باغ کو پانی دلوانا کچھ حصہ پیداوار کے عوض پر مساقات کہلاتا ہے یا ورکسی کو ٹھیکہ پر زمین دینا کہ میری زمین کاشت تم کرو پیداوار میں تمہارا اتنا حصہ مزارعت کہلاتا ہے۔ مساقات باغ میں ہوتی ہے، مزارعت کھیت میں، یہ دونوں مساقات مزارعت امام اعظم کے ہاں ممنوع ہیں، صاحبین اور باقی اماموں کے ہاں درست، فتویٰ قول صاحبین پر ہے۔ امام اعظم فرماتے ہیں اس میں نامعلوم بلکہ معدوم چیز پر کرایہ ہے، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے منع فرمایا، شاید امام اعظم کو یہ احادیث پہنچی نہیں۔ واللہ اعلم!

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَ إِلَى يَهُودِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَأَرْضَهَا عَلَى أَنْ يَعْتَمِلُوهَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَلِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَطْرُ ثَمَرِهَا .رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَعْمَلُوهَا ويزرعوها وَلَهُم شطر مَا يخرج مِنْهَا

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہود کو خیبر کے کھجور کے باغ اور وہاں کی زمین اس شرط پر دی کہ اس میں اپنے مالوں سے کام کریں اور اس کے آدھے پھل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوں (مسلم) اور بخاری کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر یہود کو اس شرط پر دیا کہ کام کاج کریں اسے جوتیں بوئیں اور پیداوار کا آدھا ان کا ہوگا۔

وَعنهُ قَالَ :كُنَّا نخبر وَلَا نَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا حَتَّى زَعَمَ رَافِعُ ابْن خَدِيجٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا فَتَرَكْنَاهَا مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں ہم کھیتی باڑی کراتے تھے اور اس میں کچھ حرج نہ جانتے تھے حتی کہ رافع ابن خدیج نے

فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تب اس وجہ سے ہم نے یہ کام چھوڑ دیا۔ مسلم

مخابرہ کے وہی معنی ہیں جو ابھی عرض کیے گئے کہ زمین ایک کی ہو محنت دوسرے کی پیداوار مشترک۔

اس حدیث کے ظاہری معنے یہ ہیں کہ کھیتی باڑی کسی اور سے کرانا مطلقاً ممنوع ہے۔ جبکہ پہلی میں اس کا جواز ہے۔

مساقات ومزارعت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح فرمایا اور وہاں سے یہود کو نکالنا چاہا تو انہوں نے عاجزی سے عرض کیا کہ ہمیں یہیں رہنے دیں اور جو چاہیں شرط لگالیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم جب تک چاہیں گے تمہیں رکھیں گے اس شرط پر کہ یہاں کی تمام زمین ہماری ہوگی، باغبانی اور کاشتکاری کی محنت تم کرو گے اس کا سامان بھی تمہارا ہوگا، ہل بیل چرسہ وغیرہ جو کچھ پیداواری ہوگی وہ آدھی تمہاری آدھی ہماری۔ چنانچہ زمانہ نبوی وعہد صدیقی میں ایسا ہی رہا، شروع خلافت فاروقی میں تو اس پر عمل رہا مگر بعد میں آپ نے ان یہود کو اریحا اور شام کی طرف نکال دیا۔ خیال رہے کہ یہودی بڑے موذی وغدار تھے، مدینہ منورہ کے نکالے ہوئے بنی نضیر بھی یہیں آبسے تھے، غزوہ خندق انہی کی حرکتوں سے واقع ہوا اللہ نے بچالیا ورنہ یہ تو ختم کر چکے تھے یہ تو حضور کی وسعت قلبی تھی جو انہیں اتنی رعایتیں عطا فرمائیں، آجکل کی سی کوئی حکومت ہوتی تو دنیا سے ایسے غداروں کا بیج مٹا دیتی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مزارعت وغیرہ میں ایک فریق کے حصے کا ہی ذکر کیا جائے دوسرے سے خاموشی رہے تب بھی جائز ہے کیونکہ دوسرے کا حصہ خود بخود معلوم ہو جاتا ہے اور یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام وہ مسلمان مراد ہیں جن کا خیبر میں حصہ تھا، ذکر صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے مگر مراد امت بھی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کا کچھ حصہ صلح سے اور کچھ جنگ سے قبضہ میں آیا اسی لیے وہاں کے یہود غلام نہ بنائے گئے، یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہے جو مزارعت ومساقات دونوں کو جائز کہتے ہیں، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جن احادیث میں مخابرہ سے منع کیا گیا وہاں وہ صورت مراد ہے کہ اجرت کے لیے کسی خاص حصے کی پیداوار مقرر ہو کہ اس حصے کی پیداوار تیری ہوگی باقی میری لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿440﴾ زمین کرایہ یا ٹھیکہ پر دینے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمَّايَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُكْرُونَ الْأَرْضَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْأَرْبِعَاءِ أَوْ شَيْءٍ يَسْتَثْنِيهِ صَاحِبُ الْأَرْضِ فَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقُلْتُ لِرَافِعٍ: فَكَيْفَ هِيَ بِالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ؟ فَقَالَ: لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ وَكَأَنَّ الَّذِي نُهِيَ عَنْ ذَلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيهِ ذَوُو الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيزُوهُ لِمَا فِيهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ

روایت ہے حضرت حنظلہ ابن قیس سے وہ حضرت رافع ابن خدیج سے راوی فرماتے ہیں مجھے میرے چچا نے خبر دی کہ صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زمین کرایہ پر دیتے تھے اس کے عوض جو نالیوں پر اُگ جائے یا اس چیز پر جسے زمین والا بیان کر دیتا تھا ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا میں نے حضرت رافع سے کہا کہ درہم و دینار کے عوض کیا ہے فرمایا اس میں حرج نہیں اور جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا وہ تو ایسی صاف چیز ہے کہ اگر حلال وحرام کی سمجھ رکھے اس میں غور کرے تو اسے جائز نہ رکھے کیونکہ اس میں جوا سا ہے۔ مسلم، بخاری

ایک اور حدیث میں ہے،،

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ :زَعَمَ ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَارَعَةِ وَأَمَرَ بِالْمُؤَاجَرَةِ وَقَالَ :لَا بَأْسَ بِهَا .رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے فرماتے ہیں کہ ثابت ابن ضحاک نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتی کرانے سے منع فرمایا اور زمین کرایہ پر دینے کی اجازت دی اور فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ مسلم

جبکہ اس سے پہلے والی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے کرایہ پر زمین دینے سے منع فرمایا۔

زمین کرایہ یا ٹھیکہ پر دینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زمین والا کرایہ دار کو جگہ دکھا یا بتا دیتا تھا کہ اس کی پیداوار تیری ہوگی، باقی ساری زمین کی پیداوار میری۔ اس کرایہ کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ زمین والا مزارع کو حق خدمت روپیہ سے ادا کرے۔ دوسرے یہ کہ مزارع پیداوار ساری خود لے لے اور مالک کو نقد روپیہ دے، دونوں صورتیں جائز ہیں ان پر آج کل بھی عمل ہے۔ یہ حدیث پہلی حدیث کی شرح ہے کہ حضور انور نے مطلقاً زمین کرایہ پر دینے سے منع نہ فرمایا بلکہ اس نوعیت کے کرایہ سے منع فرمایا کہ زمین کا کرایہ حصہ کی پیداوار سے ادا کیا جائے۔ لہٰذا اب احادیث میں تعارض بھی نہ رہا۔

کرایہ پر زمین دینے کی ایک اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

وَعَن عَمْرو قَالَ :قلت لطاووس :لَوْ تُرِكَتِ الْمُخَابَرَةُ فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهُ قَالَ :أَيْ عَمْرُو إِنِّي أُعْطِيهِمْ وَأُعِينُهُمْ وَإِنَّ أَعْلَمَهُمْ أَخْبَرَنِي يَعْنِي ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ ينه عَنهُ وَلَكِن قَالَ :أَلا يَمْنَحُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَعْلُومًا

روایت ہے حضرت عمرو سے فرماتے ہیں میں نے طاؤس سے کہا کاش آپ کھیتی کرانا چھوڑ دیتے کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے وہ بولے اے عمرو میں انہیں زمین دیتا ہوں اور ان کی مدد کرتا ہوں اور صحابہ

کے بڑے عالم نے مجھے خبر دی ہے یعنی حضرت ابن عباس نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہ فرمایا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی کا اپنے بھائی کو عاریۃً زمین دے دینا کچھ مقرر اجرت لینے سے بہتر ہے۔ مسلم، بخاری

یاد رہے کہ کھیتی کرانے کے متعلق صحابہ کا اختلاف رہا، بعض حضرات مطلقًا ناجائز سمجھتے تھے، انہیں یا تو مفصل حدیث نہ پہنچی تھی یا وہ حدیث کا مطلب نہ سمجھے تھے اس لیے عمرو ابن دینار نے یزعمون فرمایا۔

حضرت ابن عباس کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یعنی یہ کام ناجائز نہیں اور اس میں غریبوں کی مدد ہو جاتی ہے کہ وہ لوگ اس زمین میں کام کاج کر کے پیٹ پال لیتے ہیں غرضکہ یہ کام جائز بھی ہے نافع بھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ کرائے پر زمین دینے کی وہ ممانعت تحریم یا کراہت کی نہیں ہے بلکہ خلاف اولی کے لیے ہے یعنی غریب بھائی کو عاریۃً زمین دے دینا اس سے بہتر ہے کہ اس سے کچھ کرایہ لیا جائے کہ کبھی زمین میں کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا اور کرایہ اس پر بلاوجہ پڑ جاتا ہے۔ خیال رہے کہ رافع ابن خدیج کو یہ احادیث مختلف ذرائع سے پہنچیں، بعض احادیث انہوں نے براہ راست حضور سے سنیں، بعض احادیث اپنے چچاؤں کی معرفت پہنچیں اس لیے وہ کبھی تو فرماتے ہیں میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور کبھی فرماتے ہیں مجھ سے میرے بعض چچاؤں نے کہا انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا لہٰذا حدیث میں اضطراب نہیں بلکہ روایات میں اختلاف ہے لہٰذا یہ حدیث مضطرب اصطلاحی نہیں اس لیے مسلم، بخاری نے ان احادیث کی تخریج فرمائی ورنہ اصطلاحی اضطراب حدیث کو ضعیف کر دیتا ہے۔ اور کرایہ زمین کی ممانعت کی بہت وجوہ احادیث میں وارد ہیں، بعض میں ہے کہ کرایہ نہ لینا اپنے بھائی مسلمان کو یوں ہی عاریۃً دے دینا افضل ہے، بعض میں ہے کہ کاشت وغیرہ کی وجہ سے جہاد سے باز نہ رہو، بعض میں ہے کہ جب اسی کرایہ کی بناء پر جھگڑے بڑھ گئے تو حضور انور نے اس سے منع فرما دیا، بعض میں ہے کہ زمیندار کاشتکار کے لیے زمین کے حصے مقرر کر دیتا کہ اس کی پیداوار تیری اتنے کی میری اس سے منع فرمایا۔ غرضکہ بعض صورتوں میں مزارعت جائز ہے، بعض میں مکروہ، بعض صورتوں میں بالکل ممنوع، تمام احادیث درست ہیں۔ تعارض کہیں بھی نہیں۔

﴿441﴾ کھیتی باڑی کی مذمت پر احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ وَرَأَى سِكَّةً وَشَيْئًا مِنْ آلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَدْخُلُ هٰذَا بَيْتَ قوم إِلَّا أدخلهُ الذل. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت ابوامامہ سے کہ انہوں نے ہل اور کچھ کھیتی باڑی کا سامان دیکھا تو فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ چیزیں کسی کے گھر میں داخل نہ ہوں گی مگر اللہ اس گھر میں ذلت ڈال دے گا۔ بخاری

یا تو کسی گھر میں رکھے ہوئے دیکھے یا کسی کو وہ آلات استعمال کرتے ملاحظہ فرمایا۔

نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں کھیتی باڑی کی مذمت بیان فرمائی جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے،،

عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ :مَا بِالْمَدِينَةِ أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ إِلَّا يَزْرَعُونَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَزَارَعَ عَلِيٌّ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَعُمَرُ ابن عبد الْعَزِيزِ وَالقَاسِمِ وَعُرْوَة وَآلُ أَبِي بَكْرٍ وَآلُ عُمَرَ وَآلُ عَلِيٍّ وَابْنُ سِيرِينَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ :كُنْتُ أُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ فِي الزَّرْعِ وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلَى :إِنْ جَاءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ من عِنده فَلَهُ الشَّطر .وَإِن جاؤوا بالبذر فلهم كَذَا .رَوَاهُ الْبُخَارِيَ

روایت ہے حضرت قیس ابن مسلم سے وہ حضرت ابوجعفر سے راوی فرماتے ہیں مدینہ میں ایسا کوئی گھر والا مہاجر نہیں جو تہائی یا چوتھائی پر کھیتی نہ کرتا ہو اور حضرت علی اور سعد ابن مالک، عبداللہ ابن مسعود، عمر ابن عبدالعزیز، قاسم، عروہ اور ابوبکر و عمر و علی کی اولاد نے اور ابن سیرین نے کھیتیاں کرائیں اور عبدالرحمٰن ابن اسود کہتے ہیں کہ میں عبدالرحمٰن ابن یزید کے ساتھ کھیتی میں شرکت کرلیتا تھا اور حضرت عمر نے لوگوں سے اس شرط پر معاملہ کیا تھا کہ اگر عمر اپنے پاس سے بیج دیں تو انہیں آدھی پیداوار اور اگر وہ لوگ بیج دیں تو انہیں اتنی پیداوار۔ (بخاری) احادیث میں تعارض واضح ہے۔

کھیتی باڑی کی مذمت پر احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ یہ فرمان عالی شان اس زمانہ کا ہے جب اسلام میں جہاد کی سخت ضرورت تھی ایسے موقعہ پر تمام کاروبار بند کر کے جہاد کیے جاتے ہیں یعنی جس قوم نے فوجی طاقت گم کردی اور کھیتی باڑی میں مصروف ہو گئے تو ذلیل ہو جائیں گے، دنیا میں وہ ہی قوم زندہ رہتی ہے جس کی زندگی سپاہیانہ ہو۔

قاسم محمد ابن ابوبکر صدیق کے فرزند ہیں جو مدینہ منورہ کے مشہور سات فقہاء سے ہیں، یوں ہی عروہ ابن زبیر ابن عوام جوا کابر تابعین سے ہیں، آل عمر وغیرہم ثقہ تابعین سے ہیں، یہ سب اپنی زمین میں مزارعت کراتے یا کرتے تھے کہ بعض زمین کے مالک تھے، دوسروں سے کاشت کراتے تھے، بعض دوسروں کی زمین میں خود کاشت کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نہ تو کھیتی باڑی کرنا منع نہ کرانا۔ جن احادیث میں اس کی ممانعت ہے وہاں اس کی وجہ بیان کردی ہے۔

﴿442﴾ پچھنے لگانے کی اجرت جائز ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کتے کی قیمت خسیس ہے اور زانیہ کی خرچی حرام اور فصد لینے والے کی اجرت خبیث ہے۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں فصد کی اجرت کو خبیث کہا گیا جب دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح بیان ہوا،،

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجره واستعط

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور لگانے والے کو مزدوری دی اور نسوار لی مسلم، بخاری ،، پہلی حدیث میں فصد کی اجرت کو خبیث کہا گیا جبکہ دوسری میں آپ نے فصد والے کو خود اجرت عطا فرمائی ،،احادیث میں تعارض واضح ہے۔

پچھنے لگانے کی اجرت جائز ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خبیث طیب کا مقابل ہے، طیب کے دو معنے ہیں حلال اور نفیس لہذا اس کے مقابل خبیث کے بھی دو معنے ہیں حرام اور خسیس ،فصد لینے والی کی اجرت بالاتفاق ناپسند یا مکروہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فصد لے کر اس کی اجرت عطا فرمائی اور یہاں اسے خبیث فرمایا بمعنی ناپسندیدہ، دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ فصد کی اجرت جائز ہے، جہاں جہاں ممانعت آئی ہے وہاں تنزیہی کراہت مراد ہے، وہ فرمان عالی کراہت کے بیان کے لیے ہے اور یہ عمل شریف بیان جواز کے لیے لہذا احادیث متعارض نہیں۔اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپریشن (Operation) پچھنے سینگی لگوانا جائز ہے اس کی اجرت بھی مباح۔جن احادیث میں اس کی اجرت سے ممانعت آئی وہ تمام منسوخ ہیں۔

﴿443﴾ نبی کے اجرت لینے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ .فَقَالَ أَصْحَابُهُ :وَأَنْتَ؟ فَقَالَ :نَعَمْ كُنْتُ أَرْعَى عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ اللہ نے کوئی نبی نہ بھیجا مگر انہوں نے بکریاں چرائیں صحابہ نے عرض کیا حضور آپ نے فرمایا ہاں میں مکہ والوں کی بکریاں کچھ قیراط کے عوض چراتا تھا۔ بخاری

مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کام کی اجرت لیتے تھے جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں کچھ اس طرح بیان ہوا،،

"لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا" میں تم سے اجرت نہیں مانگتا،،

لہذا مذکورہ حدیث قرآن کریم کی آیت کے خلاف ہے اور ان میں تعارض واضح ہے۔

نبی کے اجرت لینے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ نبی تبلیغ دین پر اجرت نہیں لیتے، دوسرے کاموں پر اجرت لیتے ہیں لہذا یہ حدیث قرآن کریم کی آیت "لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا" کے خلاف نہیں۔آیت میں دین کی اجرت مراد ہے اور حدیث میں کام کی اجرت۔

یاد رہے کہ بکریاں چرانے سے طبیعت میں حلم و بردباری، محنت کا شوق، ملکی انتظام کی قابلیت اور رعایا پروری پیدا ہوتی ہے کہ

بکریاں ہر وقت محافظ کی حاجت مند ہوتی ہیں اور ان میں انتظام نہیں ہوتا، ہر ایک جدھر منہ اُٹھا چل دیتی ہے، جو انہیں سنبھال لے گا، وہ ان شاء اللہ تعالیٰ رعایا کو بھی سنبھال لے گا، تبلیغ خوب کر سکے گا، عام طور پر رعایا کو بکریاں سے اور بادشاہ کو چرواہے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت بادشاہوں وامیروں میں نہ رکھی بلکہ بکری چرانے اور تواضع کے پیشہ کرنے والوں میں رکھی۔ چنانچہ ایوب علیہ السلام درزی گری کرتے تھے، زکریا علیہ السلام بڑھئی پیشہ۔

﴿444﴾ قرآن پر اجرت لینے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوا بِمَاءٍ (ص900:) فيهم لَدِيغٌ أَوْ سَلِيمٌ فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَاءِ فَقَالَ :هَلْ فِيكُمْ مِنْ رَاقٍ؟ إِن فِي الْمَاءِ لَدِيغًا أَوْ سَلِيمًا فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَرَأَ بِفَاتِحَة الْكتاب على شَاء فبرء فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلَى أَصْحَابِهِ فَكَرِهُوا ذَلِكَ وَقَالُوا :أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا حَتَّى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَقَالُوا :يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ .رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ :أَصَبْتُمُ اقسِموا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت کسی گھاٹ پر گزری جس میں ایک سانپ یا بچھو کا ڈسا ہوا تھا تو گھاٹ والوں میں سے ایک شخص ان کے پاس آ کر بولا کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے گھاٹ میں ایک شخص بچھو یا سانپ کا کاٹا ہوا ہے تو صحابی مین سے ایک صاحب کچھ بکریوں کی شرط پر چلے گئے سورہ فاتحہ پڑھ دی وہ اچھا ہو گیا وہ اپنے ساتھیوں کے پاس کچھ بکریاں لائے صحابہ نے ناپسند کیں وہ بولے تم نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے یہاں تک کہ مدینہ منورہ آئے بولے یا رسول اللہ انہوں نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً اجرت لینے کی سب سے زیادہ لائق کتاب اللہ ہے (بخاری) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم نے ٹھیک کیا بانٹ لو اور اپنے ساتھ ہمارا حصہ بھی رکھو۔

ایک اور حدیث میں ہے،،

عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ عَمِّهِ قَالَ :أَقْبَلْنَا مِنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْنَا عَلَى حَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالُوا :إِنَّا أُنْبِئْنَا أَنَّكُمْ قَدْ جِئْتُمْ مِنْ عِنْدِ هٰذَا الرَّجُلِ بِخَيْرٍ فَهَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رُقْيَةٍ؟ فَإِنَّ عِنْدَنَا مَعْتُوهًا فِي الْقُيُود فَقُلْنَا :نعم فجاؤوا بِمَعْتُوهٍ فِي الْقُيُودِ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً أَجْمَعُ بُزَاقِي ثُمَّ أَتْفُلُ قَالَ :فَكَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَأَعْطَوْنِي جُعْلًا فَقُلْتُ :لَا حَتَّى أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :كُلْ فَلَعَمْرِي

لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ .رَوَاهُ أَحْمد وَأَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت خارجہ ابن صلت سے وہ اپنے چچا سے راوی فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو عرب کے ایک قبیلہ پر گزرے وہ لوگ بولے ہمیں خبر ملی ہے کہ تم ان محبوب کے پاس سے بڑی خیر لے کر آئے ہو تو کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا دم درود ہے ہمارے ہاں ایک دیوانہ قید میں بندھا ہوا ہے ہم بولے ہاں چنانچہ وہ لوگ بیڑیاں پہنے ایک دیوانہ لائے میں نے تین دن تک صبح شام اس پر سورہ فاتحہ پڑھی کہ اپنا تھوک جمع کرتا پھر اس پر تھتکار دیتا تھا وہ تو گویا رسیوں سے کھل گیا انہوں نے مجھے کچھ اجرت پیش کی میں بولا نہیں حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں حضور نے فرمایا کھاؤ میری زندگی کی قسم یہ اجرت اسی کے لیے ہے جو جھوٹے دم سے کھائے تم نے تو سچے دم سے کھایا ہے۔ احمد، ابوداؤد

مذکورہ حدیثوں سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ پر اجرت لینا جائز ہے،، جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے،،

رب تعالی فرماتا ہے "وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا" ہماری آیات کو تھوڑے داموں مت بیچو،،

قرآن پر اجرت لینے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کے جواب سے پہلے یہ واقعہ ذہن میں رہے کہ یہ حضرات اپنی قوم کے نمائندہ بن کر وفد کی شکل میں بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے، وہاں سے واپسی پر یہ واقعہ پیش آیا اس زمانہ میں جو حضور کے پاس آتا تھا تو لوگ اس کی آنکھوں کی زیارتیں کیا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ بڑے داتا کے دربار سے آرہے ہیں، بھرے پڑے آئے ہوں گے معلوم کیا کیا لائے ہوں گے، اسی سلسلہ میں یہ لوگ بھی ان سے ملنے آئے اور عرض کیا، اب بھی ہم نے دیکھا کہ مدینہ سے آنے والوں کی آنکھیں لوگ چومتے ہیں، ان کے ہاتھ پیروں پر پیشانیاں رگڑتے ہیں، یہ نئی بات نہیں زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے چلی آرہی ہیں۔ خیر سے مراد دین اور دنیا کی بھلائی ہے اسی لیے ان لوگوں نے دوا کا ذکر بھی کیا اور دعا کا بھی۔

مذکورہ تعارض کے دو جواب ہیں پہلا یہ کہ متاخرین علماء کے نزدیک تعلیم قرآن یا دم کرنے کی اجرت لینا جائز ہے جیسا کہ احادیث میں ذکر ہوا اور آیت کریمہ میں جو ممانعت بیان کی گئی اس کا مطلب یہ ہے کہ پیسوں کی خاطر قرآن کے احکام بدلنے اور غلط مسئلہ بیان کرنے کی کوشش مت کرو اس سے باز رہو۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ احادیث میں اسے اجرت کہنا مجازاً ہے در حقیقت یہ نذرانہ تھا اجرت نہیں تھی۔ لہذا اب آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ناجائز اور جھوٹے جنتر منتر پر اجرت یا نذرانہ لینا حرام ہے اور متاخرین کے نزدیک حق دم درود پر اجرت بھی جائز نذرانہ بھی۔

﴿445﴾ غیر اللہ کی قسم کھانے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: أَقْبَلْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْنَا

عَلَى حَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالُوا :إِنَّا أُنبِئْنَا أَنَّكُمْ قَدْ جِئْتُمْ مِنْ عِنْدِ هَذَا الرَّجُلِ بِخَيْرٍ فَهَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رُقْيَةٍ؟ فَإِنَّ عِنْدَنَا مَعْتُوهًا فِي الْقُيُودِ فَقُلْنَا :نعم فَجَاؤُوا بِمَعْتُوهٍ فِي الْقُيُودِ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً أَجْمَعُ بُزَاقِي ثُمَّ أَتْفُلُ قَالَ :فَكَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَأَعْطَوْنِي جُعْلًا فَقُلْتُ :لَا حَتَّى أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :كُلْ فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ .رَوَاهُ أَحْمد وَأَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت خارجہ ابن صلت سے وہ اپنے چچا سے راوی فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو عرب کے ایک قبیلہ پر گزرے وہ لوگ بولے ہمیں خبر ملی ہے کہ تم ان محبوب کے پاس سے بڑی خیر لے کر آئے ہو تو کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا دم درود ہے ہمارے ہاں ایک دیوانہ قید میں بندھا ہوا ہے ہم بولے ہاں چنانچہ وہ لوگ بیڑیاں پہنے ایک دیوانہ لائے میں نے تین دن تک صبح شام اس پر سورہ فاتحہ پڑھی کہ اپنا تھوک جمع کرتا پھر اس پر تھتکار دیتا تھا وہ تو گویا رسیوں سے کھل گیا انہوں نے مجھے کچھ اجرت پیش کی میں بولا نہیں حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں حضور نے فرمایا کھاؤ میری زندگی کی قسم یہ اجرت اسی کے لیے ہے جو جھوٹے دم سے کھائے تم نے تو سچے دم سے کھایا ہے۔ احمد، ابوداؤد

اسی طرح آیت کریمہ میں ہے،،رب تعالی فرماتا ہے" :وَالتِّينِ وَ الزَّيْتُونِ" انجیر اور زیتون کی قسم،

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنی عمر کی قسم کھائی اور فرمایا،،میری زندگی کی قسم یہ اجرت اسی کے لیے ہے،،

اور اللہ تعالی نے بھی انجیر اور زیتون کی قسم کھائی،،جبکہ ان کے برعکس نبی کریم ﷺ نے حدیث میں کچھ اس طرح فرمایا،،

ارشاد ہوا کہ غیر خدا کی قسم نہ کھاؤ۔ آیت اور احادیث میں تعارض واضح ہے۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ قسم کی دو قسمیں ہیں قسم شرعی اور قسم لغوی، قسم شرعی صرف اللہ کے نام کی ہوتی ہے جبکہ قسم لغوی غیر اللہ کے نام کی کھائی جاتی ہے جس آیت اور حدیث میں غیر اللہ کی قسم کھائی گئی وہ قسم شرعی نہیں بلکہ قسم لغوی ہے اور جس حدیث میں غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع کیا گیا وہ قسم شرعی ہے۔ لہذا احادیث اور آیت میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿446﴾ خدمت کو مہر بنانے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ الْمُنْذِرِ قَالَ :كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ :(طسم) حَتَّى بَلَغَ قِصَّةَ مُوسَى قَالَ :إِنَّ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ آجَرَ نَفْسَهُ ثَمَانِ سِنِينَ أَوْ عَشْرًا عَلَى عِفَّةِ فَرْجِهِ وَطَعَامِ بَطْنِهِ .رَوَاهُ أَحْمد وَابْن مَاجَه

روایت ہے حضرت عتبہ ابن ندر سے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ نے سورۂ طسم پڑھی حتی

کہ حضرت موسیٰ کے قصہ پر پہنچے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نفس کو اپنی پاکدامنی کی حفاظت اور اپنے پیٹ کی روٹی پر آٹھ یادس سال اجرت پر دیا۔ احمد، ابن ماجہ۔

مذکورہ حدیث میں حضرت موسی نے نکاح کا مہر آٹھ سال کی خدمت کو مقرر کیا،، جبکہ اس کے برعکس آیت میں اس طرح ہے ": اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوٰلِكُمْ" بیویاں اپنے مالوں سے تلاش کرو،، اس سے معلوم ہوا کہ مہر صرف مال بن سکتا ہے خدمت نہیں

خدمت کو مہر بنانے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس جواب کی تفصیل یہ ہے کہ حضور انور نے سورہ قصص تلاوت کی جس میں موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں رہنا آٹھ بلکہ دس سال بکریاں چرانا ان کی صاحبزادی صفورا سے نکاح وغیرہ مذکور ہے۔ خیال رہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب کی بکریاں چرانا بی بی صفورا کا مہر نہ تھا بلکہ نکاح کی شرط تھی اس لیے آپ نے فرمایا تھا "عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ" تم میری مزدوری آٹھ سال کرو، اگر مہر ہوتا تو علی کی بجائے ب آتی کیونکہ علی شرط کے لئے آتا ہے اور ب بدلے یعنی عوض کے لئے آتی ہے۔ اور آپ اپنے بجائے بی بی صفورا کا ذکر فرماتے، قرآن کریم فرماتا ہے ": اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوٰلِكُمْ" بیویاں اپنے مالوں سے تلاش کرو لہذا احق یہ ہے کہ مہر میں مال دینا پڑے گا خدمت زوجہ مہر نہیں بن سکتا، خدمت پر نکاح اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا۔ خیال رہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو آٹھ دس سال بکریوں کے بہانہ سے رکھا مگر مقصود تھا انہیں اپنے پاس رکھ کر کلیم اللہ بننے کے لائق بنانا۔

﴿447﴾ دم درود پر اجرت لینے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ :قُلْتُ :یَا رَسُولَ اللَّهِ رَجُلٌ أَهْدَى إِلَيَّ قَوْسًا مِمَّنْ كُنْتُ أُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْقُرْآنَ وَلَيْسَتْ بِمَالٍ فَأَرْمِي عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ :إِنْ كُنْتَ تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَابْن مَاجَه

روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ جنہیں میں کتاب اللہ یعنی قرآن سکھاتا تھا ان میں سے ایک شخص نے مجھے کمان دی ہے یہ کوئی بڑا قیمتی مال نہیں ہے اس پر میں اللہ کی راہ میں تیر پھینکوں گا فرمایا اگر تم آگ کا ہار پہنایا جانا پسند کرتے ہو تو اسے قبول کرلو۔ ابوداؤد، ابن ماجہ

مذکورہ حدیث میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کیا گیا جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ عَمِّهِ قَالَ :أَقْبَلْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْنَا عَلَى حَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالُوا :إِنَّا أُنْبِئْنَا أَنَّكُمْ قَدْ جِئْتُمْ مِنْ عِنْدِ هَذَا الرَّجُلِ بِخَيْرٍ فَهَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رُقْيَةٍ؟ فَإِنَّ عِنْدَنَا مَعْتُوهًا فِي الْقُيُودِ فَقُلْنَا :نعم فجاؤوا بِمَعْتُوهٍ فِي الْقُيُودِ فَقَرَأْتُ

عَلَيْهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً أَجْمَعُ بُزَاقِي ثُمَّ أَتْفُلُ قَالَ :فَكَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَأَعْطَوْنِي جُعْلًا فَقُلْتُ :لَا حَتَّى أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :كُلْ فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ .رَوَاهُ أَحمد وَأَبو دَاوُد

روایت ہے حضرت خارجہ ابن صلت سے وہ اپنے چچا سے راوی فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو عرب کے ایک قبیلہ پر گزرے وہ لوگ بولے ہمیں خبر ملی ہے کہ تم ان محبوب کے پاس سے بڑی خیر لے کر آئے ہو تو کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا دم درود ہے ہمارے ہاں ایک دیوانہ قید میں بندھا ہوا ہے ہم بولے ہاں چنانچہ وہ لوگ بیڑیاں پہنے ایک دیوانہ لائے میں نے تین دن تک صبح شام اس پر سورہ فاتحہ پڑھی کہ اپنا تھوک جمع کرتا پھر اس پر تھتکار دیتا تھا وہ تو گویا رسیوں سے کھل گیا انہوں نے مجھے کچھ اجرت پیش کی میں بولا نہیں حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں حضور نے فرمایا کھاؤ میری زندگی کی قسم یہ اجرت اسی کے لیے ہے جو جھوٹے دم سے کھائے تم نے تو سچے دم سے کھایا ہے۔ احمد، ابوداؤد

دم درود پر اجرت لینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

خیال رہے کہ پچھلی احادیث میں قرآن شریف سے علاج دم درود پر اجرت جائز فرمائی گئی تھی، یہاں تعلیم قرآن کی اجرت سے ممانعت ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں شیخ نے فرمایا کہ وہ احادیث بیان جواز کے لیے تھیں اور یہ حدیث بیان استحباب کے لیے یعنی تعلیم قرآن پر اجرت جائز تو ہے مگر بہتر نہیں یا یہ مطلب ہے کہ تم نے قرآن شریف پڑھایا تھا فی سبیل اللہ اس وقت تمہاری نیت اجرت کی قطعاً نہ تھی جو کام اللہ کے لیے کر چکے ہو اب اس پر اجرت لے کر اسے بگاڑتے کیوں ہو

﴿448﴾ عمری کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِنَّ الْعُمْرَى مِيرَاثٌ لِأَهْلِهَا .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ عمری عمرے والے کے گھر والوں کی میراث ہے۔ مسلم

وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَيُّمَا رَجُلٍ أُعْمِرَ عمرى لَهُ ولعقبه فَإِنَّهَا الَّذِي أعطيها لَا ترجع إِلَى الَّذِي أَعْطَاهَا لِأَنَّهُ أَعْطَى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيهِ الْمَوَارِيث

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو کچھ چیز بطور عمری دی گئی اسے اور اس کے پسماندگان کو تو وہ عمری اس کا ہوگا جسے دیا گیا دینے والے کو واپس نہ ملے گا کیونکہ وہ ایسا عطیہ دے چکا ہے جس میں وراثتیں واقع ہوگئیں۔ مسلم، بخاری

پہلی دونوں حدیثوں میں بیان ہوا کہ عمری لینے والے کا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کا ہے عمری دینے

والے کو واپس نہیں ملے گا،، جبکہ ان احادیث کے برعکس اگلی حدیث میں کچھ اس طرح ہے،،

وَعَنْهُ قَالَ :إِنَّمَا الْعُمْرَى الَّتِي أَجَازَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِن يَقُولَ :هِيَ لعقبك فَأَمَّا إِذَا قَالَ :هِيَ لَكَ مَا عِشْتَ فَإِنَّهَا ترجع إِلَى صَاحِبهَا

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں وہ عمری جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز کیا وہ یہ ہے کہ کہے یہ تیرا اور تیرے پسماندگان کا ہے لیکن اگر یوں کہے کہ تیرے جیتے جی تیری ہے تو وہ اپنے مالک کو لوٹ جائے گی مسلم، بخاری

اس حدیث میں ہے کہ عمری آدمی کے مرنے کے بعد دینے والے مالک کو واپس لوٹ جائے گا۔

تمام احادیث میں تعارض واضح ہے۔

عمری کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

العمری مطلق ہے جو تینوں قسموں (جو نیچے ذکر کی گئیں ہیں) کو شامل ہے واپس نہیں لوٹے گا، رہی یہ حدیث جس میں ہے کہ عمری واپس لوٹ جائے گا یہ حضرت جابر کا اپنا اجتہاد ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی لہذا پہلی احادیث ہی قابل عمل ہیں حضرت جابر والی حدیث مرجوح ہے۔ الغرض عمری خواہ کیسا ہی ہو مطلق یا وقتی، مشروط یا غیر مشروط واہب کو نہ لوٹے گا بلکہ موہوب لہ کی موت کے بعد خود اس کے ورثاء کو ملے گا۔

عمری کے بارے میں تفصیل: یادر ہے کہ کسی بڑے کا اپنے چھوٹے کو بغیر عوض کچھ دینا عطیہ کہلاتا ہے اور چھوٹے کا بڑے کو کچھ دینا نذرانہ اور برابر والے کا برابر والے کو دینا ہبہ۔ یاد رہے کہ عطیے بہت قسم کے ہیں: عمری، رقبی، جائزہ، انعام، سلطانی بخششیں، ماں باپ کا اپنی اولاد کو کچھ دینا وغیرہ۔ علماء فرماتے ہیں کہ سلطانی عطیے قبول کرنا عالم، جاہل، فقیر، غنی ہر ایک کو جائز ہے کہ اگرچہ سلطانی اموال عموماً حرام وحلال سے مخلوط ہوتے ہیں مگر مخلوط مال کا قبول کرنا، دعوت کا کھانا درست ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ اسکندریہ مقوقس وغیرہ کے ہدیے تحفے قبول فرمائے، یہود مدینہ سے قرض لیا حالانکہ ان کے متعلق رب تعالی فرماتا ہے": **اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ** "یہ لوگ حرام خور ہیں۔

عمرہ حج اور ہے عمرہ عطاء کچھ اور یہاں عمرہ عطاء مراد ہے جسے عمری بھی کہتے ہیں۔ اس کی تین صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کوئی شخص کسی کو زمین وغیرہ اس کی عمر بھر کے لیے دے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دے کہ تیرے بعد تیرے وارثوں کی یہ بالاتفاق جائز ہے کہ موہوب لہ کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو ملے گی، وارث نہ ہوں تو بیت المال کو واہب کو نہ لوٹے گی۔ دوسرے یہ کہ اس کے وارثوں کا ذکر نہ کرے، یہ عمرہ ہمارے ہاں جائز ہے اور حق یہ ہے کہ امام شافعی کے ہاں بھی درست ہے، اس کا حکم پہلے عمری کا سا ہے کہ یہ بھی کسی صورت میں واہب کو نہ لوٹے گی۔ تیسرے یہ کہ لوٹنے کی شرط لگا دے کہ کہہ دے تیری حین حیات تک تیرے بعد میں میری، اس میں ہمارے ہاں اختلاف ہے، فتویٰ اس پر ہے کہ یہ بھی جائز

ہے اور لوٹنے کی شرط باطل کہ یہ ہبہ بالشرط ہے اور ہبہ بالشرط جائز ہوتا ہے، شرط باطل ہوتی ہے، لہذا اس صورت میں بھی یہ شے موہوب لہ کی ہوگی، واہب کو نہ لوٹے گی، امام احمد کے ہاں مطلق عمرہ درست ہے مؤقت باطل، امام مالک کے ہاں عمریٰ میں منافع کی ملکیت ہوتی ہے اصل شے کی نہیں یعنی موہوب لہ اس کو برت سکتا ہے اس کا مالک نہیں مگر مذہب حنفی قوی ہے کہ اس کی تائید بہت سی احادیث سے ہے۔ یعنی عمریٰ خواہ کیسا ہی ہو مطلق یا وقتی، مشروط یا غیر مشروط واہب کو نہ لوٹے گا بلکہ موہوب لہ کی موت کے بعد خود اس کے ورثاء کو ملے گا۔ خیال رہے کہ عمریٰ عمر سے بنا عمر زندگی کی مدت کو کہتے ہیں، چونکہ اس ہبہ میں موہوب کی زندگی کا ذکر ہوتا ہے اس لیے اسے عمرہ کہا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عمریٰ ہبہ کی قسم ہے اور ہبہ کا حکم یہ ہے کہ موہوب لہ کے بعد واہب کو واپس نہیں ہوسکتا، موت مانع رد ہے۔

﴿449﴾ عمریٰ کے جواز کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :الْعُمْرَى جَائِزَةٌ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا عمر بھر کو دینا جائز ہے مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں عمریٰ کو جائز قرار دیا گیا ہے جبکہ اگلی حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

عَنْ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَا ترقبوا أَو لَا تُعْمِرُوا فَمَنْ أُرْقِبَ شَيْئًا أَوْ أُعْمِرَ فَهِيَ لِوَرثته .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا نہ کسی کو کچھ بطور رقبی دو نہ بطور عمریٰ جسے کچھ رقبی یا عمریٰ دیا گیا تو وہ اس کا اور اس کے وارثوں کا ہے۔ ابوداؤد

اس حدیث میں فرمایا،، نہ کسی کو کچھ بطور رقبی دو نہ بطور عمریٰ،، دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

عمریٰ کے جواز کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ رقبی ارقاب سے ہے جو مراقبۃ سے بنا، رقب گردن کو کہتے ہیں، سوچنا، انتظار کرنا رقبی کہلاتا ہے کہ وہ بھی گردن ڈال کر ہی ہوتا ہے، رقبی یہ ہے کہ کہے یہ چیز تجھے دیتا ہوں لیکن اگر تو پہلے مر جائے تو میری ہوگی اور اگر میں پہلے مر جاؤں تو مستقل تیری ہوگی، چونکہ اس صورت میں ہر ایک دوسرے کی موت کا انتظار کرتا ہے اس لیے اسے رقبی کہتے ہیں، عمریٰ کے معنی پہلے عرض ہو چکے۔ جس حدیث میں عمریٰ سے منع کیا گیا اس میں لاترقبوا کی نہی بطور مشورہ ہے نہ کہ حرمت کے لیے یا یہ مطلب ہے کہ واپسی کی نیت سے رقبی عمریٰ نہ کرو۔ لہذا اب احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿450﴾ ہبہ کر کے واپس لینے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ

فِي قَيْئِهِ لَيسَ لَنا مَثلُ السوء .رَوَاهُ البُخَارِيّ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دے کر واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لے اس سے بدتر ہمارے پاس کوئی مثال نہیں۔ بخاری

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہبہ دی ہوئی چیز واپس لینا مطلقاً حرام ہے کیونکہ حضور انور نے اسے قے کھانے سے تشبیہ دی ہے، جبکہ اس کے برعکس دوسری احادیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

قال النبی ﷺ "الواهب احق بهبته مالم يصب منه" یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ کا حقدار ہے جب تک کہ اس کا عوض نہ لے لے۔ ایک اور حدیث میں ہے،،

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلَامًا فَقَالَ :أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ؟ قَالَ :لَا قَالَ :فَأَرْجِعْهُ .وَفِي رِوَايَةٍ :أَنَّهُ قَالَ: أَيَسُرُّكَ أَنْ يَكُونُوا إِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟ قَالَ :بَلَى قَالَ :فَلَا إِذن .وَفِي رِوَايَةٍ :أَنَّهُ قَالَ: أَعْطَانِي أَبِي عَطِيَّةً فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ :لَا أَرْضَى حَتَّى تشهد رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :إِنِّي أَعْطَيْتُ ابْنِي مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً (ص910:) فَأَمَرَتْنِي أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ :أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هَذَا؟ قَالَ: لَا قَالَ :فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ .قَالَ :فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ .وَفِي رِوَايَةٍ :أَنَّهُ قَالَ :لَا أشهد على جور

روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے کہ ان کے والد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے حضور نے فرمایا کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو اسی طرح دیا ہے عرض کیا نہیں فرمایا تو اسے لوٹا لو اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ وہ ساری اولاد تمہاری خدمت میں برابر ہو عرض کیا ہاں فرمایا تو نہیں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرماتے ہیں مجھے میرے باپ نے کچھ عطیہ دیا تو عمرہ بنت رواحہ بولیں میں تو راضی نہیں حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کر لو تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئے عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے کو جو عمرہ بنت رواحہ سے ہے ایک عطیہ دیا ہے وہ کہتی ہیں میں یا رسول اللہ آپ کو گواہ بنا لوں فرمایا کیا تم نے اپنے سارے بچوں کو اسی طرح دیا ہے عرض کیا نہیں فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو فرماتے ہیں میرے والد لوٹ گئے پھر اپنا عطیہ واپس کر لیا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا۔ مسلم، بخاری

اس حدیث میں حضرت بشیر نے اپنے بیٹے نعمان کو ہبہ کیا حضور نے فرمایا واپس لے لو۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

ہبہ کر کے واپس لینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ قے والی یہ حدیث حرمت رجوع پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ قے کتے پر حرام نہیں، یہ تشبیہ صرف نفرت دلانے کے لیے ہے۔ مطلب یہ کہ ہبہ واپس لینا جائز لیکن ناپسند ہے، بشیر نے اپنے بیٹے نعمان کو باغ ہبہ کیا حضور نے فرمایا واپس لے لو جیسا کہ آگے آرہا ہے، حضرت عبداللہ ابن عمر نے کسی کو گھوڑا ہبہ دیا تھا پھر اس سے واپس خریدنا چاہا، حضور نے فرمایا مت خریدو، وہاں بھی یہی کتے والی مثال دی، حالانکہ اپنا ہبہ خریدنا سب کے ہاں جائز ہے، اگر قے والی یہ حدیث حرمت کی ہو تو ان احادیث کے مخالف ہوگی۔ لہذا تطبیق یہی ہوگی کہ ہبہ واپس لینا جائز ہے پر ناپسند ہے۔ اب تعارض نہ رہا

﴿451﴾ بیٹے کے ہبہ کو واپس لینے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يَرْجِعُ أَحَدٌ فِي هِبَتِهِ إِلَّا الْوَالِدُ مِنْ وَلَدِه .رَوَاهُ النَّسَائِيّ وَابْن مَاجه

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص اپنا دیا ہوا ہبہ واپس نہ لے سوائے باپ کے اپنے بیٹے سے۔ نسائی، ابن ماجہ

ایک اور جگہ فرمایا،،

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يُعْطِيَ عَطِيَّةً ثُمَّ يَرْجِعَ فِيهَا إِلَّا الْوَالِدَ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ وَمَثَلُ الَّذِي يُعْطِي الْعَطِيَّةَ ثُمَّ يَرْجِعُ فِيهَا كَمَثَلِ الْكَلْبِ أَكَلَ حَتَّى إِذَا شَبِعَ قَاءَ ثُمَّ عَادَ فِي قَيْئِهِ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَصَححهُ التِّرْمِذِيّ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے وابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ کوئی عطیہ دے پھر واپس لے لے سوائے باپ کے جو اپنے بیٹے کو دے اور اس کی مثال جو عطیہ دے پھر واپس لے لے اس کتے کی سی ہے جو کھاتا رہے حتی کہ سیر ہو جائے تو قے کردے پھر اپنی قے دوبارہ کھائے (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اسے ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے،،"اذا کانت الهبة لذی رحم محرم لم یرجع فیها"
حضور عالی ﷺ کا فرمان ہے کہ جب ذی رحم محرم کو ہبہ دیا جائے تو واپس نہ ہوگا اور فاروق اعظم کا یہ فرمان ہے کہ اہل قرابت کا ہبہ جائز ہے اور اجنبی کا ہبہ واپس ہو سکتا ہے جب تک کہ اس کا عوض نہ دیا گیا ہو۔

پہلی حدیث میں ہے کہ باپ بیٹے سے ہبہ واپس لے سکتا ہے جبکہ دوسری حدیث میں فرمایا کہ واپس نہیں ہوسکتا۔ دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔

بیٹے کے ہبہ کو واپس لینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ امام اعظم کے ہاں باپ بھی بیٹے کو دیا ہوا عطیہ واپس نہیں لے سکتا، اس کی دلیل حضور عالی کا وہ فرمان ہے کہ جب ذی رحم محرم کو ہبہ دیا جائے تو واپس نہ ہوگا اور فاروق اعظم کا یہ فرمان ہے کہ اہل قرابت کا ہبہ جائز ہے اور اجنبی کا ہبہ واپس ہوسکتا ہے جب تک کہ اس کا عوض نہ دیا گیا ہو۔ جس حدیث میں ہے کہ باپ بیٹے سے ہبہ یعنی عطیہ واپس لے سکتا ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بوقت ضرورت باپ بیٹے کا عطیہ واپس لے سکتا ہے کیونکہ یہ مال بیٹے کا تھا اور باپ بیٹے کا مال ضرورۃً بغیر اجازت خرچ کرسکتا ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ عطیہ والا اگر ہدیہ واپس لے تو قاضی کے فیصلہ کی ضرورت ہے لیکن والد بوقت ضرورت بغیر قضاء قاضی واپس لے سکتا ہے۔ اب احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿452﴾ لقطہ کے اعلان کی احادیث میں تعارض:

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ :جاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ :اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنُكَ بِهَا .قَالَ :فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ :هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ :فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ :مَالَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا .مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ :فَقَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فأدها إِلَيْهِ

روایت ہے حضرت زید ابن خالد سے فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سے لقطہ کے بارے میں پوچھا فرمایا اس کے برتن اس کے بندھن کا اعلان کرو پھر ایک سال تک مشہور کرتے رہو پھر اگر اس کا مالک آجائے فبہا ورنہ تم اس سے نفع لو عرض کیا گمی ہوئی بکری فرمایا وہ یا تیری ہے یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیے کی عرض کیا گما ہوا اونٹ فرمایا تمہیں اس سے کیا اس کے ساتھ اس کی مشک اس کا بچاؤ ہے پانی پر جائے گا درخت کھائے گا حتی کہ اسے مالک پالے گا (بخاری) مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ فرمایا اسے مشہور کرو ایک سال پھر اس کا بندھن اس کا برتن مشہور کرو پھر اس کو خود خرچ کرلو پھر اگر اس کا مالک آئے تو اسے ادا کردو۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ لقطہ کا ایک سال تک اعلان کیا جائے،، جبکہ دوسری حدیث میں اس طرح ہے،،

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ :أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَجَدَ دِينَارًا فَأَتَى بِهِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَسَأَلَ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ (ص916:) رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :هٰذَا رِزْقُ اللَّهِ فَأَكَلَ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكل عَلِيّ وَفَاطِمَة رَضِي الله عَنهُمَا فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ أَتَتِ امْرَأَةٌ تَنْشُدُ الدِّينَارَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا عَلِيُّ أَدِّ الدِّينَارَ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ جناب علی ابن ابی طالب نے ایک اشرفی پڑی پائی تو اسے حضرت فاطمہ کے پاس لائے پھر اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا دیا رزق ہے چنانچہ اس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھایا اور حضرت علی و فاطمہ زہرا نے بھی کھایا پھر جب کچھ عرصہ گزرا تو ایک عورت اشرفی ڈھونڈتی آئی تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی اشرفی ادا کردو۔ ابوداؤد

اس حدیث میں لقطہ کا بالکل اعلان نہیں کیا گیا،،ان دونوں حدیثوں کے برعکس تیسری حدیث میں کچھ اس طرح بیان ہوا،، کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابی ابن کعب کو لقطہ کے لئے تین سال اعلان کرنے کا حکم دیا۔

خلاصہ یہ کہ ایک حدیث میں لقطہ کا تین سال اعلان کرنے کا حکم دیا دوسری میں ایک سال تک اور تیسری میں کوئی اعلان نہ ہوا ،،تمام احادیث میں تعارض واضح ہے۔

لقطہ کے اعلان کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

ان تعارضات میں تطبیق اس طرح قائم ہوگی کہ معمولی لقطہ کا اعلان کچھ روز کرے یا کرنے کی ضرورت نہیں، درمیانی لقطہ کا اعلان ایک سال تک کیا جائے، اعلی قیمتی چیز کا اعلان تین سال تک کیا جائے، اب نتیجہ یہ نکلا کہ جس حدیث میں ایک سال تک اعلان کرنے کا حکم دیا یہ فرمان عالی درمیان کے لقطے کے لیے ہے،،جس حدیث میں حضرت ابی ابن کعب کو تین سال اعلان کا حکم دیا گیا کہ وہاں لقطہ بہت قیمتی تھا، اور جس میں کوئی اعلان نہ ہوا وہاں لقطہ اتنا معمولی تھا کہ اعلان کی ضرورت نہیں تھی۔ لہذا اب احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿453﴾ بغیر پوچھے کچھ لے لینے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ فَقَالَ :مَنْ أَصَابَ مِنْهُ مِنْ ذِي حَاجَةٍ غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَمَنْ خَرَجَ بِشَيْءٍ مِنْهُ فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَالْعُقُوبَةُ وَمَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ أَنْ يُؤْوِيَهُ الْجَرِينَ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ وَذَكَرَ فِي ضَالَّةِ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ كَمَا ذكر غَيْرُهُ قَالَ :وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ: مَا كَانَ مِنْهَا فِي الطَّرِيقِ الْمِيتَاءِ وَالْقَرْيَةِ الْجَامِعَةِ فَعَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَأْتِ فَهُوَ لَكَ وَمَا كَانَ فِي الْخَرَابِ الْعَادِيِّ فَفِيهِ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ .رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرَوَى

أَبُو دَاوُدَ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهِ :وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ إِلَى آخِرِه

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ سے لٹکے ہوئے پھل کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا جو ضرورت مند ان میں سے کچھ لے لے کہ اسے ذخیرہ نہ کرے تو اس پر حرج نہیں اور جو ان میں سے کچھ لے کر نکل جائے اس پر ڈبل تاوان بھی ہے اور سزا بھی اور جو ان میں سے خرمن میں پہنچنے کے بعد چرا لے پھر وہ ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر ہاتھ کٹنا ہے اور گمے ہوئے اونٹ اور بکری کے بارے میں وہ ہی ذکر کیا جو دوسروں نے بیان کیا اور آپ سے لقطہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا جو آباد راستہ اور بڑی بستی میں ملے تو ایک سال تک اس کا اعلان کرو اگر اس کا مالک آجائے تو اسے دے دو اور اگر نہ آئے تو وہ تمہاری ہے اور جو پرانے ویرانے میں ہو تو اس میں اور دفینہ میں پانچواں حصہ ہے (نسائی) اور ابوداؤد نے انہی عمرو ابن شعیب سے روایت یہاں سے آخر تک کی وسئل عن اللقطۃ۔

مذکورہ حدیث میں،، فرمایا جو ضرورت مند ان میں سے کچھ لے لے کہ اسے ذخیرہ نہ کرے تو اس پر حرج نہیں۔

جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں فرمایا،،

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِءٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يُؤْتَى مشربته فتكسر خزانته فينتقل طَعَامُهُ وَإِنَّمَا يَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوعُ مَوَاشِيهِمْ أَطْعِمَاتِهِمْ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی کسی کا جانور بغیر اس کی اجازت کے نہ دوہے کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ کوئی اس کے بالا خانہ پر گھس آئے پھر اس کا خزانہ توڑ کر غلہ لے جائے اور لوگوں کے جانوروں کے تھن ان کی غذاؤں کے خزانہ ہیں۔ مسلم

بغیر پوچھے کچھ لے لینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جن احادیث میں بلا اجازت پھل کھانے کی بھی اجازت دی گئی ہے یہ حدیث بھی اضطراری یعنی مخمصہ کی حالت کے لیے ہے جب کہ بھوک سے جان نکل رہی ہو تو بلا اجازت پھل کھا لینا جائز ہے، ورنہ غیر کا مال بغیر اجازت لینا کس طرح درست ہوسکتا ہے، یوں ہی کسی کے باغ کے پھل اس کی اجازت کے بغیر نہ توڑے نہ کھائے، نہ اٹھائے نہ لے جائے۔ جن احادیث میں اجازت ہے کہ کھائے مگر لے نہ جائے وہاں بھی مخمصہ کی حالت مراد ہے کہ بھوکے کی جان پر بن گئی ہے وہ یہ کھا کر جان بچائے، ہاں جنگلی پھل کسی کی ملک نہیں جیسے کوکن بیر وہ شکار کے جانور کی طرح کسی کی ملک نہیں جو چاہے کھائے۔ خلاصہ یہ کہ بھوکا آدمی جو بھوک سے مر رہا ہو وہ مالک باغ سے بغیر پوچھے پھل توڑ کر بقدر ضرورت کھا سکتا ہے اور

پیسہ ملنے پراس کی قیمت ادا کر دے لہذ الاثی ء سے مراد لا اثم ہے یعنی اس پر گناہ نہیں کہ ایسی مجبوری کی حالت میں مردار کھانا بھی درست ہے، رب تعالی فرماتا ہے ":فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ"۔

﴿454﴾ جرمانہ لگانے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ فَقَالَ :مَنْ أَصَابَ مِنْهُ مِنْ ذِي حَاجَةٍ غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَمَنْ خَرَجَ بِشَيْءٍ مِنْهُ فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَالْعُقُوبَةُ وَمَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ أَنْ يُؤْوِيَهُ الْجَرِينَ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ وَذَكَرَ فِي ضَالَّةِ الْإِبِلِ وَالْغَنمِ كَمَا ذكر غَيْرُهُ قَالَ :وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ: مَا كَانَ مِنْهَا فِي الطَّرِيقِ الْمِيتَاءِ وَالْقَرْيَةِ الْجَامِعَةِ فَعَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَأْتِ فَهُوَ لَكَ وَمَا كَانَ فِي الْخَرَابِ الْعَادِيِّ فَفِيهِ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ .رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ عَنْهُ مِنْ قَوْله :وَسُئِلَ عَنِ اللقطَة إِلَى آخِره

روایت ہے حضرت عمروابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ سے لٹکے ہوئے پھل کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا جو ضرورت مند ان میں سے کچھ لے لے کہ اسے ذخیرہ نہ کرے تو اس پر حرج نہیں اور جو ان میں سے کچھ لے کر نکل جائے اس پر ڈبل تاوان بھی ہے اور سزا بھی اور جو ان میں سے خرمن میں پہنچنے کے بعد چرالے پھر وہ ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر ہاتھ کٹنا ہے اور گمے ہوئے اونٹ اور بکری کے بارے میں وہ ہی ذکر کیا جو دوسروں نے بیان کیا اور آپ سے لقطہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا جو آباد راستہ اور بڑی بستی میں ملے تو ایک سال تک اس کا اعلان کروا گر اس کا مالک آ جائے تو اسے دے دو اور اگر نہ آئے تو وہ تمہاری ہے اور جو پرانے ویرانے میں ہو تو اس میں اور دفینہ میں پانچواں حصہ ہے (نسائی) اور ابوداؤد نے انہی عمروابن شعیب سے روایت یہاں سے آخر تک کی وسئل عن اللقطۃ۔

مذکورہ حدیث میں فرمایا،، جو شخص ان میں سے کچھ لے کر نکل جائے اس پر ڈبل تاوان بھی ہے اور سزا بھی،،

مطلب یہ کہ اسے جرمانہ یعنی ڈبل قیمت بھی دینا ہوگا اور سزا بھی بھگتنی ہوگی،، جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں کچھ اس طرح ہے،، ":لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوٰلَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبٰطِلِ "ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقوں سے مت کھاؤ اور جرمانہ بھی ناجائز طریقہ ہی ہے کہ ناحق کسی کا مال لینا حرام ہے۔آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

جرمانہ لگانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

احناف کے ہاں اس کی تطبیق یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اول اسلام میں تھی کیونکہ مالی جرمانہ اب حرام ہوگیا، رب تعالی

فرماتا ہے ":لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوٰلَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبٰطِلِ "ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقوں سے مت کھاؤ اور جرمانہ بھی ناجائز طریقہ ہی ہے کہ ناحق کسی کا مال لینا حرام ہے۔

﴿455﴾ چوری کی آیت اور حدیث میں تعارض:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ فَقَالَ :مَنْ أَصَابَ مِنْهُ مِنْ ذِي حَاجَةٍ غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَمَنْ خَرَجَ بِشَيْءٍ مِنْهُ فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَالْعُقُوبَةُ وَمَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ أَنْ يُؤْوِيَهُ الْجَرِينَ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ وَذَكَرَ فِي ضَالَّةِ الْإِبِلِ وَالْغنم كَمَا ذكر غَيْرُهُ قَالَ :وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ: مَا كَانَ مِنْهَا فِي الطَّرِيقِ الْمِيتَاءِ وَالْقَرْيَةِ الْجَامِعَةِ فَعَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَأْتِ فَهُوَ لَكَ وَمَا كَانَ فِي الْخَرَابِ الْعَادِيِّ فَفِيهِ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ .رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ عَنْهُ مِنْ قَوْله :وَسُئِلَ عَنِ اللقطة إِلَى آخِره

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ سے لٹکے ہوئے پھل کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا جو ضرورت مند ان میں سے کچھ لے لے کہ اسے ذخیرہ نہ کرے تو اس پر حرج نہیں اور جو ان میں سے کچھ لے کر نکل جائے اس پر ڈبل تاوان بھی ہے اور سزا بھی اور جو ان میں سے خرمن میں پہنچنے کے بعد چرالے پھر وہ ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر ہاتھ کٹنا ہے اور گمے ہوئے اونٹ اور بکری کے بارے میں وہ ہی ذکر کیا جو دوسروں نے بیان کیا اور آپ سے لقطہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا جو آباد راستہ اور بڑی بستی میں ملے تو ایک سال تک اس کا اعلان کرو اگر اس کا مالک آجائے تو اسے دے دو اور اگر نہ آئے تو وہ تمہاری ہے اور جو پرانے ویرانے میں ہو تو اس میں اور دفینہ میں پانچواں حصہ ہے (نسائی) اور ابوداؤد نے انہی عمرو ابن شعیب سے روایت یہاں سے آخر تک کی وسُئل عن اللقطۃ۔

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لٹکے ہوئے پھل کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا جو ضرورت مند ان میں سے کچھ لے لے کہ اسے ذخیرہ نہ کرے تو اس پر حرج نہیں،، حدیث میں مذکورہ فعل چوری کے زمرے میں آتا ہے لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے نہ تو اس فعل کو چوری کہا اور نہ اس پر حد جاری کی لہذا یہ حدیث اس آیت کریمہ کے خلاف ہے،، ارشاد ہے،

السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما ،، چور اور چورنی دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

آیت اور حدیث دونوں میں تعارض واضح ہے۔

چوری کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے باغات دیواروں سے گھرے ہوئے نہ تھے ویسے ہی کھلے تھے اس لیے درخت سے پھل توڑنے کو سرکار مدینہ ﷺ نے چوری قرار نہ دیا کیونکہ غیر محفوظ مال کا لینا چوری نہیں بلکہ جب پھل خرمن میں پہنچ کر محفوظ ہو جائیں انہیں لینے کا نام چوری ہوا، اگر باغ کے آس پاس چہار دیواری ہو تو پھل توڑنا بھی چوری ہوگا۔ لہذا آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿456﴾ لقطہ کا اعلان نہ کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي سعيد الْخُدْرِيّ :أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَجَدَ دِينَارًا فَأَتَى بِهِ فَاطِمَةَ رَضِي الله عَنْهَا فَسَأَلَ عَنْهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ (ص916:) رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :هَذَا رِزْقُ اللَّهِ فَأَكَلَ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكل عَلِيَ وَفَاطِمَةَ رَضِي الله عَنْهُمَا فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ أَتَتِ امْرَأَةٌ تَنْشُدُ الدِّينَارَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا عَلِيُّ أَدِّ الدِّينَارَ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ جناب علی ابن ابی طالب نے ایک اشرفی پڑی پائی تو اسے حضرت فاطمہ کے پاس لائے پھر اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا دیا رزق ہے چنانچہ اس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھایا اور حضرت علی و فاطمہ زہرا نے بھی کھایا پھر جب کچھ عرصہ گزرا تو ایک عورت اشرفی ڈھونڈتی آئی تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی اشرفی ادا کر دو۔ ابوداؤد

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے لقطہ کا اعلان نہیں کیا جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں اس طرح ہے،،

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ :مَا كَانَ مِنْهَا فِي الطَّرِيقِ الْمِيتَاءِ وَالْقَرْيَةِ الْجَامِعَةِ فَعَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَأْتِ فَهُوَ لَكَ وَمَا كَانَ فِي الْخَرَابِ الْعَادِيِّ فَفِيهِ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمسُ . رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ عَنْهُ مِنْ قَوْله :وَسُئِلَ عَنِ اللقطة إِلَى آخِره

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ سے لقطہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا جو آباد راستہ اور بڑی بستی میں ملے تو ایک سال تک اس کا اعلان کرو اگر اس کا مالک آجائے تو اسے دے دو اور اگر نہ آئے تو وہ تمہاری ہے اور جو پرانے ویرانے میں ہو تو اس میں اور دفینہ میں پانچواں حصہ ہے (نسائی) اور ابوداؤد نے انہی عمرو ابن شعیب سے روایت یہاں سے آخر تک کی وسئل عن اللقطۃ۔

پہلی حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ نے لقطے کا اعلان نہ کیا جبکہ دوسری میں اعلان کا حکم ارشاد فرمایا، دونوں حدیثوں میں

تعارض واضح ہے۔

لقطہ کا اعلان نہ کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کی تطبیق سے پہلے علماء کا موقف ذہن میں رکھنا ضروری ہے، اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ تھوڑے لقطہ کا اعلان کرنا واجب نہیں کیونکہ حضرت علی کو حضور انور نے فوراً خرچ کر لینے کی اجازت دے دی، اعلان کا حکم نہ دیا۔ فَأَتٰی اور فَسَأَلَ سے معلوم ہوا کہ لقطہ پاتے ہی بغیر تاخیر خرچ کر لینے کی اجازت دے دی مگر اس استدلال میں دو طرح گفتگو ہے: ایک یہ کہ دینار جو مذکورہ حدیث میں لقطے کے طور پر ذکر ہوا وہ تھوڑا مال نہیں بلکہ مال کثیر ہے۔ دوسرے یہ کہ ف کبھی تراخی پر بھی استعمال ہوتی ہے لہذا کہا جاتا ہے نَكَحْتُ فَوُلِدَ میں نے نکاح کیا تو اللہ نے مجھے بچہ دیا، دیکھو بچہ نکاح سے نو ماہ بعد ہوتا ہے مگر یہاں ف بولا گیا، رب تعالی فرماتا ہے" أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً" اللہ تعالی آسمان سے پانی اتارتا ہے تو زمین ہری بھری ہو جاتی ہے، دیکھو بارش کے کچھ عرصہ بعد زمین ہری بھری ہوتی ہے نہ کہ فوراً مگر یہاں ف ارشاد ہوا۔ معلوم ہوا کہ ف کبھی تراخی کے لیے بھی آجاتی ہے ایسے ہی یہاں حضرت علی کو اعلان وغیرہ کے بعد لقطہ استعمال کرنے کی اجازت دی گئی لہذا حق یہی ہے کہ لقطہ کا اعلان ضروری ہے جس حدیث میں اعلان کا ذکر نہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے اعلان نہ کیا ہو۔ اور اس تقریر سے احادیث میں تعارض بھی نہ رہا۔

﴿457﴾ انبیاء کے وارث ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ الْمِقْدَامِ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيْعَةً فَإِلَيْنَا وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَأَنَا مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ أَرِثُ مَالَهُ وَأَفُكُّ عَانَهُ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ يَرِثُ مَالَهُ وَيَفُكُّ عَانَهُ .وَفِي رِوَايَةٍ :وَأَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ أَعْقِلُ عَنْهُ وَأَرِثُهُ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ يَعْقِلُ عَنْهُ ويرثه .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت مقدام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں ہر مسلمان کا اس کی جان سے زیادہ والی ہوں جو قرض یا بال بچے چھوڑے وہ ہماری سپرد ہے اور جو مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے میں اس کا والی ہوں جس کا کوئی والی نہیں ہیں اس کے مال کا وارث ہوں گا اور اس کے قیدی کو چھوڑاؤں گا اور ماموں اس کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہیں کہ اس کے مال کا وارث ہوگا اور اس کا قیدی چھوڑائے گا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں وارث ہوں اس کا جس کا کوئی وارث نہیں کہ اس کی دیت بھی دوں گا اور اس کا وارث بھی ہوں گا اور ماموں وارث ہے اس کا جس کا کوئی وارث نہ ہو کہ اس کی دیت دے گا اور میراث لے گا۔ ابوداؤد

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو مر جائے میں اس کے مال کا وارث ہوں،، جبکہ اس کے برعکس نبی کریم ﷺ

نے فرمایا،حضرات انبیاء کرام نہ کسی کے وارث ہوں نہ مورث، بلکہ انبیاء وراثت میں علم چھوڑ کر جاتے ہیں۔

انبیاء کے وارث ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ یعنی اگر میت کا کوئی وارث نہ ہوتو اس کا مال بیت المال میں جائے گا کہ بیت المال اللہ رسول کا ہے تو گویا رسول اس کے وارث ہو گئے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرات انبیاء کرام نہ کسی کے وارث ہوں نہ مورث۔اب تعارض بھی نہ رہا۔

﴿458﴾ ذی رحم کے وارث بننے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنِ الْمِقْدَامِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيْعَةً فَإِلَيْنَا وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَأَنَا مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ أَرِثُ مَالَهُ وَأَفُكُّ عَانَهُ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ يَرِثُ مَالَهُ وَيَفُكُّ عَانَهُ .وَفِي رِوَايَةٍ :وَأَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ أَعْقِلُ عَنْهُ وَأَرِثُهُ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ يَعْقِلُ عَنْهُ ويرثه .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت مقدام سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں ہر مسلمان کا اس کی جان سے زیادہ والی ہوں جو قرض یا بال بچے چھوڑے وہ ہماری سپرد ہے اور جو مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے میں اس کا والی ہوں جس کا کوئی والی نہیں میں اس کے مال کا وارث ہوں گا اور اس کے قیدی کو چھوڑاؤں گا اور ماموں اس کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہیں کہ اس کے مال کا وارث ہوگا اور اس کا قیدی چھوڑائے گا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں وارث ہوں اس کا جس کا کوئی وارث نہیں کہ اس کی دیت بھی دوں گا اور اس کا وارث بھی ہوں گا اور ماموں وارث ہے اس کا جس کا کوئی وارث نہ ہو کہ اس کی دیت دے گا اور میراث لے گا۔ابوداؤد

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا،،کہ پھوپھی خالہ وارث نہیں۔

جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے،،":وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَٰبِ اللهِ"

آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

ذی رحم کے وارث بننے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب تھوڑی تفصیل کے ساتھ یہ ہے کہ جس میت کا ذی فرض وعصبہ نہ ہو اس کے وارث ماموں، خالہ وغیرہ تمام ذی رحم بالترتیب ہیں اور اگر غیر ذی فرض ہے جیسے بیوی یا خاوند تو بھی ذی رحم وارثوں کو میراث ملے گی۔خیال رہے کہ ذی رحم کی وراثت کے امام شافعی وامام مالک منکر ہیں،ان کے ہاں ذی فرض وعصبہ کے نہ ہونے پر مال بیت المال میں جائے گا مگر ہمارے ہاں ذی رحم بھی وارث ہیں،رب تعالی فرماتا ہے":وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَٰبِ

اللهِ"اس آیت نے عقد مواخات کی میراث کو منسوخ فرما کر رشتہ داروں کو وارث بنایا اور ان میں ذی رحم وارثوں کو لے لیا، نیز سہل ابن حنیف جب قتل کیے گئے تو ان کا ایک ماموں ہی تھا اور کوئی عزیز نہ تھا، حضرت ابوعبیدہ ابن جراح کا انتقال ہوا تو حضور انور نے حضرت قیس ابن عاصم سے فرمایا کیا تم میں کوئی ان کا عزیز قریبی بھی ہے، انہوں نے عرض کیا وہ مسافر تھے، ان کا عزیز سوائے ابولبابہ ابن عبدالمنذر کے جو ان کے بھانجے ہیں اور کوئی نہیں، حضور انور نے انہیں کو وارث بنایا۔ جن روایات میں ہے کہ پھوپھی خالہ وارث نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ذی فرض یا عصبہ کے ہوتے ہوئے یہ لوگ وارث نہیں لہذا آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿459﴾ حرام کے بچے کے وارث ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن واثلة بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :تَحُوزُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَ مَوَارِيثَ عَتِيقَهَا وَلَقِيطَهَا وَوَلَدَهَا الَّذِي لَاعَنَتْ عَنْهُ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيَ وَأَبُو دَاوُد وَابْن مَاجه

روایت ہے حضرت واثلہ ابن اسقع سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت تین میراثیں سمیٹتی ہے اپنے آزاد کردہ غلام کی راستے میں پڑے پائے بچہ کی اور اپنے اس بچے کی جس پر اس نے لعان کیا۔ ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ

مذکورہ حدیث میں ہے کہ لعان کی بچے کی وارث عورت ہے جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں کچھ اس طرح ہے،،

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ :أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :أَيُّمَا رَجُلٍ عَاهَرَ بِحُرَّةٍ أَوْ أَمَةٍ فَالْوَلَد ولدِ زنى لَا يَرِث وَلَا يُورث .رَوَاهُ التِّرْمِذِيَ

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص آزاد عورت یا لونڈی سے زنا کرے تو بچہ حرام کا ہے کہ نہ وہ اس کا وارث ہو اور نہ یہ اس کا وارث۔ ترمذی

دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

حرام کے بچے کے وارث ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حرامی بچے کی وارث صرف ماں اور ماں کے قرابت دار ہوں گے، نانی، خالہ، ماموں وغیرہ اور وہ بچہ ان لوگوں کا وارث ہوگا مگر یہ زانی باپ اور اس کے عزیز نہ تو حرامی بچے کے وارث نہ وہ بچہ ان کا وارث کہ یہ بچہ نسبًا اس باپ سے ہے ہی نہیں صرف ماں سے ہے، یہاں باپ اور باپ کے عزیزوں کی میراث کی نفی ہے نہ کہ ماں کی کیونکہ ماں کی میراث کا ثبوت پچھلی حدیث میں گزر گیا کہ لعان والے بچہ کی وارث ماں ہے، لعان اور زنا کے بچوں کا ایک ہی حکم ہے کہ ان کا نسب صرف ماں سے ہے۔ احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿460﴾ وارثوں کے لئے وصیت کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ :إِنِ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ :الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْوَرَثَةُ مُنْقَطِعٌ هَذَا لَفْظُ الْمَصَابِيحِ .وَفِي رِوَايَةِ الدَّارَقُطْنِيِّ :قَالَ :لَا تَجُوزُ وَصِيَّةٌ لِوَارِثٍ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْوَرَثَةُ

روایت حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خطبہ میں حجۃ الوداع کے سال فرماتے سنا کہ اللہ نے ہر حقدار کو اس کا حق دیا ہے لہذا وارث کے لیے وصیت نہیں (ابوداؤد، ابن ماجہ) اور ترمذی نے یہ بڑھایا کہ بچہ بستر والے کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں ان کا حساب اللہ کا ذمہ ہے اور حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں راوی کہ فرمایا وارث کے لیے وصیت نہیں مگر یہ کہ وارث راضی ہوں یہ منقطع ہے یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ فرمایا وارث کے لیے وصیت جائز نہیں مگر جب کہ وارث راضی ہوں۔

حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے وارثوں کے لئے وصیت کرنے کی نفی فرمادی،، جبکہ آیت کریمہ میں وصیت کو لازم کیا گیا ہے جیسا کہ رب نے فرمایا،،

":كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ"

تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے اور وہ کچھ ترکہ چھوڑ جائے تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کر جائے۔

حدیث میں وارثوں کے لئے وصیت کی نفی کی گئی ہے جبکہ آیت میں اس کا حکم فرمایا گیا، تعارض واضح ہے۔

وارثوں کے لئے وصیت کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ آیات میراث آنے سے پہلے اہل قرابت کے لیے وصیت کرنا از روئے قرآن فرض تھی کہ رب نے فرمایا":كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ"۔آیات میراث سے یہ فرضیت منسوخ ہوگئی مگر جواز وصیت کا نسخ اس حدیث سے ہوا کہ اب جسے ایک پائی میراث ملے اس کے لیے وصیت نہیں ہوسکتی۔معلوم ہوا کہ قرآن کا نسخ حدیث سے جائز بلکہ واقع ہے۔اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿461﴾ عاص بن وائل کے بے اولاد ہونیکی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ أَوْصَى أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ فَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِينَ رَقَبَةً فَأَرَادَ ابْنُهُ عَمْرٌو أَنْ يُعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِينَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ :حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي أَوْصَى أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ وَإِنَّ هِشَامًا أَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِينَ وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُونَ رَقَبَةً أَفَأُعْتِقُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّه لَو كَانَ مُسلما فأعتقتم عَنْهُ أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ أَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بلغه ذَلِك .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ عاص ابن وائل نے وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کردیئے جائیں تو اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کردیئے پھر اس کے بیٹے عمرو نے چاہا کہ باقی پچاس اس کی طرف سے وہ آزاد کردیں بولے میں تو آزاد نہ کروں گا تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ نے وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کردیئے جائیں اور ہشام نے اس کی طرف سے پچاس آزاد کردیئے ہیں اور اس پر پچاس غلام باقی ہیں تو کیا اس کی طرف سے میں آزاد کردوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا پھر تم اسکی طرف سے آزاد کرتے اس کی طرف سے خیرات یا حج کرتے یہ سب کچھ اسے پہنچ جاتا ابوداؤد

مذکورہ حدیث میں عاص بن وائل کی اولاد کا ذکر ہے،، جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں اس کے بارے میں ارشاد ہوا،،

"اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" آپ کا بدگو ابتر یعنی بے اولاد ہے،،

آیت کریمہ میں بیان ہوا کہ آپ کا دشمن (یعنی عاص بن وائل) بے اولاد رہے گا، جبکہ حدیث میں حضرت عمرو ابن شعیب ان کے باپ پھر ان کے دادا کا ذکر ہوا،، آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

عاص بن وائل کے بے اولاد ہونیکی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ عمرو ابن شعیب کے دادا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہیں، وہ خود اپنا واقعہ بیان کررہے ہیں کہ میرے باپ عاص ابن وائل نے مرتے وقت سو غلام لونڈیاں آزاد کرنے کی وصیت کی تھی، عاص ابن وائل قرشی سہمی ہے، حضور انور کا زمانہ پایا مگر اسلام نہ لایا، اس کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" آپ کا بدگو ابتر یعنی بے اولاد ہے کہ اللہ نے اس کی اولاد کو اسلام کی توفیق دے کر اسے حکماً لاولد کردیا، اس کی

ساری اولاد ایمان لے آئی۔لہذا اس اعتبار سے وہ حکما بے اولاد کہلایا، آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔
اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ کافر کو ثواب بخشنا منع ہے کہ حضور انور نے اس کی اجازت نہ دی۔دوسرے یہ کہ اگر اسے ایصال ثواب کیا بھی جائے تو ثواب پہنچتا نہیں، جب اسے اپنی نیکیوں کا ثواب نہیں ملتا تو دوسرے کی نیکیوں کا بخشا ہوا ثواب کیسے ملے گا۔مردہ کو کوئی دوا فائدہ نہیں پہنچاتی، کافر کو کوئی دعا عذاب سے نہیں بچاتی۔تیسرے یہ کہ مسلمانوں کو ہر قسم کی عبادات کا ثواب بخشنا جائز ہے اور انہیں پہنچتا بھی ہے، دیکھو غلام آزاد کرنا، صدقہ و خیرات، حج مختلف قسم کی عبادتیں ہیں مگر سب کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو ثواب پہنچ جاتا۔خیال رہے کہ کافر کو بعض نیکیوں کی بدولت عذاب ہلکا ہوجاتا ہے مگر عذاب سے رہائی نہیں ہوتی نہ وہ جنت کی کسی نعمت کا مستحق ہوتا ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے باعث ابو طالب کا عذاب ہلکا ہے، ولادت پاک کی خوشی منانے کے سبب ابولہب کو سوموار کے دن عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔(بخاری شریف) لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں۔آج بعض لوگ ایصال ثواب کے انکاری ہیں وہ ان احادیث میں غور کریں۔

﴿10﴾ کتاب النکاح

﴿462﴾ بنی اسرائیل کے پہلے فتنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم :إِنَّ الدُّنيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَخلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيفَ تَعمَلُونَ فَاتَّقُوا الدُّنيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتنَةِ بَنِي إِسرَائِيلَ كَانَت فِي النِّسَاءِ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا میٹھی اور ہری بھری ہے اور یقیناً اللہ تعالٰی تم کو اس میں دوسروں کے پیچھے مالک کرے گا تو دیکھے گا کہ کیا عمل کرتے ہو لہذا دنیا سے احتیاط کرو اور عورتوں کے بارے میں محتاط رہو کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے متعلق ہوا۔مسلم
مذکورہ حدیث میں فرمایا گیا کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے متعلق ہوا، جبکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل میں عورتوں کے فتنہ سے پہلے کافی فتنے پیدا ہوئے تھے، جیسے فرعون کا فتنہ، سامری کا فتنہ، وغیرہ اس لئے یہاں تعارض معلوم ہورہا ہے۔

بنی اسرائیل کے پہلے فتنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حدیث میں مذکور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک اسرائیلی نے اپنے چچا سے درخواست کی کہ مجھے اپنی بیٹی بیاہ دو۔اس نے انکار کیا اس کے بھتیجے نے اسے قتل کردیا تاکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی بیٹی

سے نکاح کرے اور اس کے مال کا وارث بن جائے، اسی واقعہ پر ذبح گائے کا واقعہ پیش آیا جو سورہ بقرہ میں مذکور ہے۔ یا اس میں بلعام ابن باعورا کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جسے اسم اعظم یاد تھا اور وہ مقبول الدعاء تھا جب موسیٰ علیہ السلام نے قوم جبارین پر لشکر کشی کی تو بلعام کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کرنے کے لیے اس سے درخواست کی، وہ نہ مانا تب قوم نے اس کے سامنے حسینہ عورت پیش کی اور کہا کہ اگر تو موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کرے تو ہم اس کا نکاح تجھ سے کردیں تب اس نے موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کرنی چاہی جو خود اس پر پڑی اور اس کی زبان کتے کی طرح باہر نکل پڑی جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے "فَمَثَلُه كَمَثَلِ الْكَلْبِ" الایہ۔ اس کا مفصل واقعہ تفاسیر میں اور اسی جگہ مرقات میں مذکور ہے۔

اس صورت میں حدیث میں مذکورہ پہلے فتنہ کا مطلب یہ گا کہ یا تو فتنہ سے مراد بڑا فتنہ ہے یعنی بنی اسرائیل میں سب سے بڑا فتنہ عورت کا فتنہ تھا یا پھر حدیث میں اولیت سے مراد اضافی اولیت ہے نہ کہ حقیقی کیونکہ بنی اسرائیل میں معمولی فتنے اس سے پہلے بھی ہو چکے تھے۔ اب تعارض بھی نہ رہا۔

﴿463﴾ تین چیزوں میں نحوست کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :الشُّؤْمُ فِي الْمَرْأَةِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .وَفِي رِوَايَةٍ " :الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثَة :فِي الْمَرْأَة والمسكن وَالدَّابَّة "

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نحوست عورت میں اور گھر میں اور گھوڑے میں ہے۔ (مسلم، بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ نحوست تین چیزوں میں ہے عورت میں گھر میں اور گھوڑے میں ہے۔

مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ نحوست تین چیزوں میں ہے عورت میں گھر میں اور گھوڑے میں ہے جبکہ دوسری حدیث اور آیات میں کئی چیزوں کو منحوس کہا گیا ہے جیسے کافر، کفر، زمانہ عذاب منحوس ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے "فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ" لہذا احادیث میں تعارض ہے۔

تین چیزوں میں نحوست کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

شوم بنا ہے شام سے یمن کا مقابل، یمن کے معنی ہیں برکت، لہذا شوم کے معنی ہیں نحوست، اس حدیث کے بہت معنی کیئے گئے ایک یہ کہ اگر کسی چیز سے نحوست ہوتی تو ان تین میں ہوتی، دوسرے یہ کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ اولاد نہ جنے اور خاوند کی نافرمان ہو، مکان کی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو وہاں اذان کی آواز نہ آئے اور اس کے پڑوسی خراب ہوں، گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ مالک کو سواری نہ دے، سرکش ہو۔ بہرحال یہاں شوم سے مراد بدفال نہیں کہ اس کی وجہ سے رزق گھٹ جائے یا آدمی مرجائے کہ اسلام میں بدفالی ممنوع ہے۔ لہذا یہ حدیث لاطیرۃ کی حدیث کے خلاف نہیں۔

﴿464﴾ کنواری سے نکاح واجب ہونے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَالِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ عُوَيْمِ بْنِ سَاعِدَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :عَلَيْكُمْ بِالْأَبْكَارِ فَإِنَّهُنَّ أَعْذَبُ أَفْوَاهًا وَأَنْتَقُ أَرْحَامًا وَأَرْضَى بِالْيَسِيرِ .رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه مُرْسلا

روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن سالم ابن عتبہ ابن عویم ابن ساعدہ انصاری سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم کنواریوں کو اختیار کرو کہ وہ منہ کی میٹھی رحم کی صاف اور تھوڑے پر رضا مند ہو جانے والی ہوتی ہیں (ابن ماجہ، ارسالاً)

مذکورہ حدیث میں علیکم آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کنواری سے نکاح کرنا واجب ہے،، جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں کچھ اس طرح ہے،، "وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ" تعارض واضح ہے۔

کنواری سے نکاح واجب ہونے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ یعنی بہتر یہ ہے کہ کنواریوں سے نکاح کرو، یہ علیکم الزام کے لیے نہیں بلکہ استحباب کے لیے ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ "وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ"۔

﴿465﴾ عورت میں کس چیز کو دیکھا جائے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دینے لگے تو اگر اس کو دیکھ سکے جسے نکاح کی دعوت دیتا ہے تو ضرور کر لے۔ ابوداؤد

مذکورہ حدیث میں عورت کی صورت دیکھنے کو ترجیح دی گئی ہے جبکہ اس کے برعکس دوسری احادیث میں صورت و حسن کی بنا پر نکاح کرنے سے منع فرمایا گیا،، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

عورت میں کس چیز کو دیکھا جائے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح میں عورت کے حسب و نسب دینداری وغیرہ کے ساتھ صورت کا بھی لحاظ رہے، دوسری چیزوں کی تحقیقات تو اور طرح بھی ہو سکتی ہے مگر صورت کی تحقیق دیکھ کر ہی ہو سکتی ہے جن احادیث میں صورت و حسن کی بنا پر نکاح کرنے سے منع فرمایا گیا وہاں صرف صورت کا لحاظ کر دینا دینداری کی پرواہ نہ کرنا مراد ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿466﴾ عورت کو دیکھنے کے جواز پر احادیث میں تعارض:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد.

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دینے لگے تو اگر اس کو دیکھ سکے جسے نکاح کی دعوت دیتا ہے تو ضرور کر لے۔ ابوداؤد

جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں اس طرح ہے،،

روایت ہے حضرت حسن سے ارسالاً فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ لعنت کرے دیکھنے والے پر اور اس پر جو دیکھی جائے۔ بیہقی شعب الایمان

پہلی حدیث میں عورت کو دیکھنے کی اجازت ہے جبکہ دوسری میں لعنت کی گئی ہے تعارض واضح ہے۔

عورت کو دیکھنے کے جواز پر احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جو مرد اجنبی عورت کو قصداً بلاضرورت دیکھے اس پر لعنت ہے اور جو عورت قصداً بلاضرورت اجنبی مرد کو اپنا آپ دکھائے اس پر بھی لعنت ہے غرضکہ اس میں تین قیدیں لگانی پڑیں گی اجنبی عورت کو دیکھنا بلاضرورت دیکھنا قصداً دیکھنا۔ اور جس حدیث میں دیکھنے کی اجازت ہے وہاں ضرورت کی صورت پائی جارہی ہے کہ نکاح کرنا ہے لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿467﴾ عورت کے لئے مرد کو دیکھنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ :أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُونَةُ إِذْ أَقبل ابْن مَكْتُومٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :احْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَيْسَ هُوَ أَعْمَى لَا يُبْصِرُنَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا؟ أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ؟ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ وہ اور بی بی میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ جناب ام مکتوم آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کرو میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا یہ نابینا نہیں ہیں کہ ہم کو دیکھتے نہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو اور کیا تم ان کو نہیں دیکھتیں احمد، ترمذی، ابوداؤد

اس حدیث میں ہے کہ مرد کو حرام ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھے اور عورت کو بھی جائز نہیں کہ وہ اجنبی مرد کو دیکھے،،
جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں کچھ اس طرح ہے،،

وَعَنْهَا قَالَتْ :وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ عَلَى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ بِالْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بردائه لِأَنْظُرَ إِلَى لَعِبِهِمْ بَيْنَ أُذُنِهِ وَعَاتِقِهِ ثُمَّ يَقُومُ مِنْ أَجْلِي حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّتِي أَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ الْحَرِيصَةِ على اللَّهْو

روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور حبشی بچے مسجد میں نیزے بازی کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر سے پردہ کراتے تاکہ میں آپ کے کان وکاندھے کے درمیان ان کا کھیل دیکھوں پھر آپ میری وجہ سے کھڑے رہتے حتی کہ میں ہی لوٹ جاتی تو تم اندازہ لگالو، نوعمر لڑکی کے کھیل کے شوقین کا۔ مسلم، بخاری

اس حدیث میں حضرت عائشہ نے مردوں اور ان کا کھیل خود دیکھا، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

عورت کے لئے مرد کو دیکھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ یہ کھیل دکھانے کا واقعہ ۷ھ میں ہوا جب کہ جناب عائشہ کی عمر شریف سولہ سال تھی اور پردہ کا حکم آ چکا تھا، نیز نماز جماعت میں عورتوں کو حاضری کا حکم تھا مردوں سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھتی تھیں مردوں سے پیچھے رہتی تھیں کہ مرد تو ان کو نہ دیکھ سکتے تھے مگر بیویاں یقیناً اپنے سے آگے کے مردوں کو دیکھ سکتی تھیں لہذا احق یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث جس میں آپ نے حبشیوں کا کھیل دیکھا بیان جواز کے لیے ہے اور حضرت ام مکتوم کی یہ حدیث جس میں عورت کے لئے مرد کو دیکھنے سے منع فرمایا بیان احتیاط کے لیے ہے۔ اب احادیث میں کوئی تعارض نہ رہا۔

(یاد رہے کہ بعض علماء کا فرمان ہے کہ عورت بھی اجنبی مرد کو نہیں دیکھ سکتی، بعض نے فرمایا کہ دیکھ سکتی ہے)

﴿468﴾ بوقت نکاح حضرت عائشہ کی عمر بارے احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِينَ وَزُفَّتْ إِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ وَلُعَبُهَا مَعَهَا وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا جب وہ سات سال کی لڑکی تھیں اور رخصت ہوئیں جب وہ نو برس کی لڑکی تھیں، ان کے کھلونے ان کے ساتھ تھے اور حضور نے انہیں چھوڑ کر وفات پائی وہ جب ۱۸ سال کی تھیں۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں بوقت نکاح آپ کی عمر سات سال ذکر کی گئی جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،
آپ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا جب وہ چھ سال کی لڑکی تھیں اور رخصت ہوئیں جب وہ نو برس کی لڑکی تھیں، ان کے کھلونے ان کے ساتھ تھے اور حضور نے انہیں چھوڑ کر وفات پائی وہ جب سال کی تھیں۔ بخاری
پہلی حدیث میں بوقت نکاح آپ کی عمر سات سال ذکر کی گئی اور دوسری میں چھ سال، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

بوقت نکاح حضرت عائشہ کی عمر بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں سات سال کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ چھ سال کی ہو کر ساتویں سال میں داخل ہو چکی تھیں لہذا یہ روایت ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں آپ کی عمر اس وقت چھ سال کی مذکور ہے بہر حال آپ اس وقت بالغہ نہ تھیں۔ اب احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

اس حدیث کی بنا پر علماء نے فرمایا کہ بچیوں کو گڑیاں اور کھلونوں سے کھیلنا جائز ہے گڑیوں سے اسے سینا پرونا، امور خانہ داری کا طریقہ آجاتا ہے اگر کھلونوں اور گڑیوں کے آنکھ ناک نہ ہوں تب تو اس کے جواز میں کوئی شبہ ہی نہیں۔

﴿469﴾ بغیر ولی کے نکاح کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تَسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صِمَاتُهَا .وَفِي رِوَايَةٍ :قَالَ :الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ وَإِذْنُهَا سُكُوتُهَا .وَفِي رِوَايَةٍ :قَالَ :الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ يَسْتَأْذِنُهَا أَبُوهَا فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صِمَاتُهَا .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے خاوند والی عورت اپنے نفس کے مقابل اپنے ولی سے زیادہ حق دار ہے اور کنواری سے اس کے نفس کے متعلق اجازت لی جائے اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے ایک اور روایت میں ہے کہ شادی شدہ اپنے نفس کی اپنے ولی سے زیادہ حق دار ہے اور کنواری سے اجازت لی جائے اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے اور ایک روایت میں فرمایا شادی شدہ اپنے نفس کے بمقابلہ اپنے ولی کے بہت حقدار ہے، اور کنواری سے اس کا باپ اجازت لے گا اس کے نفس کے متعلق اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔ (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے خاوند والی بالغہ لڑکی خواہ کنواری ہو یا بیوہ یا مطلقہ اپنے نفس کی مختار ہے کہ اگر اس کا ولی کسی اور سے اس کا نکاح کر دے اور یہ خود کسی دوسرے سے نکاح کر لے تو اس کا اپنا کیا ہوا نکاح معتبر ہوگا نہ کہ ولی کا کیا ہوا نکاح۔ معلوم ہوا کہ عاقلہ بالغہ کے نکاح کے لیے اجازت ولی شرط نہیں اس کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔

اسی طرح آیت کریمہ میں ہے

،،رب تعالیٰ نے فرمایا": فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ "عورتیں اپنے خاوندوں سے نکاح کریں تو تم انہیں نہ روکو،، جبکہ دوسری حدیث میں اس آیت اور حدیث کے برعکس کچھ اس طرح ہے،،

عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِيُّ

روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا بغیر ولی نکاح نہیں (احمد ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) ایک اور حدیث میں ہے،،

وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا فَإِنِ اشْتَجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ من لَا ولی لَهُ .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ والدارمی

روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت بغیر اجازت ولی اپنا نکاح کرلے تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے لیکن اگر مرد نے اس سے صحبت کرلی تو اسے مہر ملے گا، اس کے عوض کہ اس نے اس کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھایا پھر اگر اولیاء اختلاف کریں تو بادشاہ اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

بغیر ولی کے نکاح کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کے دو جواب ہیں (۱) پہلا یہ ہے کہ جن احادیث میں ولی کے بغیر نکاح کی نفی کی گئی ہے وہ نابالغ لڑکے یا لڑکی یا پاگل مجنوں کا نکاح مراد ہے، یہ حکم بالغ لڑکے و لڑکی کے لیے نہیں، (۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں استحباب کی نفی ہے یعنی بغیر ولی لڑکے لڑکی کا نکاح ہو تو جائے گا لیکن بہتر نہیں۔

محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں نیز ظاہری معنی سے نفی نکاح والی یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہوگی کہ رب تعالیٰ نے فرمایا": فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ "عورتیں اپنے خاوندوں سے نکاح کریں تو تم انہیں نہ روکو۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ نفی والی حدیث میں یا تو نابالغ لڑکی لڑکے کے نکاح کی نفی ہے کہ بغیر اجازت ولی ان کا نکاح باطل ہے، یا استحباب کی نفی ہے اس طرح احادیث میں تعارض بھی ختم ہو جائے گا۔

اس بارے میں خلاصہ کلام یہ ہوگا: خلاصہ یہ ہے کہ نکاح کی اجازت والی حدیث بہت سی روایات سے مروی ہے جن کے الفاظ میں قدرے فرق ہے مگر معنی و منشاء سب کا یکساں ہے وہ یہ کہ عاقلہ بالغہ لڑکی خواہ کنواری ہو خواہ بیوہ، خواہ طلاق

والی اپنے نفس کی مختار ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا، اور اس کے نکاح کے لیے ولی شرط نہیں اور باکرہ کی خاموشی اس کی اجازت ہے مگر خاموشی اس وقت اجازت مانی جائے گی جب کہ اذن لینے والا اس کا ولی یا ولی کا وکیل ہو اور دولہا کا نام پتہ وغیرہ بتا کر اجازت مانگی جائے جس سے اسے دولہا کا پورا پتہ لگ جائے اگر ان میں سے کوئی چیز کم رہی تو خاموشی اجازت نہ ہوگی۔ اور نفی والی حدیث گزشتہ حدیث کی طرح ضعیف و مضطرب ہے چنانچہ اس حدیث سے عائشہ صدیقہ کا امام زہری نے انکار فرمایا دیکھو طحاوی، ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب سے اس حدیث کے متعلق پوچھا انہوں نے اس سے انکار کیا۔ (مرقاۃ) امام احمد نے بھی اس حدیث کی صحت کا انکار کیا۔ (اشعہ) اگر صحیح مان بھی لی جائے تو عورت سے مراد لونڈی یا دیوانی عورت مراد ہے یا وہ صورت مراد ہے کہ عورت غیر کفو میں بغیر اجازت ولی نکاح کرے کہ یہ نکاح درست نہیں ورنہ یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہوگی اور گزشتہ حدیث مسلم کے بھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے": فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ "یعنی طلاق والی سے نکاح خاوند اولیٰ نہ کرے حتیٰ کہ یہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔ بہرحال مذہب حنفی اس بارے میں بہت قوی ہے، جب آزاد عورت اپنے مال کی مختار ہے تو اپنے نفس کی بھی مختار ہے۔

﴿470﴾ لہو و لعب کے جواز کی احادیث میں تعارض:

عَنِ الرَّبِيعِ بنت معوذ بن عَفْرَاءَ قَالَتْ :جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِينَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كمجلسك مني فَجعلت جويرات لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ إِذْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ :وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَالَ :دَعِي هٰذِهِ وَقُولِي بِالَّذِي كُنْتِ تَقُولِينَ .رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

روایت ہے حضرت ربیع بنت معوذ عفراء سے فرماتی ہیں جب میری رخصت کی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جیسے تم میرے پاس بیٹھے ہو ویسے ہی حضور میرے بستر پر بیٹھ گئے تو ہماری بچیاں دف بجانے لگیں اور میرے باپ دادے جو بدر کے دن شہید ہوئے تھے ان کا مرثیہ کہنے لگیں کہ جب ان میں سے ایک نے یہ شعر کہا کہ ہم میں وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں تو حضور نے فرمایا یہ چھوڑ دو وہ ہی کہو جو پہلے کہتی تھیں (بخاری)

یہ بچیاں نابالغہ اور غیر مراہقہ تھیں اور صرف دف بجا کر گاتی تھیں جھانج وغیرہ کوئی باجہ نہ تھا اشعار گندے نہ تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح یا رخصت پر ننھی بچیوں کا ایسا گانا درست ہے

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ قَالَتْ :زُفَّتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا كَانَ مَعَكُمْ لَهْوٌ؟ فَإِنَّ الْأَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْو .رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ایک عورت اپنے انصاری خاوند کے ہاں بھیجی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ کوئی کھیل نہ تھا کیونکہ انصار کو کھیل پسند ہے۔ بخاری

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ :دَخَلْتُ عَلَى قَرَظَةَ بْنِ كَعْبٍ وَأَبِي مَسْعُودِ الْأَنْصَارِيِّ فِي عُرْسٍ وَإِذَا جِوَارٍ يُغَنِّينَ فَقُلْتُ :أَيْ صَاحِبَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلَ بَدْرٍ يُفْعَلُ هَذَا عِنْدَكُمْ؟ فَقَالَا :اجْلِسْ إِنْ شِئْتَ فَاسْمَعْ مَعَنَا وَإِنْ شِئْتَ فَاذْهَبْ فَإِنَّهُ قَدْ رَخَّصَ لَنَا فِي اللَّهْوِ عِنْدَ الْعُرْسِ .رَوَاهُ النَّسَائِيَ

روایت ہے حضرت عامر ابن سعد سے فرماتے ہیں میں قرظہ ابن کعب اور ابو مسعود انصاری کے پاس ایک شادی میں گیا تو ناگاہ کچھ بچیاں گا رہی تھیں میں نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیو اور اے بدر والو! تمہارے پاس یہ کام کیا جا رہا ہے تو وہ دونوں صاحب بولے اگر تم چاہو بیٹھو اور ہمارے ساتھ سنو اور اگر چاہو چلے جاؤ ہم کو شادی کے موقع پر لہو ولعب کی اجازت دی گئی ہے نسائی،، یعنی شادی بیاہ میں ننھی بچیوں کا جائز گیت گانے کی اجازت ہے جائز کام کو ہم کیوں روکیں۔

اسلام میں لہولعب کی مذمت بیان کی گئی جبکہ ان احادیث میں اس کی اجازت دی گئی ہے احادیث میں تعارض واضح ہے۔

لہولعب کے جواز کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

یہاں کھیل سے مراد بچیوں کے گیت ہیں یا بالغہ عورتوں کے پست آواز سے جائز اشعار پڑھنے کی آواز گھر سے باہر نہ آئے اور غیر لوگ نہ سنیں، انہیں کھیل اس لیے کہا گیا کہ باعث سرور ہیں جیسے تیر اندازی گھوڑے بازی اپنی بیوی سے خوش طبعی کو لہو فرمایا گیا۔ حرام کھیل تماشے گانے باجے مراد نہیں لہذا چکڑالوی اس پر اعتراض نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موقعہ پر گیت انصار کو پہلے سے ہی پسند تھے اس پسندیدگی پر اعتراض نہ کیا گیا، جس سے معلوم ہوا کہ یہ پسندیدگی بری نہیں۔

﴿471﴾ پیغام پر پیغام دینے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَنْكِحَ أَو يترك

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام نہ دے یہاں تک کہ وہ پہلا یا نکاح کرے یا چھوڑ دے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ثابت ہے کہ ایک عورت کے نکاح کے لئے کئی پیغام آتے تھے اور صحابہ میں ایسی مثالیں موجود ہیں

پیغام پر پیغام دینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی عورت کے کسی جگہ سے پیام وسلام آرہے ہیں اور فریقین قریبًا راضی بھی ہو گئے ہیں تو دوسرا

شخص پیام دے کر پہلے کا پیام نہ خراب کرے، جب وہاں سے بات چیت ٹوٹ جائے تب پیام دے یہ حکم استحبابی ہے اور اگر صرف پیام میں رضا مندی نہیں ہوئی تو دوسرا بھی پیام دے سکتا ہے جیسا کہ صحابہ سے ثابت ہے، یہ ہی حکم بیع کے متعلق بھی آیا ہے وہاں بھی یہ ہی مراد ہے ورنہ نیلام پر بولی پر بولی دی جاتی ہے اس توجیہ پر یہ حدیث بالکل واضح ہے اور احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

472 نکاح شغار کی حدیث اور ایک فقہی مسئلہ میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ :أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ :أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ الْآخَرُ ابْنَتَهُ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح کرے اس شرط پر کہ وہ دوسرا اپنی بیٹی کا نکاح کر دے اور ان دونوں کے درمیان کوئی مہر نہ ہو (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا اسلام میں شغار نہیں۔

اس حدیث میں نکاح شغار سے منع کیا گیا جبکہ اس کے برعکس احناف اس نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں تعارض واضح ہے۔

نکاح شغار کی حدیث اور ایک فقہی مسئلہ میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ دور جاہلیت میں عرب میں نکاح شغار ہوتا تھا اسلام نے اسے منع فرمادیا، خیال رہے کہ اگر یہ شرط درست رہتی تو شغار بنتا جب احناف نے اس شرط کو باطل قرار دیا اور ہر لڑکی کو مہر مثل دلوایا تو شغار نہ رہا، لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں جیسے دیگر فاسد شروط سے نکاح فاسد نہیں ہوتا بلکہ شرط فاسد ہو جاتی ہے ایسے ہی یہ نکاح بھی بالشرط ہے، جس میں نکاح درست اور شرط فاسد ہے جیسے کوئی شخص سور یا شراب کے عوض نکاح کرے تو نکاح درست ہے یہ شرط فاسد ہے مہر مثل دیا جائے گا۔ لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

خیال رہے کہ اگر یہ نکاح آپس میں ایک دوسرے کا مہر نہ ہوں صرف نکاح بشرط نکاح ہو تو بالاتفاق جائز ہے جیسا کہ پاکستان میں عام طور پر ہوتا ہے کہ آمنے سامنے رشتہ لیا جاتا ہے، لیکن اگر کسی نکاح کا مہر نہ ہو، ہر نکاح دوسرے نکاح کا مہر ہو تو امام شافعی کے ہاں دونوں نکاح فاسد ہیں، ہمارے ہاں دونوں نکاح درست ہیں یہ شرط فاسد ہے ہر لڑکی کو مہر مثل ملے گا۔

473 نکاح متعہ کے جواز کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ

روایت ہے حضرت علی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے متعہ سے منع فرمایا اور پالتو گدھوں کے

گوشت سے۔ مسلم بخاری

وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ :رَخَّصَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ أَوْطَاسٍ فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ نَهَى عَنْهَا .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کے سال متعہ کی تین دن اجازت دی پھر اس سے منع فرمادیا۔ مسلم

ان احادیث میں نکاح متعہ سے منع کیا گیا جبکہ اس کے برعکس کچھ اس طرح بیان ہوا،،

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ :كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا :أَلَا نَخْتَصِي؟ فَنَهَانَا عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ نَسْتَمْتِعَ فَكَانَ أَحَدُنَا يَنْكِحُ الْمَرْأَةَ بِالثَّوْبِ إِلَى أَجَلٍ ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللَّهِ :(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ مُتَّفق عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے ہمارے ساتھ بیویاں نہ تھیں تو ہم نے عرض کیا کیا ہم خصی ہوجائیں اس سے ہم کو منع فرمایا پھر ہم کو متعہ کرلینے کی اجازت دی تو ہم میں سے ایک کسی عورت سے کپڑے کے عوض ایک وقت تک نکاح کرلیتا تھا پھر عبداللہ نے یہ آیت پڑھی اے ایمان والو !ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ جانو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں۔ مسلم بخاری

ہدایہ میں ہے کہ امام مالک کے ہاں نکاح متعہ حلال ہے اور میعاد کی شرط باطل ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ نکاح متعہ حلال ہے۔ مسلم،، احادیث میں تعارض واضح ہے،،

نکاح متعہ کے جواز کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

متعہ کے لغوی معنی ہیں نفع اسی سے ہے تمتع کرنا یہ اسلام میں دو بار حلال ہوا، دو بار حرام، خیبر میں متعہ حرام کیا گیا تھا پھر ایک سخت ضرورت کے ماتحت جنگ اوطاس میں تین دن کے لیے حلال کیا گیا پھر ہمیشہ کے لیے حرام فرمادیا گیا عرب میں اس قدر زنا عام تھا کہ خدا کی پناہ اسلام کا بڑا معجزہ وہاں زنا بند کرانا ہے ایک دم زنا بند نہ ہوسکتا تھا، اس لیے اس پر پابندی لگانے کے لیے متعہ کی اجازت دی گئی کہ معیادی نکاح کرلو پھر معیاد گزرنے پر نکاح ختم۔ لہذا یہ حدیث دوسری حدیث کے خلاف نہیں۔ دیکھو شراب حرام کرنا تھا تو پہلے اس پر پابندی لگائی گئی نشہ میں نماز نہ پڑھو جس سے شراب نوشی بہت حد تک کم ہوگئی پھر ایک دم حرام کردی گئی۔ نکاح متعہ قطعاً حرام ہے اس کے بعد جو صحبت ہوگی تو محض زنا ہوگی، جس پر سارے احکام زنا جاری ہوں گے۔ متعہ کی حرمت پر قرآنی آیات واحادیث شاہد ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے ":مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ "اور فرماتا ہے ":فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ" بیوی ولونڈی کے علاوہ اور کوئی عورت

تلاش کرو کہ تم حد سے آگے بڑھنے والے ہو۔

ہدایہ میں جو ہے کہ امام مالک کے ہاں نکاح متعہ حلال ہے اور میعاد کی شرط باطل ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ یہ نسبت غلط ہے حق یہ ہے کہ متعہ کی حرمت پر امت رسول کا اجماع ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس کو اس کے نسخ کی خبر نہ پہنچی تو اولاً وہ جواز کے قائل رہے خبر پہنچ جانے پر وہ بھی حرمت کے قائل ہو گئے، دیکھئے مسلم ونووی عبداللہ ابن عباس کا رجوع۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود متعہ یا نکاح مؤقت کے جواز کے قائل تھے لیکن یہاں صاحب مرقات نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس اور ابن مسعود دونوں متعہ کے جواز کے قائل تھے مگر دونوں اس سے رجوع فرما گئے عبداللہ ابن عباس نے تو سعید ابن جبیر کے سمجھانے پر رجوع کیا اور حضرت ابن مسعود نے ان کے بعد غرضکہ جب ان دونوں کو اس کے ناسخ کا پتہ لگا رجوع کر لیا حضرت علی تو متعہ کی حلت کے قائل تھے ہی نہیں وہ اول ہی منسوخ مانتے تھے، تعجب ہے کہ محبت اہل بیت کا دعوی کرنے والے متعہ کی حلت میں حضرت ابن مسعود کا پہلا قول تو مان لیتے ہیں اور حضرت علی کا قول نہیں مانتے جناب علی متعہ کو حرام فرماتے ہیں۔

متعہ کے بارے حضرت ابن عباس کا موقف: روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ متعہ شروع اسلام تھا کہ کوئی شخص کسی شہر میں جاتا جہاں اس کی جان پہچان نہ ہوتی تو کسی عورت سے اس وقت تک کے لیے نکاح کر لیتا کہ سمجھتا میں اتنا ٹھہروں گا وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت کرتی اس کا کھانا درست کرتی حتی کہ یہ آیت کریمہ اتری مگر اپنی بیویوں پر یا ان پر جن کے وہ مالک ہیں فرمایا حضرت ابن عباس نے کہ دو کے سوا تمام شرمگاہیں حرام ہیں۔ ترمذی

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس نے متعہ کی حلت کے خیال سے رجوع فرما لیا۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت علی نے سنا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس متعہ حلال جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے ابن عباس خبردار میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود سنا کہ آپ نے خیبر کے دن متعہ اور پالتو گدھا حرام فرمایا، اسی مسلم شریف میں بروایت عروہ ابن زبیر ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے مکہ معظمہ میں فرمایا بعض آنکھوں اور دل کے اندھے اب تک متعہ کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعہ ہوتا تھا اس پر حضرت زبیر نے فرمایا کہ اچھا تم اپنے پر تجربہ کر کے دیکھ لو اگر تم متعہ کرو تو میں تم کو بھی سنگسار کر دوں، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس نے جناب علی کے فرمان پر متعہ سے رجوع نہ کیا بہت عرصہ بعد رجوع فرمایا۔ (مرقات) تمام صحابہ حضرت ابن عباس کے فتویٰ جواز متعہ کے خلاف ہو گئے تھے حتی کہ ان کے خلاف شعر لکھے گئے جن میں سے دو شعر یہ ہیں۔

ھل لک رخصۃ الاطراف آنسۃ تکون مثواک حتی مصدر الناس

قد قلت للشیخ لما طال مجلسہ یا صاح ھل لک فی فتوی ابن عباس

حضرت ابن عباس نے یہ شعر سن کر فرمایا قسم رب کی میں نے متعہ کی حلت کا فتویٰ نہ دیا، متعہ تو خون، سور، مردار کی طرح حرام ہے۔ (مرقات کتاب النکاح)

﴿474﴾ گانا گانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ عِنْدِي جَارِيَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ زَوَّجْتُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ أَلَا تُغَنِّينَ؟ فَإِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ الْأَنْصَارِ يُحِبُّونَ الْغِنَاءَ. رَوَاهُ ابْنُ حبان فِي صَحِيحه

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میرے پاس انصار کی ایک لڑکی تھی جس کا میں نے نکاح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عائشہ تم گیت کیوں نہیں گاتیں کیونکہ یہ قبیلہ انصار گیت گانا پسند کرتے ہیں۔

ان احادیث میں گیت گانے کی اجازت بیان ہو رہی ہے جبکہ اس کے برعکس دوسری احادیث میں گیت گانے سے منع کیا گیا اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت عبداللہ ابن عباس نے گانے کی آواز پر اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ میں موسیقی کے خلاف جہاد کرنے کے لئے آیا ہوں،، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

گانا گانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ شادی میں چھوٹی بچیوں کا دف بجانا گانا یا بالغہ عورت کا آہستہ آواز سے جائز گیت گانا جائز ہے، جیسے پاکیزہ گیت شادیوں پر عرب میں مروج تھے ان کا نمونہ آگے آ رہا ہے۔ وہ ہی یہاں مراد ہے۔ جوان عورتوں کو اونچی آواز سے عشقیہ حرام گانے خصوصاً جب کہ اجنبی مردوں تک آواز پہنچے سخت حرام بلکہ بڑے فساد کا باعث ہے، دوسری حدیث میں انہی کی ممانعت ہے۔

﴿475﴾ کتنا دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ: أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُحَرِّمُ الرضعة أَو الرضعتان

روایت ہے حضرت ام الفضل سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بار یا دو بار دودھ پینا حرام نہیں کرتا۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ ایک بار یا دو بار دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں اس طرح ہے،، وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ،، تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا،، آیت کریمہ میں ارضعن مطلق ہے تین یا پانچ گھونٹ کی اس میں قید نہیں، آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

کتنا دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ مطلقاً دودھ پینا حرمت رضاعت پیدا کرتا ہے خواہ کتنا ہی پیئے ایک گھونٹ یا آدھا یا زیادہ بشرطیکہ شیر خوارگی کی مدت میں ہو۔ یہ مدت اکثر علماء کے ہاں دو سال کی عمر ہے امام اعظم کے ہاں ڈھائی سال کی عمر امام

اعظم کی دلیل قرآن پاک کی آیت ہے۔ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیۡۤ اَرۡضَعۡنَكُمۡ آیت کریمہ میں ارضعن مطلق ہے تین یا پانچ گھونٹ کی اس میں قید نہیں، نیز قرآن کریم میں ہے "وَاَخَوٰتُكُمۡ مِّنَ الرَّضَاعَةِ مِّنَ الرَّضَاعَةِ" یہاں بھی رضاعت مطلق ہے اور یہ حدیث جس میں دو تین گھونٹ سے رضاعت کا ثبوت بیان ہو رہا ہے، خبر واحد ہے جس سے قرآنی مطلق کو مقید نہیں کر سکتے نیز حضرت عائشہ کی حدیث ہے **يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب** یہاں بھی رضاعت مطلق ہے غرضکہ وہ آیت اور یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ مطلقاً دودھ پینا حرمت رضاعت پیدا کرتا ہے خواہ کتنا ہی پیئے ایک گھونٹ یا آدھا یا زیادہ۔

اس مسئلے پر مزید احادیث اور ان میں تعارضات کا جواب:

وَفِي رِوَايَةِ عَائِشَةَ قَالَ :لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ والمصتان وَفِي أُخْرَى لِأُمِّ الْفَضْلِ قَالَ :لَا تُحَرِّمُ الإملاجة والإملاجتان .هٰذِهِ رِوَايَاتٌ لِمُسلم

اور حضرت عائشہ کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ایک دو چوسنیاں حرام نہیں کرتیں۔ اور ام الفضل کی دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا کہ ایک دو بار منہ میں پستان دینا حرام نہیں کرتا یہ مسلم کی روایتیں ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ :كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ :عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ .ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نازل شدہ قرآنی آیات میں یہ آیت بھی تھی کہ دس معلوم چسکیاں حرام کرتی ہیں پھر پانچ معلوم چسکیوں سے منسوخ کی گئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی حالانکہ وہ قرآن سے پڑھی جاتی تھیں یعنی پہلے دس گھونٹ والی آیت نازل ہوئی پھر بہت عرصہ کے بعد دس گھونٹ والی آیت تلاوت وحکم میں پانچ گھونٹ والی آیت سے منسوخ اور یہ پانچ گھونٹ والی آیت اتنے عرصہ کے بعد منسوخ ہوئی تلاوتاً وحکماً کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پانے تک بعض دیہات اور دور دراز کے علاقہ والوں کو اس کے نسخ کی خبر نہ ہوئی اور وہ اس بے خبری میں بعد وفات بھی اس کی تلاوت کرتے رہے پھر خبر ہونے پر اس کی تلاوت بند کی۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ حضور کی وفات کے بعد بھی یہ آیت قرآن کریم میں تھی بعد میں صحابہ کرام نے نکال دی ورنہ اعتراض ہوگا کہ جناب علی و دیگر اہل بیت اطہار قرآن بگڑتا یا کم ہوتا ہوا دیکھ کر خاموش کیوں رہے انہوں نے قرآن بگڑنے کیوں دیا؟ خیال رہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اس سے قرآنی مطلق آیات کو مقید نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے لہذا یہ حدیث امام شافعی کی دلیل نہیں بن سکتی۔

476 رضاعت میں ایک عورت کی گواہی کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ :أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِأَبِي إِهَابِ بْنِ عَزِيزٍ فَأَتَتِ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ :قَدْ أَرْضَعْتُ

عُقبَةَ وَالَّتِي تَزَوَّجَ بِهَا فَقَالَ لَهَا عُقبَةُ :مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ قَدْ أَرْضَعْتِنِي وَلَا أَخْبَرْتِنِي فَأَرْسَلَ إِلَى آلِ أَبِي إِهَابٍ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوا :مَا عَلِمْنَا أَرْضَعَتْ صَاحِبَتَنَا فَرَكِبَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ؟ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زوجا غيره .رَوَاهُ البُخَارِي

روایت ہے حضرت عقبہ سے کہ انہوں نے ابواھاب ابن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا تو ایک عورت آئی بولی کہ میں نے عقبہ کو اور جس سے انہوں نے نکاح کیا ہے اسے دودھ پلایا ہے تو اس سے عقبہ نے کہا کہ مجھے پتہ نہیں کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تم نے مجھے اس کی خبر دی انہوں نے ابواہاب کے گھر والوں کے پاس بھیجا ان سے پوچھا وہ لوگ بولے ہم کو خبر نہیں کہ ہماری لڑکی کو اس نے دودھ پلایا ہے تو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مدینہ سوار ہو کر پہنچے اور آپ سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نکاح کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ یہ کہا گیا چنانچہ عقبہ نے اسے چھوڑ دیا اس نے دوسرے خاوند سے نکاح کرلیا۔ بخاری

مذکورہ حدیث میں رضاعت کے ثبوت کے لئے ایک عورت کی گواہی سے نکاح کو ختم کیا گیا جبکہ روایات میں ہے کہ نکاح اور رضاعت کے ثبوت کے لئے دومرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے،، دونوں روایات میں تعارض واضح ہے۔

رضاعت میں ایک عورت کی گواہی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ، جس حدیث میں ایک عورت کی گواہی پر نکاح ختم کیا گیا وہ حرمت کا فتویٰ نہیں بلکہ تقویٰ و احتیاط کا مشورہ ہے، یعنی اے عقبہ تم جیسے متقی کی احتیاط سے یہ بات بہت بعید ہے کہ جس عورت کے متعلق رضاعی بہن ہونے کا وہم بھی ہو جائے اسے اپنے نکاح میں رکھو بہتر یہ ہی ہے کہ اسے علیحدہ کرو، اسی لیے سرکار عالی نے دائی کو نہ بلایا نہ اس کے بیان لیئے نہ کوئی اور ثبوت مانگا دائی کی خبر پر خبر سن کر یہ ارشاد فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ جس جگہ دومرد یا ایک مرد دو عورتوں کے گواہ کا بیان ہے وہ فتوی کی بنیاد پر ہے اور مذکورہ حدیث میں جو نکاح کو ایک عورت کی گواہی پر ختم کیا گیا وہ تقوی کی بنیاد پر ہے،، اب کوئی تعارض بھی نہ رہا۔

﴿477﴾ فاسق کو قتل کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ :مَرَّ بِي خَالِي أَبُو بردة بن دينار وَمَعَهُ لِوَاءٌ فَقُلْتُ :أَيْنَ تَذْهَبُ؟ قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةَ أَبِيهِ آتِيهِ بِرَأْسِهِ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں مجھ پر میرے ماموں ابوبردہ ابن نیار گزرے اور ان کے ساتھ جھنڈا تھا میں نے کہا آپ کہاں جاتے ہیں فرمایا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی

بیوی سے نکاح کرلیا ہے کہ اس کا سر آپ کے پاس لاؤں (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، اور ابن ماجہ) دارمی کی روایت میں ہے کہ مجھے حضور نے حکم دیا ہے کہ اس کی گردن ماردوں اور اس کا مال لے لوں اور اس روایت میں بجائے ماموں کے چچا فرمایا۔
مذکورہ حدیث میں ہے کہ محرم سے نکاح کرنے والے کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا جبکہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ ایسے شخص کو قتل نہ کیا جائے بلکہ ایسے اس فعل سے باز رکھنے کے لئے دباؤ ڈالا جائے ورنہ اس کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے،، تعارض واضح ہے۔

فاسق کو قتل کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابی کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کیا ہے مجھے اس کو قتل کرکے سر بارگاہ عالی میں حاضر کرنے کا حکم ملا ہے غالبًا یہ شخص کوئی مدعی اسلام ہوگا پھر اس نے یہ حرکت کرلی ہوگی اور اس فعل کو اس نے جائز اور حلال سمجھ کر کیا ہوگا اس لئے یہ شخص مجرم و مرتد قرار دیا گیا اس لئے اس مرتد کے قتل کا حکم صادر ہوا،، لہذا اب احادیث میں کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿478﴾ رضاعت کی مدت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا (ص948:) يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ إِلَّا مَا فَتَقَ الْأَمْعَاءَ فِي الثَّدْيِ وَكَانَ قبل الفِطَام .رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں حرام کرتا شیر خوارگی سے مگر پستان میں کا وہ دودھ جو آنتیں چیرے اور دودھ چھوڑانے سے پہلے ہو۔ ترمذی
یعنی جو دودھ عورت کے پستان میں سے ہو اور بچے کی آنتوں میں پہنچ کر اس کی بھوک دفع کرے خواہ پستان ہی سے پلایا جائے یا چمچے وغیرہ میں لے کر۔ خلاصہ یہ ہے کہ بچہ کو شیر خوارگی کی مدت میں جو دودھ پلایا جائے اس پر رضاعت کے احکام مرتب ہوں گے بعد میں نہیں۔ جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح فرمایا،،
نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جوان لڑکے کو دودھ پلا دینے سے حرمت آجاتی ہے،، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

رضاعت کی مدت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث ان احادیث کی ناسخ ہے جن سے ثابت ہے کہ جوان لڑکے کو دودھ پلا دینے سے حرمت آجاتی ہے اس پر صحابہ کرام بلکہ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتفاق ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس نسخ کی تصریح فرمائی ہے۔ حضور فرماتے ہیں لا رضاع الا ما کان فی حولین یہ حدیث مرفوع بھی ہے اور حضرت ابن عباس، علی، ابن عمر، ابن مسعود رضی اللہ عنہم پر موقوف بھی، اسے امام ترمذی نے صحیح فرمایا، ابوداؤد میں بروایت حضرت ابن مسعود ہے کہ اس زمانہ میں شیر خوارگی حرمت ثابت کرے گی۔ جب دودھ سے گوشت بنے اور ہڈی بڑھے جن صحابہ نے جوان بچہ کو دودھ

پلانے کی روایت آئی ہیں ان حضرات نے اس سے رجوع فرمالیا۔ لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

دودھ کی مدت کے بارے میں ایک ضروری مسئلہ:

جو مدت دودھ پلانے کی ہے وہ دو سال ہے لیکن رضاعت ڈھائی سال تک ثابت ہو جائے گی ڈھائی سال کی عمر کے بعد اگر پلایا گیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی لہٰذا اگر کسی بچہ کا دودھ پہلے ہی چھوڑا دیا گیا تو یہ چھوڑانا معتبر نہیں۔ خیال رہے کہ ڈھائی سال کی عمر کے بعد بچہ کو عورت کا دودھ پلانا ممنوع ہے کہ یہ دودھ انسانی جز ہے جس کو بلاضرورت استعمال کرنا حرام ہے۔

﴿479﴾ قیام تعظیمی کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ الْغَنَوِيِّ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ فَبَسَطَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِدَاءَهُ حَتَّى قَعَدَتْ عَلَيْهِ فَلَمَّا ذَهَبَتْ قِيلَ هَذِهِ أَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

روایت ہے حضرت ابوطفیل غنوی سے فرماتے ہیں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بی بی صاحبہ آئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر بچھا دی حتیٰ کہ وہ اس پر بیٹھ گئیں تو پھر جب وہ چلی گئیں تو کہا گیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے۔ ابوداؤد

جبکہ اس کے برعکس احادیث میں کچھ اس طرح ہے،،

حدیث (۱) حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ عصا پر ٹیک لگائے صحابہ کے پاس تشریف لائے ہم آپ کے لئے کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا عجمیوں کی طرح مت کھڑے ہو جایا کرو۔ اس حدیث میں تو نبی کریم ﷺ نے قیام تعظیمی سے منع کیا ہے آپ کیسے اس کو جائز قرار دے سکتے ہیں۔

حدیث (۲) حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا اس کے باوجود وہ حضور کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قیام تعظیمی منع ہے۔

حدیث (۳) روایت میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ آئے تو عبداللہ بن زبیر اور ابن صفوان ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے تو حضرت معاویہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جو اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

قیام تعظیمی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

تعارض (۱): رسول کریم ﷺ عصا پر ٹیک لگائے صحابہ کے پاس تشریف لائے ہم آپ کے لئے کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا عجمیوں کی طرح مت کھڑے ہو جایا کرو۔

جواب: اس حدیث کے تین جواب ہیں۔ جواب ا۔ امام طبرانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔
جواب ۲۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی کے مخالف و معارض ہے جن میں آپ نے قیام کی اجازت دی ہے اور خود بھی قیام کیا۔
جواب ۳۔ جس قیام سے حضور ﷺ نے منع کیا ہے اس سے وہ قیام مراد ہے جس میں عجمی بادشاہ بیٹھے رہتے اور قوم ان کی تعظیم کے لئے کھڑی رہتی اور اس قیام کو ہم بھی ناجائز کہتے ہیں۔

تعارض(۲): حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا اس کے باوجود وہ حضور کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قیام تعظیمی منع ہے۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔
جواب ا۔ رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کا قیام اس لئے ناپسند تھا کہ آپ کو خدشہ تھا کہ وہ تعظیم میں زیادہ افراط نہ کرنے لگ جائیں اور حد سے تجاوز نہ کرلیں اس لئے آپ اس کو ناپسند کرتے تھے اور آپ اس کا اظہار فرماتے بھی تھے کہ لاتطرونی،، میری تعظیم میں زیادہ مبالغہ نہ کرو۔ ورنہ ان احادیث کا کیا جواب دیں گے جن میں آپ نے خود تعظیم کے لئے قیام بھی کیا اور قیام کا حکم بھی دیا۔
جواب ۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام کے درمیان اس قدر انس اور محبت تھی جس میں قیام کی گنجائش نہیں تھی اور جب لوگ کمال محبت کے ساتھ آپس میں گھل مل کر رہنے لگیں تو پھر قیام کے تکلف کی ضرورت نہیں رہتی۔

تعارض(۳): حضرت امیر معاویہ آئے تو عبداللہ بن زبیر اور ابن صفوان ان کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے تو حضرت معاویہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جو اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

جواب: یاد رہے کہ قیام کی محبت اور قیام کو پسند کرنا اور ہے اور قیام کرنا کچھ اور جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کے لئے کھڑے ہوجائیں تو یہ قابل مذمت ہے اور حضرت امیر معاویہ کی اس حدیث میں اسی قیام کی ممانعت ہے جس میں کوئی شخص اپنے لئے قیام کو پسند کرے ہمارے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے۔ لہذا تمام احادیث میں اب کوئی تعارض نہ رہا۔

حضرت حلیمہ کے لئے تعظیم کا واقعہ: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں عمل اظہار احترام و اظہار مسرت کے لیے تھے۔ معلوم ہوا کہ قیام تعظیمی جائز ہے اور انسان خواہ کتنا ہی عظمت والا ہو مگر اپنے مربی کا احترام کرے۔ دیکھو یہ وہ آستانہ ہے جہاں جبریل امین خادمانہ شان سے حاضر دیتے ہیں مگر ان بی بی صاحبہ کے لیے چادر بچھائی گئی۔ اس میں ہم لوگوں کو تعلیم ہے کہ جب دودھ پلانے والی دائی کا یہ ادب و احترام ہے تو سگی ماں کا ادب و احترام کیسا چاہیے۔
یہ واقعہ خاص جنگ حنین کے دن کا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ سے فارغ ہوئے تھے جماعت صحابہ میں

تشریف فرما تھے کہ بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہو گئے اور جو چادر شریف اوڑھے ہوئے تھے ان کے لیے بچھادی جب تک آپ تشریف فرما رہیں کسی اور سے کلام نہ فرمایا ان ہی کی طرف متوجہ رہے جب آپ واپس ہوئیں تو بہت ہدایا تحفے عطا فرمائے اور انہیں کچھ دور مشایعت کے طور پر پہنچانے تشریف لے گئے پھر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کسی اور صحابی نے حاضرین سے فرمایا کہ یہ حضور کی دائی جناب حلیمہ ہیں جنہوں نے حضور کو دودھ پلایا ہے یہ پورا واقعہ مواہب الدنیہ میں مطالعہ فرمایئے کچھ مرقات نے بھی یہاں ہی بیان فرمایا آج کے نوجوان یہ حدیثیں پڑھیں اور عبرت حاصل کریں کہ ہم لوگ سگی ماں کا بھی ادب نہیں کرتے۔

﴿480﴾ اختلاف دارین سے نکاح ختم ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَرُوِيَ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ :أَنَّ جَمَاعَةً مِنَ النِّسَاءِ رَدَّهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنِّكَاحِ الأول على أَزْوَاجِهِنَّ عِنْدَ اجْتِمَاعِ الإسلاميين بَعْدَ اخْتِلَافِ الدِّينِ وَالدَّارِ مِنْهُنَّ بِنْتُ الْوَلِيدِ بْنِ مُغِيرَةَ كَانَتْ تَحْتَ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ فَأَسْلَمَتْ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهَرَبَ زَوْجُهَا مِنَ الْإِسْلَامِ فَبعث النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ ابْنَ عَمِّهِ وَهْبَ بْنَ عُمَيْرٍ بِرِدَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَانًا لِصَفْوَانَ فَلَمَّا قَدِمَ جَعَلَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْيِيرَ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ حَتَّى أَسْلَمَ فَاسْتَقَرَّتْ عِنْدَهُ وَأَسْلَمَتْ أُمُّ حَكِيمٍ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ امْرَأَةُ عِكْرِمَةَ بْنِ أَبِي جَهْلٍ يَوْمَ الْفَتحِ بِمَكَّةَ وَهَرَبَ زَوْجُهَا مِنَ الْإِسْلَامِ حَتَّى قَدِمَ الْيَمَنَ فَارْتَحَلَتْ أُمُّ حَكِيمٍ حَتَّى قَدِمَتْ عَلَيْهِ الْيَمَنَ فَدَعَتْهُ إِلَى الْإِسْلَامِ فَأَسْلَمَ فَثَبَتَا عَلَى نِكَاحِهِمَا .رَوَاهُ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ مُرْسلا

اور شرح سنہ میں روایت کی گئی کہ عورتوں کی ایک جماعت ہے جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نکاح کی بنا پر ان کے خاوندوں پر واپس فرمایا، دونوں اسلاموں کے جمع ہونے کے وقت دین اور ملک علیحدہ ہونے کے باوجود ان ہی سے ولید ابن مغیرہ کی بیٹی بھی ہے جو صفوان ابن امیہ کی زوجہ تھیں وہ فتح کے دن اسلام لائیں اور ان کے خاوند اسلام سے بھاگ گئے تو ان کے چچازاد بھائی وہب ابن عمیر نے ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر بطور امان صفوان کے لیے بھیجی پھر جب وہ آئے تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ماہ کا دیس نکالا دیا تا آنکہ وہ مسلمان ہوئے پھر ان کی بیوی ان کے پاس رہیں اور ام حکیم بنت حارثہ ابن ہشام یعنی عکرمہ ابن ابوجہل کی بیوی فتح مکہ کے دن ایمان لے آئیں اور ان کے خاوند اسلام سے بھاگ گئے حتی کہ یمن پہنچ گئے ام حکیم چلیں تا آنکہ ان کے پاس یمن میں پہنچ گئیں پھر انہیں دعوت اسلام دی چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور یہ دونوں اپنے نکاح پر قائم رہے (مالک عن ابن شہاب مرسلاً)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوالعاص ابن ربیع مکہ میں کافر ہو کر رہے اور ان کی زوجہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم مدینہ پاک میں مؤمنہ مہاجرہ ہو کر رہیں پھر تین یا چھ سال بعد آپ اسلام لائے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو ان کی زوجیت میں رکھا،،

مذکورہ احادیث میں اختلاف دارین کے باوجود نکاح کو باقی رکھا گیا جبکہ اسلام میں اختلاف دارین سے نکاح باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے":اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ "لاترجعوھن سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمنہ دار اسلام میں پہنچی اور اس کا کافر خاوند والا نکاح فسخ ہوا۔ حدیث اور آیت میں تعارض واضح ہے۔

اختلاف دارین سے نکاح ختم ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

زوجین میں جب کفر و اسلام کا اختلاف ہو جائے تو بغیر کسی کے قید ہوئے نکاح فسخ ہو جاتا ہے، جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے": اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ "لاترجعوھن سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمنہ دار اسلام میں پہنچی اور اس کا کافر خاوند والا نکاح فسخ ہوا، لہذا ان احادیث کے ایسے معانی کرنے چاہئیں جو آیت قرآنیہ کے خلاف نہ ہوں اور وہ ہم یہاں تھوڑی تفصیل سے عرض کرتے ہیں۔

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ یہاں حدیث میں جو واقعہ بیان ہوا اس میں اختلاف دارین ہوا ہی نہیں کیونکہ صفوان دار الکفر میں مقیم ہوئے ہی نہیں تھے صرف مکہ معظمہ سے بھاگ کر وہاں پناہ گزین ہو گئے تھے ورنہ ایسی صورت میں کہ زوجہ اسلام قبول کرے خاوند کافر رہے اختلاف دارین سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ خیال رہے کہ صفوان اپنی بیوی کے دو ماہ بعد اسلام لائے۔

جناب عکرمہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق اعلان ہو گیا تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں جیسا کہ فتح مکہ کے واقعہ میں آتا ہے وحشی، ابن حنظل، عکرمہ، ہندہ بھی ان ہی میں سے ہیں۔ حق یہ ہے کہ عکرمہ یمن میں داخل نہ ہوئے تھے بلکہ ساحل پر رہے جو حجاز و یمن کی حد ہے لہذا ان میں اور ان کی بیوی میں ملک کا اختلاف نہ پایا گیا لہذا فسخ نکاح کی کوئی وجہ نہ تھی۔ (فتح القدیر و مرقات کتاب النکاح)

وہ جو روایات میں ہے کہ حضرت ابو العاص ابن ربیع مکہ میں کافر ہو کر رہے اور ان کی زوجہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پاک میں مؤمنہ مہاجرہ ہو کر رہیں پھر تین یا چھ سال بعد آپ اسلام لائے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو ان کی زوجیت میں رکھا وہاں حق یہ ہی ہے کہ حضور نے ان کا نیا نکاح کیا جیسا کہ ترمذی ابن ماجہ اور امام احمد کی روایات میں ہے اور جن روایات میں ہے کہ علی النکاح الاول وہاں علی سببیہ ہے کہ پہلے نکاح کی وجہ سے انکے ساتھ ہی نکاح کیا دوسرے خاوند سے نکاح نہ کیا تاکہ روایات میں تعارض نہ ہو، یا یہ مطلب ہے کہ دوسرا نکاح مطابق نکاح اول کے

کیا مہر وغیرہ میں کوئی فرق نہیں کیا۔خیال رہے کہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خاوند ابوالعاص میں اختلاف دین زیادہ دس سال سے رہا کیونکہ بی بی خدیجہ اور ان کی لڑکیاں جن میں زینب بھی داخل ہیں اول تبلیغ میں ایمان لائیں اور ابوالعاص فتح مکہ سے کچھ پہلے ایمان لائے حضور انور نے ہجرت سے پہلے ان کا نکاح فسخ نہ کیا کیونکہ اس زمانہ میں مشرکین سے مؤمنہ عورتوں کا نکاح حرام نہ تھا اسی لیے جب بی بی زینت مہاجرہ ہوکر مکہ مکرمہ روانہ ہوئیں تو حاملہ تھی راہ میں اسقاط ہوگیا بہرحال حضرت زینب کا مؤمنہ ہوکر ابوالعاص کے نکاح میں رہنا حالانکہ وہ کافر تھے اولاً اس وجہ سے تھا کہ اس وقت ایسے نکاح درست تھے پھر بعد ہجرت اختلاف دار کی وجہ سے نکاح فسخ ہوا مگر بعد میں اس نکاح کی وجہ سے تجدید نکاح کیا گیا۔لہٰذا اب احادیث اور آیت میں کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿481﴾ عورت کی دبر میں جماع کرنے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

وَعَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ :أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحيِي مِنَ الْحَقِّ لَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي أَدْبَارِهِنَّ .رَوَاهُ أَحْمد وَالتِّرْمِذِيّ وَابْن مَاجَه .والدارمی

روایت ہے حضرت خزیمہ ابن ثابت سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی حق سے شرم نہیں فرماتا عورتوں کے پاس ان کی دبروں میں نہ جاؤ۔احمد،ترمذی،ابن ماجہ،دارمی

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لعنتی ہے وہ جو اپنی بیوی کے پاس اس کی دبر میں جائے۔احمد،ابوداؤد

وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ الَّذِي يَأْتِي امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِ .رَوَاهُ فِي شرح السّنة

روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنی بیوی کے پاس اس کی دبر میں جائے تو اللہ اس کی طرف نظر رحمت نہ کرے گا۔

مذکورہ احادیث میں عورت کی دبر یعنی پچھلی شرم گاہ میں جماع کرنے سے منع کیا ہے جبکہ آیت کریمہ میں کچھ اس طرح ہے،، ،،نساوکم حرث لکم فأتوا حرثکم أنی شئتم،،،،تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو جاؤ،،آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

عورت کی دبر میں جماع کرنے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

عورت کی دبر میں وطی کرنا اسلام میں حرام قطعی ہے کہ اس کا منکر کافر ہے اس کا مرتکب فاسق وفاجر یہاں آیت میں جہاں سے جماع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مرد عوت کے پیچھے کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر فرج میں یعنی عورت کی اگلی شرم گاہ میں جماع کرے،، اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس کی دبر میں جماع کرے۔ اور آیت میں انی بمعنی این نہیں بلکہ بمعنی کیف ہے یعنی تعیم مکان کے لیے نہیں کہ ہر جگہ میں جماع کرو بلکہ تعمیم کیفیت کے لیے ہے یعنی اگلی شرم گاہ میں جس ہیئت سے جماع کرو اسی لیے حرثکم ارشاد ہوا یعنی اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو جاؤ کھڑے، بیٹھے، لیٹے، آگے سے یا پیچھے سے بشرطیکہ فرج میں جماع ہو کہ فرج ہی کھیتی ہے نہ کہ دبر کی جگہ، مقصد یہ ہے کہ جیسے کھیت میں تخم کسی طرح ڈال دو بفضلہ تعالی پیداوار ہوتی ہے۔ یوں ہی اپنی بیوی کے پاس کسی طرح جاؤ مقدر میں جیسا بچہ ہے ویسا ہوگا آگے پیچھے ہونے سے بچہ پر اثر نہیں پڑتا۔ لہذا آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿482﴾ قتال مشرکین کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدرِيِّ قَالَ :خَرَجنا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصطَلِقِ فَأَصَبْنَا سَبيًا مِنْ سَبيِ الْعَرَب فاشتهينا النِّسَاء واشتدت عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَأَرَدْنَا أَنْ نَعْزِلَ وَقُلْنَا :نَعْزِلُ وَرَسُولُ اللَّهِ (ص952:) صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ؟ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ :مَا عَلَيْكُمْ أَلَّا تَفْعَلُوا مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ ۔مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی مصطلق میں گئے تو ہم نے عرب کے قیدیوں میں سے کچھ قیدی پائے ہم کو عورتوں کی رغبت تھی اور ہم پر بغیر بیوی رہنا دشوار ہوا ہم نے عزل کو پسند کیا چنانچہ ہم نے عزل کرنے کی ٹھانی مگر ہم نے سوچا کہ کیا ہم عزل کریں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ہیں ان سے دریافت کرنے سے پہلے تو ہم نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ تم پر عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں نہیں ہے کوئی روح جو قیامت تک آنے والی ہو مگر وہ آکر رہے گی۔ مسلم، بخاری

"امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ،، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں۔ دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

قتال مشرکین کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس حدیث کی بناء پر شوافع کہتے ہیں کہ مشرکین عرب جہاد میں قید کیے جاسکتے ہیں اور انہیں لونڈی غلام بنایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ بنی مصطلق عرب ہیں اور ان کی عورتیں لونڈیاں بنائی گئیں۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ عرب کے کفار قیدی بنا کر

لونڈی غلام نہیں بنائے جاسکتے کہ وہ لوگ محترم ہیں امام ابوحنیفہ کی دلیل وہ حدیث ہے "امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ۔ الناس سے مراد مشرکین عرب ہیں، یہ حدیث یا تو اس حدیث سے منسوخ ہے یا یہ گرفتار شدگان نسل کے عربی نہ تھے باہر کے تھے قبیلہ بنی مصطلق میں رہتے تھے من العرب کا یہ ہی مطلب ہے۔

﴿483﴾ عزل کے جواز کی احادیث میں تعارض:

وَعنهُ كُنَّا نَعزِلُ وَالقُرآنُ يَنزِلُ .مُتَّفَقٌ عَلَيهِ .وَزَادَ مُسلِمٌ :فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَلَم ينهنا

روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن اتر رہا تھا۔ (مسلم، بخاری) مسلم نے یہ زیادہ کیا کہ یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو، ہم کو منع نہ فرمایا۔

وَعَنهُ قَالَ :إِنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ " :إِن لِي جَارِيَةً هِيَ خَادِمَتُنَا وَأَنَا أَطُوفُ عَلَيهَا وَأَكرَهُ أَن تَحمِلَ فَقَالَ :اعزِل عَنهَا إِن شِئتَ فَإِنَّهُ سَيَأتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا .فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ :إِن الجَارِيَة قد حبلت فَقَالَ :قَد أَخبَرتُكَ أَنَّهُ سَيَأتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا کہ میری ایک لونڈی ہے جو ہماری خدمت گار ہے اور میں اس کے پاس جاتا ہوں اور یہ ناپسند کرتا ہوں کہ وہ حاملہ ہو جائے تو فرمایا اگر تو چاہے تو اس سے عزل کر مگر اس پر گزرے گا وہی جو اس کے مقدر میں ہے پھر وہ شخص کچھ ٹھہرا پھر حاضر خدمت ہو کر بولا کہ لونڈی تو حاملہ ہوگئی تب فرمایا کہ ہم نے تو تمہیں پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ اسے پہنچے گا۔ مسلم

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عزل جائز ہے لیکن اس کے برعکس دوسری حدیث میں کچھ اس طرح ہے،،

وَعَن جذامة بِنتِ وَهبٍ قَالَت :حَضَرتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فِي أُنَاسٍ وَهُوَ يَقُولُ :لقد هَمَمتُ أَن أَنهَى عَنِ الغِيلَةِ فَنَظَرتُ فِي الرُّومِ وَفَارِسَ فَإِذَا هُم يُغِيلُونَ أَولَادَهُم فَلَا يَضُرُّ أَولَادَهُم ذَلِكَ شَيئًا .ثُمَّ سَأَلُوهُ عَنِ العَزلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ " : ذَلِكَ الوَأدُ الخَفِي وَهِيَ (وَإِذا الموؤودة سُئِلت(رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت جذامہ بنت وہب سے فرماتی ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگوں کے ساتھ آئی حضور فرما رہے تھے کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں غیلہ سے منع کر دوں مگر میں نے فارسیوں اور رومیوں میں غور کیا تو وہ لوگ اپنی اولاد کا غیلہ کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو یہ عمل کچھ بھی نقصان نہیں دیتا پھر لوگوں نے حضور سے عزل کے متعلق پوچھا تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ خفیہ زندہ درگور کرنا ہے اور یہ زندہ درگور کرنا اس آیت میں ہے کہ جب زندہ دابی

ہوئی بچی سے سوال کیا جائے گا۔ مسلم

پہلی حدیث میں فرمایا، کہ عزل جائز ہے،، اور دوسری میں لوگوں نے حضور سے عزل کے متعلق پوچھا تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ خفیہ زندہ درگور کرنا ہے۔ دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

عزل کے جواز کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

عزل کے معنی ہیں علیحدگی اصطلاح میں عزل کے معنی ہیں انزال کے وقت عورت سے علیحدہ ہو جانا اور باہر منی نکالنا، تاکہ حمل قائم نہ ہوا احادیث میں تعارض کا جواب یہ ہے کہ حق یہ ہے کہ عزل جائز ہے اور جس حدیث میں منع کیا گیا وہ حدیث منسوخ ہے۔ لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿484﴾ غیل کے جواز کی احادیث میں تعارض:

وَعَن جذامة بِنتِ وَهبٍ قَالَتْ :حَضَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُنَاسٍ وَهُوَ يَقُولُ :لقد هَمَمت أَن أَنهى عَنِ الغِيلَةِ فَنظَرْتُ فِي الرُّومِ وَفَارِسَ فَإِذَا هُمْ يُغِيلُونَ أَوْلَادَهُمْ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ ذَلِكَ شَيْئًا .ثُمَّ سَأَلُوهُ عَنِ العَزْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " : ذَلِكَ الوأدُ الخَفِي وَهِيَ (وَإِذَا المووؤدة سُئِلت(رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت جذامہ بنت وہب سے فرماتی ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگوں کے ساتھ آئی حضور فرمارہے تھے کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں غیلہ سے منع کر دوں مگر میں نے فارسیوں اور رومیوں میں غور کیا تو وہ لوگ اپنی اولاد کا غیلہ کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو یہ عمل کچھ بھی نقصان نہیں دیتا پھر لوگوں نے حضور سے عزل کے متعلق پوچھا تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ خفیہ زندہ درگور کرنا ہے اور یہ زندہ درگور کرنا اس آیت میں ہے کہ جب زندہ دابی ہوئی بچی سے سوال کیا جائے گا۔ مسلم

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے غیل کی اجازت دی جبکہ اگلی حدیث میں اس کے برعکس اس طرح فرمایا،،

وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ سِرًّا فَإِنَّ الْغَيْلَ يُدْرِكُ الْفَارِسَ فيدعثره عَن فرسه .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اپنی اولاد کو خفیہ طور پر نہ قتل کرو کیونکہ غیل سوار کو پہنچتا ہے تو اسے گھوڑے سے گرا دیتا ہے۔ ابوداؤد

دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

غیل کے جواز کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

غ کے کسرہ سے بھی ہے اور فتح سے بھی جو عورت دودھ پلا رہی ہو یا حاملہ ہو اس سے صحبت کرنے کو غیل کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ ان دونوں زمانوں میں جماع مضر ہوتا ہے مگر یہ غلط ہے جیسا کہ تجربہ شاہد ہے۔ غیل کے معنی پہلے عرض کیے گئے کہ شیر پلانے والی عورت سے صحبت کرنا جس سے وہ حاملہ ہو جائے عورت کا دودھ بھاری اور گرم ہو جاتا ہے جو بچے کو نقصان دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حاملہ عورت کے دودھ کا نقصان جوانوں میں اثر کرتا ہے کہ سوار کو سواری سے گرا کر ہلاک کر دیتا ہے پچھلی احادیث میں اس سے انکار تھا بعض علماء نے فرمایا کہ پچھلی حدیث جذامہ بیان جواز کے لیے تھی یہ حدیث اسماء بیان کراہت کے لیے ہے یعنی بحالت شیر جماع کرنا جائز ہے بہتر نہیں یوں ہی حاملہ عورت کا دودھ بچہ کو پلانا جائز ہے بہتر نہیں بعض نے فرمایا کہ گزشتہ حدیث تاثیر حقیقی کے انکار کے لیے تھی۔ یہ حدیث تاثیر مجازی کے ثبوت کے لیے ہے بعض علماء نے فرمایا یہ حدیث منسوخ ہے پچھلی ناسخ تھی بہر حال یہ عمل جائز ہے ممنوع نہیں۔ اور احادیث میں تعارض بھی نہیں۔

﴿485﴾ حضرت بریرہ اور ان کے خاوند کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا فِي بَرِيرَةَ: خُذِيهَا فَأَعْتِقِيهَا. وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَو كَانَ حرا لم يخيرها۔ (مُتَّفق عَلَيْهِ)

روایت ہے حضرت عروہ سے وہ جناب عائشہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت بریرہ کے متعلق فرمایا کہ انہیں خرید لو پھر آزاد کر دو اور ان کا خاوند غلام تھا اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اختیار دیا انہوں نے اپنے کو اختیار کر لیا اور اگر وہ آزاد ہوتے تو بریرہ کو اختیار نہ دیتے۔ مسلم، بخاری

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عبدا أسود يُقَالُ لَهُ مُغِيثٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ خلفها فِي سِكَكِ الْمَدِينَة يبكي وَدُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى لِحْيَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ: يَا عَبَّاسُ أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ؟ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيرَة مغيثا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ راجعته فَقَالَت: يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: إِنَّمَا أَشْفَعُ قَالَتْ: لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ بریرہ کا خاوند حبشی غلام تھا جسے مغیث کہا جاتا تھا گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ بریرہ کے پیچھے مدینہ کی گلیوں میں روتا پھرتا ہے اور اس کے آنسو اس کی داڑھی پر بہہ رہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عباس سے فرمایا اے عباس کیا تم تعجب نہیں کرتے مغیث کی محبت سے جو بریرہ سے ہے اور بریرہ کی نفرت سے جو مغیث سے ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر تھا تم اس کی طرف سے رجوع کر جاتیں وہ بولیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے یہ حکم دیتے ہیں فرمایا میں سفارش کرتا ہوں بولیں مجھے اس کی حاجت نہیں۔ بخاری

حضرت بریرہ اوران کے خاوند کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

حضرت بریرہ کے حالات کے بارے میں ہے کہ آپ پہلے ایک یہودی کی لونڈی تھیں اس سے حضرت عائشہ صدیقہ نے خرید کرلیا ان سے بہت سے احکام شرعیہ وابستہ ہیں۔ان کے خاوند کا نام مغیث تھا یہ اولاً غلام تھے پھرآ زاد کردیئے گئے تھے،بریرہ کی آزادی کے وقت یہ آزاد تھے جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ کی روایات سے ثابت ہے ان کی حریت کی روایات میں بریرہ کے عتق کے وقت تک کا حال مذکور ہے،عبدیت کی روایات میں پچھلا حال مذکور ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ بریرہ کا یہ واقعہ ۹ھ یا دس میں ہوا کیونکہ حضرت ابن عباس اپنے والد عباس کے ساتھ مکہ معظّمہ سے آکر مدینہ منورہ میں بسے اور جناب عباس غزوہ طائف کے بعد مدینہ منورہ میں بسے ہیں اور حضرت ابن عباس یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔خیال رہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو تہمت کا واقعہ اس سے کہیں پہلے ہے اوراس موقعہ پر حضور نے بریرہ سے دریافت حال کیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ بریرہ حضرت عائشہ کی خدمت پہلے بھی کیا کرتی تھیں اور آپ کے پاس رہتی تھیں خریداری بعد میں ہوئی ہے۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتی کی شفاعت اُمتی سے کرسکتے ہیں،دوسرے یہ کہ حضور کے حکم اور سفارش میں فرق ہے،تیسرے یہ کہ حکم رسول ماننا لازم ہے سفارش رسول ماننا واجب نہیں بلکہ امتی کو اختیار ہے جیسے نبی کی رائے کہ اس کا بھی یہ ہی حکم ہے۔

ایک اور روایت ہے ان ہی سے کہ بریرہ آزاد ہوئیں حالانکہ وہ مغیث کے پاس تھیں توانہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا اور فرمایا کہ اگر وہ تمہارے قریب آگیا تو تمہیں اختیار نہیں۔ابوداؤد

اس سے معلوم ہوا کہ اگر لونڈی آزاد ہونے کے بعد اپنے خاوند سے صحبت کرائے تو اس کا خیار عتق جاتا رہتا ہے،اب وہ نکاح فسخ نہیں کرسکتی کیونکہ یہ صحبت علامت رضا ہے،فقہا فرماتے ہیں کہ اگر لونڈی کا نکاح اسکا مولیٰ کردے تو لونڈی کو خیار عتق ملے گا اور اگر لونڈی بغیر مولیٰ سے پوچھے خود ہی اپنا نکاح کسی سے کرلے تو وہ نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ہوگا لیکن ابھی مولی سے پوچھا نہ گیا تھا کہ لونڈی آزاد ہوگئی،تو اسے خیار فسخ نہ ہوگا نکاح لازم ہوگا اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہوسکتی ہے۔

تکملہ: خیال رہے کہ امام اعظم قدس سرہ کے نزدیک لونڈی کو آزاد ہونے پر بہر حال خیار عتق ملتا ہے اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام کیونکہ لونڈی کی طلاقیں دو ہوتی ہیں اور آزاد عورت کی طلاقیں تین،طلاق کی زیادتی عورت کی آزادی پر موقوف ہے چونکہ لونڈی آزاد ہوکر زیادتی طلاق کی مستحق ہے لہذا اسے اختیار ہے کہ خاوند کو اس زیادتی کا مالک ہونے دے یا نہ ہونے دے نکاح رکھے یا فسخ کردے امام شافعی و مالک و احمد کے ہاں اگر خاوند غلام ہے تو عورت کو حقِ فسخ ہے،اگر آزاد ہے تو انہی

فریقین کی دلیل حضرت بریرہ کا واقعہ ہے۔ ہمارے ہاں یہ ثابت ہے کہ بریرہ کی آزادی پر مغیث آزاد تھا اس لیے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے مغیث کے متعلق تین راویوں کی روایات ہیں، اسود، عروہ ابن زبیر، ابن قاسم۔ اسود کی روایت ہے کہ وہ آزاد تھے، عروہ ابن زبیر کی روایتوں میں اختلاف ہے، ایک روایت میں ہے کہ غلام تھے دوسری میں ہے کہ آزاد تھے اور دونوں روایتیں صحیح ہیں۔ عبدالرحمان ابن قاسم سے دو روایتیں ہیں صحیح ایک ہی ہے کہ وہ آزاد تھے دوسری میں شک ہے، اس تعارض روایات کی وجہ سے اسود کی روایت قبول ہے ان کا آزاد ہونا محقق ہے۔

﴿486﴾ وکیل کے بغیر نکاح کی احادیث میں تعارض:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ :يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ فَقَامَتْ طَوِيلًا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ فِيهَا حَاجَةٌ فَقَالَ :هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا؟ قَالَ :مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي هٰذَا .قَالَ :فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ قَالَ :نَعَمْ سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا فَقَالَ :زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ .وَفِي رِوَايَةٍ :قَالَ :انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْآنِ۔ مُتَّفق عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی بولی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی جان آپ کو ہبہ کی پھر بہت دیر کھڑی رہی تو ایک آدمی اٹھ کر بولا یا رسول اللہ اس کا نکاح مجھ سے کر دیجئے اگر حضور کو اس کی ضرورت نہ ہو تو حضور نے فرمایا کیا تیرے پاس کچھ ہے جو تو اسے مہر دے بولا میرے پاس اس تہبند کے سوا کچھ نہیں فرمایا تلاش تو کر اگر چہ لوہے کی انگوٹھی ہو اس نے ڈھونڈا مگر کچھ نہ پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے ساتھ کچھ قرآن بھی ہے بولا ہاں فلاں فلاں سورۃ چنانچہ حضور نے فرمایا کہ میں نے اس کا نکاح تجھ سے کر دیا اس قرآن کی وجہ سے جو تجھے یاد ہے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جاؤ میں نے تمہارا نکاح اس سے کر دیا لہذا اسے قرآن سکھاؤ۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اس عورت کا نکاح صحابی سے بغیر ولی کے کر دیا جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے،، نبی کریم ﷺ نے فرمایا،، جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہوتا ہے۔ تعارض واضح ہے۔

وکیل کے بغیر نکاح کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ ان بی بی صاحبہ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اس طرح مجھ سے نکاح فرما دیں کہ اسے اس نکاح پر راضی کر دیں یا حضور سلطان المسلمین ہیں اور جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہوتا ہے لہذا حدیث پہ یہ اعتراض نہیں کہ ان

بی بی صاحبہ نے حضور کو دوسرے سے نکاح کر دینے کا وکیل نہ بنایا تھا۔

﴿487﴾ لوہے کی انگوٹھی پہننے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ :يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ فَقَامَتْ طَوِيلًا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ فِيهَا حَاجَةٌ فَقَالَ :هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا؟ قَالَ :مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي هَذَا .قَالَ :فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ قَالَ :نَعَمْ سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا فَقَالَ :زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ .وَفِي رِوَايَةٍ :قَالَ :انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْآنِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی بولی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی جان آپ کو ہبہ کی پھر بہت دیر کھڑی رہی تو ایک آدمی اٹھ کر بولا یا رسول اللہ اس کا نکاح مجھ سے کر دیجئے اگر حضور کو اس کی ضرورت نہ ہو تو حضور نے فرمایا کیا تیرے پاس کچھ ہے جو تو اسے مہر دے بولا میرے پاس اس تہبند کے سوا کچھ نہیں فرمایا تلاش تو کر اگر چہ لوہے کی انگوٹھی ہو اس نے ڈھونڈا مگر کچھ نہ پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے ساتھ کچھ قرآن بھی ہے بولا ہاں فلاں فلاں سورۃ چنانچہ حضور نے فرمایا کہ میں نے اس کا نکاح تجھ سے کر دیا اس قرآن کی وجہ سے جو تجھے یاد ہے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جاؤ میں نے تمہارا نکاح اس سے کر دیا لہذا اسے قرآن سکھاؤ۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تلاش تو کر اگر چہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔

جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے سونے چاندی کے علاوہ لوہے وغیرہ کے زیور پہننے کو حرام فرمایا، احادیث میں تعارض واضح ہے

لوہے کی انگوٹھی پہننے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں لوہے کی انگوٹھی سے مراد معمولی حقیر چیز ہے نہ کہ خاص لوہے کی انگوٹھی کیونکہ لوہے کی انگوٹھی مرد وعورت دونوں کے لیے حرام ہے لہذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہ کرام لوہے کے چھلے، انگوٹھیاں پہنتے تھے۔ اب احادیث میں تعارض بھی نہ رہا۔

﴿488﴾ تعلیم کو مہر بنانے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ :يَا رَسُولَ اللَّهِ

إِنِّي وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ فَقَامَتْ طَوِيلًا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ فِيهَا حَاجَةٌ فَقَالَ :هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا؟ قَالَ :مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي هٰذَا .قَالَ :فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟ قَالَ :نَعَمْ سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا فَقَالَ :زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ .وَفِي رِوَايَةٍ :قَالَ :انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْآنِ ـ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی بولی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی جان آپ کو ہبہ کی پھر بہت دیر کھڑی رہی تو ایک آدمی اٹھ کر بولا یا رسول اللہ اس کا نکاح مجھ سے کر دیجئے اگر حضور کو اس کی ضرورت نہ ہو تو حضور نے فرمایا کیا تیرے پاس کچھ ہے جو تو اسے مہر دے بولا میرے پاس اس تہبند کے سوا کچھ نہیں فرمایا تلاش تو کر اگر چہ لوہے کی انگوٹھی ہو اس نے ڈھونڈا مگر کچھ نہ پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے ساتھ کچھ قرآن بھی ہے بولا ہاں فلاں فلاں سورۃ چنانچہ حضور نے فرمایا کہ میں نے اس کا نکاح تجھ سے کر دیا اس قرآن کی وجہ سے جو تجھے یاد ہے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جاؤ میں نے تمہارا نکاح اس سے کر دیا لہذا اسے قرآن سکھاؤ۔ مسلم، بخاری

اسی طرح آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ" اس آیت میں حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی صفورا کا نکاح موسیٰ علیہ السلام سے آٹھ دس سال خدمت کے عوض کیا،،

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا،، کیا تیرے ساتھ کچھ قرآن بھی ہے بولا ہاں فلاں فلاں سورۃ چنانچہ حضور نے فرمایا کہ میں نے اس کا نکاح تجھ سے کر دیا۔ اس حدیث اور آیت میں تعلیم قرآن کو مہر بنایا گیا جبکہ اگلی آیت میں ان دونوں کے برعکس کچھ اس طرح ہے،، قرآن کریم فرماتا ہے ":اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوٰلِكُمْ" عورتوں کو مال کے بدلے تلاش کرو یعنی نکاح کرو۔ معلوم ہوا کہ نکاح مال کے عوض ہونا چاہیے اور قرآن کریم کی تعلیم مال نہیں،، احادیث اور آیات میں تعارض واضح ہے

تعلیم کو مہر بنانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک مذکورہ حدیث میں بما معک میں ب سببیہ ہے نہ کہ عوض یا مقابلہ کی چونکہ تجھے قرآن مجید کی سورتیں یاد ہیں اس لیے میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا کیونکہ عالم غیر عالم سے افضل ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ تعلیم قرآن یا دیگر خدمات کو مہر نکاح بنا سکتے ہیں اور یہ ب عوض کی ہے وہ اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ ان آیات قرآنیہ کی تعلیم کے عوض میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا اور حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعہ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ

آپ نے اپنی بیٹی صفورا کا نکاح موسیٰ علیہ السلام سے آٹھ دس سال خدمت کے عوض کیا کہ فرمایا "اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡكِحَكَ اِحۡدَى ابۡنَتَیَّ هٰتَیۡنِ عَلٰۤى اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ" مگر یہ قول درست نہیں کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے":اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوٰلِكُمۡ" عورتوں کو مال کے بدلے تلاش کرو۔ معلوم ہوا کہ نکاح مال کے عوض ہونا چاہیے اور قرآن کریم کی تعلیم مال نہیں۔ شریعت شعیب علیہ السلام کے احکام دوسرے تھے بلکہ حق یہ ہے حضرت شعیب علیہ السلام نے دس سال کی خدمت کو شرط نکاح قرار دیا تھا نہ کہ مہر نکاح اسی لیے علی فرمایا ب نہ فرمایا نیز فرمایا" عَلٰۤى اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ "میری خدمت کرو اور مہر عورت کی ملک ہوتا ہے نہ کہ سسر کی اور موسیٰ علیہ السلام کو اتنے دن اپنی خدمت میں رکھنا کلیم الٰہی کے لائق بنانا تھا کیونکہ آپ فرعون کے پاس اب تک رہے کسی شیخ کی صحبت کی ضرورت تھی۔ اس تقریر کے بعد آیات اور احادیث میں کوئی تعارض نہ رہا۔

489 مہر کی مقدار کے بارے احادیث میں تعارض:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ :يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ فَقَامَتْ طَوِيلًا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ فِيهَا حَاجَةٌ فَقَالَ :هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا؟ قَالَ :مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي هَذَا .قَالَ :فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟ قَالَ :نَعَمْ سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا فَقَالَ :زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ .وَفِي رِوَايَةٍ :قَالَ :انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْآنِ۔مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی بولی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی جان آپ کو ہبہ کی پھر بہت دیر کھڑی رہی تو ایک آدمی اٹھ کر بولا یا رسول اللہ اس کا نکاح مجھ سے کر دیجئے اگر حضور کو اس کی ضرورت نہ ہو تو حضور نے فرمایا کیا تیرے پاس کچھ ہے جو تو اسے مہر دے بولا میرے پاس اس تہبند کے سوا کچھ نہیں فرمایا تلاش تو کر اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو اس نے ڈھونڈا مگر کچھ نہ پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے ساتھ کچھ قرآن بھی ہے بولا ہاں فلاں فلاں سورۃ چنانچہ حضور نے فرمایا کہ میں نے اس کا نکاح تجھ سے کر دیا اس قرآن کی وجہ سے جو تجھے یاد ہے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جاؤ میں نے تمہارا نکاح اس سے کر دیا لہٰذا اسے قرآن سکھاؤ۔ مسلم، بخاری،،، اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے،،

وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَنْ أَعْطَى فِي صَدَاقِ امْرَأَتِهِ مِلْءَ كَفَّيْهِ سَوِيقًا أَوْ تَمْرًا فَقَدِ اسْتَحَلَّ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنی بیوی کے مہر میں لپ بھر ستو یا چھوارے دے دے اس نے اسے حلال کر لیا ابوداؤد

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مہر کی کم سے کم کوئی مقدار مقرر نہیں،، جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں کچھ اس طرح ہے دار قطنی نے حضرت جابر سے مرفوعًا روایت کیا کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت کا نکاح ولی کریں، کفو میں کریں، دس درہم سے کم پر ہاتھ نہ کاٹے جائیں اور دس درہم سے کم مہر نہیں، دار قطنی و بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کی کہ دس درہم سے کم مہر نہیں لہذا دس درہم سے کم کی روایات میں چڑھاوا مراد ہے۔ ان احادیث میں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم مقرر کی گئی جبکہ پہلی حدیث میں اس کے برعکس ہے۔

مہر کی مقدار کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی بنا پر بعض لوگوں نے سمجھا ہے کہ مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں مگر یہ غلط ہے یہ حدیث اس کی تائید نہیں کرتی کیونکہ کسی امام کے نزدیک قرآن مہر نہیں بن سکتا، سب کے ہاں مہر مال ہونا چاہیے ہاں مال کی ادنیٰ مقدار میں اختلاف ہے اور یہاں قرآن پر نکاح کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ مہر کا اس حدیث میں ذکر ہی نہیں ہوا، مہر کی کم از کم مقدار دس درہم کیونکہ دار قطنی نے حضرت جابر سے مرفوعًا روایت کیا کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت کا نکاح ولی کریں، کفو میں کریں، دس درہم سے کم پر ہاتھ نہ کاٹے جائیں اور دس درہم سے کم مہر نہیں، دار قطنی و بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کی کہ دس درہم سے کم مہر نہیں لہذا دس درہم سے کم کی روایات میں چڑھاوا مراد ہے، نہ کہ مہر۔ اب احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

حضرت جابر کی حدیث جس میں جس میں لپ بھر ستو کو مہر بنایا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ،،

امام اعظم کے نزدیک یہ حدیث اسناداً صحیح نہیں اگر صحیح ہو بھی تو اس سے مہر معجّل یعنی نکاح کے وقت کا چڑھاوا مراد ہے اسی لیے یہاں اعطیٰ فرمایا گیا ورنہ مہر فوراً ادا کرنا لازم نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص نکاح کے وقت کوئی معمولی سی چیز بھی عورت کو ہدیہ دے دے تو عرف ورسم عرب کے لحاظ سے بھی اس نے اپنے پر عورت کو حلال کر دیا بقیہ مہر بے شک بعد میں دیتا رہے۔ لہذا اس حدیث سے لپ بھر ستو مہر ثابت نہیں ہوتا، لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿490﴾ زیادہ مہر مقرر کرنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :أَلَا لَا تُغَالُوا صَدُقَةَ النِّسَاءِ فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا وَتَقْوَى عِنْدَ اللّٰهِ لَكَانَ أَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلِمْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ شَيْئًا مِنْ نِسَائِهِ وَلَا أَنْكَحَ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِهِ عَلَى أَكْثَرَ مِنَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ

أُوقِيَّةً .رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِيُّ

روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرمایا، خبردار عورتوں کے مہر میں زیادتی نہ کیا کرو کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت اور اللہ کے نزدیک پرہیزگاری ہوتا تو اس کے زیادہ مستحق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے مجھے نہیں نہیں خبر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی سے نکاح کیا ہو یا اپنی کسی بیٹی کا نکاح کرایا ہو بارہ اوقیہ سے زیادہ پر۔

مذکورہ حدیث میں فرمایا،، خبردار عورتوں کے مہر میں زیادتی نہ کیا کرو۔ جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث اور آیت میں کچھ اس طرح ہے،،

عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ :أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ فَزَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْهَرَهَا عَنْهُ أَرْبَعَةَ آلَافٍ .وَفِي رِوَايَةٍ :أَرْبَعَةَ دِرْهَمٍ وَبَعَثَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ شُرَحْبِيلَ بْنِ حَسَنَةَ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيّ

روایت ہے حضرت ام حبیبہ سے کہ وہ عبداللہ ابن جحش کے نکاح میں تھیں تو وہ زمین حبشہ میں ہی وفات پا گئے ان بی بی کا نکاح نجاشی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور حضور کی طرف سے انہیں چار ہزار مہر دیا گیا اور ایک روایت میں ہے چار ہزار درہم مہر دیا انہیں شرحبیل ابن حسنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ ابوداؤد، نسائی

اسی طرح آیت میں بھی زیادتی مہر کو اس طرح بیان کیا گیا،، "وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰیھُنَّ قِنْطَارًا"۔ احادیث اور آیت میں تعارض واضح ہے۔

زیادہ مہر مقرر کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر نے اس فرمان میں کسر کا شمار نہیں فرمایا ورنہ حضور انور کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا لہذا یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ دوسری حدیث میں حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان کا مہر چار ہزار درہم تھا مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر نہیں کیا تھا بلکہ نجاشی شاہ حبشہ کا مقرر کردہ تھا۔ اور آیت کریمہ کا جواب یہ ہے کہ "وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰیھُنَّ قِنْطَارًا" بیان جواز کے لیے ہے اور جناب عمر کا فرمان عالی بیان استحباب کے لیے لہذا یہ فرمان قرآن کریم کے خلاف نہیں یا یہاں زیادہ مہر مقرر نہ کرنے کا ذکر ہے اور قرآن مجید میں زیادہ مہر جو ادا کر دیا جائے واپس نہ لینے کا ذکر لہذا دونوں میں تعارض نہیں جناب فاطمہ زہرا کا مہر چار سو مثقال چاندی یعنی ڈیڑھ سو تولہ تھا یہ جو مشہور ہے کہ آپ کا مہر انیس مثقال سونا تھا اس سے مراد مہر معجّل ہے کیونکہ جناب علی مرتضی نے اپنی زرہ آپ کو دی جو انیس مثقال سونے کی تھی۔ لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

حضرت عمر کی حدیث میں روئے سخن ان لوگوں سے ہے جو زیادتی مہر کو اپنے لیے فخر سمجھتے تھے جیسے آج بھی عموما مسلمان

زیادتی مہر پر فخر کرتے ہیں ۵،۵ لاکھ کا مہر ہوتا ہے حالانکہ دولہا کی حیثیت دس ہزار کی بھی نہیں ہوتی سوچتے ہیں کہ مہر فقط ایک رسم ہے دیتا کون ہے۔ یہاں صاحب مرقات نے ایک عجیب واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بار حضرت عمر نے حکم دیا کہ کوئی شخص چالیس اوقیہ سے زیادہ مہر مقرر نہ کرے اگر کرے گا تو زیادتی بیت المال میں داخل کر دی جائے گی اس پر ایک عورت نے عرض کیا رب تعالٰی فرماتا ہے": وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا" تم زیادتی بیت المال میں کیسے داخل کرو گے تو حضرت عمر نے فرمایا آج ایک عورت سچ کہہ رہی ہے اور مرد غلطی پر ہے۔

﴿491﴾ اسلام کو مہر بنانے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ :تَزَوَّجَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سُلَيْمٍ فَكَانَ صِدَاقُ مَا بَيْنَهُمَا الْإِسْلَامَ أَسْلَمَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ قَبْلَ أَبِي طَلْحَةَ فَخَطَبَهَا فَقَالَتْ :إِنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ فَإِنْ أَسْلَمْتَ نَكَحْتُكَ فَأَسْلَمَ فَكَانَ صِدَاقَ مَا بَينهمَا .رَوَاهُ النَّسَائِيّ

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ نے ام سلیم سے نکاح کیا تو ان کے درمیان مہر اسلام تھا کہ حضرت ام سلیم ابوطلحہ سے پہلے اسلام لائیں پھر انہیں نے پیغام نکاح دیا۔ تو وہ بولیں کہ میں مسلمان ہو چکی ہوں اگر تم بھی مسلمان ہو جاؤ تو تم سے نکاح کرلوں چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے پھر یہ ان کے آپس میں مہر ہوا۔ نسائی

مذکورہ حدیث میں اسلام کو مہر بنایا گیا جبکہ آیت کریمہ میں اس کے برعکس اس طرح بیان ہوا،،

": اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوٰلِكُمْ" عورتوں کو مال کے بدلے تلاش کرو یعنی نکاح کرو۔ آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

اسلام کو مہر بنانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ تمام آئمہ کے ہاں یہ شرط ہے کہ مہر مال ہو، رب تعالٰی فرماتا ہے": اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوٰلِكُمْ" لہذا حدیث میں اس جملہ کے معنے یا تو یہ ہیں کہ حضرت ام سلیم نے مہر معاف کر دیا ان کے اسلام کی وجہ سے یا یہ مطلب ہے کہ مہر معجل یعنی نکاح کا چڑھاوا کچھ نہ لیا، بہرحال یہ جملہ قابل تاویل ہے۔ اور ہماری تطبیق سے تعارض ختم ہو گیا۔

﴿492﴾ آزادی کو مہر مقرر کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ قَالَ :إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَتَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا وَأَوْلَمَ عَلَيْهَا بحيس .مُتَّفق عَلَيْهِ

روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد فرمایا اور ان سے نکاح فرمالیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا ان پر حریسہ سے ولیمہ کیا۔ مسلم، بخاری

جبکہ آیت کریمہ میں ہے،،": اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوٰلِكُمْ" عورتوں کو مال کے بدلے تلاش کرو یعنی نکاح کرو۔ تعارض واضح ہے

آزادی کو مہر مقرر کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ آزادی کو مہر بنانا یا تو حضور کی خصوصیات سے ہے کہ آپ پر ازواج کا نہ مہر واجب ہے نہ باری مقرر کرنا لازم رب تعالیٰ فرماتا ہے تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ آپ ان عورتوں میں سے جسے چاہیں ہٹائیں جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں،، وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ اور جن کو علیحدہ کردیا ہے ان میں جسے چاہیں بلالیں تو آپ پر کوئی گناہ نہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ مہر معجّل یعنی نکاح کا چڑھاوا کچھ نہ دیا یا یہ مطلب ہے کہ نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ فرمایا بعد میں مہر مثل دیا جیسا کہ اب بھی یہ ہی حکم ہے ورنہ عورت کا آزاد کرنا مہر نہیں بن سکتا مہر مال ہونا چاہیے رب تعالیٰ فرماتا ہے": اَنْ تَبْتَغُوا بِاَمْوٰلِكُمْ "لہٰذا یہ حدیث نہ تو قرآن کریم کے خلاف ہے نہ مذہب آئمہ کے خلاف۔

اہلِ عرب کھجور و مکھن چھوہارے اور گھی ملا کر کھاتے ہیں اسے حیس کہا جاتا ہے آج کل اسے حریسہ بھی کہا جاتا ہے حریسہ بہت سی قسم کا ہوتا ہے۔ مختلف طریقوں اور مختلف چیزوں سے بنایا جاتا ہے۔

﴿493﴾ دعوت قبول نہ کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا .مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ :فَلْيُجِبْ عُرُسًا كَانَ أَو نَحوه مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ولیمہ کی طرف بلایا جائے تو وہاں جائے (مسلم، بخاری) اور مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ قبول کرے، ولیمہ ہو یا اس کی مثل۔

وَعَنْ جَابِرٍ :قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فليجب وَإِن شَاءَ طَعِمَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی کھانے کے لیے بلایا جائے تو قبول کرے پھر اگر چاہے کھالے اور اگر چاہے چھوڑ دے (مسلم)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَمن دخل على غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِيرًا .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کو دعوت دی جائے پھر وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی اور جو بغیر دعوت پہنچ جائے تو وہ چور ہو کر گیا اور لٹیرا ہو کر نکلا۔ ابوداؤد

دعوت قبول نہ کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے، بعض نے فرمایا کہ فرض کفایہ ہے وہ حضرات وجوب کے لیے یہ امر مانتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت طعام اس کا قبول کرنا سنت ہے وہاں جانا بھی سنت رہا کھانا اس کا اختیار ہے جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا۔ اور جو بلا وجہ صرف تکبر کی وجہ سے دعوت قبول نہ کرے وہ نافرمان ہے لہذا احدیث بالکل واضح ہے۔ اس میں کوئی تعارض نہیں۔

جس حدیث میں ولیمہ کے علاوہ دیگر دعوت کا ذکر ہوا یہ حکم بھی بر مذہب محققین استحبابی ہے اس میں بھی وہ تمام قیود معتبر ہیں جو ابھی پچھلی حدیث میں عرض کی گئیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر جائز دعوت میں جانا بہتر ہے کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے کیونکہ نہ جانے سے لوگ متکبر کہتے ہیں، اور اس سے عداوت پیدا ہونے کا خطرہ ہے جماعت میں مل جل کر رہنا چاہیے۔

﴿494﴾ ازواج میں باریاں مقرر کرنے کی احادیث میں تعارض:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ عَنْ تِسْعِ نِسْوَةٍ وَكَانَ يقسم مِنْهُنَّ لثمان

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو بیویاں چھوڑ کر وفات پائی جن میں سے آٹھ کے لیے باریاں مقرر فرماتے تھے۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں کہ نبی کریم ﷺ اپنی ازواج میں باریاں مقرر فرماتے تھے،، جبکہ اس کے برعکس حدیث پاک میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب میں تمام ازواج پاک کے پاس تشریف لے گئے اور ہر بار غسل کیا۔ دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

ازواج میں باریاں مقرر کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جن احادیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب میں تمام ازواج پاک کے پاس تشریف لے گئے اور ہر بار غسل کیا، اس کے تین جواب ہیں (۱) پہلا یہ کہ ایک شب میں تمام ازواج کے پاس جانا یا تو آپ کی خصوصیات سے ہے کہ آپ پر بیویوں میں عدل واجب نہ تھا (۲) دوسرا یہ کہ ہر شب ازواج کے پاس جانا عدل واجب ہونے سے پہلے ہے (۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ ہر شب تمام ازواج کے پاس جانا ان ازواج کی اجازت سے تھا۔ لہذا اب احادیث میں تعارض نہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی نو بیویاں یہ تھیں:

(۱) حضرت عائشہ (۲) حفصہ (۳) سودہ (۴) ام سلمہ (۵) صفیہ (۶) میمونہ (۷) ام حبیبہ (۸) زینب (۹) جویریہ، یہ بیویاں حضور صلی اللہ علیہ سلم کی وفات کے وقت موجود تھیں، حضرت خدیجہ پہلے ہی وفات پا چکی تھیں، اسمہ بنت جون، اور عائشہ خثعمیہ وغیرہ کو طلاق ہو چکی تھی۔ اس کی وجہ آگے آرہی ہے کہ بی بی سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ کو بخش دی تھی اس لیے ان کے ہاں دو دن قیام رہتا تھا، باقی سات کے ہاں ایک ایک دن، اور دورہ جناب عائشہ صدیقہ پر ختم ہوتا

تھا۔ یہ باریاں مقرر فرمانا آپ پر شرعاً واجب نہ تھا، رب تعالیٰ فرماتا ہے تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ آپ ان عورتوں میں سے جسے چاہیں ہٹائیں جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں،، وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ اور جن کو علیحدہ کر دیا ہے ان میں جسے چاہیں بلالیں تو آپ پر کوئی گناہ نہیں۔

﴿495﴾ عورت کو مارنے کی آیت اور حدیث میں تعارض:

مذکورہ حدیث میں فرمایا،، روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زمعہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے نہ مارے پھر اخیر دن میں اس سے جماع کرے گا۔

مذکورہ حدیث میں عورت کو مارنے کی ممانعت کی گئی جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں اس طرح بیان ہوا،،

،،"اضْرِبُوْهُنَّ"،، عورتوں کو مارو،، آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

عورت کو مارنے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ سختی و بے دردی کے ساتھ مت مارو اصلاح اور توبیخ کے لئے ضرب خفیف یعنی بہت ہلکی مار ،بیوی کو قدرے مار سکتے ہیں، کیونکہ خاوند بیوی کا حاکم ہے، حاکم اپنے محکوم کی اصلاح مار سے بھی کرسکتا ہے، استاذ شاگرد کو، باپ بیٹے کو مار سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ حدیث میں شدید مار کی ممانعت ہے اور آیت میں خفیف مار کی اجازت بیان ہوئی ہے دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿496﴾ پردہ کرنے یا نہ کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهَا قَالَتْ :وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ عَلَى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ بِالْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بردائه لِأَنْظُرَ إِلَى لَعِبِهِمْ بَيْنَ أُذُنِهِ وَعَاتِقِهِ ثُمَّ يَقُومُ مِنْ أَجْلِي حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّتِي أَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ الْحَرِيصَةِ على اللَّهْو

روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے اور حبشی بچے مسجد میں نیزے بازی کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر سے پردہ کراتے تاکہ میں آپ کے کان و کاندھے کے درمیان ان کا کھیل دیکھوں پھر آپ میری وجہ سے کھڑے رہتے حتی کہ میں ہی لوٹ جاتی تو تم اندازہ لگالو، نوعمر لڑکی کے کھیل کے شوقین کا۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں حضرت عائشہ نے فرمایا،، کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے اور حبشی بچے مسجد میں نیزے بازی کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر سے

پردہ کراتے تا کہ میں آپ کے کان وکاندھے کے درمیان ان کا کھیل دیکھوں،، جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح بیان ہوا،،

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ :أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُونَةُ إِذْ أَقبل ابْن مَكْتُومٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :احْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ هُوَ أَعْمَى لَا يُبْصِرُنَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا؟ أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ؟ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ وہ اور بی بی میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ جناب ام مکتوم آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ نابینا نہیں ہیں کہ ہم کو دیکھتے نہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو اور کیا تم ان کو نہیں دیکھتیں احمد، ترمذی، ابوداؤد

اس حدیث میں ہے کہ مرد کو حرام ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھے اور عورت کو بھی جائز نہیں کہ وہ اجنبی مرد کو دیکھے،،

احادیث میں تعارض واضح ہے۔

پردہ کرنے یا نہ کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ یہ کھیل دکھانے کا واقعہ ۷ھ میں ہوا جب کہ جناب عائشہ کی عمر شریف سولہ سال تھی اور پردہ کا حکم آچکا تھا، نیز نماز جماعت میں عورتوں کو حاضری کا حکم تھا مردوں سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھتی تھیں مردوں سے پیچھے رہتی تھیں کہ مرد تو ان کو نہ دیکھ سکتے تھے مگر بیویاں یقیناً اپنے سے آگے کے مردوں کو دیکھ سکتی تھیں لہذا احق یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث جس میں آپ نے حبشیوں کا کھیل دیکھایا بیان جواز کے لیے ہے اور حضرت ام مکتوم کی یہ حدیث جس میں عورت کے لئے مرد کو دیکھنے سے منع فرمایا بیان احتیاط کے لیے ہے۔ اب احادیث میں کوئی تعارض نہ رہا۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ واقعہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے کا ہے ورنہ آپ کبھی اجنبی لوگوں کا کھیل نہ دیکھتیں۔ فقیر کا خیال ہے کہ پردہ کا حکم آچکنے کے بعد کا ہے ورنہ سرکار عالی چادر اور اپنے جسم شریف سے آڑ نہ کرتے لہذا یا تو وہ حبشی بچے تھے نہ کہ جوان، بچوں کا کھیل دیکھنا جائز چونکہ وہاں جوانون کے آجانے کا بھی احتمال تھا اس لیے احتیاطاً حضور نے آڑ فرمالی، یا یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب مردوں کو حرام تھا کہ اجنبی عورتوں کو دیکھیں مگر عورتوں پر مردوں کا دیکھنا حرام نہ تھا۔

وَعَنْهَا قَالَتْ :وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ عَلَى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ بِالْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بردائه لِأَنْظُرَ إِلَى

لَعِبِهِمْ بَيْنَ أُذُنِهِ وَعَاتِقِهِ ثُمَّ يَقُومُ مِنْ أَجْلِي حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّتِي أَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ الْحَرِيصَةِ على اللَّهو

روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور حبشی بچے مسجد میں نیزے بازی کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر سے پردہ کراتے تاکہ میں آپ کے کان و کاندھے کے درمیان ان کا کھیل دیکھوں پھر آپ میری وجہ سے کھڑے رہتے حتی کہ میں ہی لوٹ جاتی تو تم اندازہ لگا لو، نوعمر لڑکی کے کھیل کے شوقین کا۔ مسلم، بخاری

﴿497﴾ مسجد میں کھیل کود کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهَا قَالَتْ :وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ عَلَى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ بِالْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بردائه لِأَنْظُرَ إِلَى لَعِبِهِمْ بَيْنَ أُذُنِهِ وَعَاتِقِهِ ثُمَّ يَقُومُ مِنْ أَجْلِي حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّتِي أَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ الْحَرِيصَةِ على اللَّهو

روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور حبشی بچے مسجد میں نیزے بازی کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر سے پردہ کراتے تاکہ میں آپ کے کان و کاندھے کے درمیان ان کا کھیل دیکھوں پھر آپ میری وجہ سے کھڑے رہتے حتی کہ میں ہی لوٹ جاتی تو تم اندازہ لگا لو، نوعمر لڑکی کے کھیل کے شوقین کا۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور حبشی بچے مسجد میں نیزے بازی کرتے تھے،، جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے،،

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ :كُنْتُ نَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فحصبني (ص232) رجل فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهَذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا فَقَالَ :مِمَّنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَا :مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ :لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں سو رہا تھا کسی نے مجھے کنکری ماری میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر فاروق تھے فرمایا جاؤ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ میں ان دونوں کو لے کر آیا فرمایا تم لوگ کون ہو یا کہاں سے آئے ہو وہ بولے ہم طائف والے ہیں فرمایا اگر تم مدینہ والوں میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی مسجد میں آوازیں اونچی کرتے ہو۔ بخاری

وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُونُ حَدِيثُهُمْ فِي مَسَاجِدِهِمْ فِي أَمْرِ دُنْيَاهُمْ .فَلَا تُجَالِسُوهُمْ فَلَيْسَ لِلّٰهِ فِيهِمْ حَاجَةٌ .رَوَاهُ الْبَيْهَقِيّ فِي شعب الْإِيمَان

روایت ہے حضرت حسن سے مرسلاً فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ان کی دنیاوی باتیں مسجدوں میں ہوں گی تم ان میں نہ بیٹھنا ایسوں کی اللہ کو ضرورت نہیں بیہقی شعب الایمان۔

پہلی حدیث میں حبشی مسجد میں کھیل کود کرتے رہے اور نبی کریم ﷺ نے خود ان کا کھیل دیکھا جبکہ دوسری حدیث میں مسجد کے آداب کا حکم بیان فرمایا اور مسجد کی بے حرمتی کرنے والوں کی مذمت بیان فرمائی۔ تعارض واضح ہے۔

مسجد میں کھیل کود کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے کہ حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے وہاں مسجد سے مراد یا تو خارج مسجد ہے جسے رحبہ کہا جاتا تھا چونکہ وہ جگہ مسجد سے بالکل ملی ہوئی تھی اس لیے اسے حدیث میں مسجد فرمایا اور ہوسکتا ہے کہ خود مسجد میں ہی یہ کھیل ہوتا تھا کیونکہ یہ بظاہر تو کھیل تھا مگر درحقیقت تیر اندازی کی مشق یعنی جہاد کی تیاری تھی اور یہ تیاری عبادت ہے لہذا مسجد میں جائز۔ اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿498﴾ خودکشی کرنے والے کے ہمیشہ جہنمی ہونے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ جَابِرٍ :أَنَّ الطُّفَيْلَ بْنَ عَمْرٍو الدَّوْسِيَّ لَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ هَاجَرَ إِلَيْهِ وَهَاجَرَ مَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ فَمَرِضَ فَجَزِعَ فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهُ فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهُ فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتَّى مَاتَ فَرَآهُ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِي مَنَامِهِ وَهَيْئَتُهُ حسنةٌ ورآهُ مغطياً يدَيْهِ فَقَالَ لَهُ :مَا صنع بِكُل رَبُّكَ؟ فَقَالَ :غَفَرَ لِي بِهِجْرَتِي إِلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :مَا لِي أَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ؟ قَالَ :قِيلَ لِي :لَنْ تصلح مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَ فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اللَّهُمَّ وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِر .رَوَاهُ مُسلم

روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ پاک کی طرف ہجرت فرمائی تو طفیل ابن عمرو دوسی نے حضور کی طرف ہجرت کی اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے ایک شخص نے ہجرت کی پھر وہ بیمار ہو گئے تو گھبرا گئے تو انہوں نے اپنے تیر لیے ان سے اپنے پورے کاٹ لیے تو ان کے ہاتھ خون بہانے لگے یہاں تک کہ وہ مر گئے تو اسے طفیل ابن عمرو نے خواب میں دیکھا کہ ان کی حالت بہت اچھی ہے اور انہیں اپنے ہاتھ ڈھکے ہوئے دیکھا تو ان سے پوچھا کہ رب

نے تم سے کیا معاملہ کیا؟ تو بولے کہ مجھے بخش دیا اپنے نبی کی طرف ہجرت کرنے کی برکت سے پھر پوچھا کہ کیا وجہ ہے میں تمہیں ہاتھ ڈھانپے دیکھ رہا ہوں بولے کہ مجھ سے فرمایا کہ جو تم نے خود بگاڑ لیا ہم اسے درست نہ کریں گے یہ خواب طفیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی الٰہی اس کے ہاتھوں کو بھی بخش دے۔

اس حدیث میں خودکشی کرنے والوں کی بخشش کا ذکر کیا گیا جبکہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں اس طرح بیان ہوا،،

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهَا خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مخلَّداً فِيهَا أبدا

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہاڑ سے چھلانگ لگا کر اپنے آپ کو ہلاک کر لے تو وہ دوزخ کی آگ میں چھلانگ لگاتا رہے گا اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور جو زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کرے تو اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ پیتا رہے گا اور جو اپنے آپ کو لوہے سے ہلاک کرے تو اس کا لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا۔ مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں چھلانگ لگا کر اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا، زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا، اور لوہے سے اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے کو ہمیشہ ہمیشہ کا جہنمی کہا گیا،، جبکہ اس کے برعکس پہلی حدیث میں خودکشی کرنے والے کی بخشش کا ذکر ہوا دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔

خودکشی کرنے والے کے ہمیشہ جہنمی ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کے تین جواب ہیں (۱) یا تو خلود کے معنے ہیں بہت دراز ٹھہرنا، لہٰذا اس درازی کی تاکید کے لیے ہے نہ کہ ہمیشگی کے لئے (۲) یا اس سے وہ شخص مراد ہے جو یہ کام حلال سمجھ کر کرے کہ اب وہ کافر ہو گیا، (۳) یا یہ مطلب ہے کہ اس طرح خودکشی کرنے والا اس ہمیشگی عذاب کا مستحق ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ اسے ایمان کی برکت سے رحم فرما کر دوزخ سے نکال دے گا۔ لہٰذا یہ حدیث ان آیات واحادیث کے خلاف نہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن کتنا ہی گنہگار ہو آخر کار جنت میں پہنچے گا۔ اور نہ ہی احادیث میں تعارض ہے۔

﴿499﴾ شفاعت کے اثبات اور انکار کی احادیث میں تعارض:

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِي غَيْرِ

مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ والدارمی

روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورت اپنے خاوند سے بلا ضرورت طلاق مانگے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی

مذکورہ حدیث میں فرمایا،، جو عورت اپنے خاوند سے بلاضرورت طلاق مانگے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے،، جبکہ اس کے برعکس دوسری احادیث میں کچھ اس طرح ہے،،

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ فاذا رایته وقعت ساجدا فیدعنی ماشاء اللہ ای یدعنی ثم یقال لی ارفع راسك فسل تعطه وقل تسمع واشفع تشفع فارفع راسی فاحمد ربی بتحمید یعلمنی ثم اشفع فیحد لی حدا ثم اخرجهم من النار وادخلهم الجنة ثم اعود فاقع ساجدا مثله فی الثالثة اوالرابعة حتی ما بقی فی النار الا من حبسه القرآن۔

صحیح بخاری ج۲ ص ۱۱۷۹

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اپنے آپ کو اللہ تعالی کی بارگاہ میں سجدہ ریز دیکھوں گا اللہ تعالی جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رکھے گا پھر مجھ سے کہا جائے گا اپنا سر اٹھائیں مانگو ملے گا شفاعت کرو قبول کی جائے گی پھر میں اپنے رب کی وہ حمد کروں گا جو اللہ تعالی مجھے اس وقت سکھائے گا پھر میں شفاعت کروں گا پھر میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی پھر میں گناہ گاروں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا اور پھر شفاعت کروں گا تین یا چار بار حتی کہ جہنم میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کو قرآن نے روک لیا یعنی دائمی جہنمی۔

حضرت عون بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے شفاعت کے درمیان اور اس میں اختیار دیا کہ میری نصف امت جنت میں داخل کردی جائے تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا اور یہ ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اس نے شرک نہ کیا ہو۔ سنن ترمذی ۲۴۴۱۔ مسند امام احمد ج۲ ص ۲۳

پہلی حدیث میں فرمایا،،،، جو عورت اپنے خاوند سے بلاضرورت طلاق مانگے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے،،،، جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ شرک کے سوا ہر گناہ گار حضور کی شفاعت سے جنت میں جائے گا، احادیث میں تعارض واضح ہے

شفاعت کے اثبات اور انکار کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق مانگنے والی عورت کا جنت میں جانا تو کیا ہی ہوگا وہاں کی خوشبو بھی نہ پائے گی اس سے مراد پہلا داخلہ ہے یعنی ابتداء تو جنت میں نہ جاسکے گی نہ اس کی خوشبو پاسکے گی لیکن آخر کار شفاعت مصطفیٰ سے بعد میں داخل جنت ہو

گی۔خیال رہے کہ سارے مؤمن جنت میں پہنچیں گے اگرچہ کیسے ہی گنہگار ہوں چاہے پہلے داخلہ میں نہ سہی لیکن دوسرے داخلہ میں داخل جنت ہوں گے۔لہذا یہ حدیث شفاعت کے خلاف نہیں، نہ احادیث میں کوئی تعارض ہے۔

﴿500﴾ طلاق دینے نہ دینے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ الطلاقُ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ناپسندیدہ ترین حلال اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ناپسندیدہ ترین حلال اللہ کے نزدیک طلاق ہے،، جبکہ آیت کریمہ میں فرمایا،،

"لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ" تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم اپنی بیویوں کو طلاق دو،،

آیت اور حدیث میں تعارض واضح ہے۔

طلاق دینے نہ دینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ضرورت عباد کی بنا پر طلاق مباح تو کردی ہے مگر رب کو پسند نہیں کہ اس میں دو محبوبوں کی جدائی گھر بگڑنا اولاد کی تباہی ہے غرضکہ بلاوجہ طلاق کراہت سے خالی نہیں بہت سی چیزیں حلال ہیں مگر بہتر نہیں جیسے بلا عذر مرد کا گھر میں نماز پڑھ لینا یا اذان جمعہ ہو چکنے کے بعد تجارت کرنا یا غیر معتکف کا مسجد میں کھانا پینا لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حلال چیز ناپسند کیسے ہوسکتی ہے اور نہ یہ اعتراض ہے کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی سودہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیوں فرمایا تھا، امام حسن نے بہت بیویوں کو طلاق کیوں دی حلال کام پر نہ گناہ ہے نہ عتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض وہ کام کیے ہیں جوامت کے لیے مکروہ ہیں کیوں، تبلیغ کے لیے آپ کو ان پر بھی ثواب ملے گا جیسے منبر پر کھڑے ہوکر نماز پڑھنا، اونٹ پر طواف کرنا، نواسے کو کندھے پر لے کر نماز ادا کرنا، حضرت حسین علیہ السلام کے لیے خطبہ جمعہ توڑ کر آگے جاکر انہیں گود میں لے لینا وغیرہ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں "لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ" تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم اپنی بیویوں کو طلاق دو،، اس تقریر کے بعد اب کوئی تعارض نہ رہا۔

﴿501﴾ حضرت رکانہ کی طلاق والی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ رُكَانَةَ بْنِ عَبْدِ يَزِيدَ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ فَأَخْبَرَ بِذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلم وَقَالَ :وَالله مَا أَرَدْتُ إِلَّا وَاحِدَةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :وَاللَّهِ مَا أَرَدْتَ إِلَّا وَاحِدَةً؟ فَقَالَ رُكَانَةُ :وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ إِلَّا وَاحِدَةً فَرَدَّهَا إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَلَّقَهَا الثَّانِيَةَ فِي زَمَانِ عُمَرَ وَالثَّالِثَةَ فِي زَمَانِ عُثْمَانَ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِيُّ إِلَّا أَنَّهُمْ لَمْ يَذْكُرُوا الثانيةَ وَالثَّالِثَةَ

روایت ہے حضرت رکانہ ابن عبدیزید سے کہ انہوں نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق دی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی اور بولے اللہ کی قسم میں نے صرف ایک کی نیت کی تھی تو رسول اللہ نے فرمایا کیا خدا کی قسم تم نے نہ نیت کی مگر ایک کی تو رکانہ بولے اللہ کی قسم میں نے نہ نیت کی مگر ایک کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عورت رکانہ کی طرف لوٹا دی پھر انہوں نے زمانہ فاروقی میں دوسری طلاق دی اور زمانہ عثمانی میں تیسری (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) مگر انہوں نے دوسری تیسری طلاق کا ذکر نہ کیا۔

مذکورہ حدیث میں فرمایا، کہ حضرت رکانہ نے قسم کھائی کہ انہوں نے ایک طلاق دی ہے اور حضور نبی کریم نے بھی ایک نافذ فرمائی، جبکہ اس کے برعکس اگلی حدیث میں کچھ اس طرح ہے،،

ابن اسحاق نے بروایت عکرمہ عن ابن عباس روایت کی کہ رکانہ نے اپنی زوجہ کو بیک وقت تین طلاقیں دی پھر بہت غمگین ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضور نے ان تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیا۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

حضرت رکانہ کی طلاق والی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

یہ حدیث منکر ہے صحیح وہ ہی ہے جو ابوداؤد، ابن ماجہ نے روایت کی آپ نے طلاق بتہ دی تھی یعنی ایک طلاق بائنہ باقی دو طلاقیں عہد فاروقی وعثمانی میں دیں جو یہاں مذکور ہے۔ لہذا تین طلاقوں والی حدیث کو جمہور محدثین نے مردود قرار دیا اس لئے یہ قابل عمل نہیں جبکہ ایک طلاق والی حدیث کو جمہور نے صحیح قرار دیا اب کوئی تعارض بھی نہ رہا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :لَا طَلَاقَ وَلَا عَتَاقَ فِي إِغْلَاقٍ .رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَه قيل :معنى الإغلاق :الْإِكْرَاه

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جبر میں نہ طلاق ہے نہ آزادی (ابوداؤد، ابن ماجہ) کہا گیا ہے کہ اغلاق کے معنی جبر ہیں۔

﴿502﴾ جبری طلاق ہونے یا نہ ہونے کی احادیث میں تعارض:

مذکورہ حدیث میں ہے کہ جبری طلاق واقع نہیں ہوتی جبکہ اس کے برعکس اگلی حدیث میں ہے،،

امام محمد نے حضرت صفوان ابن عمر طائی سے روایت کی کہ مدینہ پاک میں ایک عورت اپنے خاوند سے سخت نفرت کرتی تھی ایک دن دوپہر کو خاوند سو رہا تھا، یہ چھری لے کر سر پر کھڑی ہوگئی اور بولی مجھے تین طلاقیں دو ورنہ ابھی ذبح کر دوں گی وہ بہت چیخا چلایا آخر کار تین طلاقیں دے دیں، پھر یہ مسئلہ بارگاہ رسالت میں پیش ہوا تو حضور نے فرمایا "لَا قَيْلُوْلَةَ فِي الطَّلَاقِ" (مسند امام اعظم باب الطلاق) امام شمنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام عقیل نے بھی اپنی کتاب میں نقل کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجبور کی طلاق ہو جاتی ہے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

جبری طلاق ہونے یا نا ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اغلاق کے معنی امام صاحب کے نزدیک سخت غصہ ہے جس سے انسان کی عقل بند ہو جائے کہ ایسے مخبوط الحواس غصہ والے کی طلاق نہیں ہوتی لہذا یہ حدیث دوسری حدیث کے خلاف نہیں۔ کیونکہ یہاں اغلاق کا معنی جبر نہیں بلکہ غصہ ہے مطلب یہ کہ پہلی حدیث میں طلاق کے وقوع کا حکم سخت غصے کی وجہ سے دیا گیا نہ کہ جبر کی وجہ سے۔ لہذا اب احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿503﴾ میری امت سے مجبوری کو اٹھا لیا گیا ہے کی احادیث میں تعارض:

امام محمد نے حضرت صفوان ابن عمر طائی سے روایت کی کہ مدینہ پاک میں ایک عورت اپنے خاوند سے سخت نفرت کرتی تھی ایک دن دوپہر کو خاوند سو رہا تھا، یہ چھری لے کر سر پر کھڑی ہو گئی اور بولی مجھے تین طلاقیں دو ورنہ ابھی ذبح کر دوں گی وہ بہت چیخا چلایا آخر کار تین طلاقیں دے دیں، پھر یہ مسئلہ بارگاہ رسالت میں پیش ہوا تو حضور نے فرمایا "لَا قَيْلُوْلَةَ فِي الطَّلَاقِ" (مسند امام اعظم باب الطلاق)

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے جبری یعنی مجبور کئے گئے کی طلاق کو واقع قرار دیا جبکہ اس کے برعکس اگلی حدیث میں ہے،، "رفع عن امتی الخطاء والنسیان و ما استکرھوا علیه" یعنی میری امت سے خطاء بھول اور مجبوری کی چیزیں اٹھا دی گئیں ہیں۔ دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

میری امت سے مجبوری کو اٹھا لیا گیا ہے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

پہلی حدیث جس میں طلاق واقع ہونے کا حکم بیان ہوا وہ اپنے معنی پر ہے ہمارا مذہب بھی یہی ہے رہی وہ حدیث کہ "رفع عن امتی الخطاء والنسیان و ما استکرھوا علیه" یعنی میری امت سے خطاء بھول اور مجبوری کی چیزیں اٹھائی گئی۔ وہاں اخری گناہ مراد ہے کہ ان چیزوں پر آخرت میں گناہ نہ ہوگا دنیاوی احکام جاری ہونا مراد نہیں، اگر کوئی کسی کو جبراً قتل کر دے تو اسے قاتل مانا جاوے گا۔ جس حدیث میں جبری طلاق واقع ہونے کا حکم بیان ہوا وہ دنیاوی حکم ہے اور جس میں جبری خطاؤں کی معافی کا ذکر ہے وہ اخروی حکم ہے، لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿504﴾ خلع کے جواز اور عدم جواز کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمُنْتَزِعَاتُ وَالْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ.

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے کو نکاح سے نکالنے والیاں اور خلع کرنے والیاں منافقہ ہیں۔ نسائی

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے خلع لینے والیوں کی مذمت فرمائی جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس خلع کی اجازت ثابت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ عَنْ مَوْلَاةٍ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ أَنَّهَا اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا بِكُلِّ شَيْءٍ لَهَا فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عمر .رَوَاهُ مَالك

روایت ہے حضرت نافع سے وہ صفیہ بنت ابوعبید کی مولاۃ سے راوی کہ انہوں نے اپنی ہر چیز کے عوض اپنے خاوند سے خلع کیا تو حضرت عبداللہ ابن عمر نے اس کا انکار نہ فرمایا۔ مالک

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ إِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوهِ وَالْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ .رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :هَذَا (ص980:) حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعَطَاءُ بْنُ عجلانَ الرَّاوِي ضعيفٌ ذاهبُ الحَدِيث

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر طلاق جائز ہے سوائے دیوانہ اور مغلوب العقل کی طلاق کے (ترمذی)۔

پہلی حدیث میں خلع لینے والیوں کو منافقہ کہا گیا جبکہ دوسری اور تیسری حدیث میں اس کا جواز موجود ہے۔ حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

خلع کے جواز اور عدم جواز کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ خلع جائز ہے اور جس حدیث میں خلع لینے والیوں کو منافقہ کہا گیا اس سے خاوند کی وہ نافرمان بیویاں مراد ہیں جو نافرمانی کر کے خاوند کو طلاق دینے پر مجبور کریں اپنے کو نکاح کی قید میں نہ رکھیں یعنی جو بلا وجہ خلع کر کے خاوند سے طلاق حاصل کریں۔ لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿505﴾ حلالہ کے جواز وعدم جواز کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ :لَعَنَ رسولُ الله المحلّلَ والمُحلَّلَ لَهُ .رَوَاهُ الدَّارمِيّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَعقبَة بن عَامر

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعن فرمائی حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا (دارمی) اور ابن ماجہ حضرت علی وابن عباس اور عقبہ ابن عامر سے۔

اس حدیث میں حلالہ کی ممانعت بیان ہوئی جبکہ اس کے برعکس اگلہ حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے،،

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ :جَاءَتِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ:

إِنِّي كُنتُ عِندَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلَاقِي فَتَزَوَّجتُ بَعدَهُ عَبدَ الرَّحمٰنِ بنَ الزُّبَيرِ وَمَا مَعَهُ إِلَّا مِثلُ هُدبَةِ الثَّوبِ فَقَالَ :أَتُرِيدِينَ أَن تَرجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ؟ قَالَت :نَعَم قَالَ :لَا حَتَّى تَذُوقِي عُسَيلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيلَتَكِ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رفاعہ قرظی کی بیوی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں عرض کیا کہ میں رفاعہ کے پاس تھی اور انہوں نے مجھے طلاق دی تو طلاق منقطع کردی پھر ان کے بعد میں نے عبدالرحمان ابن زبیر سے نکاح کرلیا ان کے پاس نہیں ہے مگر کپڑے کے پلو (گوشہ) کے تو فرمایا کہ کیا تم رفاعہ کی طرف لوٹنا چاہتی ہو بولیں ہاں فرمایا نہیں تا آنکہ تم ان کی لذت چکھ لو اور وہ تمہاری لذت چکھ لیں (مسلم، بخاری)

پہلی حدیث میں حلالہ کی مذمت بیان کی گئی جبکہ دوسری حدیث میں حلالہ کا حکم دیا گیا،، احادیث متعارض ہیں۔

حلالہ کے جواز وعدم جواز کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ علماء فرماتے ہیں کہ بعض سخت ضرورتوں میں حلالہ کرنا جائز اور بہتر بھی ہوجاتا ہے جس حدیث میں حلالہ کا حکم دیا وہاں حلالہ کی ضرورت تھی کہ دوسرا شوہر جماع کے قابل ہی نہ تھا اور جس حدیث میں حلالہ کی مذمت بیان ہوئی وہاں بغیر ضرورت حلالہ والوں پر لعنت فرمائی گئی ہے یا لعنت جب ہے جب کہ اجرت پر حلالہ کرایا جائے۔لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿506﴾ کفارہ ظہار کی احادیث میں تعارض:

وَعَن أَبِي سلمةَ :أَنَّ سَلمَانَ بنَ صَخرٍ وَيُقَالُ لَهُ :سَلَمَةُ بنُ صَخرٍ البَيَاضِيُّ جَعَلَ امرَأَتَهُ عَلَيهِ كَظَهرِ أُمِّهِ حَتَّى يَمضِيَ رَمَضَانُ فَلَمَّا مَضَى نِصفٌ مِن رَمَضَانَ وَقَعَ عَلَيهَا لَيلًا فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ لَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ :أَعتِق رَقَبَةً قَالَ :لَا أَجِدُهَا قَالَ :فَصُم شَهرَينِ مُتَتَابِعَينِ قَالَ :لَا أَستَطِيعُ قَالَ :أَطعِم سِتِّينَ مِسكِينًا قَالَ :لَا أَجِدُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ لِفَروَةَ بنِ عَمرٍو :أَعطِهِ ذٰلِكَ العَرَقَ وَهُوَ مِكتَلٌ يَأخُذُ خَمسَةَ عَشَرَ صَاعًا أَو سِتَّةَ عَشَرَ صَاعًا لِيُطعِمَ سِتِّينَ مِسكِينًا .رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ

روایت ہے ابوسلمہ سے کہ حضرت سلمان ابن صخر جنہیں سلمہ ابن صخر بیاضی کہا جاتا ہے انہوں نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر اپنی ماں کی پشت کی طرح کرلیا یہاں تک کہ رمضان گزر گیا پھر جب آدھا رمضان گزرا تو ایک رات ان سے صحبت کرلی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس کا ذکر حضور سے کیا ان سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام آزاد کرو عرض کیا میں غلام پاتا نہیں فرمایا مسلسل دو ماہ کے روزے رکھو عرض کیا مجھ میں طاقت نہیں فرمایا ساٹھ مسکینوں کو

کھانا دو عرض کیا ہے نہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فروہ ابن عمرو سے فرمایا کہ انہیں یہ ٹوکری دے دو وہ بڑی زنبیل ہے جس میں پندرہ یا سولہ صاع سماتے ہیں تا کہ وہ ساٹھ مسکینوں کو کھلا دیں۔ (ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ، دارمی)

مذکورہ حدیث میں ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے مذکورہ صحابی کا کفارہ پندرہ سولہ صاع کھجوریں ادا فرمایا،، جبکہ قرآن اور دوسری احادیث میں ظہار کا کفارہ ایک وسق یعنی تیس صاع گندم ساٹھ مسکینوں کو دیا جائے فی مسکین آدھا صاع قریباً سوا دو سیر یا ساٹھ صاع جو کھجوریں وغیرہ جو کہ فی مسکین ایک صاع قریباً ساڑھے چار سیر بنتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے،،

وروى أَبُو دَاوُد وابنُ مَاجَه والدارمى عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ نحوَه قَالَ: كنتُ امْرأً أُصِيبُ مِنَ النِّسَاءِ مَا لَا يُصِيبُ غَيْرِى وَفِى روايتِهِما أعنِى أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِىَّ: فَأَطْعِمْ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ بَيْنَ سِتِّينَ مِسْكينا

بروایت سلیمان ابن یسار عن سلمہ ابن صخر اس کی مثال روایت فرماتے ہیں کہ میں ایسا شخص تھا کہ عورتوں سے اس قدر صحبت کرتا تھا کہ میرے سوا کوئی نہ کرتا اور ان دونوں یعنی ابوداؤد اور دارمی کی روایت میں ہے کہ ایک وسق چھوارے ساٹھ مسکینوں کو دو۔ (ایک وسق تیس صاع کا ہوتا ہے)

خلاصہ یہ کہ ظہار کا کفارہ تیس صاع بنتا ہے جبکہ مذکورہ بالا حدیث میں پندرہ یا سولہ صاع کھجوریں کفارہ میں ادا کی گئیں ،احادیث میں تعارض واضح ہے۔

کفارہ ظہار کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کے تین جواب ہیں (۱) پہلا یہ ہے کہ جس حدیث میں پندرہ یا سولہ صاع کھجوریں کفارہ میں ادا کی گئیں یہ حضرت سلیمان کی خصوصیات سے ہے جیسے ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو چھ ماہ کی بکری کی قربانی کی اجازت دے دی گئی تھی حالانکہ ایک سالہ بکری کی قربانی ہوسکتی ہے (۲) دوسرا یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث اس پابندی سے پہلے کی ہو۔ (۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بطور امداد ان کو یہ مقدار عطا ہوئی باقی ان کے اپنے ذمہ رہی۔ لہذا اب احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿507﴾ جماع کے اسباب کی احادیث میں تعارض:

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :أَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنِ امْرَأَتِهِ فَغَشِيَهَا قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَٰلِكَ لَهُ فَقَالَ :مَا حَمَلَكَ عَلَى ذَٰلِكَ؟ قَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْتُ بَيَاضَ حِجْلَيْهَا فِي الْقَمَرِ فَلَمْ أَمْلِكْ نَفْسِي أَنْ وَقَعْتُ عَلَيْهَا فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ لَا يَقْرَبَهَا حَتَّى يُكَفِّرَ .رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ .وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ وَقَالَ :هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهُ مُسْنَدًا وَمُرْسَلًا وَقَالَ النَّسَائِيُّ :المُرسل أَوْلَى بالصَّواب من المُسْنَدِ

روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ ابن عباس سے راوی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا پھر کفارہ دینے سے پہلے اس

سے جماع کرلیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ حضور سے عرض کیا فرمایا تجھے اس پر کس چیز نے انگیخت کی عرض کیا یارسول اللہ میں نے چاندی میں اس کے جھانجنوں کی سفیدی دیکھی تو اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکا کہ اس سے صحبت کر بیٹھا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور اسے حکم دیا کہ اپنی بیوی کے قریب نہ جائے حتی کہ کفارہ دے دے ابن ماجہ اور ترمذی نے اس کی مثل اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور ابوداؤد نسائی نے اس کی مثل روایت کی اسناداً بھی اور ارسالاً بھی نسائی نے فرمایا کہ بمقابلہ مسند کے مرسل زیادہ قریب صواب ہے۔

مذکورہ حدیث میں صحابی نے حضور سے عرض کیا، یارسول اللہ میں نے چاندی میں اس کے جھانجنوں کی سفیدی دیکھی تو اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکا کہ اس سے جماع کر بیٹھا۔

جبکہ دوسری بعض روایات میں ہے کہ یارسول اللہ میں نے اس کی پنڈلی کی سفیدی دیکھی تو میں شہوت سے بے قابو ہو گیا اور جماع کر بیٹھا۔ ابوداود احادیث میں تعارض واضح ہے۔

جماع کے اسباب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ پنڈلی کی سفیدی اور جھانجن کی چمک بیک وقت دیکھی جاسکتی ہے۔ حجل ح کے فتحہ اور پیش سے بمعنی جھانجن عورتوں کے پاؤں کا مشہور زیور جسے خلخال بھی کہتے ہیں۔

﴿508﴾ بکری بھیڑیا کھا جانے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بنِ الحكمِ قَالَ :أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ جَارِيَةً كَانَتْ لِي تَرْعَى غَنَمًا لِي فَجِئْتُهَا وَقَدْ فَقَدَتْ شَاةً مِنَ الْغَنَمِ فَسَأَلْتُهَا عَنْهَا فَقَالَتْ :أَكَلَهَا الذِّئْبُ فَأَسِفْتُ عَلَيْهَا وَكُنْتُ مِنْ بَنِي آدَمَ فَلَطَمْتُ وَجْهَهَا وَعَلَيَّ رَقَبَةٌ أَفَأُعْتِقُهَا؟ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَيْنَ اللَّهُ؟ فَقَالَتْ :فِي السَّمَاءِ فَقَالَ :مَنْ أَنَا؟ فَقَالَتْ :أَنْتَ رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَعْتِقْهَا .رَوَاهُ مَالِكٌ

روایت ہے حضرت معاویہ ابن حکم سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری لونڈی میری بکریاں چراتی تھی میں اس کے پاس گیا تو ایک بکری گم پائی میں نے اسے بکری کے متعلق پوچھا تو وہ بولی کہ اسے بھیڑیا کھا گیا میں اس پر بہت غصے ہوا میں آدمی ہوں میں نے اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا اور مجھ پر ایک غلام آزاد کرنا ہے کیا اسے آزاد کردوں تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کہاں ہے وہ بولی آسمان میں پھر فرمایا میں کون ہوں، بولی آپ اللہ کے رسول ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے آزاد کردو۔

وَفِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَ :كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعَى غَنَمًا لِي قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَّانِيَّةِ فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِنَا وَأَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي آدَمَ آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ لَكِنْ صَكَكْتُهَا صَكَّةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَظَّمَ ذَلِكَ عَلَيَّ قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ :ائْتِنِي بِهَا؟ فأتيته بِهَا فَقَالَ لَهَا :أَيْنَ اللَّهُ؟ قَالَتْ :فِي السَّمَاءِ قَالَ :مَنْ أَنَا؟

قَالَتْ :أَنْتَ رَسُولُ اللہ قَالَ :أعتِقْها فإنَّها مؤْمنۃٌ

اور مسلم کی روایت میں ہے فرماتے ہیں میری ایک لونڈی تھی جو میری بکریاں احد اور جوانیہ کی طرف چراتی تھی ایک دن میں اچانک وہاں گیا تو بھیڑیا ہماری بکریوں میں سے ایک بکری لے گیا تھا اور میں اولاد آدم سے ایک شخص ہوں جیسے سب غمگین ہوتے ہیں میں بھی غمگین ہوتا ہوں لیکن میں نے اسے صرف ایک تھپڑ مار دیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے مجھ پر بڑا جرم قرار دیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اسے آزاد نہ کر دوں فرمایا اسے میرے پاس لاؤ تو میں اسے لایا تو آپ نے فرمایا اللہ کہاں ہے وہ بولی آسمان میں فرمایا میں کون ہوں بولی آپ رسول اللہ ہیں فرمایا اسے آزاد کر دو یہ مؤمنہ ہے۔

پہلی حدیث میں فرمایا کہ،، میں اس کے پاس گیا تو ایک بکری گم پائی میں نے اسے بکری کے متعلق پوچھا تو وہ بولی کہ اسے بھیڑیا کھا گیا۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے،، میری ایک لونڈی تھی جو میری بکریاں احد اور جوانیہ کی طرف چراتی تھی ایک دن میں اچانک وہاں گیا تو بھیڑیا ہماری بکریوں میں سے ایک بکری لے گیا تھا۔ احادیث میں تعارض واضح ہے۔

بکری بھیڑیا کھا جانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت معاویہ بن حکم کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میرے سامنے نہ لے گیا بلکہ بکریاں شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک بکری گم ہے، لونڈی سے پوچھنے پر پتہ لگا کہ بھیڑیا لے گیا لہذا یہ روایت گزشتہ روایت کے خلاف نہیں۔

﴿509﴾ آیت لعان کے شان نزول کی احادیث میں تعارض:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ قَالَ :إِن عُوَيْمِر الْعُجْلَانِيَّ قَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيتَ رَجُلًا وجدَ معَ امرأَتِهِ رجُلًا أيقتُله فيَقتُلُونه؟ أم كَيفَ أفعل؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :قَدْ أُنْزِلُ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ فَاذْهبْ فَأْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ :فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَيْمِرٌ :كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رسولَ اللَّهِ إِن أَمسَكتُها فطلقتها ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ":انظُرُوا فَإِن جَاءَتْ بِهِ أَسحَمَ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيمَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَلَا أحسب عُوَيْمِر إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أُحَيمِرَ كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ (ص987:) كَذَبَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَصْدِيقِ عُوَيْمِرٍ فَكَانَ بَعْدُ يُنْسَبُ إِلَى أمه

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد ساعدی سے فرماتے ہیں کہ عویمر عجلانی نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے تو ایک شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے کیا وہ اسے قتل کر دے تو مسلمان اسے قتل کر دیں گے کیا کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے اور تیری بیوی کے متعلق آیت نازل کر دی گئی تم جاؤ اسے لے آؤ سہل فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے مسجد میں لعان لیا میں بھی لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا جب وہ زوجین فارغ ہو چکے تو عویمر بولے کہ میں

نے اس پر جھوٹ ہی لگایا یارسول اللہ اگر اس کو روک رکھوں چنانچہ اسے تین طلاقیں دے دیں پھر رسول اللہ نے فرمایا لوگو خیال رکھنا اگر وہ عورت جنے بچہ سیاہ رنگ بڑی آنکھ والا بڑے سرین والا بڑی پنڈلیا نوالہ تو میں عویمر کو اس عورت پر سچا ہی گمان کرتا ہوں اور اگر وہ عورت بچہ جنے سرخ رنگ والا گویا وہ بامنی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ عویمر نے اس پر جھوٹ ہی بولا پھر اس عورت نے بچہ اس صفت پر جنا جس پر رسول اللہ نے عویمر کو سچا فرمایا تھا پھر وہ بچہ بعد میں اپنی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا مسلم، بخاری

مذکورہ حدیث میں بیان ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عویمر سے فرمایا کہ تیرے اور تیری بیوی کے متعلق آیت نازل کر دی گئی تم جاؤ اسے لے آؤ۔ جبکہ اس کے برعکس اگلی حدیث میں کچھ اس طرح ہے،،

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :الْبَيِّنَةَ أَوْ حَدًّا فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا رَأَى أَحَدُنَا عَلَى امْرَأَتِهِ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ؟ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْبَيِّنَةَ وَإِلَّا حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالٌ :وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنِّي لَصَادِقٌ فَلَيُنْزِلَنَّ اللَّهُ مَا يُبَرِّءُ ظَهْرِي مِنَ الْحَدِّ فَنَزَلَ جِبرِيل وَ نزل عَلَيْهِ :(وَالَّذين يرمون أزواجهم(فَقَرَأَ حَتَّى بَلَغَ (إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ(فَجَاءَ هِلَالٌ (ص988:) فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ وَقَفُوهَا وَقَالُوا :إِنَّهَا مُوجِبَةٌ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهَا تَرْجِعُ ثُمَّ قَالَتْ :لَا أَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ الْيَوْمِ فَمَضَتْ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَبْصِرُوهَا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَجَاءَتْ بِهِ كَذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَوْلَا مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللَّهِ لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ہلال ابن امیہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اپنی بیوی کو شریک ابن سحماء سے تہمت لگائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ لاؤ یا تمہاری پیٹھ میں سزا ہے وہ بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم میں سے کوئی اپنی بیوی پر کسی مرد کو دیکھے تو گواہ ڈھونڈتا پھرے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ میں سزا ہوگی ہلال بولے اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں سچا ہوں تو اللہ تعالیٰ ضرور وہ آیات اتارے گا جو میری پیٹھ کو سزا سے بچالیں گی اتنے میں جبرئیل اترے اور آپ پر یہ آیت اتاری اور وہ لوگ جو الزام لگائیں اپنی بیویوں کو، پھر پڑھی حتی کہ ان کان من الصادقین تک پہنچ گئے پھر ہلال آئے گواہی دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یقیناً اللہ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرلے گا پھر عورت کھڑی ہوئی پس گواہی دی جب پانچویں پر پہنچی تو لوگوں نے اسے ٹھہرالیا اور بولے کہ یہ واجب کرنے والی ہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ کچھ ٹھہری اور لوٹی حتی کہ ہم نے گمان کرلیا کہ یہ رجوع کرلے گی پھر بولی میں اپنی قوم کو کبھی رسوا نہ کروں گی پھر گزر گئی اور نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے دیکھنا اگر یہ سرمگیں آنکھوں والا بھرے چوتڑوں والا پتلی پنڈلیوں والا بچہ جنے تو وہ شریک ابن سحماء کا ہے پھر وہ ایسا بچہ لائی فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر قرآن کا وہ حکم جو گزر گیا نہ ہوتا تو میرا اور اس عورت کا کچھ حال ہوتا۔

پہلی حدیث میں بیان ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عویمر سے فرمایا کہ تیرے اور تیری بیوی کے متعلق آیت نازل کر دی گئی تم جاؤ اسے لے آؤ،، اور دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہلال بن امیہ سے فرمانے لگے گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ میں سزا ہوگی ہلال بولے اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں سچا ہوں تو اللہ تعالیٰ ضرور وہ آیات اتارے گا جو میری پیٹھ کو سزا سے بچالیں گی اتنے میں جبرئیل اترے اور آپ پر یہ آیت اتاری،،

آیت کریمہ یہ ہے "وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ" وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت زنا لگائیں اور ان کے پاس گواہ نہ ہوں،، یہ آیت شعبان میں نازل ہوئی، یا تو عویمر کے متعلق نازل ہوئی یا ہلال ابن امیہ کے متعلق اتری،، دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔

آیت لعان کے شان نزول کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ حق یہ ہے کہ ان دونوں کے واقعات قریب قریب ہوئے ان دونوں پر آیت اتری، پہلے ہلال ابن امیہ نے لعان کیا پھر عویمر نے لہذا یہ درست ہے کہ اسلام میں پہلا لعان ہلال ابن امیہ نے کیا درست ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ تیرے متعلق یہ آیت آ گئی یہ بھی درست ہے احادیث میں تعارض نہیں۔

﴿510﴾ زنا کے ثبوت کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ وَإِنِّي نكرته فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَمَا أَلْوَانُهَا؟ قَالَ: حُمْرٌ قَالَ: هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟ قَالَ: إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا قَالَ: فَأَنَّى تُرَى ذَلِكَ جَاءَهَا؟ قَالَ: عِرْقٌ نَزَعَهَا. قَالَ: فَلَعَلَّ هَذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الِانْتِفَاءِ مِنْهُ۔ مسلم، بخاری

روایت ہے ان ہی سے کہ ایک بدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا میری بیوی نے سیاہ لڑکا جنا اور میں نے اس کا انکار کر دیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے پاس اونٹ ہیں بولا ہاں فرمایا ان کے رنگ کیا ہیں بولا سرخ فرمایا کیا ان میں کوئی چتکبرہ بھی ہے بولا اس میں چتکبرہ ہے فرمایا اسے تو کہاں سے دیکھتا ہے کہ یہ آیا بولا کسی رگ نے اسے کھینچ لیا فرمایا تو شاید اسے بھی رگ نے کھینچ لیا اور اس نے اپنے سے انکار کی اجازت نہ دی۔

مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ زنا کے ثبوت کے لئے بچے کے رنگ کا کوئی اعتبار نہیں نہ رنگت سے زنا ثابت ہوتا ہے جبکہ اس کے برعکس اگلی حدیث میں کچھ اس طرح بیان ہوا،،

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْبَيِّنَةَ أَوْ حَدًّا فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا

رَأَى أَحَدُنَا عَلَى امْرَأَتِهِ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ؟ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْبَيِّنَةَ وَإِلَّا حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالٌ :وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنِّي لَصَادِقٌ فَلَيُنْزِلَنَّ اللَّهُ مَا يُبَرِّءُ ظَهْرِي مِنَ الْحَدِّ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ وَأَنزل عَلَيْهِ :(وَالَّذِين يرمون أَزْوَاجهم(فقرأَ حَتَّى بَلَغَ (إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ(فَجَاءَ هِلَالٌ (ص988:) فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ وَقَفُوهَا وَقَالُوا :إِنَّهَا مُوجِبَةٌ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهَا تَرْجِعُ ثُمَّ قَالَتْ :لَا أَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ الْيَوْمِ فَمَضَتْ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَبْصِرُوهَا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَجَاءَتْ بِهِ كَذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَوْلَا مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللَّهِ لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ہلال ابن امیہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اپنی بیوی کو شریک ابن سحماء سے تہمت لگائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ لاؤ یا تمہاری پیٹھ میں سزا ہے وہ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم میں سے کوئی اپنی بیوی پر کسی مرد کو دیکھے تو گواہ ڈھونڈتا پھرے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ میں سزا ہوگی ہلال بولے اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں سچا ہوں تو اللہ تعالی ضرور وہ آیات اتارے گا جو میری پیٹھ کو سزا سے بچالیں گی اتنے میں جبرئیل اترے اور آپ پر یہ آیت اتاری اور وہ لوگ جو الزام لگائیں اپنی بیویوں کو، پھر پڑھی حتی کہ ان کان من الصادقین تک پہنچ گئے پھر ہلال آئے گواہی دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یقینًا اللہ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرلے گا پھر عورت کھڑی ہوئی پس گواہی دی جب پانچویں پر پہنچی تو لوگوں نے اسے ٹھہرالیا اور بولے کہ یہ واجب کرنے والی ہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ کچھ ٹھہری اور لوٹی حتی کہ ہم نے گمان کرلیا کہ یہ رجوع کرلے گی پھر بولی میں اپنی قوم کو کبھی رسوا نہ کروں گی پھر گزر گئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے دیکھنا اگر یہ سرمگیں آنکھوں والا بھرے چوتڑوں والا پتلی پنڈلیوں والا بچہ جنے تو وہ شریک ابن سحماء کا ہے پھر وہ ایسا بچہ لائی فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر قرآن کا وہ حکم جو گزر گیا نہ ہوتا تو میرا اور اس عورت کا کچھ حال ہوتا۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے دیکھنا اگر یہ سرمگیں آنکھوں والا بھرے چوتڑوں والا پتلی پنڈلیوں والا بچہ جنے تو وہ شریک ابن سحماء کا ہے پھر وہ ایسا بچہ لائی فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر قرآن کا وہ حکم جو گزر گیا نہ ہوتا تو میرا اور اس عورت کا کچھ حال ہوتا۔ جبکہ پہلی میں فرمایا،، کہ زنا کے ثبوت کے لئے بچے کی رنگ کا کوئی اعتبار نہیں نہ رنگت سے زنا ثابت ہوتا ہے،، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

زنا کے ثبوت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ رنگ روپ وغیرہ علامات ضعیفہ ہیں ان وجوہ سے بچہ کے نسب کا انکار نہ کرنا چاہیے کہ ثبوت زنا قوی علامات سے ہوسکتا ہے مثلًا کوئی عورت نکاح کے پانچ ماہ بعد بچہ جن دے یا جس کا خاوند پردیس ہی میں ہے اور عورت اقبالی

بچے جنے یا خاوند نے عرصہ سے صحبت نہ کی ہو مگر بچہ پیدا ہو جائے ان صورت میں انکار کی گنجائش قوی ہے شریک ابن سحماء کی حدیث میں جو گزرا کہ اگر بچہ اسی شکل کا ہے تو وہ غیر باپ کا ہوگا، وہاں رنگت وحلیہ سے زنا ثابت نہ فرمایا گیا تھا نہ اس کے رنگ پر زنا کے احکام جاری کیے گئے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

﴿511﴾ مفلس کے ساتھ نکاح نہ کرنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ :أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلُهُ الشَّعِيرَ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ :وَاللَّهِ مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ فَجَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ :لَيْسَ لَكِ نَفَقَةٌ فَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ فِي بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ ثُمَّ قَالَ: تِلْكِ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا أَصْحَابِي اعْتَدِّي عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ فَإِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِينِي .قَالَتْ :فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَأَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِي فَقَالَ :أَمَّا أَبُو الْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَكَرِهْتُهُ ثُمَّ قَالَ :انْكِحِي أُسَامَةَ فَنَكَحْتُهُ فَجَعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا وَاغْتَبَطْتُ وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهَا :فَأَمَّا أَبُو جَهْمٍ (ص994:) فَرَجُلٌ ضَرَّابٌ لِلنِّسَاءِ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ :أَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :لَا نَفَقَةَ لَكِ إِلَّا أَنْ تَكُونِي حَامِلًا

روایت ہے حضرت ابو سلمہ سے وہ حضرت فاطمہ بنت قیس سے راوی کہ ابو عمرو ابن حفص نے انہیں طلاق بات دے دی جبکہ وہ غائب تھے تو ان کے وکیل نے حضرت فاطمہ کو کچھ جو بھیجے وہ ان پر ناراض ہوئیں تو وکیل نے کہا اللہ کی قسم تمہارا ہم پر کچھ حق نہیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے اس کا ذکر کیا حضور نے فرمایا تمہارے لیے خرچہ نہیں پھر انہیں حکم دیا ام شریک کے گھر عدت گزاریں پھر فرمایا کہ وہ ایسی بی بی ہیں جن کے پاس ہمارے صحابہ گھیرے رہتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے پاس عدت گزارو وہ نابینا آدمی ہیں تم اپنے یہ کپڑے اتار دو پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا فرماتی ہیں کہ جب میں فارغ ہوگئی تو میں نے حضور سے عرض کیا کہ معاویہ ابن ابوسفیان اور ابوجہم نے پیغام دیا تو فرمایا کہ ابوجہم اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے اتارتے ہی نہیں رہے معاویہ وہ بہت تنگدست ہیں جن کے پاس مال نہیں تم اسامہ ابن زید سے نکاح کرلو میں نے انہیں ناپسند کیا حضور نے پھر فرمایا کہ اسامہ سے نکاح کرلو میں نے ان سے نکاح کرلیا تو اللہ نے اس نکاح میں بہت خیر دی کہ مجھ پر رشک کیا گیا اور ان ہی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ ابوجہم بیویوں کو بہت مارنے والے ہیں (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے خاوند نے انہیں تین طلاقیں دے دیں تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں حضور نے فرمایا تمہارے لیے خرچہ نہیں مگر اس صورت میں کہ حاملہ ہوتیں۔

مذکورہ حدیث میں ہے کہ فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں جب میں عدت سے فارغ ہوگئی تو میں نے حضور سے عرض کیا کہ معاویہ ابن ابوسفیان اور ابوجہم نے پیغام دیا تو حضور نے فرمایا کہ ابوجہم اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے اتارتے ہی نہیں، رہے معاویہ وہ بہت تنگدست ہیں جن کے پاس مال نہیں،، یعنی حضور نے مال نہ ہونے کی وجہ سے حضرت معاویہ سے نکاح کرنے سے منع

کردیا جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس اس طرح ہے۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کا نکاح ایسے شخص سے کیا جو صرف کمبل کا مالک تھا اس کے گھر میں کچھ نہ تھا
،،ابوداود۔۔دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

مفلس کے ساتھ نکاح نہ کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ جو بیوی کے نفقہ دینے پر قادر نہ ہو اس سے نکاح کرنا بہتر نہیں اگرچہ جائز ہے رب تعالی فرماتا ہے:"وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ" ایسے غریب آدمی کو روزہ رکھنا بہتر ہے۔وہ جو حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کا نکاح ایسے شخص سے کیا جو صرف کمبل کا مالک تھا اس کے گھر میں کچھ نہ تھا وہ بیان جواز کے لیے تھا اور وہ عورت ایسی صابرہ شاکرہ تھی کہ مرد کے ساتھ فقرو فاقہ برداشت کرسکتی تھی،لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿512﴾ مطلقہ کو نان نفقہ نہ ملنے کی احادیث میں تعارض:

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ :أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلُهُ الشَّعِيرَ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ :وَاللَّهِ مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ فَجَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ :لَيْسَ لَكِ نَفَقَةٌ فَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ فِي بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ ثُمَّ قَالَ: تِلْكِ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا أَصْحَابِي اعْتَدِّي عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ فَإِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِينِي .قَالَتْ :فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَأَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِي فَقَالَ :أَمَّا أَبُو الْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَكَرِهْتُهُ ثُمَّ قَالَ :انْكِحِي أُسَامَةَ فَنَكَحْتُهُ فَجَعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا وَاغْتَبَطْتُ وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهَا :فَأَمَّا أَبُو جَهْمٍ (ص:994) فَرَجُلٌ ضَرَّابٌ لِلنِّسَاءِ .رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ :أَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :لَا نَفَقَةَ لَكِ إِلَّا أَنْ تَكُونِي حَامِلًا

روایت ہے حضرت ابوسلمہ سے وہ حضرت فاطمہ بنت قیس سے راوی کہ ابوعمرو ابن حفص نے انہیں طلاق بات دے دی جبکہ وہ غائب تھے تو ان کے وکیل نے حضرت فاطمہ کو کچھ جو بھیجے وہ ان پر ناراض ہوئیں تو وکیل نے کہا اللہ کی قسم تمہارا ہم پر کچھ حق نہیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے اس کا ذکر کیا حضور نے فرمایا تمہارے لیے خرچہ نہیں پھر انہیں حکم دیا ام شریک کے گھر عدت گزاریں پھر فرمایا کہ وہ ایسی بی بی ہیں جن کے پاس ہمارے صحابہ گھیرے رہتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے پاس عدت گزارو وہ نابینا آدمی ہیں تم اپنے یہ کپڑے اتار دو پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا فرماتی ہیں کہ جب میں فارغ ہوگئی تو میں نے حضور سے عرض کیا کہ معاویہ ابن ابوسفیان اور ابوجہم نے پیغام دیا تو فرمایا کہ ابوجہم اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے اتارتے ہی نہیں رہے معاویہ وہ بہت تنگدست ہیں جن کے پاس مال نہیں تم اسامہ ابن زید سے نکاح کرلو میں نے انہیں ناپسند کیا حضور نے پھر فرمایا کہ اسامہ سے نکاح کرلو میں نے ان سے نکاح کرلیا

تو اللہ نے اس نکاح میں بہت خیر دی کہ مجھ پر رشک کیا گیا اور ان ہی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ ابو جہم بیویوں کو بہت مارنے والے ہیں (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے خاوند نے انہیں تین طلاقیں دے دیں تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں حضور نے فرمایا تمہارے لیے خرچہ نہیں مگر اس صورت میں کہ حاملہ ہوتیں۔

مذکورہ حدیث میں مطلقہ عورت کو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہارے لیے خرچہ نہیں مگر اس صورت میں کہ حاملہ ہوتیں،، جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے،،": اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ "اس آیت میں سکنہ و نفقہ کا حکم دیا گیا ہے اور حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں میں نے سرکار کو فرماتے خود سنا کہ ہر مطلقہ کے لیے گھر بھی ہے خرچہ بھی،، لہذا حدیث اور آیت میں تعارض واضح ہے۔

مطلقہ کو نان نفقہ نہ ملنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

جس حدیث میں ہے کہ مطلقہ کو نفقہ نہیں ملے گا اس میں حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم کو وہ خرچہ نہیں ملے گا جو تم چاہتی ہو، معمولی خرچہ مل چکا، امام اعظم کا فرمان ہے کہ خرچہ و گھر دونوں ملیں گے، یہ ہی فرمان ہے حضرت عمر کا، جناب عمر نے فرمایا کہ ہم قرآن و حدیث کے مقابل صرف ان فاطمہ کا قول قبول نہیں کر سکتے، قرآن فرماتا ہے": اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ "اور میں نے سرکار کو فرماتے خود سنا کہ ہر مطلقہ کے لیے گھر بھی ہے خرچہ بھی۔ یعنی یہاں نفقہ سے مراد بہت عرصہ تک نفقہ ہے یعنی حاملہ مطلقہ کو عرصہ دراز تک نفقہ ملتا ہے جب تک کہ وہ بچہ نہ جن دے اور جننے کے بعد بھی بعض صورتوں میں بچہ کی پرورش کا نفقہ ملتا رہتا ہے غیر حاملہ کو تھوڑی مدت صرف تین حیض تک نفقہ ملتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں فاطمہ کے مطلوبہ خرچہ کی نفی ہے اور گھر سے منتقل کر دینا کسی مجبوری سے تھا اور وہ یہ تھی روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ فاطمہ ایک سنسان مکان میں تھیں ان کے آس پاس پر خوف کیا گیا اس لیے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ وہ کسی اور کے پاس منتقل ہو جائیں۔ لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کریم کے خلاف ہے نہ دوسری احادیث کے۔

اس جگہ صاحب مرقات نے فرمایا کہ حضرت عمر نے فاطمہ کی یہ حدیث رد فرما دی اور فرمایا کہ ہم ایک عورت کے قول سے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ نہیں چھوڑ سکتے کیا خبر انہیں یاد رہا یا بھول گئیں عدت طلاق میں گھر اور خرچہ ملنا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت ہے۔ حضرت اسامہ نے جناب فاطمہ سے نکاح کر لیا مگر ان کی یہ حدیث انہوں نے بھی قبول نہ کی۔ حضرت ابن مسعود جابر، عائشہ صدیقہ، اسامہ ابن زید حضرت عمر وغیرہم جمہور صحابہ کا یہ ہی مذہب ہے کہ عدت طلاق میں خرچہ و مکان ملے گا۔ حدیث فاطمہ رضی اللہ عنہا مضطرب ہے، بعض روایات میں ہے فاطمہ کے خاوند نے طلاق دی پھر سفر کو گئے، بعض میں ہے کہ سفر میں جا کر طلاق بھیجی، بعض روایات میں ہے کہ خود فاطمہ نے مسئلہ حضور سے پوچھا، بعض میں ہے کہ خالد ابن ولید نے پوچھا، بعض روایات میں ہے کہ ان کے خاوند ابو عمر ابن حفص نے طلاق دی، بعض میں ہے کہ ابو جعفر ابن مغیرہ نے انہیں طلاق دی اس وجہ سے یہ حدیث نا قابل عمل ہے اسے حضرت عمر، زید ابن ثابت، مروان ابن حکیم، سعید ابن مسیب شعبی، حسن بصری، اسود ابن یزید، سفیان ثوری، امام احمد ابن حنبل نے رد کر دیا لہذا یہ حدیث نا قابل عمل

ہے۔

﴿513﴾ سنسان گھر میں عدت گزارنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ سعيدِ بنِ المسيَّبِ قَالَ :إِنَّمَا نُقِلَتْ فَاطِمَةُ لِطُولِ لِسَانِهَا عَلَى أحمائِهَا .رَوَاهُ فِي شرح السّنة

روایت ہے حضرت سعید ابن مسیّب سے فرماتے ہیں کہ فاطمہ منتقل کی گئی اپنے دیوروں پر زبان درازی کی وجہ سے۔

مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ فاطمہ منتقل کی گئی اپنے دیوروں پر زبان درازی کی وجہ سے،، جس گھر میں دیور ہوں پورا خاندان آباد ہو وہ گھر سنسان کیسے ہوسکتا ہے،، جبکہ دوسری حدیث میں فرمایا کہ فاطمہ سنسان گھر میں رہتی تھیں جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے،،

وَعَنْ عائشةَ قَالَتْ :إِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِي مَكَانٍ وَحِشٍ فَخِيفَ عَلَى نَاحِيَتِهَا فَلِذَلِكَ رَخَّصَ لَهَا النَّبِيُّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم تَعْنِي النُّقْلَةِ وَفِي رِوَايَةٍ :قَالَتْ :مَا لِفَاطِمَةَ؟ أَلَا تَتَّقِي اللَّهَ؟ تَعْنِي فِي قَوْلِهَا :لَا سُكْنَى وَلَا نَفَقَة .رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ فاطمہ ایک سنسان مکان میں تھیں ان کے آس پاس پر خوف کیا گیا اس لیے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی یعنی منتقل ہوجانے کی اور ایک روایت میں ہے فرماتی ہیں کیا ہوا فاطمہ کو کیا وہ اللہ سے نہیں ڈرتیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ مطلقہ کو نہ مکان ہے نہ خرچہ۔ بخاری

احادیث میں تعارض واضح ہے

سنسان گھر میں عدت گزارنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ فاطمہ اکیلے گھر میں تھیں اور ان کے دیور وغیرہ ان کے پاس تھے مگر تھیں سخت طبیعت، سخت زبان جب انہیں طلاق ہوگئی تو دیوروں نے ان کے پاس رہنا گوارا نہ کیا اور اب کو چھوڑ کر چلے گئے ان کی سختی کی وجہ سے اب بالکل اکیلی رہ گئیں تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہاں سے منتقل ہوجانے کی اجازت دی بلکہ حکم فرمادیا لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ وہ سنسان مکان میں تھیں۔

﴿514﴾ بچہ کو اختیار دینے یا نہ دینے کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو :أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ :يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنِي هَذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وِعَاءً وَثَدْيِي لَهُ سِقَاءً وَحِجْرِي لَهُ حِوَاءً وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِي وَأَرَادَ أَنْ يَنْزِعَهُ مِنِّي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لم تنكحي .رَوَاهُ أَحْمد وَأَبُو دَاوُد

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا عبداللہ ابن عمرو سے راوی کہ ایک عورت نے عرض کیا یارسول اللہ یہ میرا بچہ ہے کہ میرا پیٹ اس کا برتن تھا اور میرے پستان اس کے مشکیزے اور میری گود اس کی آرام گاہ اور اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی اور اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی مستحق تو

ہے جب تک اپنا نکاح نہ کرلو۔احمد۔ابوداؤد

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے بچے کو ماں باپ میں سے کسی کے پاس رہنے کا اختیار نہ دیا جبکہ اس کے برعکس اگلی حدیث میں کچھ اس طرح ہے،،

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ غُلَامًا بَيْنَ أَبِيهِ وَأمه .رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو اس کے ماں باپ کے درمیان اختیار دیا۔ترمذی،،،، دونوں حدیثوں میں بچے کے اختیار کے بارے میں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

بچہ کو اختیار دینے یا نہ دینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں جس بچے کا ذکر ہوا وہ بچہ بہت چھوٹا تھا جس میں عقل و ہوش و تمیز نہ تھی اس لیے اسے اختیار نہ دیا گیا بلکہ ماں کو مرحمت ہوا، جبکہ دوسری حدیث میں بچہ سمجھ دار تھا اس لیے اسے اختیار دیا گیا لہذا حدیث میں تعارض نہیں، حالات کے اختلاف سے احکام مختلف ہوجاتے ہیں۔

﴿515﴾ بچہ باپ کو ملے گا کی احادیث میں تعارض:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ غُلَامًا بَيْنَ أَبِيهِ وَأمه .رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو اس کے ماں باپ کے درمیان اختیار دیا۔ترمذی

مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے سمجھ دار بچہ کو ماں باپ میں سے کسی ایک کے پاس رہنے کا اختیار دیا،، جبکہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے،، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوجائیں،، یاد رہے کہ باپ نماز کا حکم اسے جب ہی دے سکتا ہے جب بچہ اس کی پرورش میں ہو۔لہذا احادیث میں تعارض واضح ہے۔

بچہ باپ کو ملے گا کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

اس کا جواب یہ ہے کہ سات سال کا سمجھدار بچہ باپ کو ملے گا کیونکہ اب اس کی تربیت و تعلیم کا زمانہ ہے یہ کام باپ ہی کرسکتا ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوجائیں باپ نماز کا حکم اسے جب ہی دے سکتا ہے جب بچہ اس کی پرورش میں ہو لہذا پہلی حدیث کا حکم خصوصی ہے یا منسوخ ہوچکا ہے۔اب کوئی تعارض نہ رہا۔

تمت بالخیر

مصنف کی دیگر قابل مطالعہ کتب

کنز التعریفات

مشکوٰۃ المصابیح
شرح

حق پر کون؟

الظفر النوری
شرح
مختصر القدوری

ظفر الایضاح
شرح
نور الایضاح

تحسین البلاغہ
شرح
دروس البلاغہ

العنایہ شرح ہدایہ

اکمل الحواشی
شرح
اصول الشاشی

اغراض جلالین
شرح
جلالین

انتخاب مشکوٰۃ
شرح
مشکوٰۃ

والضحیٰ پبلیکیشنز
[illegible] غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان
Ph:042-37361363